

یورپ کے نوپید مسائل کے شرعی حل کا عظیم شاہکار

# فتاویٰ یورپ



مصنف  
مفتی محمد عبدالواحد قادری

تصنیف

اسٹیمپ  
برادرز  
اردو بازار ۵ لاہور

مَبِينًا لِّاَقْحَامِنَا قَوْمٌ صَالِحًا وَمُسْلِمًا  
قال تعالى ارشاد خداوندی ہے

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ  
(اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔)

# فَتَاوَى یُوسُفَ

جزء من اجزاء فتاویٰ واجدی

مُفْتًى تَابِعًا لِّوَالِدِهِ حَبِيبًا قَادِرًا  
امین شریعت ادارہ شریعیہ بہار الہند۔ مفتی اعظم ہالینڈ



زبیہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول، ۴۰، ادو بازار لاہور

فون: 042-7246006

شبیر برادرز

۳  
 ”صاحبِ فتاویٰ یورپ“ حضرت مفتی صاحب قبلہ ادا م اللہ ظلہ نے اپنے  
 فتاویٰ میں مندرجہ ذیل مہروں کو استعمال فرمایا ہے (مرتب)



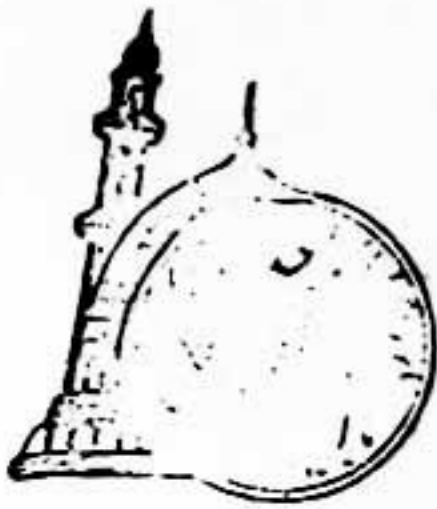
القرآن

ڈالاقضار اسلامک ٹاؤنڈیشن نیدرلینڈ  
 ۱۹۸۱ء - ۱۹۸۲ء



القرآن

ڈالانشاد اسلامک ٹاؤنڈیشن نیدرلینڈ  
 ۱۹۸۱ء - ۱۹۸۲ء



فتاویٰ یورپ	.....	نام کتاب
مفتی عبدالواجد قادری (مفتی اعظم ہالینڈ)	.....	از رشحاتِ قلم
مولانا الحاج محمد سلطان رضا قادری (خطیب الفردوس الیسی ستا نیدر لینڈ)	.....	مرتب و مدون
مولوی فیضان الرحمن سبحانی سلمہ (شریعت کالج مرکز الثقافتہ السنہ کیرلہ الہند)	.....	تکمیل آرزو
مجلس علماء نیدر لینڈ	.....	پیش کش
فروری ۲۰۰۶ء	.....	اشاعت
تین سو نو (۳۰۹)	.....	تفصیلی مسائل کی تعداد
چھ سو اٹھاسی (۶۸۸)	.....	اجمالی و ضمنی مسائل
محمد شفیق فیضی	.....	کتابت
200/- روپے	.....	قیمت

ملنے کا پتہ

**شبیر برادرز**

۴۰- اردو بازار لاہور فون: 7246006

# ۵ کُحَاء

اے ہمارے رب! سب حمد و ثناء، ساری ستائش و تعریف، تمام خوبی و کمال تیری ذات بے ہمتا کے لئے ثابت ہے، اور تیری ہی قدرت و اختیار سے جہاں رنگ و بو کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں روپڑی ہیں..... تو تمام صفات کمالیہ و جمالیہ کا جامع اور ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے۔

اے ہمارے مالک و مولیٰ!! تو ہر اس شے پر قادر ہے جو تیری شان قدوسیت و کبریائی کے لائق ہے اور ہر اس شے سے پاک و منزہ ہے جو تیرے دامن عظمت و قدرت تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں

اے ہمارے رحمن و رحیم تو اپنی رحمت بے پایاں کے ساتھ اپنے بندوں کے گمان بے نیاز مالک!!! سے قریب ہے، ہم تجھ سے تیری خوشنودی اور رضا چاہتے ہیں، تجھ سے تیری رحمت کے طلبگار ہیں اور اپنی قساوت قلبی اور خواہشاتِ نفسی سے بیزار ہیں۔ تو اپنے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اپنے رحم و کرم کی بھیک عطا فرما دے۔

اے کائنات کے خالق و مالک!!! ہمارا دامن اعمالِ صالحہ اور افعالِ حسنہ سے خالی ہے لیکن تیری مہربانیوں سے ہماری گردنوں میں بطریق حضور امام اعظم و حضور غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تیرے محبوب مطلوب سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی شریعت و طریقت کی غلامی کا زرین پٹہ ہے۔ اسی زرین پٹہ کے طفیل ہمیں راہ شریعت و طریقت پر استقامت و عزیمت عطا فرما۔

اے بندہ نواز و کار ساز مولیٰ!!!!!! فناوی یورپ کی شکل میں جو دینی خدمت  
 پیش ہے اسے اپنے فضل سے شرف قبول عطا فرما۔ اس میں جو  
 بھی بھول چوک اور خطا، و نسیان واقع ہوئے ہوں وہ میری  
 جہالت و شرارت نفس سے واقع ہوئے اسے اپنی رحمت کے  
 پانی سے دھو دے۔ اور اپنے مخلص بندوں کے ذریعہ اس کی  
 اصلاح فرما، اور اس میں جو صحیح و راجح دینی و اسلامی مسائل ہیں  
 انہیں مسلمانوں کے لئے مشعل حیات اور ہمارے لئے ذریعہ  
 نجات بنا دے۔ آمین آمین ثم آمین۔

يَا مُجِيبَ الْمُضْطَرِّينَ وَالسَّائِلِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ  
 الرَّاحِمِينَ - وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيَّ خَيْرِ خَلْقِهِ وَ  
 مَظْهَرِ لَطْفِهِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

سائل بے نوا،

عبدالواجد قادری غفرلہ ولوالدہ

# انتساب

اُن مخلص اسکاتذہ کرام، مرتبیاں عظام  
اور بزرگوں کے نام جن کی نگہ التفات نے پڑمردہ کلیوں  
کو تازگی اور خوابیدہ اذہکان و افکار میں رقی زندگی نیر  
ذوقِ عمل کا جو ہر بخشا۔ جن کی تاثیرِ دعائے ذرہ پامال  
کو ہمدوش شریا کیا۔ اور جنہوں نے دوروزہ ناپا سیدار  
حیات مستعار میں کچھ کر جانے کا سلیقہ عطا فرمایا۔  
فَجَزَاهُمْ اللهُ تَعَالَى خَيْرَ الْجَزَاءِ

اُمیدوار

عبدالواحد قادری غفرلہ

# مفتی عبدالواجد رضا قادری اور خدمتِ افتاء

از قلم: مولانا سلطان رضا صاحب قادری

فتویٰ نویسی کا ذوق دور طالب علمی سے تھا چنانچہ بنارس کے دورِ قیام اپنے درجنوں فتوے لکھے لیکن باضابطہ اس کی ابتداء ۱۳۷۶ھ میں حضور سیدنا مفتی اعظم ہند اور حضور مفتی اعظم ہند رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجازتوں سے ہوئی، آپ کے نام کی پہلی مہر افتاء ۱۳۷۶ھ میں بریلی شریف کے اندر تیار ہوئی جس کو حضور سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان نے ملاحظہ فرما کر آپ کے حوالہ کی پھر سیدی و مرشدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مہر مذکور کو دیکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے تاکیداً ارشاد فرمایا کہ اکثر و بیشتر حضور مفتی اعظم کی خدمتِ عالیہ میں بیٹھا کرو۔ ان سے افتاء نویسی کے گرسکیھو اور اپنے لکھے ہوئے فتوؤں کے ٹوک و پلک کی اصلاح لیتے رہو..... چنانچہ مسلسل گیارہ مہینے تک حضور سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر اپنے تحریر کی جوابات پر اصلاح حاصل کرتے رہے اس درمیان حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی شفقت و مہربانی کی موسلا دھار بارش آپ پر ہوتی رہی۔ اسی سال بریلی شریف میں ایسا فرقہ وارانہ فساد ہوا کہ لوگوں کا گھروں سے باہر نکلنا دشوار ہو گیا، اشیاء خورد و نوش کا ملنا مشکل ہو گیا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف کا قیام خانقاہ رضویہ کے بالائی حصہ (کتب خانہ حامدی) میں تھا۔ اکثر و بیشتر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بنفس نفیس خود کھانا، ناشتہ لیجا کر حضرت مفتی صاحب کو کھلایا کرتے اور فسادات کے درمیان ہمت کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے فسادات کے درمیان (تقریباً ایک ہفتہ تک) مسجد رضا میں صرف تین افراد (حضور مفتی اعظم ہند، حضرت ساجد میاں اور مفتی صاحب موصوف) پر مشتمل پنج وقتی جماعتیں ہوتی رہیں۔ اس بیچ میں مفتی صاحب موصوف کو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے بہت کچھ استفادہ کا وافر موقع ہاتھ آیا۔



سوال المکرم، ۱۳۶۶ھ میں جب آپ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریہ ضلع سیٹامری (سابق مظفر پور) کے صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے تو خدمتِ افتاء، بھی آپ کے سپرد کی گئی۔

اس کے بعد جس مدرسہ یا جامعہ میں آپ مدرس ہوئے ہر جگہ افتاء، کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا، بلکہ اگر چند مہینوں کے لئے بھی کسی جامع مسجد کے امام و خطیب ہوئے مثلاً جامع مسجد بالوترا باڑھ میر، راجستھان، جامع مسجد کشمیری کاٹھمنڈو، تو وہاں بھی امور افتاء، کو انجام دیتے رہے۔ لیکن افسوس کہ ان فتاؤں کی نقلیں محفوظ نہیں رکھی جاسکیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض فتاویٰ پر حضور مفتی اعظم ہند اور ملک العلماء، حضرت مولانا ظفر الدین صاحب فاضل بہاری کے تائیدی و توثیقی دستخط بھی ثبت تھے۔

علم المیراث کے بعض جوابات کی تائید و توثیق اس علم کے عظیم ماہر استاذ حضرت مولانا شاہ عظیم الدین صاحب مکنپوری ثم پوکھریہ نے فرمائی، یزوہ وقت تھا کہ پورے علاقہ میں گورنمنٹ کی طرف سے سروے ہو رہا تھا اور آپ تیرہ تیرہ چودہ چودہ لظنوں کا مناسخہ نکالا کرتے تھے۔

۱۳۹۲ھ میں جب آپ دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ درہنگہ کے نائب صدر مدرس ہوئے تو وہاں کا دارالافتاء مستقل طور پر آپ کے زیر نگرانی آگیا اور وہاں آپ کے اکثر فتاویٰ کی نقلیں بھی رکھی جانے لگیں۔

ادارہ شرعیہ بہار کی "انسدادِ فسادات کا نفرنس" کی شرکت کے بعد جب حضور مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب رئیس التارکین اڑیسہ، اور رئیس المناظرین حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور اور حضرت مولانا صوفی سید الزماں صاحب حمدوی دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ درہنگہ تشریف لائے تو نقول فتاویٰ کے رجسٹروں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے خاص کر حضرت مفتی اعظم کانپور نے افتاء سے متعلق ضروری اور مفید ہدایتیں دیں اور درہنگہ گمشدگی کا

باضابطہ آپ کو قاضی شرع بھی مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ مرکزی دارالقضا،  
ادارہ شرعیہ بہار سے مسلسل رابطہ قائم رکھیں۔

۱۳۹۵ھ میں ادارہ شرعیہ کے عظیم محرک و بانی حضرت علامہ ارشد القادری صاحب  
۶۱۹۶۶ علیہ الرحمہ (رئیس التحریر) اور ادارہ شرعیہ کے مہتمم علامہ سید رکن الدین صاحب اصدق  
جب در بھنگہ کے بعض پروگرام میں تشریف لائے تو دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ میں  
بھی رونق افروز ہوئے اور آپ کے کارِ افتاء، کا جائزہ لیا۔ پھر ان دونوں حضرات  
نے حالات کا واسطہ دیتے ہوئے مفتی صاحب موصوف کو ادارہ شرعیہ بہار کے  
مرکزی دفتر واقع سلطان گنج پٹنہ آنے کی دعوت دی۔ آپ ان دنوں دارالعلوم  
المشرقیہ حمیدیہ کے انتظامی و تدریسی حالات سے بہت بدظن ہو چکے تھے آپ نے  
انتظامیہ کی توجہ کو اس جانب مبذول بھی کرایا لیکن انتظامیہ کے افراد علوم شرعیہ سے  
خود ہی دور تھے تو اس کی اصلاح کیونکر ممکن ہوتی۔ ادھر دارالعلوم حمیدیہ کی تدریسی  
و تعلیمی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی اور آپ کو یہاں سے نکلنے کا اچھا موقع  
مل گیا۔ حالانکہ اس مدرسہ کا شمار بہار مدرسہ بورڈ کے ملحقہ مدارس کے صفِ اول میں  
ہوتا ہے جہاں کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے بورڈ کے فارغ شدگان ہزاروں  
ہزار رقم خرچ کرتے اور پا پڑھتے ہیں لیکن صاحب تذکرہ نے وہاں کے ماحول سے  
نکل جانے کو غنیمت جانا چنانچہ سال بھر سے زیادہ کا مشاہرہ چھوڑ کر آپ دارالعلوم  
المشرقیہ حمیدیہ سے بہار کے مرکزی دارالافتاء میں آگئے۔ جہاں ادارہ شرعیہ بہار کے  
ارباب حل و عقد نے علامہ الحاج مفتی ارشد القادری صاحب جمشید پوری اور حضور  
امین شریعت اول علامہ الحاج شاہ مفتی رفاقت حسین صاحب علیہما الرحمہ والرضوان  
کی رہنمائی و سربراہی میں آپ کو مرکزی دفتر ادارہ شرعیہ بہار کے مرکزی دارالافتاء،  
کے صدر الصدور کا منصب دیا۔

جہاں آپ جہدِ پیہم اور کیسوی کے ساتھ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۴ء کے اخیر تک  
مسلل پانچ سال صدر مفتی کی حیثیت سے افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔

یہاں آپ کے فتاویٰ نہ صرف مسلم عوام و خواص میں مقبول ہوئے بلکہ کورٹ و پچھری میں بھی آپ کے فتاویٰ پر مسلم نزاعات کے فیصلے ہوئے۔ جن فتاووں کی نقلیں ادارہ میں محفوظ رکھی گئیں۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو کئی جلدوں کے اندر بنام ”فتاویٰ شرعیہ“ موجود ہیں۔

۱۹۸۵ء کے شروع میں مفکر ملت ریجان رضویت حضرت علامہ الحاج ریجان رضا خان صاحب عرف رحمانی میاں قبلہ کے اصرار پر آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے دارالافتاء میں آگئے جہاں جنوری ۱۹۸۵ء تا اکتوبر بحیثیت مفتی خدمتِ افتاء انجام دیتے رہے۔

اسی درمیان ہانگ کانگ اور ہالینڈ سے ایک عالم دین کا شدید مطالبہ ہوا۔ چونکہ ریجان ملت نے ان دنوں امریکہ، یورپ اور جنوبی امریکہ کا تبلیغی و اشاعتی دورہ فرمایا تھا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہیں تو کچھ دنوں کے لئے ہالینڈ تشریف لے جائیں۔

چنانچہ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں آپ ”نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی“ کے ذریعہ ہالینڈ آگئے۔ یہاں تبلیغ و اشاعت اور امامت و خطابت کے علاوہ افتاء کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

۱۹۸۶ء میں قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کی تحریک پر جانشین مفتی اعظم تاج الاسلام حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب عرف ازہری میاں قبلہ کی قیادت اور عراق و ترکی نیز مغرب کے سفراء اور کانسلرز کی نمائندگی و موجودگی میں عماند ملک و ملت نے آپ کے سر دستارِ افتاء باندھ کر ملک بھر کے کارِ افتاء کی ذمہ داری و جوابدہی آپ کے سپرد کی اور آپ کا دارالافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ برگ قرار دیا۔

چونکہ آپ کا مستقل قیام آسٹریڈم میں تھا جہاں سے روزانہ جامعہ آنا جانا متعذر تھا لہذا علامہ موصوف علیہ الرحمہ نے یہ ذمہ داری الحاج عبد السبحان مرحوم

عرف حاجی جھام کے سپرد کی کہ ہفتہ میں دو دنوں مفتی صاحب کو جامعہ میں لائیں اور پہنچائیں، جو سلسلہ بہت دنوں تک چلتا رہا، پھر یہ بات طے پائی کہ تحریری سوالات آسٹریڈم ہی بھیج دیئے جائیں۔ چنانچہ اب تک یہی طریقہ جاری ہے۔

۱۹۹۹ء میں اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ (تنظیم القرآن) اور مجلس علماء نیدرلینڈ کے قیام و حربٹریشن کے بعد ان دونوں تنظیموں کے دارالافتاؤں اور دارالقضاؤں کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سر آگئی۔

اس طرح تقریباً پچیس سالہ خدمتِ افتاء کا سہرا آپ کے سر بندھتا ہے۔ اگر ادارہ شرعیہ بہار اور دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ درہنگہ سے جاری شدہ فتاویٰ کی اشاعت ہو جائے تو فتاویٰ کی دنیا میں ایک مفید اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن وہ کئی ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں اس لئے قریبی دنوں میں اس کی اشاعت کا امکان نظر نہیں آتا ہے کیونکہ اس کی اشاعت پر کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوگی۔

ہالینڈ میں انیس سالہ قیام کے دوران کئی ہزار تحریری فتاویٰ جاری ہوئے حالانکہ یہاں تحریری سوال و جواب کا ذوق کم ہے زیادہ تر ٹیلی فون، بذریعہ انٹرنیٹ یا زبانی سوالات و جوابات ہوئے ہیں۔ ان میں سے محفوظ شدہ تمام فتاویٰ کی اشاعت بھی دو تین ضخیم جلدوں کی تقاضی ہے۔ اور اکثر فتاویٰ چونکہ نکاح و طلاق سے متعلق ہیں اس لئے اس کے مکرات اور عامۃ المسلمین کے لئے غیر مفید فتاویٰ کو علیحدہ کرنا پڑا، تاکہ ایک ہی جلد میں ضروری فتاویٰ کی گنجائش ہو سکے۔ فتاویٰ یورپ کی فہرست کی ترتیب میں بھی خاصی کاوش و محنت کی گئی ہے تاکہ اسے مفید سے مفید تر بنایا جاسکے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ -

ناچیز

سلطان رضا قادری

مرتب فتاویٰ یورپ

# ضروری اصطلاحات

- بازوق اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ فتاویٰ یورپ کے مطالعہ سے پہلے صاحب فتاویٰ کے ایک مختصر مگر نہایت جامع و مفید رسالہ "الاصول الفقہی من افادات الرضوی ۱۲۰۲ھ" المعروف فتویٰ نویسی کے رہنما اصول مطبوعہ دہلی کا ضروری مطالعہ فرمائیں جو مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل بہت ہی نافع رسالہ ہے۔
- ① مفتی کیسا ہونا چاہئے؟ ② مفتی کی جامع تعریف ③ موجودہ دور اور کارِ افتاء ④ فقیہ یا راسخ العلم ⑤ فقہ کی تعریف ⑥ فقیہ اور راسخ العلم میں فرق ⑦ فقہ کی کچھ اور تعریف ⑧ مفتی اور فقیہ کی خصوصیت ⑨ مفتی کے لئے ضروری امور ⑩ واجب الحفظ ⑪ مفتی اپنے مذہب کی کب عدول کر سکتا ہے؟ ⑫ مفتی اور عرف و عادت ⑬ عرف و عادت کی تعریف ⑭ عرف کی قسمیں ⑮ عرف کی اہمیت ⑯ عدول عن المذہب کی شرطیں ⑰ اسباب شہ ⑱ ضرورت کی تعریف ⑲ ضرورت کی وجہ سے آسانی کی راہیں ⑳ ضروری تنبیہ ㉑ ضرورت و حاجت کی مزید توضیح ㉒ رخصت کی تعریف و تحدید ㉓ رخصت کی مثالیں ㉔ بعض اصول کلیہ مع مثالیں ㉕ طبقات مسائل ㉖ طبقات کی ضروری وضاحت ㉗ بعض قواعد فقہیہ کی نشاندہی ㉘ بعض مصادر اصول ㉙ فتاویٰ رضویہ کے بعض اصول فقہیہ ㉚ کتب احادیث کی ترتیب ㉛ ضروری معلومات ㉜ التمییزی الافتاء ㉝ فوائد فقہیہ ㉞ افادات الفقہاء ㉟ ظن علم امر شرعی ㊱ فتویٰ، قول، واجب و سنت، اسما، ترتیب منکر، کفر۔ ㊲ حاکم شرعی قاضی، مفتی ㊳ اصول متفرقہ ㊴ فوائد متعددہ وغیر ہم
- معلن: مجلس علماء نیدرلینڈ۔

# تقدیم

فتویٰ کا اصطلاحی معنی شرعی فیصلہ ہے۔ اور اولاً شرعیہ کی روشنی میں شرعی فیصلہ صادر کرنے والے کو مفتی کہا جاتا ہے۔ اس لفظ فتویٰ کے مادہ (ف، ت، و) سے قرآن پاک میں تقریباً اکیس مقامات پر مشتق الفاظ آئے ہیں، گویا اس کی اصطلاحیں بہت قدیم ہیں۔ احادیثِ کریمہ اور آثارِ صحابہ میں بھی بے شمار فتاویٰ نظر آتے ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ و شام، اور مصر و یمن وغیرہ میں درجنوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم منصب افتاء، پرفائز تھے جو فتاویٰ صادر فرماتے تھے۔ اور جن حضرات صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اجتہادی بصیرت نہیں ہوتی وہ مجتہدین صحابہ عظام کی طرف سے صادر شدہ احکام شرع کو بغیر کسی بحث و تمحیص کے قبول فرما کر ان پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔

پہلی صدی ہجری کے بعد افتاء، نویسی نے باضابطہ ایک اہم دینی فن کی شکل اختیار کر لی اور پھر اس کا ایک طویل سلسلہ چل پڑا۔ جو اسلامیانِ عالم کے لئے خصوصاً نعمتِ عظمیٰ اور دیگر اقوام و ملل کے لئے عموماً سنگِ میل ثابت ہوا۔

اگر سلسلہ وار ہر ایک صدی کے فقہاء، کرام اور مفتیان عظام کی فہرست اکٹھی کی جائے تو کم از کم چودہ ضخیم جلدوں کی حاجت ہوگی۔ لیکن میرا مقصود ان حامیانِ دین اور مفتیانِ شرع متین کی فہرست مرتب کرنی نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ کتب فتاویٰ کی باضابطہ تاریخ نے عہد صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے شروع ہو کر ہر اس ملک میں اپنا سکہ بٹھالیا اور اپنی جڑوں کو مضبوط کر لیا جہاں جہاں فتوحاتِ اسلامیہ کا اثر ہوا۔

اس وقت میری نظر برصغیر (متحدہ ہندوستان) پر ہے جہاں بسلسلہ تجارت مہد فاروقی میں مسلمان پہنچ چکے تھے۔ پھر محمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی فاتحانہ پیشقدمی نے سندھ، مکرانہ اور کیرالا وغیرہ کے جنوبی سواحل پر انقلاب برپا کر دیا تھا۔ یہ فاتح سندھ حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے پر پوتے تھے (یعنی محمد بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان کی پاکیزہ جواں سالی اور انصاف پروری نے غیر مسلموں کو بہت زیادہ متاثر کیا چنانچہ جب انہوں نے عرب واپسی کا ارادہ فرمایا تو غیر مسلم سربراہوں نے بہر نوع آپ کو روکنے کی کوشش کی مگر آپ نہ رُکے البتہ یہ نصیحت فرمائی کہ جن مسلمانوں کو میں یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ سب میرے بھائی ہیں ان کی تعظیم و تکریم میری تعظیم و تکریم ہے۔ ان کی مدد میری مدد ہے۔ حضرت محمد بن قاسم کے واپس ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں مستقل طرح سکونت ڈالی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جگہ جگہ مساجد و مدارس اور حسب ضرورت عدلیہ کا قیام عمل میں آیا جس کے لئے دارالافتاء، ناگزیر تھا۔ مگر اس زمانے کے فتاویٰ محفوظ نہیں کئے گئے۔

اس کے بعد مسلم سلاطین اور مسلم امراء کا دور شروع ہوا جن میں سے بیشتر سلاطین و امراء کو فقہ اسلامی یا فتاویٰ اسلامیہ سے دلچسپی تھی چنانچہ سلطان محمود غزنوی جو تخت و تاج کے علاوہ علوم اسلامیہ کا اسکالر اور فقہ اسلامی کا مستند عالم تھا اس نے فقہ اسلامی میں "التفرید فی الفروع" لکھا جو اس کے دیار غزنی میں مرجع و معتمد مانا جاتا تھا۔

سلطان ظہیر الدین بابر جس کو آج متعصب دنیا تعصب کی عینک سے دیکھ رہی ہے جس نے متحدہ ہندوستان میں اپنی حکمرانی کے دوران عدل گستری، رعایا پروری اور مظلوموں کی داد رسی کا ریکارڈ قائم کیا وہ نہ صرف تخت شاہی کا مالک تھا بلکہ مذاہب اربعہ کے اصولوں پر ایک کتاب بھی ترتیب دی جس کا تذکرہ سید نوشہ علی نے اپنی مشہور تاریخ میں کیا ہے۔

بادشاہ ہمایوں کے حکم پر جناب اخوند میر نے "قانون ہمایوں" کے نام سے

علم فقہ میں ایک کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ متحدہ ہندوستان میں دیگر بادشاہوں اور امیروں کے ایما، پر متعدد فقہی نوادرات کا وجود عمل میں آیا۔ مثلاً فتاویٰ فیروز شاہی، فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ فتاویٰ اکبر شاہی، فتاویٰ تانہا حسانی، فتاویٰ عسادل شاہی۔ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

ان کے علاوہ بھی فقہ و فتاویٰ پر شتمل بعض کتابیں متحدہ ہندوستان میں ترتیب و تدوین کے مرحلے سے گزریں۔ جیسے فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ الحمادیہ، فتاویٰ جامع البرکات، فتاویٰ الہادیہ، فتاویٰ النقتہ بندیہ اور فتاویٰ مختصر شافعی وغیرہ۔

اس کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی بعض فتاویٰ ترتیب دیئے گئے مثلاً ملیالم، بنگالی، گجراتی اور سندھی زبانوں میں۔

میں یہاں ان مختلف ہندوستانی زبانوں کے فتاویٰ کی بھی فہرست اکٹھی کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف اردو زبان کے بعض کتب فتاویٰ اور بعض مفتیان کرام کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا تاکہ یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ دنیا کی مشہور ترین زبانوں کی طرح اردو زبان میں بھی ہمارا عظیم الشان دینی سرمایہ فقہ اسلامی کی صورت میں موجود ہے جو ہماری دینی زندگی و توانائی کی ضمانت ہے۔

## بعض کتب فتاویٰ زبان اردو

- ① فتاویٰ رضویہ (پچیس جلدیں ضخیم جلدوں میں)، ② فتاویٰ نوریہ مصطفویہ (دو جلدوں میں)،
- ③ فتاویٰ نوریہ (تین جلدوں میں)، ④ فتاویٰ امجدیہ (دو جلدوں میں)، ⑤ فتاویٰ نعیمیہ
- ⑥ فتاویٰ محبوبیہ ⑦ فتاویٰ ارشادیہ ⑧ افضل الفتاویٰ ⑨ فتاویٰ منظر اسلام ⑩ فتاویٰ مرکزیہ ⑪ فتاویٰ اشرقیہ ⑫ فتاویٰ شرعیہ
- ⑬ فتاویٰ پاسبان ⑭ فتاویٰ صدارت عالیہ ⑮ فتاویٰ نظامیہ ⑯ مجموعۃ الفتاویٰ ⑰ فتاویٰ آستانہ ⑱ امداد الاحکام ⑲ فتاویٰ قیام الملئہ والدین۔



- ۳۰ مجموعہ فتاویٰ ۳۱ فتاویٰ علماء اہل سنت والجماعہ ۳۲ فتاویٰ السنۃ  
 ۳۳ فتاویٰ واحدی ۳۴ فتاویٰ مسعودی ۳۵ فتاویٰ مظہری ۳۶ فتاویٰ  
 عسزیزیہ ۳۷ مجموعہ فتاویٰ ۳۸ فتاویٰ نظامیہ ۳۹ فتاویٰ غوثیہ  
 ۴۰ فتاویٰ سعدیہ ۴۱ فتاویٰ عثمانیہ ۴۲ فتاویٰ نثاریہ ۴۳ فتاویٰ  
 فیض الرسول (دو جلدوں میں) ۴۴ فتاویٰ رضانیہ ۴۵ فتاویٰ البرکات  
 ۴۶ وقار الفتاویٰ ۴۷ اجمل الفتاویٰ ۴۸ فتاویٰ فقہیہ ملت وغیرہما

اردو زبان میں یہ ان فتاویٰ کی اجمالی فہرست ہے جنہیں کتب فتاویٰ  
 کی فہرست ترتیب دینے والے حضرات نے عمداً یا حسداً ترک کر دیا ہے۔

## صاحبانِ فتاویٰ

مذکورہ بالا کتب فتاویٰ علی الترتیب مندرجہ ذیل مفتیانِ اسلام، علماء  
 کرام کامرہونِ منت ہیں ان میں سے اکثر فتاویٰ زبورِ طبع سے آراستہ ہو کر  
 فیض بخش خاص و عام ہوئے۔ اور بعض کتب فتاویٰ اب تک طباعت پذیر نہیں  
 ہو سکیں۔ بلکہ مخصوص کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

- ① مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ② مفتی اعظم علامہ  
 شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی ③ فقیہ اعظم پاکستان مفتی محمد نور اللہ صاحب ④ صدر الشریعہ  
 علامہ مفتی امجد علی شاہ صاحب اعظمی ⑤ حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی  
 ⑥ مفتی احمد حسین خان صاحب ⑦ استاذ العلماء مفتی ارشاد حسین صاحب رامپوری  
 ⑧ بحر العلوم مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری صدر المدرسین جامعہ ضویہ منظر اسلام  
 بریلی ⑨ مفتی تقدس علی خان صاحب، مفتی ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں مفسر اعظم ہند  
 مفتی افضل حسین صاحب، مفتی محمد احمد المعروف بجہانگیر صاحب، مفتی محمد فاروق  
 صاحب اور مفتی محمد رحیم ان رضا خان صاحب عرف رحمانی میاں وغیرہم ⑩ تاج  
 الاسلام مفتی اختر رضا خاں صاحب، مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی اور دیگر

- مفتیانِ کرام (۱۱) حافظ ملت مفتی عبدالعزیز صاحب محدث مبارکپور، بحر العلوم  
 مفتی عبدالمنان صاحب، شاح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، اور  
 مفتی محمد نظام الدین صاحب وغیرہم (۱۲) قاضی شریعت مفتی محمد فضل کریم صاحب  
 مفتی عبدالواحد قادری صاحب فتاویٰ یورپ، علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب مضطر،  
 اور مفتی محمد حسن رضا نوری وغیرہم (۱۳) شمس العلماء مفتی محمد نظام الدین صاحب الآبادی،  
 (۱۴) مفتی رحیم الدین صاحب حیدرآبادی (۱۵) مفتی رکن الدین صاحب حیدرآبادی،  
 (۱۶) مفتی عبدالحی صاحب لکھنوی (۱۷) مفتی زاہد الفادری صاحب (۱۸) مفتی ظفر احمد  
 صاحب (۱۹) مفتی عبدالباری صاحب فرنگی محلی لکھنؤ (۲۰) مفتی میر عبدالرحمن صاحب  
 (۲۱) مفتی عبدالرزاق صاحب مکی حیدرآبادی (۲۲) مفتی عبدالواحد لاہوری (۲۳) مفتی محمد  
 مسعود شاہ صاحب دہلی (۲۴) مفتی محمد مظہر اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی (۲۵) مولانا مفتی  
 عبدالعزیز صاحب محدث دہلی (۲۶) حضرت مفتی سید مہر علی شاہ صاحب گولروی،  
 (۲۷) مفتی نظام الدین حنفی لاہوری (۲۸) مفتی غلام غوث صاحب (۲۹) مفتی سعد  
 الدین صاحب (۳۰) مختلف مفتیانِ کرام دولت عثمانیہ حیدرآباد (۳۱) مفتی نثار احمد  
 کابوری (۳۲) مفتی جلال الدین امجدی، مفتی بدر الدین، مفتی نعیم الدین وغیرہم  
 (۳۳) مفتی محمد رمضان صاحب (۳۴) مفتی محمد شیش برکاتی صاحب (۳۵) مفتی وقار الدین صاحب  
 (۳۶) حضرت مفتی محمد احمّل شاہ صاحب (۳۷) مفتی جلال الدین صاحب

## جن مفتیانِ کرام کے فتاویٰ جمع نہیں ہو سکے

ان کے علاوہ ہندو پاک کے ہزاروں علماء کرام نے بی شمار فتاویٰ اردو  
 زبان میں دیئے جو یا تو جمع نہیں کئے جاسکے یا ہمارے بساطِ علم سے باہر ہیں۔ جن  
 کے فتاویٰ مدون نہیں ہو سکے ان بزرگ مفتیانِ کرام میں سے بعض کے  
 اسما، گرامی یہ ہیں۔

① حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خان صاحب حجۃ الاسلام (۲) حضرت علامہ مفتی نعیم الدین صاحب (صد الافاضل)

لے آئیے کا فتاویٰ، فتاویٰ حامدیہ، کے نام سے شائع ہو چکا ہے

- ۴) حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب (مفتی اعظم سی پی) شمس العلماء حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب (مفتی اعظم تربیت)
- ۵) حضرت علامہ مفتی رفات حسین صاحب (مفتی اعظم کراچی) حضرت علامہ مفتی حشمت علی خان صاحب (شیرازیہ، البنت)
- ۶) حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب (مفتی اگرہ) استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ولی الرحمن صاحب (پوکھری)
- ۷) شیخ العلماء حضرت مولانا مفتی غلام جیلانی صاحب میرٹھی شمس العلماء مولانا مفتی شمس الدین صاحب جوپور صاحب قانن شریعت
- ۸) شیخ المتعولان حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان صاحب بھاکپوری حضرت مولانا مفتی عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی
- ۹) حضرت مولانا مفتی عبد العزیز خان صاحب فتحپوری حضرت مولانا مفتی محبوب علی خان صاحب بمبئی
- ۱۰) حضرت مولانا مفتی تحسین رضا خان صاحب بریلی شریف حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد صاحب کراچی
- ۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی کراچی حضرت مولانا مفتی مرشد علی صاحب کراچی
- ۱۲) حضرت مولانا مفتی مسعود علی صاحب ملتان حضرت علامہ مفتی محمود حسن صاحب کوٹہ
- ۱۳) حضرت مولانا مفتی عاشق الرحمن صاحب جیسی آباد حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب بریلی شریف
- ۱۴) حضرت مولانا مفتی محمد شفیق صاحب شریفی آباد حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب دہنگوی
- ۱۵) حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب ناگپوری حضرت مولانا مفتی عبد الحلیم صاحب ناگپور
- ۱۶) مفتی محمد قاسم صاحب ابراہیمی سابق مفتی انوار العلوم مظفر پور

(معذرت خواہ ہوں کہ اسماء گرامی کی ترتیب کو قائم نہیں رکھ سکا اور نہ ہی

اپنے تمام بزرگ مفتیان کرام کے ناموں کو لکھ سکا۔ طالب دُعا

عبد الواحد قادری غفرلہ

لے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

# جن علماء کرام کے سوالات اس فتاویٰ میں شامل ہیں

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی صاحب قادری

حضرت مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی، مانچسٹر  
 مولانا محمد سلطان رضا صاحب قادری لیلی ستاد  
 مولانا محمد فارس مقیم صاحب مسجد المدینہ، دی ہیک  
 مولانا ہمایوں کبیر صاحب اینڈ ہون  
 مولانا فیصل مقیم صاحب، دی ہیک  
 مولانا حافظ محمد صدیق صاحب نعیمی، =  
 مولانا عاشق مشتاق صاحب، اولو ناروے  
 مولوی عبد الجلیل امام پاک مسجد بارسلونہ سپین  
 مولوی محمد شبیر دل محمد صاحب ہارلیم  
 مولوی فیضان الرحمن سبحانی شریعت کالج کیرالا  
 مولانا حافظ عبدالرشید نورانی روٹرڈم  
 مولانا قاری محمد حنیف نقشبندی فرنیفورٹ جرمنی  
 مولانا زین العابدین صاحب پرتگال  
 مولانا سید افتخار حسین شاہ صاحب روٹرڈم  
 مولانا سجاد صاحب برکاتی غوثیہ آمسٹرڈم  
 مولانا زعیم الفتادری دی ہیک

مولانا مجیب الرحمن صاحب بلجیم  
 مولانا عبدالواحد صاحب الکمار  
 مولانا نور احمد صاحب ہزاری باغ  
 مولانا سید عبدالمنان صاحب جامی روٹرڈم  
 مولانا محمد الیاس صاحب انجم، علیم آباد، انڈیا  
 مولانا عبدالغفار صاحب نورانی، دی ہیک  
 حافظ وقاری غلام مصطفیٰ صاحب ربانی، انڈیا  
 مولانا امتیاز احمد صاحب، ہالینڈ  
 مولانا علی اکبر صاحب، =  
 مولانا نور محمد صاحب حقانی نیس قرنس  
 حافظ فیروز احمد صاحب امام غوثیہ آمسٹرڈم  
 مولانا عبدالقیوم صاحب نورانی ہالینڈ  
 مولانا اسرار الحق صاحب اشرفی، دی ہیک  
 مولانا مطیع الرحمن صاحب اشرفی، بارسلونہ  
 مولانا رستم القادری صاحب غیاث پوری  
 مولانا محمد فیروز حوصلدار، دی ہیک

و غیرہم

# ۲۱ جن اسلامی تبلیغی و زینتی انجمنوں کے سوا الا اس فتاویٰ میں شامل ہیں

نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی  
الفتادری اسلامک سینٹر، دی ہیگ  
اسلامک فونڈیشن، نیدرلینڈ  
مرکز الثقافتہ السنیہ، کمبرل  
مجلس علماء نیدرلینڈ  
ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ  
رضوی تبلیغی سوسائٹی ہالینڈ  
انجمن حتم ملت درہنگہ  
مؤسسہ الحلال الطیب دی ہیگ  
اشاعت اسلام، پرتگال  
منظہ اسلام، لیلی ستاد  
ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ

فرید الاسلام (سٹی حنفی) آمسٹرڈم  
فیض الاسلام، دی ہیگ  
غوثیہ رضویہ اسلامک کلچر دی ہیگ  
مصباح الاسلام، زولہ  
رضا سٹیجنگ، آمسٹرڈم  
اسلامک سوسائٹی ہالینڈ  
بزم رضا الکمار نیدرلینڈ  
بزم رضا آمسٹرڈم  
حلفتہ اشرفیہ روٹرڈم  
شان اسلام  
سٹی حنفی رضوی سوسائٹی المیرہ  
اشاعت اسلام دی ہیگ

وہ مسجدیں جس کے امام و خطیب یا مہتمم کے سوا الا اس فتاویٰ میں ہیں

نوری مسجد الکمار ہالینڈ  
رضوی مسجد زولہ  
المدینہ مسجد دی ہیگ  
پاک جامع مسجد بارسلونہ سپین  
مسجد عابدین آمسٹرڈم ہالینڈ  
مسجد تادری دی ہیگ ہالینڈ  
مسجد الفہر دوس لیلی ستاد

نوری مسجد آمسٹرڈم  
رضوی مسجد آمسٹرڈم  
غوثیہ رضویہ مسجد دی ہیگ  
انوار مدینہ مسجد ایندھون  
پاک محمدی مسجد فرینکفورٹ جرمنی  
مسجد نور نیس فرانس  
مسجد گلزار مدینہ زولہ ہالینڈ

مسجد نور الاسلام دی ہیگ

# فہرست مسائل (فناوی یورپ)

صفحہ نمبر	مسائل	صفحہ نمبر	مسائل
	کتاب الطہارۃ (پانی کا بیان)		کتاب العقائد (ایمان و عقیدہ کا بیان)
۱۰۲	ترجمہ قرآن پاک کو بے طہارت چھونا	۶۱	انبیاء علیہم السلام کا ذکر الفاظ ذمیرہ کے ساتھ
۱۰۳	پانی نکلنے کے بعد غسل واجب کب ہوتا ہے	۶۲	تبلیغی جماعت کا چلہ اور درس
۱۰۴	کس کس قسم کے زیورات مانع غسل و وضو ہیں	۶۳	سنی کی تعریف
۱۰۵	روٹی کے ٹکڑے اگر دانتوں میں پھنسے ہوں	۶۶	شکر و کفر کے فتوے میں تعجیل نہیں چاہئے
۱۰۷	لیپ سٹیک اور ناخن پالش	۷۰	دیابتہ اور اس کی اقسام
۱۰۸	وضو و غسل کے بعد تولیہ سے بدن پوچھنا	۷۲	مرزائی کے کفر میں تاثر
۱۱۰	ٹولیت سپیر (قرطاس الطہارۃ)	۷۳	سنی حنفی کہلانے کی تحقیق
	اور اس کا حکم	۷۸	بحالت خواب ایمان لانا
۱۱۱	آبدست کے بعد کسی کپڑے سے صفائی	۷۹	علماء دیابتہ کی تکفیر میں سکوت
	بارش کے بہتے ہوئے پانی سے وضو	۸۳	نبیوں (علیہم السلام) کو عام بشر کی طرح ماننا
۱۱۲	وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے؟	۸۶	جہنم کی آگ کا رنگ کیسا ہے؟
۱۱۳	مُدْرَاع وغیرہما کی تحقیق	۸۷	خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
۱۱۶	مسواک دانتوں کے طول میں یا عرض میں	۸۹	حضرت مولیٰ علی اور حضرت امیر معاویہ
۱۱۷	خون کا اثر اگر مسواک پر ظاہر ہو	۹۱	دعوت اسلامی کا طریقہ تبلیغ
۱۱۸	مسواک کا حکم اور اس کا طریقہ	۹۳	رافضی و تبرائی کا حکم
۱۲۱	کن کن صورتوں میں وضو مستحب ہے	۹۵	نبی علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں
۱۲۷	جنازہ کے وضو سے دوسری نمازوں کا حکم	۱۰۰	اذان علی القبر
		۱۰۰	ایصالِ ثواب

۱۵۶	بار بار غسل کرنا	۱۲۸	نماز جنازہ کے تیمم سے فرض نمازیں
۱۵۷	منی کے نکلنے پر غسل واجب کیوں؟	۱۲۹	یوویل سے اگر وضو کرے تو بچا ہوا پانی کیسے پئے
۱۵۸	حدیث اصغر سے غسل واجب کیوں؟	۱۳۰	وضو پر وضو کرنا
۱۵۹	مصنوعی دانت کے ساتھ غسل	۱۳۲	اگر محسوس ہو کہ کج (ہوا) خارج ہوگئی ہے
۱۶۰	کافر کا جو کھا	۱۳۳	وضو کا پانی گناہوں کو دھوتا ہے
۱۶۲	معذور کے لئے شرعی سہولتیں	۱۳۵	ماءِ مستعمل کی مختلف صورتیں
۱۶۳	مستحاضہ کی نماز	۱۳۷	ستر عورت دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹنا
۱۶۵	ٹائیلوں کے موزوں پر مسح	۱۳۸	انجکشن کے ذریعہ خون نکلوانا ناقض وضو
	<b>بعض احکام شرع کا بیان</b>	۱۴۰	نیند سے کب وضو ٹوٹتا ہے؟
۱۶۷	احکام شرع کی پانچ ایسات قسمیں	۱۴۱	احلام سے غسل فرض ہوتا ہے
۱۶۸	امام احمد رضا نے گیارہ قسمیں بتائیں	۱۴۳	ترتولہ سے بدن پونچھنے پر مسح
	فرض اور واجب	۱۴۳	غسل جنابت اترے گا یا نہیں!
۱۶۹	سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ (زائدہ)	۱۴۴	عورتیں اگر اپنے جوڑا کے ساتھ غسل
	مستحب (مندوب)		جنابت کریں
	حرام اور مکروہ تحریمی	۱۴۶	ماءِ قلیل کو پاک کرنے کا طریقہ
	اسادت اور مکروہ تنزیہی	۱۴۸	زیادہ ٹھنڈا یا گرم پانی کا استعمال
۱۷۰	خلاف اولیٰ	۱۴۹	غسل میت کے بعد غسل کرنا
	مباح	۱۵۰	مونچھوں کے لگنے سے پانی
	منفق کی تعریف		مستعمل ہوتا ہے یا نہیں؟
۱۷۲	<b>کتاب الصلوة</b>	۱۵۱	ماءِ قلیل میں اگر تھپہ ہاتھ پاؤں ڈالے
	(نماز کا بیان)	۱۵۲	کھلیان کے اماج پر جانوروں کا
۱۷۳	نیدرلینڈ کی بعض راتوں میں عشاء کا وقت		پیشاب کر دینا
		۱۵۳	ماءِ مستعمل کا استعمال

۲۱۸	مردہ کا چہرہ کون کون دیکھ سکتا ہے	۱۷۹	قبلہ اگر دو مخالف سمتوں میں واقع ہو
۲۱۹	سوالات نکیرین کجواب میں "عبد القادر جیلانی" کہنا		جہاں چھ ماہ کی رات اور چھ ماہ
۲۲۰	غیر مسلم کے جنازہ میں شریک ہونا	۱۸۱	کے دن ہوتے ہوں
۲۲۱	مردہ کو دفن سے کب تک روکا جائے	۱۸۲	نیدرلینڈ میں اعیاد و جمعہ
=	قبر پر کوئی علامت قائم کرنا۔	۱۸۴	موسم سرما میں ہالینڈ کے اندر نماز عصر کا وقت
۲۲۴	بے نمازی کی نمازِ حبتازہ	۱۸۶	شافعی امام کی آفذا کن صورتوں میں
۲۲۵	نمازِ حبتازہ اور دفن کے بعد دعاء		درست ہے
۲۳۰	قبر پر اذان کہنا	۱۹۰	شرائطِ امامت
۲۳۱	بغیر وضو کے اذان دینا	۱۹۲	نماز میں صحتِ حروف اور اعراب کا خیال
۲۳۲	مسجد کے اندر اذان پکارنا	۱۹۳	امام اگر مکبر اقامت بھی ہو تو؟
۲۳۴	کیا ہر اذان کا جواب واجب ہے؟	۱۹۴	تکرارِ سورت یا قرآن معکوس
۲۳۵	اذان سے قبل درود و سلام	۱۹۵	نماز میں قرآن مسنونہ
۲۳۷	نامِ اقدس سنکرانگوٹھا چومنا	۱۹۶	ترکستانی حکومت کے ائمہ کی آفذا
۲۳۹	کھاتے وقت اذان کا جواب	۱۹۷	خدمتِ امامت پر اجرت لینا
۲۴۰	تکبیر اقامت بٹھکر سننا	۱۹۸	نماز اور لاؤڈ اسپیکر
۲۴۶	مسجد اور اس سے متعلق مسائل	۲۰۲	تراویح سے پہلے وتر
۲۴۹	مسجد کا استعمال شدہ مال	۲۰۳	فرض نمازوں کی قرأت
۲۵۰	ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں	۲۰۴	نماز میں نبی علیہ السلام کا نام سنکر درود پڑھنا
۲۵۱	عورتوں کا مسجد میں جانا	۲۰۵	مقتدی اگر امام کو جھوٹا گمان کرے
۲۵۴	مخضّب اللّٰحیہ و امامتہ	۲۰۶	امام اگر حروف کے مخارج میں امتیاز نہ کرے
۲۵۶	پندرہ سال کے حافظ کی امامت	۲۰۷	اگر دو چار آدمی ملکر نماز پڑھیں
۲۵۸	سگریٹ کے ساتھ نماز	۲۰۹	وتر کی نماز تین رکعتیں ہیں یا ایک رکعت
۲۵۹	نمازی کے جیب میں اگر تصویریں ہوں	۲۱۶	ہجرت کی تجہیز و تدفین



۲۸۳	زکوٰۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر	۲۶۰	حیض کی حالت میں نماز پڑھنا
=	معلم یا امام کو زکوٰۃ کی رقم بنام تحفہ دینا	۲۶۲	نمازی کے آگے سے گزرنا
۲۸۵	یورپ کی زمین عشری ہے یا خرما جی؟	۲۶۳	خطبہ جمعہ اور اس سے متعلقات
۲۸۶	سودی آمدنی پر زکوٰۃ	۲۶۴	تراویح میں تین بار سورہ اخلاص
۲۸۸	فرتیج وغیرہ پر زکوٰۃ	۲۶۶	کتاب الزکوٰۃ
=	وجوب زکوٰۃ سے پہلے ادائیگی		(زکوٰۃ کا بیان)
۲۸۹	مدیر یا انجمن کی رقم پر زکوٰۃ	۲۶۶	نصاب حوالان حول چند نصابوں
۲۹۰	بینک کے منافع پر زکوٰۃ		کی زکوٰۃ کس طرح؟
=	بعض زمین پر زکوٰۃ	۲۶۹	بینک میں جمع شدہ نوٹوں کی زکوٰۃ
۲۹۱	مہر کی رقم پر زکوٰۃ		بد مذہبوں کو زکوٰۃ دینا
۲۹۲	فتاق و فجار کو زکوٰۃ دینا	۲۷۰	کرایہ کی گاڑیوں اور مکانات پر زکوٰۃ
	کتاب الصوم	۲۷۱	ہاشمی حضرات کو زکوٰۃ کیوں نہیں دی جاتی
۲۹۳	(روزہ کا بیان)	۲۷۲	صرف کاغذی نوٹوں پر زکوٰۃ و قربانی
=	روزے اور عیدین کی تاریخوں کا	۲۷۵	نوٹوں سے زکوٰۃ کیوں نہیں
	کا تعین شمسی حساب سے	۲۷۶	عشر بٹائی دار پر یا مالک زمین پر؟
۲۹۷	جہاں چھ ماہ کے دن ہوں وہاں	۲۷۹	زکوٰۃ میں دی گئی رقم کا کچھ حصہ واپس ملنا
=	روزہ کس طرح رکھیں؟	۲۷۸	شئی مرہون سے فائدہ اٹھانا
۲۹۹	جن راتوں میں عشاء سے پہلے صبح صادق	=	قرض کی زکوٰۃ مقروض پر
	طلوع ہوتی ہے ان راتوں میں سحری کا وقت	=	کسی جامعہ یا مدرسہ کو زکوٰۃ دینا
۳۰۰	بندوں کی بھیجی ہوئی افطاری	۲۸۰	بالینڈ کی مسجدوں کا بکس اور زکوٰۃ
	سے افطار کرنا	۲۸۱	نابالغ بچیوں کے زیورات پر زکوٰۃ
۳۰۱	روزہ اور ذیابیطیس (چینی کی بیماری)	۲۸۲	سونے چاندی کی زکوٰۃ اسکی قیمت میں ادا

۳۳۱	شوہر کی اجازت کے بغیر حج کیلئے جانا	۳۰۲	سفر اور رخصتِ روزہ
۳۳۲	مقہر کھانے پینے کی چیزوں کو محرم پر کفارہ	۳۰۳	افطاری کی دعا کس وقت ؟
۳۳۳	حج ٹیکس اور اس کا حکم	۳۰۵	روزہ اور انجکشن
۳۳۵	زیارتِ اقدس کا احسن طریقہ	۳۰۸	محلہ بھی بالغ ہے
۳۳۷	مسجد نبوی اور پُرسوز اذانِ بلالی	۳۰۹	روزہ اور حیض واستحاضہ
۳۳۹	پاسپورٹ اور تصاویر مقطوع	۳۱۰	روزہ دار اور سونگھنے والی دوا
۳۴۱	حج تمتع کے احرام کے بعد طواف	۳۱۱	روزہ اور مانع حیض دوائیں
=	چند نماز طواف کو جمع کرنا	۳۱۲	جہاں افطاری کے بعد ہی صبح صادق ہو جاتی ہے
۳۴۲	اذانِ فجر سے پہلے مزدلف سے گزرنا	۳۱۳	اکتیسواں روزہ
۳۴۳	رمی کے لئے نائب بنانا	۳۱۴	سحری کیلئے جگانے کا اہتمام
۳۴۷	کیا ہرج حج میں حاضر کی روئے ہے	۳۱۷	شب قدر وغیرہ میں چراغاں
۳۴۹	<b>کتاب الاضحیہ</b> (قربانی کا بیان)	۳۱۹	ماہِ رمضان میں کھانا پینا
۳۴۹	قربانی کے جانوروں کی عمریں	۳۲۰	شش عید کے روزے
۳۵۱	مذبوہ قربانی کے پیٹ سے اگر تھوچہ نکلے	۳۲۲	<b>کتاب الحج والزیارۃ</b> (حج و زیارت کا بیان)
۳۵۳	چرم قربانی کسی اجنب کو دینا۔	۳۲۲	بغیر محرم کے عورتوں کا سفر حج پر جانا
۳۵۵	چرم قربانی کسی مسجد میں دینا	۳۲۵	حرام مال سے حج کرنا
۳۵۶	نخس شدہ بکروں کی قربانی	۳۲۶	عورتوں کا فرضی محارم کے ساتھ حج کرنا
۳۵۷	قربانی سے پہلے یا بعد میں حجامت بنوانا	۳۲۷	بغیر احرام کے میقات سے گزرنا
۳۵۸	قربانی کی کھال عوض میں معلم کو دینا	۳۲۸	چند طوافوں کی نماز ایک بار پڑھنا
۳۵۹	چرم قربانی کی رقم کا صدقہ کرنا	۳۲۹	محرم یا شوہر اگر درمیانِ سفر فوت ہو جائے
۳۵۹	حاملہ گائے کی قربانی		

۳۸۳	ملازمت ہمیشہ بیوی کا نان و نفقہ شوہر پر ہے یا نہیں	۳۶۰	جس جانور کو پیدائشی دم نہ ہو
۳۸۴	شوہر اگر دو سال تک بیوی سے جدا ہے	۳۶۱	قربانی کے جانور کو خرید کر بیچ ڈالنا
۳۸۶	بیوی کو ماں اور شوہر کو باپ کہنے سے ظہار ہو گا یا نہیں؟	۳۶۲	جس بکری کا دودھ سوکھ گیا ہو
۳۸۸	شوہر کی عدم موجودگی میں چار سال کے بعد بچہ پیدا ہونا	۳۶۳	کتاب النکاح والطلاق (نکاح و طلاق کا بیان)
۳۸۹	نئی دلہن کے پاؤں کے دھونے کا حکم	۳۶۳	کیا نکاح کی صحت کیلئے کفایت ضروری ہے
۳۹۰	مانع حمل دواؤں کا استعمال	۳۶۵	بھائی کے ہوتے ہوئے چچا ولی نہیں
۳۹۱	رضاعت کی وضاحت	۳۶۷	برادری کفو میں معتبر ہے یا نہیں؟
۳۹۲	یورپ کا پردہ	۳۶۷	انصاری اور شیخ آپس میں کفو ہیں یا نہیں
۳۹۶	شہیدوں کی شہادت میں نکاح	۳۶۹	بیوی اگر عدت طلاق میں ہو تو اس کی بہن سے نکاح کرنا
۳۹۸	نکاح کی شرعی حیثیت	۳۷۰	حرمیت مصاہرت
۴۰۰	شادی کے موقع پر باجا گا جا	۳۷۲	ضعیفہ ساس کو شہوت سے چھوٹا
۴۰۱	سلائی یا تلمک کے نام پر لڑکی والوں سے نفی وصول کرنا	۳۷۳	بارہ سال سو تیلے میٹے کو شہوت سے چھوٹا
۴۰۲	"سامن وون" بغیر نکاح کے زن و شوہر کی طرح رہنا	۳۷۳	رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح
۴۰۳	حضانت (بچوں کی پرورش)	۳۷۵	بیوی کی رضاعی بہن سے نکاح
۴۰۶	ڈبل سوشل لینا	۳۷۵	باپ دادا نے اگر غیر کفو میں نکاح کر دیا
۴۰۷	مہر پر امتدادِ زمانہ کا اثر	۳۷۷	فاسق کسی نمازی کی بیٹی کا کفو ہو سکتا ہے یا نہیں؟
۴۰۸	مہر میں کاغذی کرنسی کو چاندی سونا کی مقدار میں متعین کر دینا	۳۷۷	پیشہ ور وکیل کسی شریف زادی کا کفو ہے یا نہیں؟
		۳۸۱	مشروط نکاح

۴۴۲	حقوق تصنیف کی بیع و شراہ	۴۰۹	ٹیو کے ذریعہ اولاد کا حصول اور اس کا نسب
۴۴۳	رجسٹرڈ فارم کو بیچنا	۴۱۲	بالینڈ اور اسلامی نکاح و طلاق
۴۴۴	کسی سامان کی نقل اٹار کر بیچنا	۴۱۶	نا بالغ یا اس کے وکیل کی طلاق
۴۴۵	دوسروں کی کتابے اجازت چھاپنا بیچنا	۴۱۷	بلوغیت کی عمر
۴۴۶	دوسروں کی مصنوعات پر اپنا لیبل لگانا	۴۱۸	حالت حمل یا ایک مجلس میں تین طلاقیں
۴۴۷	مکانات کی مختلف منزلیں مختلف	۴۲۲	مطلقہ ثلاثہ اور اس کا طالق شوہر
۴۴۸	خریداروں کے ہاتھ بیچنا	۴۲۳	طلاق اقرار کے وقت سے واقع ہوتی ہے
۴۴۹	مکانات کی فضا کی فروختگی	۴۲۵	خون وجہ حرمت نہیں
۴۵۰	لائسنس کی خرید و فروخت	۴۲۶	دودھ ایام رضاعت میں وجہ حرمت ہے
۴۵۱	بیل وغیرہ کی نیلامی اور اس کا فائدہ اٹھانا	=	فلموں میں منعقد نکاح کی حیثیت
۴۵۲	دو چار برسوں کیلئے باغات کے پھلوں کو بیچنا	۴۲۸	زانیہ کی بیٹی زانی کے نکاح میں
۴۵۳	معدوم پھلوں کے بیچنے خریدنے پر	۴۲۹	انڈیا میں مردم شماری کے بعد
۴۵۴	اگر تعامل ہو جائے		ضبط تولید کا مطالبہ
۴۵۵	اشیاء معدومہ کا قیاس بیع سلم پر	۴۳۲	کن کن صورتوں میں فسخ و تفریق
۴۵۶	باغات کے پھلوں کی خرید و فروخت		ہو سکتا ہے؟
۴۵۷	باغ میں اگر بعض درختوں کے پھل	۴۳۵	بعض حاملہ کا نکاح نہیں ہو سکتا
۴۵۸	قابل انتفاع ہو جائیں	۴۳۶	مطلقہ ثلاثہ مرتدہ کا نکاح
۴۵۹	اگر ایک باغ میں مختلف قسم کے	۴۳۸	تخریری طلاق، اکراہ کی صورت میں
۴۶۰	پھلوں کے درخت ہوں	۴۳۹	صحیح حلالہ کی شرط
۴۶۱	پودوں کے ساتھ اس کے پھول	۴۴۰	تین طلاقوں کے بعد بھی حلالہ کی ضرورت نہیں
۴۶۲	اور پھل کی خرید و فروخت	۴۴۱	<b>کتاب البیوع</b>
۴۶۳	ڈالی کے ساتھ پھلدار باغوں کی		(خرید و فروخت کا بیان)
۴۶۴	خرید و فروخت	۴۴۱	رجسٹریشن کی خرید و فروخت

۲۸۲	کتاب الحلال والحرام (حلال و حرام کا بیان)	۲۵۷	جانور کو بار آور (حاملہ) کرانے کی قیمت وصول کرنا
۲۸۲	یورپین کاس (پنیر)	۲۵۸	کاشت کی زمین بٹائی پر دینا
۲۸۲	جانور کے چمڑوں اور پروں کا استعمال	=	اجرت معدوم پر باغات کو نگرانی میں دینا
۲۸۲	مشینی ذبیحہ	=	تجارت میں سرمایہ اور محنت کی شرکت
=	اپنا خون بدیہ کرنا	۲۶۰	پھل توڑنے یا زراعت کاٹنے کی مزدوری
=	اپنا عضو کسی کو دینا	۲۶۱	یورپ کے ممالک اور بیع فاسد
=	بیع فاسد	=	لوٹری کا ٹکٹ خریدنا
=	بینک کا منافع	۲۶۲	یورپ میں بینک کا منافع لینا
=	سیرت پاک بطور ڈرامہ	۲۶۳	انسانی خون کی خرید و فروخت
۲۸۸	ٹیسٹ ٹیوب اور زنا	=	انسانی بالوں کا استعمال اور
۲۸۹	جانوروں کو بٹائی پر لگانا	۲۶۶	اسکی خرید و فروخت
=	کمیشن ایجنٹ اور حکم شرع		
۲۹۱	دو ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ عام بازار میں	۲۶۸	کتاب الذبائح (ذبیحہ کا بیان)
۲۹۲	ایک قیمت کے دونوں کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ	۲۶۸	ذبح کا اسلامی طریقہ
۲۹۳	کو ا کھانا حرام یا حلال؟	=	ذبح سے پہلے جانور کو اذیت دینا
۲۹۴	تمباکو نوشی و تمباکو خوردنی	۲۷۵	عیسائی ہو جانے والوں کا ذبیحہ
۲۹۵	جانوروں کے ساتھ بد فعلی	۲۷۶	ہالینڈ میں مرغیوں کے ذبح کا طریقہ
۲۹۷	تصویر اور اس کا حکم	۲۷۸	ہالینڈ میں ذبح کا ایک اور طریقہ
۵۰۱	لواطت اور اسکے حامی کا شرعی حکم	۲۸۰	مرغ کو ذبح کے بعد گرم پانی میں ڈالنا
۵۰۳	لواطت اور اسلام		

۵۳۰	صدقہ نافلہ کی مقدار	۵۰۹	انسانی خون کے ذریعہ علاج
۵۳۲	عورتوں سے مصافحہ کرنا	=	زندہ انسان اپنا عضو کسی کو
۵۳۳	عورتوں کا مجالس علمیہ دینیہ میں شرکت کرنا	=	دے سکتا ہے یا نہیں؟
۵۳۴	چہرہ اور ابرؤں کا بال اکھیرنا	=	جانور کا عضو انسان کو لگانا
۵۳۶	عورت، اسکی آواز اور ٹیلی فون	=	مردہ کا عضو زندہ کو لگانا
۵۳۸	کسی عالم دین کو مولوتیہ کہنا	۵۱۳	پارفیوم اور اس کا استعمال
۵۴۰	کمرسمس ڈے اور مسلمان	=	تمباکو اور اس کا حکم
۵۴۲	لاؤڈ اسپیکر پر شادی کا اعلان	۵۱۵	مسلمان کا خون کافر کو یا اس کا عکس؟
۵۴۲	اپنا حق حاصل کرنے کیلئے رشوت دینا	۵۱۰	انسانی اعضاء بدن کا استعمال
۵۴۵	سوشل سے نکالنے کا مشاہرہ لینا	=	خورد و نوش میں
۵۴۶	رفاہی اداروں میں زکوٰۃ دینا	۵۱۸	غیر مذہب و مذہب یا مردار جانوروں کے چمکے جوتانا
۵۴۷	تہمت لگانے کی سزا	۵۱۹	کسی مسلمان کا جو ٹھٹھا
		۵۲۰	حلال چوپایہ کلبے وقتی دودھ اور اس کا حکم
		۵۲۲	جسم کے مختلف حصوں کو چھیدوانا
۵۴۹	زندگی میں اپنی جائداد کی تقسیم	۵۲۳	خیرات کے لئے ناریخ اور جگہ کا تعین
۵۵۰	بیٹوں کے لئے ترکہ میں وصیت	۵۲۴	باپ کے کاروبار میں بیٹوں کا حصہ
۵۵۲	ماں باپ کا حصہ بیٹے کے ترکہ میں	۵۲۶	پاکستانی غیر مسلم بینکوں کے منافع کا حکم
۵۵۲	ذوالفروض عصبہ وغیرہ کی تعریف	۵۲۸	کتاب المحظر والاباحہ
۵۵۲	ہینک کا قرضہ تقسیم ترکہ سے پہلے		(مختلف مسائل کا بیان)
۵۵۵	بیٹی کے متروکہ میں ماں کا حصہ	۵۲۸	منقش انگوٹھی یا تعویذات کے
			ساتھ بیت الخلاء میں جانا
		۵۲۹	قرآن پاک کی قسم کھانا

# فہرست ضمنی مسائل

صفحہ نمبر	ضممنی مسائل	صفحہ نمبر	ضممنی مسائل
۶۷	تقریر و تحریر میں فوقیت تقریر کو ہے	۶۱	کتاب العقائد (ایمان کا بیان)
=	حکم شرع کا نفاذ کب ہوتا ہے۔		انبیاء علیہم السلام پر ذنب و عصبی
=	مفتی نفس سوال کا جواب دیتا ہے		کا اطلاق باختلاف علماء کفر ہے
۶۸	کلام اگر موول ہو تو تکفیر میں جلدی نہ کرے	۶۱	قول کفر اگر مختلف فیہ ہو جب بھی قائل پر
=	ہر زبان کے اپنے روز و اوقاف ہوتے ہیں		تجدید ایمان اور بیوی رکھنا ہو تو تجدید
=	تقریر و تحریر میں اوقاف و روز کی رعایت	۶۱	نکاح کا حکم ہے
=	ضروری ہے		موسیٰ الیاس کا نہ ہلوی تبلیغی جٹا کا بانی تھا
=	اردو میں بت کامل (-) رمز مطلق	۶۲	تبلیغیوں کے عقائد وہی ہیں جو
=	(ط) کی طرح ہے۔		وہا پر دیا بننے کے ہیں
۷۰	لوگوں سے ایسی باتیں کرو جو معروف ہوں		تبلیغی چلے اور اسکے درس پچنا لازم ہے
=	محال معنی کا ایہام مفید ممانعت ہے	۶۳	لفظ سنی اہلسنت و جماعت کا مخفف ہے
=	شریعت و طریقت میں مغائرت نہیں		سبائیوں اور شیعوں کے مقابلہ
=	مرزائی کے دونوں گروپ (لاہوری و	۶۳	میں سنی کی تعریف
۷۲	قادیاںی، مرتد و کافر ہیں		معتزلہ کے مقابلہ میں سنی کی تعریف
=	اسلام دین قدیم و قویم ہے۔	۶۵	مرزائی رشیدی خلیلی قاسمی اور اشرفی
=	امت مطلقہ سے مراد اہلسنت و جماعت ہے		مذہب کے مقابلہ میں سنی کی تعریف
۷۵	مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي كَمَا	۶۶	موجودہ صلح کلیوں کے بالمقابل
=	مصدق سنی ہیں		سنی کی تعریف -
=	سنی حنفی سنی مالکی سنی حنبلی اور سنی		
=	شافعی کے مذاہب قدیم ہیں لیکن یہ نام حادث ہیں		

۹۰	حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی حکومت منہاج خلافت پر تھی	۷۶	مذہبِ اربعہ کے عقائد و نظریات ایک ہیں
۹۰	حضرت علیؓ کی فضیلت اصحابِ ثلاثہ کے بعد تمام صحابیوں پر مسلم ہے	۷۷	بدعتِ بدیہی خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے
۹۲	کسی ایک شخص کو راہِ ہدایت پر لے آنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے	۷۸	خواب میں بھی فیوض و برکات کے دروازے کھلتے ہیں
=	تبلیغِ اسلام کیلئے گھر سے نکلنا دعوتِ اسلامی میں اگر علماء کی شمولیت ہوتی	۷۹	انسان بحالتِ خواب مرفوع القلم ہوتا ہے خواب میں اقرار و تصدیق غیر معتبر ہے
۹۳	دعوتِ اسلامی کے افراد سنی ہیں شیعوں میں مختلف فرقے ہیں رافضی کافر ہیں تبرائی گمراہ بد مذہبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اسماءِ الہیہ توفیقی ہیں	۸۰	دیوبندیوں پر جو فتویٰ پہلے تھا آج بھی ہے طوائفِ دیوبند پر ۳۵ علماء حرمین ۲۵۰ علماء ہند نے کفر کا فتویٰ دیا
=	حضرتِ اکرم حاضر و ناظر ہیں حضرتِ اکرم احوالِ عالم سے باخبر ہیں شفاعت کا انکار کون لوگ کرتے ہیں؟ اذان صرف نماز کیلئے مخصوص نہیں اذانِ قبر مسنون ہے یا مستحب؟ معتزلی ایصالِ ثواب کے منکر ہیں اہلسنت کی ایک پہچان ایصالِ ثواب بھی ہے	۸۱	۲۵۰ علماء ہند نے کفر کا فتویٰ دیا انبیاء علیہم السلام جنس بشر سے ہیں مگر انہیں بشر کی طرح کہنا کفر ہے جو مومن انبیاء کو مسلمان جانے وہ بھی کافر و جہنمی ہے
۹۷	۹۸	۸۲	جہنم کی آگ اب سیاہ ہے جہنم کی آگ تین ہزار سال تک جلانی گئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ عالم ہیں یہ سائے عالم پر فیضانِ نبی ہے نبی اکرم تمام مومن کے والی ہیں مومن کی ہر چیز ملکیتِ رسول ہے ہر صحابی ہدایت کے ستارے ہیں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کی فضیلتیں مسلم ہیں یہ دونوں اعلیٰ درجہ کے مجتہد تھے
۱۰۰	۱۰۱	۸۶	
=	=	۸۷	
=	=	۸۸	
=	=	۸۹	
=	=	۹۰	



## کتاب الطہارۃ (پاکی کا بیان)

قرآن پاک کا ترجمہ خواہ اردو میں ہو  
یا ڈچ میں قابل احترام ہے  
بے طہارت اسے چھونا گناہ ہے  
ستر عورت دیکھ کر یا اس کے تصور  
سے منی کا اچھلنا متحقق ہو تو غسل واجب  
مرد کیلئے کون سی انگوٹھی جائز ہے  
کلی کی تعریف

تری اور سیلانِ ماء کا فرق ہے  
اعضاء غسل کا غسل بغیر غسل نہیں ہوتا  
لیسٹیک اور ناخن پالش کے حلال  
حرام کی تفصیل

مہندی اگر چہ جسم داؤد مانع طہارت نہیں  
اہل ثروت سے مشابہت معیوب ہے  
وضو کی تری حسنا کے پلے میں رکھی جائیگی

عام کا غذا اور ٹولیت پیسیر میں فرق ہے  
استنجا کی جگہ کسی کپڑے خشک کر لینا مستحب  
نالی کا پانی کب مار جاری کے حکم میں ہے

ایسے کام سے بچنا چاہئے جس سے  
لوگ شبہات میں پڑیں  
روزہ کی حالت میں خون نکلوانا مکروہ ہے

آنکھ کی کٹوری کا شمار ظاہری بدن میں نہیں  
غسل واجب میں لینس کا دھونا واجب نہیں ہے  
نیند مطلقاً ناقض وضو نہیں

صوف پر بیٹھ کر سونے سے وضو نہیں جانا  
سواری کی پیٹھ یا زین پر سونے سے  
جوڑوں میں کشادگی نہیں ہوتی

غسل مسح اور تیمم کر اور کن حالتوں میں ہے  
مسح پر قدرت ہو تو تیمم نہیں کر سکتے  
مذی سے بھی بعض صورتوں میں  
غسل واجب ہوتا ہے

وسوڈالنے والے شیطان کا نام دلہان  
شیطان بھونک مارتا ہے

موجودہ پیمانے قرون اول میں نہیں تھے  
ایک صاع چار مد کے برابر ہے  
ایک مد موجودہ وزن میں ایک  
کیلو ۲۲ ۱/۲ گرام ہے

قرن اول میں عام غذا جو تھی  
قرن دوم میں عام غذا گھیوں قرار پائی  
صدقہ فطر کی مقدار دو مد گھیوں ہے

حجاز مقدس کے عرف عام میں  
طعام سے مراد گھیوں سے  
مد صاع، قدح اور فرق اماج  
کا پیمانہ ہے

۱۱۳ =  
=

۱۱۲	تیس سے زائد مقامات میں جہاں وضو کرنا مستحب ہے	۱۱۳	غسل وضو میں مد وغیرہ پانی کی مقدار بتانے کے لئے ہے
۱۱۳	اختلاف علماء سے بچنے کیلئے وضو مستحب ہے	۱۱۴	پانی کا وزن گہیوں سے زیادہ ہوتا ہے
=	اوزٹ کا گوشت کھانے کے بعد	=	ایک مد پانی بارہ سو اسی میلی لیٹر ہوتا ہے
=	کسی عورت کو تھونے کے بعد	۱۱۵	سوا پانچ ۵ ۱/۴ لیٹر پانی سے بطریق سنت غسل کیا جاسکتا ہے
=	کوئی گناہ سرزد ہو جانے کے بعد	=	پانی میں اسراف کب ہوتا ہے۔
=	تھوٹ واقع ہو جانے کے بعد	=	حیامت کے اعتبار سے غسل وضو کے پانی میں کمی بیشی ہو سکتی ہے
=	گالی بکنے کے بعد	۱۱۶	مسواک کا سنت ہونا صبح و اظہر ہے
=	غیبت کرنے کے بعد	=	ہر عمل کا وقت جدا گانہ ہے
=	چغلی کھانے کے بعد	۱۱۸	مسواک پکڑنے کا طریقہ
=	غصہ دفع ہونے کے بعد	=	مسواک کو پانچ مرتبہ دھونا چاہئے
=	رفع شہوت کے بعد	۱۱۹	مسواک کرنے کی جگہ مسجد نہیں طہارت خانہ
=	بے شہوت کسی ناکرم سے اپنے جسم چھوانے کے بعد	۱۲۰	مسواک میں مختلف روایتوں کی تطبیق استعمال کرنے سے پہلے برش اور نوٹ پیسٹ کی تحقیق ضروری ہے
=	مشہات محرم کو تھونے سے اگر لذت محسوس ہو	۱۲۱	مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرے وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے
=	کسی عورت کے حسن کو بغور دیکھنے کے بعد	=	جب تک خون بہنا (سیلان) معلوم نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں
=	اپنی سستی یا انگلی کے پیر سے اپنی شرمگاہ چھونے کے بعد	۱۱۹	غیر شرعی دناتر میں کس طرح کام کرنا چاہئے
=	ہاتھ کا کوئی حصہ بے حائل ذکر سے چھو جانے کے بعد	=	شرمگاہ چھونا ناقض وضو نہیں
=	غصہ و غضب کے بعد	۱۲۲	
=	خارج نماز قہقہہ مار کر منسنے کے بعد	=	

۱۲۸	نمازِ جنازہ کے وضو سے ہر نماز و عبادت جائز ہے	۱۲۳	مقعد کو زمین سے ٹیک لگا کر سونے
=	نمازِ جنازہ کے تیمم سے بھی دوسری نمازیں جائز ہیں		کے بعد وضو کرنا مستحب ہے
۱۳۰	فضلِ وضو کھنا پینے کے مستحب کا ثواب پائے		بغل کھانے کے بعد
=	فضلِ وضو بیٹھ کر بھی پئے تو مستحب اور ہوا جیسا	=	اگر بدبو نکلے
۱۳۵	چوٹی کھولے بغیر بھی غورتوں کا غسل جنابت اتر جائے گا		برص و جذام والے جسم سے
۱۳۱	وضو عبادت مقصودہ نہیں۔	=	جسم لگ جانے کے بعد
=	مندوب منافی کراہت نہیں	=	صلیب یا زنار کو تھپونے کے بعد
۱۳۶	متوضی و غاسل کے اعضاء کا حکم ایک نہیں	=	بد مذہب کے جسم جسم مل جانے کے بعد
=	جو پانی عضو سے بہ جائے وہ ماء مستعمل ہے	=	عشقہ اشعار کہنے یا پڑھنے کے بعد
=	وضو میں پیشانی، ناک اور چہرہ ایک عضو ہے	=	کوئی بخش بولی بولنے کے بعد
۱۳۷	غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے۔	=	اہل کتاب عورت مرد چھو جانے کے بعد
۱۳۳	وضو کا پانی ناخن کے اندر کے	=	سات آٹھ سالہ بچی کو تھپونے کے بعد
	گناہوں کو کھینچ لیتا ہے	=	اپنی بیوی کو تھپونے کے بعد
۱۳۴	بینائی کے گناہوں کو دھو ڈالنا ہے	=	اپنی باندی کو تھپونے کے بعد
۱۳۳	امام اعظم متوضی کے ماء مستعمل کو دیکھ کر	=	بہت بڑھی عورت کو تھپونے کے بعد
	اسے کیا روضغار کو پہچان لیتے تھے	=	کسی مرد اور جانور کو تھپونے کے بعد
۱۳۵	امام یوسف خلاف اولیٰ تک کو ماء مستعمل میں دیکھ لیتے تھے	=	بیوی یا باندی کی انگلی سے
	چھوٹے حوض میں ضرورتاً ہاتھ ڈالنے سے	=	انگلی چھو جانے کے بعد
	اس کا پانی مستعمل نہیں ہوگا	۱۲۵	کسی نامحرم کے بال یا ناخن چھو جائے
۱۳۶	نجس پانی کو قابل استعمال بنا کا طریقہ	۱۲۶	حدث کے بعد فوراً
	دھوپ اور بجلی سے گرم کئے ہوئے پانی کا حکم		جنسی کیلئے کھانے پینے سے پہلے
۱۳۸	زیادہ گرم پانی سے برص پیدا ہوتا ہے		ہر وقت با وضو رہنا بھی مستحب ہے۔
۱۳۹			

۱۵۹	ودی یا مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے	۱۵۰	موت نجاستِ حکمیہ کا سبب ہے
=	اخراجِ منی پر پورے بدن کا دھونا	=	مونچھوں کے گھٹانے اور وارھی
=	واجب کیوں ہوتا ہے؟	=	کے بڑھانے کا حکم
۱۶۰	نجاستِ غلیظہ کے احکام میں فرق	=	مونچھیں بڑھانا ہنود و نصاریٰ کا شعار ہے
=	مصنوعی دانت والوں کا غسل	=	شعارِ ہنود کی مخالفت لازم ہے
=	مصنوعی دانت اگر نہیں نکل سکیں	۱۵۱	آدمی کا جھوٹا پاک ہے
=	عبارتِ قرآنیہ کی نقل میں احتیاط	=	ہر پاک چیز کا لائقِ اکل و شرب
=	تحلیل و تحریم اختیارِ رسول میں ہے	=	ہونا ضروری نہیں
۱۶۱	بعض پاک اشیاء کا کھانا حرام ہے	=	جنسی کی مونچھیں اگر پانی کو چھو گئیں
=	آدمی کا جھوٹا پاک ہے	=	تو پانی مستعمل ہو گیا
=	پاک ہونا اسکے حلال ہونے کو مستلزم نہیں	=	بچے مرفوع القلم ہوتے ہیں
=	کافر و مشرک کا جھوٹا اور	=	مرفوع القلم کے حدت و قربت کا
=	اسکے پسینے کا حکم	=	وجود کا عدم ہوتا ہے
۱۶۲	معذور کس کو کہتے ہیں؟	۱۵۲	مجبہول شک سے یقین متزلزل ہوتا ہے
۱۶۲	معذور کی بعض سہولتوں کا ذکر	=	انا ج میں طہارت اصل ہے
=	ایامِ حیض سب کے لئے برابر نہیں	۱۵۳	ماہِ مستعمل کی تعریف
۱۶۳	استحاضہ کیا ہے؟	=	ماہِ مستعمل کی قسمیں
=	استحاضہ معذور کے حکم میں ہے۔	۱۵۵	ماہِ مستعمل کا پینا جائز نہیں
۱۶۳	استحاضہ اور صحیحین کی ایک روایت	=	حضورِ اکرم کے ماہِ مستعمل کا استعمال
=	استحاضہ کی حالت میں مجامعت	=	غیر محدث عالم کے پاؤں کا دھون
۱۶۵	کیسے موزے پر مسح کرنا چاہئے	=	بار بار غسل کرنا
=	چمڑے کے موزے یا بوس کا تلاجڑے	۱۵۶	پانی میں بھی اسراف ناجائز ہے
=	کا بوس پر مسح درست ہے	۱۵۷	منی نکلنے سے آدمی جنسی نہیں ہوتا

# کتاب الصلوة

## (نماز کا بیان)

۱۸۳	عوام کو جمعہ اعیاد سے روکا نہ جائے	۱۸۳	بالیڈ کی اڑسٹھ راتوں میں
۱۸۵	بالیڈ کے موسم سرما کے بعض دنوں میں عصر کا وقت نہیں آتا	۱۸۴	عشاء کا وقت نہیں آتا
۱۸۶	ایک دن میں تین سو سے زائد عصر کی نمازیں	۱۸۵	رات و دن میں امت مسلمہ پر
۱۸۸	میک کی صدا میں انسانی اور مشین کی طاقتوں کا اشتراک ہے	۱۸۶	پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں
=	میک (لاوڈ اسپیکر) سے متعلق علماء کے متفق ہونے کی ضرورت ہے	=	جب نماز کا وقت نہیں آئے تو وقت کو مقدر ماننا ہوگا
۱۸۹	گھڑی کی زنجیریں ممنوع ہیں	=	خروجِ دجال کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا
۱۸۹	زیورات میں صرف ایک انگوٹھی بعض شرائط کے ساتھ مردوں کو جائز ہے	=	شفقِ ابیض کے غائب ہونے سے پہلے نماز عشاء جائز نہیں
=	سورہ فاتحہ کے بعد الحاقی سورت میں تاخیر ترک واجب ہے	۱۸۶	شفقِ ابیض کے قولِ امامِ اعظم کا رجوع ثابت نہیں
=	نا سمجھنے والے اگر صف کے درمیان کھڑے جائیں	=	قولِ امام سے ضرورتاً عدل جائز ہے
=	مجنونیت و صبیانیت و قطعِ صف ہے شافعی امام کی اقتدا رکب جائز ہے	۱۸۸	مسئلہ خلافت میں تکفیر مسلم جرات علی الشریعہ ہے
=	بعض امور میں شوافع کا اتباع مکروہ ہے	=	تحقیقِ قبلہ کے چار طریقے
۱۹۰	شافعی امام کی اقتدا کن صورتوں میں جائز نہیں	۱۸۰	(۱) مخالف سمتوں میں قبلہ کا تعین
=	کن صورتوں میں شوافع کی اقتدا مکروہ ہے	=	(۲) جدھر رخ کرے گا نماز ہو جائے گی
۱۹۱	صحتِ امامت کیلئے کن باتوں کی ضرورت ہے	=	اصطلاح کے بعض ماہرین
=	مقتدیوں کی صحتِ نماز امام کی صحت نماز پر موقوف ہے	۱۸۱	سال بھر کی نمازوں کو اندازہ سے پڑھنے کا حکم
=	تلاوتِ نماز میں اعراب کا بدل جانا	=	اندازہ کے دو طریقے
۱۹۲		=	صحت و جواز جمعہ کیلئے اسلامی ملک ہونا ضروری ہے

۱۹۹	زمانہ اقدس میں گب کب تکبیر انتقال سے پکاری گئی	۱۹۲	اعراب بدل جانا اور بدل دینا اور ہے بعض صورتوں میں مقتدیوں کو تکبیر
۲۰۰	تکبیر انتقالات کے لئے نصب مکبرین کے جواز و استحسان کا ثبوت	۱۹۳	اقامت ختم ہونے کے بعد کھڑا ہونا چاہئے دیوبندیوں کی اقتدا حرام ہے
۲۰۱	لاؤڈ سپیکر پر ایک مفید بحث کسی شے کی ممانعت محتاج دلیل ہے	۱۹۴	ملک اگر دارالاسلام ہو اس کے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں
۲۰۲	اباحت کیلئے سکوت شرع کافی ہے تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے	۱۹۵	قرآن معکوسہ تکرار سورت سے سخت ہے نماز کی قرآن میں چھوٹی سورت کا پھونکا
۲۰۳	صبح صادق تک ہے تراویح وتر کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں	۱۹۶	مکروہ تہریہی، مگر نماز تراویح میں نہیں طوال مفصل، اوساط مفصل اور
۲۰۴	جماعت کے ساتھ وتر وہی پڑھ سکتا ہے جو نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے	۱۹۷	قصار مفصل کی وضاحت عصر عشاء کی نمازوں میں اوساط مفصل
۲۰۵	ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھنا افضل ہے	۱۹۸	مغرب کی نماز میں قصار مفصل سنت ہے فاسق معین کو امام بنانا حرام ہے
۲۰۶	سورہ فاتحہ کے بعد کسی سورت کو تقسیم کر کے پڑھنا بھی جائز ہے	۱۹۹	فاسق معین کی اقتدا، مکروہ تحریمی ہے موجودہ ترکی گورنمنٹ اہل ہوا ہے
۲۰۷	فجر کی نماز میں فاتحہ کے علاوہ تسوأتیں پڑھنی سنت مستحبہ ہے	۲۰۰	سعودی گورنمنٹ کو اصل شرع سے کوئی واسطہ نہیں
۲۰۸	مقتدی کا "کبرہ تکبیراً" سنکر اللہ اکبر کہہ دینا مفسد نماز نہیں	۲۰۱	ترکی امیر مساجد جو صالح امامت ہیں ان کی اقتدا، درست ہے
۲۰۹	نماز میں آیت درود یا نام اقدس سنکر عادتہ درود پڑھ لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی	۲۰۲	اذان و امامت اور تعلیم دین پر اجرت لینا دینا ضرورتاً حائز ہے
۲۱۰	امام سے بدگمان ہونا اشد حرام ہے	۲۰۳	نماز میں مکبرین کا متعین کرنا سنت سے ثابت نہیں

۲۱۹	جن لوگوں کو مردہ عورت کے دیکھنے کی اجازت نہیں	۲۰۶	فاسق کی آقدا میں پڑھی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے
۱۲۰	حضور غوث اعظم کا دھوبی اور سوالات نکیرین کسی روایت کو بے تحقیق بنا نہیں کرنا چاہئے	=	تغیر حروف مثلاً ط، ص، کو الف تا اور سین پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے
=	مرد کے جنازہ میں جانا حرام ہے	۲۰۷	نستعین کو نستاعین پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے
=	اس کی تعزیرت کرنے والوں پر تجدید ایمان و نکاح ہے	۲۱۶	بجڑے کو غسل و کفن کس طرح دیا جائے
=	کافر اصلی کے جنازہ میں بھی شریک نہیں ہونا چاہئے	۲۱۷	بجڑے میں اگر علامات متعارضہ موجود ہوں
=	کافر اصلی سے اگر قربت قریبہ ہو تو زبانی تعزیرت میں حرج نہیں	=	خفتی مشکل کو بجائے غسل کے تیمم کرایا جائے۔
=	جنتی جلد ممکن ہو مردہ کو اس کی منزل تک پہنچا دے	=	خفتی مردہ کے تیمم کی کیفیت تذکیر و تانیث میں اصل تذکیر ہے
۱۲۱	صالح و غیر صالح دونوں کی تدفین میں جلدی کرے	=	خفتی کی تدفین کا طریقہ عورتوں کے لئے اجنبی مردوں کو دیکھنا جب آرز نہیں
=	یورپ میں قبر گاہ کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے	۲۱۸	مرد اپنی بیوی کو مرنے کے بعد غسل نہیں دے سکتا
=	یورپ کے اندر چھٹی کے دنوں میں دفن کرنا دشوار ہے	=	عورت اپنے مرد شوہر کو غسل دے سکتی ہے
=	قبر کی تختی پر مردہ کا نام وغیرہ لکھنا جائز ہے	=	دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں
=	مانعت کثابت کی حدیث منسوخ ہے	۲۱۹	موت کے رشتہ و نسب منقطع ہو جانا ہے
۲۲۳	فاسق و فاجر مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے	=	جن سے زندگی میں پردہ نہیں تھا وہ سب عورت کو مرنے کے بعد دیکھ سکتے ہیں
۲۲۵	کن مسلمانوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی	=	جن پر وہ واجب تھا انہیں دیکھنا نہیں چاہئے

۲۳۱	اگر امام خود تکبیر اقامت کہے	۲۲۹	اکابر علماء اگر فاسق و فاجر کے جنازہ میں شریک نہ ہوں تو بہتر ہے
۲۳۲	تکبیر اقامت بیٹھ کر سنے		بعدِ دفن کی دعا
=	حتیٰ علی الصلوٰۃ حتیٰ علی الفلاح یا	۲۳۰	اذانِ قبر کی ممانعت پر کوئی دلیل شرع نہیں اور عدم ممانعت جواز کی دلیل ہے جو اذانِ قبر سے روکے وہ قابلِ مواخذہ ہے
=	قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہو	۲۳۱	بغیر وضو کے اذان کہنا مکروہ ہے
۲۳۴	ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد کی تعمیر	=	لحن (گا گا کر) اذان کہنا
۲۳۸	مسجد کی پرانی عمارت شہید کر کے وہاں لہو و لعب کی عمارت بنانا	=	فاسق کی کہی ہوئی اذان لوٹانی جاگی
=	مسجد کے بوسیدہ سامانوں کی خرید و فروخت	=	کوئی بھی اذان میں کہنا خلاف سنت ہے
=	مسجد کا سامان خرید کر مکان میں لگانا	۲۳۲	اذانِ خطبہ کا بھی مسجد میں ہونا مکروہ تحریمی ہے
۲۵۰	امام و متولی اگر مسجد کا سامان اپنے مصرف میں لائے	۲۳۲	خطبہ جمعہ سے پہلے کی اذان زمانہ صحابہ میں بازار میں ہوتی تھی
۲۵۱	عورتوں کی عبادت کے لئے مسجد سے بہتر اس کا گھر ہے	۲۳۳	صرف اذانِ نماز کا جواب دینا ضروری نہیں
۲۵۲	عورتوں کو خوشبو لگا کر تقریبات میں جانے کی ممانعت	۲۳۶	اذان و اقامت سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے
۲۵۳	عورتوں کو میدانِ جہاد کا ثواب گھری میں ملتا ہے	۲۳۶	اذان میں نامِ اقدس سنکر انگوٹھا جو مناسبت ہے
۲۵۴	علم دین سیکھنے کیلئے عورتوں کا گھر سے نکلنا	۲۳۸	انگوٹھا چومنے والوں کیلئے بشارتِ عظمیٰ اذان کا جواب کن کن حالتوں میں نہیں دینا چاہئے
۲۵۵	دارِ مہی کو سیاہ کرنا غیر مجاہدین کے لئے حرام ہے	۲۳۹	تکبیر اقامت کی مختلف صورتیں امام مصلیٰ امامت پر کس وقت جائے



۲۶۲	خطبہ کے وقت ہر وہ کام منع ہے جو نماز میں منع ہے۔	۲۵۵	اس کو امام بنا ناگناہ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے
۲۶۳	خطبہ کے وقت کون لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں؟	۲۵۵	بالینڈ میں صحتِ جموعہ کی بعض شرطیں مفقود ہیں
۲۶۵	تکرارِ سورۃ کن نمازوں میں مکروہ ہے؟ امورِ محسن میں اگر اختلاف ہو	۲۵۶	بالغ ہونے کی نشانیاں اور عمر بلوغ جو لڑکا ۱۲ سال کی عمر میں محکم
۲۶۵	اہل القرآن پہلے ائمہ فقہ کو کہا جاتا تھا آج کل بد مذہب اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں	۲۵۷	ہو جائے وہ امام ہو سکتا ہے ڈارھی کے بال نہ اگنا منع امامت نہیں
<b>کتاب الزکوٰۃ</b> (زکات کا بیان)		۲۵۸	امر کی امامت پر وہ عورتوں کے لئے واجب ہے
۲۶۶	نصابِ زکوٰۃ اور موجودہ اوزان حولانِ حول میں قمری سال معتبر ہے	۲۵۹	اسکرٹ عورتوں کا پردہ نہیں ہوتا جاندار کی تصاویر کی حرمت
۲۶۶	چند نصابوں کی زکوٰۃ کس طرح دیں مفید نقشہ نصاب و زکات	۲۶۰	نوٹ اور کاغذات پر چسپاں تصویریں حالتِ حیض میں کیا پڑھنا ہے یا نہیں پڑھنا ہے۔
۲۶۸	باشمی سید صرف زکوٰۃ کیوں نہیں؟ باشمی حضرات طیب و طاہر ہیں باشمی حضرات کی خدمت بجالانا سعادتِ دارین کا سبب ہے	۲۶۱	حالتِ حیض میں جو روزے چھوٹ جائیں سوئے ہوئے لوگ مرفوع القلم ہوتے ہیں۔
۲۷۱	بد مذہبوں کو زکات دینے سے زکات ادا نہیں ہوتی ادائے زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے۔	۲۶۲	نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ خطبہ جموعہ و عیدین میں غیر عربی زبان کی ملاوٹ
۲۷۲	کرایہ کی موٹر گاڑی پر زکات نہیں رہائشی مکانوں پر بھی زکات نہیں	۲۶۳	خطبہ سننا عبادت ہے

۲۸۱	ادائے زکات کے لئے وکیل بنانا	۲۷۰	بینک میں جمع شدہ رقم پر حصا نصاب ہونا
=	وکیل پر فرض ہے کہ فوراً زکات ادا کرے	=	بینک کی رقم پر زکات کی ادائیگی کب ہوگی
=	زکات کھینچنے پر جو خرچہ ہو وہ زکات میں محسوب نہیں ہوگا	۲۷۳	کاغذی نوٹ من عرنی ہے
=	زکات کی رقم کا خسارہ وکیل پورا کرے	۲۷۵	نوٹوں سے بھی زکات و فطر کی ادائیگی ہو سکتی ہے
=	نا بالغ بچیوں کے زیورات پر زکات نہیں	=	ادائے زکات کیلئے اباحت کافی نہیں
=	اسکی زکات ماں باپ پر بھی نہیں اگر حرم	=	زکات مال کا میل کچیل ہے
=	انہوں نے ہی بچیوں کو دیئے ہوں	۲۸۳	مستحقین زکوٰۃ کو بنام تحفہ و عیدی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے
۲۷۶	کاشتکاری کے اصول و ضوابط عرف و رواج پر منحصر ہیں	=	زکا دینے والوں کی نیت کا اعتبار ہے
=	عشر یا نصف عشر مالک زمین اور مزارع دونوں پر ہے	=	زکات لینے والوں کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں
=	زمین کی پیداوار میں جو شریک ہے سب پر عشر یا نصف عشر ہے	=	مال زکات کا نام قرض یا ہبہ رکھ دینا جو غیرت کی وجہ سے سوال نہیں کرتے
۲۷۷	ہالینڈ کے انکم ٹیکس آفس سے زکات کے بعض حصہ کی واپسی	=	انہیں دینا زیادہ بہتر ہے
۲۷۸	قرض سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں شہی مرہون سے بھی نفع حاصل کرنا جائز نہیں	۲۸۲	ادائے زکات کے وقت کی قیمت بھی معتبر نہیں
=	قرض کی رقم کی زکات قرض دینے والے پر ہے	=	چاندی سونے کی خریدگی کی قیمت بھی معتبر نہیں
=	جو رقم قرض میں مستغرق ہو اسکی زکات کب ادا ہوگی	=	زکات اگر زیادہ دیدی تو آئندہ سال میں محسوب ہو سکتی ہے
=		۲۸۳	اسکول و مدارس کی عمارت میں تملیک کی اہلیت نہیں
=		=	بعض صورتوں میں حیلہ کیا جا سکتا ہے
=		=	حیلہ میں متصدق اور فقیر دونوں کو اب پاتے ہیں

۲۹۱	زمین کی خرید و فروخت پر بھی زکوٰۃ ہے	۲۷۹	مدرسہ کو مشروط طور پر
۲۹۲	دینِ ضعیف اور زکوٰۃ		زکات دی جاسکتی ہے
=	فاسق مسلمان بھی مستحق زکوٰۃ ہے	=	فقیر و مسکین کو کھلا دینے سے
	ہوسکتا ہے۔		زکات ادا نہیں ہوتی
۲۹۳	بہتر ہے کہ نافرمانوں کو زکوٰۃ	=	مدرسہ کی عمارت، مدرسین کی تنخواہ وغیرہ
	نہ دی جائے	=	میں زکات کے پیسے نہیں لگ سکتے
	<b>کتاب الصوم</b>	۲۸۰	حیدر شری بہ نیت خیر
	(روزے کا بیان)		ثواب ہے
	اہلِ نجوم و توقیت کا قول ثبوت	۲۸۰	سو دس کو کہتے ہیں؟
۲۹۴	ہلال میں معتمد نہیں	=	سو مالِ خبیث ہے جس کا لوٹانا واجب ہے
	انفصالِ شمس و قمر (ولادتِ قمر) کا علم	=	مالِ خبیث جس مال میں مل جائے
۲۹۵	بھی عند الشرع معتبر نہیں	=	اس سب کا صدقہ واجب ہے
=	الفاظ کے وہی معنی حجت ہوتے ہیں جو	۲۸۸	مالِ غیر نامی اور اسبابِ خانہ مثلاً
	جمہور علماء کے نزدیک متعین ہیں	=	فرتج وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں
۲۹۶	صوم کا شرعی و لغوی معنی	=	سال تمام سے پہلے زکوٰۃ نکال دینا چاہئے
	صوم الرویتہ میں رویت کا	=	مستحقین زکوٰۃ کی شادی بیاہ میں
=	معنی علم ہو ہی نہیں سکتا	=	زکوٰۃ کی رقم دینا۔
۲۹۷	شمسی تاریخوں سے قمری مہینوں کا	۲۸۹	رفاہی اداروں میں زکوٰۃ
	تعین شریعت نہیں طبیعت ہے		دے سکتے ہیں یا نہیں؟
=	سعودی میں عیدین وغیرہ کا تعین	۲۹۰	مضارہ کا نفع سرمایہ دار اور
	اقم القریٰ کلینڈر سے ہوتا ہے	=	محنت کش دونوں کے لئے ہے
=	نیدرلینڈ کی مسلم تنظیموں کا شرعی حکم	=	تجارت کے نفع پر وجوب زکوٰۃ
			کے لئے سال گزرنا ضروری نہیں

۳۱۰	روزہ میں نین تولین کا استعمال	۲۹۹	وتر اور سحری عشاء کے تابع ہے
=	احلیل میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جانا	۳۰۰	موسم گراما جبکہ نیدرلینڈ وغیرہ میں عشاء جنسی کا وقت نہیں آنا انھیں سحری نہ کھانا بہتر ہے
۳۱۱	ماہ رمضان اور مانع حیض دوا میں مانع حیض دوا کا استعمال	=	ہندوؤں کی نجاست عقیدہ سے پچنا فرض ہے
=	تقدیر الہی میں مداخلت ہے	=	مشرکین کا غسل جنابت نہیں اترتا
۳۱۳	یورپ اور اوقاۃ الصلوٰۃ	=	ہندوؤں کی بنائی ہوئی چیزوں سے
=	خوف ہلاکت میں افطار کی اجازت	=	افطار کر سکتے ہیں
=	جہاں رات ہی نہ ہو وہاں روزہ کیسے؟	=	ثواب اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے
۳۱۴	روزہ میں عامۃ المسلمین کی موافقت	۳۰۱	روزہ کی فرضیت قطعی ہے
۳۱۵	ایک شخص کی رویت ہلال اور ماہ سوال	=	روزہ کی تاکید اکید
=	ثبوت ہلال کیلئے نصاب شہادۃ ضروری؟	=	روزہ نہ رکھنے پر سخت وعید
۳۱۶	سحری کیلئے جگانا اچھا کام ہے	۳۰۲	ملی ڈاکٹروں کی نہ بنائیں
۳۱۷	زمانہ اقدس میں تہجد کے لئے اذان	=	روزہ صحت کی ضمانت ہے
=	افطار و سحری کیلئے سائرن اور توپ	۳۰۵	دُعا، افطار پہلے پڑھے یا بعد میں
=	مخصوص راتوں میں چراغاں	=	روزہ صحیح ہوگا
۳۱۸	شب ولادت قدرتی روشنی کا اہتمام ہوا	=	افطاری کے بعد دعا کا پڑھنا
=	خلافت فاروقی میں مسجدوں کے اندر چراغاں	۳۰۸	سنت ہے
۳۲۰	روزہ کھانے والوں کی سزا	۳۰۹	نفس اور واضح دلیلیں
=	شش عید کے روزے واجب ہیں یا سنن؟	=	محملہ نچی پر روزہ فرض ہے اگرچہ عزم کم ہو
۳۲۱	شش عید کے روزے کب اور کیسے؟	۳۱۰	رمضان کی راتوں میں وظیفہ مجامعت اگر حیض صبح صادق سے پہلے منقطع ہو جائے
=		=	استحاضہ کی حالت میں نماز معاف نہیں مستحاضہ کو روزہ رکھنا ہے۔

۲۲۷	ہر سفر میں ہر عورت کے لئے محرم یا شوہر ساتھ چاہئے قرضی محرم بنا	۲۲۲	کتاب الحج والزیارۃ حج و زیارت کا بیان
=	جوبے محرم کے حج کرے یا کروائے اسے قطع تعلق کرنا چاہئے	۲۲۲	عورتوں کا تنہا سفر کرنا حرام ہے فاسق محرم کے ساتھ سفر کرنا بھی حرام ہے نابالغ محرموں کے ساتھ سفر پر جانا حرام ہے یورپی عورتوں یا نانی مردوں کے ساتھ سفر کرنا بھی حرام ہے
=	بے محرم کے حج تو ہو جانا ہے مگر حجتہ شدید گنہگار ہوتی ہے	=	تنہا سفر کرنے میں مشکلات کا بیان بغیر محرم کے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کرنے میں بچھوجہ ممانعت حج اور اشاعتِ دین کے لئے بھی بے محرم سفر کرنا حرام ہے
۲۲۹	ہر طواف کے بعد دو رکعت واجب ہے چند طوافوں کے تمام نماز طواف بے عذر ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے وقت مکروہ میں اگر چند طواف کئے گئے تو؟	۲۲۲	منصوص مسائل میں رخصت نہیں زمان و مکان کے بدلنے سے منصوص مسائل نہیں بدلتے لاکھوں کروڑوں روپے ہوتے کے باوجود حج فرض نہیں رشوت کا مال، مالِ مغصوب کی طرح ہے اخراجات حج میں حلال پیسوں کے ساتھ حرام مال مل جائے تو وہ حج مردود ہے قرض لے کر حج کر سکتے ہیں نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہئے
=	عورت اگر درمیان سفر بے محرم ہو جائے یا شوہر مر جائے بے محرم عورت کب اپنے سفر کو جاری رکھ سکتی ہے کب نہیں	=	
۲۳۰	معتد وثقات عورتوں کے ساتھ کب سفر کر سکتی ہے جو عورت جدہ پہنچ کر بے محرم ہو جائے بغیر محرم کے حج کرنا کس صورت میں درست ہے؟ جس کا محرم مکہ میں مر گیا وہ وطن کیسے آئے گی؟	۲۲۵	
=		۲۲۷	

۳۳۶	زیارت اقدس کے وقت ایسا کھڑا ہو جیسے نماز میں	۳۳۰	ہر عذر و مجبوری ضرورت شرعی نہیں حج فرض ہونے پر اسکی ادائیگی میں
=	عکالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے تمام احوال سے باخبر ہیں	۳۳۲	تاخیر گناہ ہے بیوی کو ادائے فرض سے روکنا گناہ کبیرہ ہے
=	مواجدہ شریف کی جالی مبارک کو نہ چھوئے نہ چومے	=	اگر محرم میسر ہو تو بے اجازت شوہر بھی حج کر سکتی ہے
۳۳۹	تصاویر کی حرمت واضح ہے	۳۳۳	معطر مطبوخہ کے استعمال سے کفارہ نہیں پکائی ہوئی چیزوں سے عطر کیونکر
=	بعض تصاویر کی اجازت پاسپورٹ وغیرہ کی تصویریں	=	زائل ہو جاتی ہے پکایا ہوا مشروب اگرچہ معطر ہو محرم کو
۳۴۰	تصویر کی ہیئت بدل دی جائے تو متمتع پر طوافِ قدم نہیں	=	حائز ہے نجد کی بلا عظیم ہے
۳۴۱	چند طوافوں کی نماز کو جمع کرنا	۳۳۴	حج ٹیکس، مسلمانوں کو حج سے روکنے کی کوشش ہے
۳۴۲	وقوف مزدلفہ کا وقت مسنی وغیرہ میں اذان فجر کا وقت	=	نجد کی گورنمنٹ خدائی گرفت میں آنے والی ہے
=	وقوف مزدلفہ واجب ہے۔	=	ظالمانہ ٹیکس حج یا ادائے حج کیلئے شرعاً مانع نہیں
۳۴۵	وقوف مزدلفہ اور بعض معذورین رمی کیلئے تھکاوٹ عذر نہیں	۳۳۵	اس دور میں نوافل حج سے بہتر دوسرا فعال حسنة کی انجام دہی ہے
=	عذر شرعی کی تعریف نیابت کب صحیح ہے	=	زیارت اقدس کے وقت مبارک جالی سے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے
۳۴۶	دم کے لئے نایخ یا وقت مقرر نہیں	=	زیارت اقدس کے وقت قبلہ شریف کو پیٹھ نہ چاہئے
۳۴۷	ہر حج کے ساتھ زیارت اقدس ہے	۳۳۵	
۳۴۸	اہل مکہ پر زیارت کا وجوب ٹوکدہ ہے	=	

۳۵۵	صدقہ واجبہ کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے		
۳۵۶	خصی بکرے کی قربانی افضل ہے		
=	بکرے کے فوطوں کا نکال دینا		
=	عیب نہیں بلکہ بہتر ہے		
=	خصی کی قربانی کسی عیب والے		
=	جانور کی قربانی نہیں ہے		
۳۵۹	حاملہ گائے کی قربانی		
۳۶۰	اگر حمل کا علم پہلے سے ہو جائے		
=	قربانی کے جانور کو اگر پیدائشی طور پر کھن ہو	۳۴۹	
۳۶۱	گائے، اونٹ میں سات حصوں تک قربانی		
۳۶۲	قربانی کی نیت کے جانور خرید پھر بیچ ڈالا	۳۵۰	
=	اگر تمھن سوکھا ہوا ہو تو اس کی قربانی	=	
۳۶۳	<b>کتاب النکاح والطلاق</b>	۳۵۱	
	نکاح و طلاق کا بیان	۳۵۲	
=	جواز نکاح کیلئے کفایت ضروری ہے	=	
۳۶۳	کفو (برابری) کن باتوں میں ہونی چاہئے	=	
=	کفو کی واضح مثالیں	۳۵۳	
۳۶۴	کفایت مرد کی طرف سے یا عورت		
=	کی طرف سے؟	۳۵۴	
=	کفایت بالذات اور بالذات دونوں کیلئے چاہئے		
=	اولیاء اقرب کی رضا کے بغیر اگر		
۳۶۵	بالذات غیر کفو سے نکاح کرے		
			<b>کتاب الاضحیہ</b>
			(قربانی کا بیان)
			حرم قربانی کا تصدق واجب نہیں
			اگر حرم قربانی کو منافع حاصل
			کرنے کیلئے بیچ دیا
			حرم قربانی کسی امام و مؤذن یا کسی
			انجمن وغیرہ کو دے سکتے ہیں
			قربانی کے جانور کی مقررہ عمر میں اگر ایک
			دن بھی کم ہے تو اس کی قربانی نہیں۔
			الضمان سے مراد
			بھیڑ اور دنبہ کافق
			چھ ماہ بھیر بکری کی قربانی درست نہیں
			الجنین کا اطلاق
			حاملہ جانوروں کی قربانی جائز ہے
			الجنین کو بھی ذبح کرنا ہے
			الجنین اگر مردہ ہو تو اس کا کھانا حرام ہے
			ذبیحہ کے بعد الجنین کو کھانا
			طبیعت پر منحصر ہے
			قربانی کی کھال کا وہی حکم ہے
			جو اس کے گوشت کا
			حرم قربانی مدسہ مسجد انجمن طلبہ غیر
			طلبہ امیر غریب سب کو دے سکتے ہیں

۲۷۱	حرمیتِ مصاہرت کے بعد اشارہ کر ضروری ہے	۲۶۵	تفریق بین الزوجین کی ایک وجہ ہے
۲۷۲	شوہر ہٹا کر نہ کرے تو عورت قاضی سے تفریق کی درخواست کرے گی	=	عدم کفالت میں نکاح کرنا بھی ہے
=	حرمیتِ مصاہرت کے لئے دونوں کا اشتہاء ہونا ضروری ہے	=	بالغہ پر کسی کو ولایتِ اجبار نہیں
=	ضعیفہ فانیه کو شہوت سے چھوٹنے پر	=	غیر کفو میں اصلاً نکاح جائز نہیں
=	کیا حکم ہے؟	=	جو نکاح جائز و منعقد نہ ہو اسکے
=	جو مشتہاء ہو چکی وہ کبر سن کی وجہ سے	=	فسخ کی ضرورت نہیں
=	اس دائرہ سے نہیں نکل سکتی	=	غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر
۲۷۳	بارہ سال لڑکا عموماً مشہی ہوتا ہے	۲۶۷	اجتماع ہے
=	یورپ میں بارہ سال لڑکا عموماً	=	شرع شریف کا حکم تا قیام قیامت ہے گا
=	بالغ ہو جاتا ہے	۲۶۸	قریش قریش کا کفو ہے خواہ کوئی
=	حرمیتِ مصاہرت سونے جاگنے بھول	=	مندان ہو
=	چوک ہر طرح ثابت ہو جاتی ہے	=	انصار و مہاجر ایک دوسرے کے کفو ہیں
۲۷۴	رضاعی بھائی کے کسی بھائی سے رضاعی	=	عربی عربی کا اور عجمی عجمی کا کفو ہے
=	بہن کا نکاح نہیں ہو سکتا	=	عجمی عالم عربی کا کفو ہے
=	نسب کی وجہ سے جو نکاح حرام ہو	=	خاندان و قبائل تعارف کے لئے ہیں
=	رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہے	۲۶۹	شرافت و رذالت کی بنیاد خاندان نہیں
=	رضاعی بہن کی دوسری بہنیں	=	شرافت و ذلت میں عرف کا بھی اعتبار ہے
=	رضاعی بہن نہیں ہوتیں	=	عاقلہ بالغہ کا نکاح بے رضا اولی بھی
=	رضاعت دودھ پلانے والی اور دودھ	=	نافذ ہے
=	پینے والوں کے درمیان ہے	۲۷۱	سالی سے زنا پر حرمتِ مصاہرت نہیں
۲۷۵	ایک نکاح میں دو حقیقی بہنوں کی	=	زنا کا کفارہ چٹی تو بہ ہے
		=	سہاس کو لبشہوت چھوٹنے یا بوسہ
		=	لینے سے حرمتِ مصاہرت



۳۷۹	بے نمازی کسی شریف زادی کا کفو نہیں	۳۷۵	طرح دورضائی بہنوں کو بھی صحیح کرنا حرام ہے
=	ڈالر بھی مندرجہ بناتِ صالحین کا کفو نہیں	=	دورضائی بہنیں ایک نکاح میں صحیح
۳۸۲	خیار طلاق قبل از نکاح عبث ہے	=	ہو جائیں تو تفریق فرض ہے
=	طلاق تابع نکاح ہے	=	جو دو بہنوں کو صحیح کرے اس سے مقاطعہ واجب ہے
=	خیار طلاق کیلئے الفاظ صریح چاہئے	۳۷۶	نکاح میں باپ زیادہ اختیار بالغہ بیٹیوں کو ہے
=	نسبتِ طلاق بھی واضح ہونی چاہئے	=	باپ نے اگر غیر کفو میں یا غبن فاحش کے ساتھ
=	نکاح نامہ میں خیار طلاق نہیں ہونا چاہئے	=	نکاح کر دیا تو بیٹی کو فسخ کا اختیار نہیں
=	نکاح نامہ کا رواج بدعت ہے	=	مہر میں غبن فاحش فسخ نکاح کا سبب ہے
=	خیار طلاق اگر تحریری ہو تو بہتر ہے	=	ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ماں بھی
=	خیار طلاق عموم وقت کے ساتھ	=	نکاح نہیں کروا سکتی
=	عورت کے حق میں مفید ہے	۳۷۷	فاسق، صالحہ کا کفو نہیں
۳۸۳	بیوی کل نان و نفقہ ہر حال میں شوہر پر ہے	=	فاسق، صالحین کی فاسقہ بیٹی کا
=	(الاکہ وہ ناشزہ ہو جائے)	=	بھی کفو نہیں
=	کافروں کو بھی دھوکہ دینا حرام ہے	۳۷۸	نکاح صحیح کے بغیر حلالہ صحیح نہیں
=	بعد نکاح ایک بار جماع کرنا ضروری	=	حلالہ کیلئے شوہر ثانی سے مجامعت اسی
۳۸۵	حق زن ادا (ایک بار جماع) نہ کرنے پر	=	وقت مفید ہے جبکہ نکاح صحیح ہو
=	بیوی کو مطالبہ تفریق حاصل ہو جانا ہے	=	بے رضا ولی بالغہ اگر اپنی مرضی سے غیر کفو میں
۳۸۵	اگر برفضا طرفین سالوں سال میاں	=	نکاح کرے گی تو نکاح صحیح نہیں ہوگا
=	بیوی جدار میں تو کوئی حرج نہیں	۳۷۹	جس کی بد مذہبیت حد کفر تک پہنچ گئی
۳۸۶	چار ماہ سے زیادہ جدائی بے اذن زوجہ	=	ہو اسے صحیح کہنا کفر ہے۔
=	نہیں ہونی چاہئے	=	جو دیوبندی و مرزائی کو صحیح کہے
=	بے عذر چار ماہ تک ترک جماع جائز نہیں	=	اس پر توبہ اور تجدید ایمان سے
=	بیوی کو ماں کہنا جھوٹ اور گناہ ہے	=	وکالت موجودہ پیشہ کرنا والا شریف زادی کا کفو نہیں

۴۲۹	سے بھی ہو جاتی ہے	۳۸۷	شوہر کو باپ کہنا بھی جھوٹ ہے
	کثرت آبادی یا رزق کے خوف	=	بیوی کو ماں کہنے پر کوئی کفارہ نہیں
	سے ضبط تولید حرام ہے۔	=	مگر توبہ ہے
۴۳۰	ضبط تولید کی وجہ سے زنا کاری بڑھی	=	توبہ سے پہلے کچھ صدقہ کر دینا بہتر ہے
۴۳۱	بحالت عذر ضبط تولید کی اجازت	=	ظہار کیسے ثابت ہوتا ہے
۴۳۲	ادارہ شرعیہ بہار کی داغ بیل	=	بیوی کی طرف سے ظہار نہیں ہوتا
۴۳۳	دارالقضاء کے قیام کی تائید	۳۸۸	حمل کی اقل و اکثر مدت
	اکابر اہل سنت نے فرمائی	=	بے مقاربت زوجین چار سال کے
	مولانا عبید الرحمن پورنوی نے	=	بعد بھی جو بچہ پیدا ہو وہ اپنے باپ کا ہے
	کلیدی کام انجام دیا	=	جب تک نکاح صحیح موجود ہے
۴۳۱	<b>کتاب البیوع</b>	۳۸۹	مولود ولد حرام نہیں
	(خرید و فروخت کا بیان)	=	محافظت نسب میں حد درجہ مبالغہ
	نوا ایجاد اشیاء کا منافع رجسٹریشن	=	شرعیہ کو محبوب ہے
	کے ذریعہ محفوظ کیا جا سکتا ہے	۴۲۵	خون لینے دینے سے رشتہ نہیں بنتا
	مال کی طرح منافع کی بھی خرید و فروخت جائز ہے	۴۲۶	نسب اور رضاعت کے رشتے ایک ہیں
	جو رجسٹریشن قابل انتفاع ہو وہ	۴۲۷	فلموں میں منعقدہ نکاح منعقد ہیں
	مال کے حکم میں ہے	۴۲۸	فلمی منکوحہ عورتوں کا نکاح بغیر طلاق یا
	حق تصنیف کا رجسٹریشن (قانونی)	=	فسخ کے دوسرے نہیں ہو سکتا
۴۳۲	محافظت) جائز ہے۔	=	ہنسی، مذاق میں بھی نکاح و طلاق
	حق تصنیف کی خرید و فروخت جائز ہے	=	واقع ہو جاتی ہے
	جو کٹا میں مخرب اخلاق ہوں انکی	۴۲۸	طوائف کی بیٹی کسی کے لطف سے ہون
	خرید و فروخت یا اس کا رجسٹریشن جائز نہیں	=	اس کے زانی پر حرام ہے
		=	حرمت مصاہرت زنا بلکہ چھونے

۴۲۸	اسکی تلافی واجب ہے ایک مکان کی مختلف منزلیں مختلف خریداروں کے ہاتھ بیچنا جائز ہے	۴۲۳	جو نام کسی کمپنی وغیرہ کیلئے مختص ہو چکا ہو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں
=	فضا کی خرید و فروخت ائمہ حنفیہ کے نزدیک درست نہیں	=	معاشی مفاد گڈویل کی خرید و فروخت جائز ہے
=	جو مسئلہ منصوص نہ ہو اس میں عرف مصلحت کی وجہ مذہب غیر پر عمل درست ہے	۴۲۴	ٹریڈ مارک کو جتنی قیمت میں چاہے بیچ سکتا ہے
=	فضا کی بیع کی ایک صورت جو تثنائی منزل کا مالک ہو وہی	=	ضرر برداشت کرنے اور ضرر پہنچانے دونوں کی ممانعت ہے
=	زمین کا مالک ہوگا	۴۲۵	کسی کے سامان کی نقل اٹا کر اُسے نقصان پہنچانا جائز نہیں
=	جو اعلیٰ منزل کا مالک ہو وہ فضا کا مالک ہوگا	=	ریلوے وغیرہ کے ٹکٹوں کی نقل اٹا کر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے
=	تحتانی و فوقانی منزلوں کے مالکوں کو اپنے تحت فوق میں نقصان تصدقاً لہرنا کا اختیار نہیں	=	کمرسی نوٹ اور پاسپورٹ وغیرہ گورنمنٹی اثاثہ کی نقل اٹا کر حکومت اور عوام دونوں دھوکہ دینا
۴۲۹	لائسنس مال کے حکم میں ہے عمومی لائسنس کی خرید و فروخت جائز ہے	۴۲۶	جن کتابوں کی اشاعت محفوظ ہو انہیں کوئی دوسرا چھاپ نہیں سکتا
=	خصوصی لائسنس کی اپنے طور پر تغییر و تبدیل جائز نہیں	=	جن کتابوں کی اشاعت ممنوع ہے اسکی کاپی بھی ممنوع ہے
=	کاربندوق وغیرہ کا لائسنس بیچنا حساباً جائز نہیں	=	تفسیر حدیث کے مضامین اور مسائل میں پر کسی فرد واحد کا احبارہ نہیں
۴۵۰	پل وغیرہ کا ٹھیکہ لینا جائز ہے ٹھیکہ کے کاغذات کی بیع و شراہ	۴۲۷	دوسروں کی مصنوعات پر اپنا لیبل لگانا دھوکہ دہی اور حق تلفی ہے
=	بھی جائز ہے	=	حق تلفی سے صانع کا جو نقصان ہو

۲۵۳	ہی مقصود ہوں انکی بیع جائز ہے پھل کے بعض درخت گلدان بعض	۲۵۰	بعض حقوق کی بیع و شراء عموم بلوئی کی وجہ سے ہے
=	پھلدار ہو گئے اسکی بیع جائز ہے خریدار اگر درختوں کو نقصان پہنچائے	۲۵۱	معدوم اشیاء کی خرید و فروخت جمہور علماء کے نزدیک ناجائز ہے
=	تو تاوان دینا ہوگا اگر باغ مختلف نوع کے پھلوں پر مشتمل ہو	=	فاسد خرید و فروخت کے ساتھ نفع اٹھانا حرام ہے
۲۵۵	تو سب کی بیع بیک وقت ناجائز ہے سبزی اور ناقابل استعمال کیری کی بیع	=	بازار میں بکنے والے پھلوں کی نوعیت اور اس کا حکم
=	سبزی اور پودوں کی بیع و شراء کا حیلہ جہاں پودوں کو پورے موسم میں	=	تعامل و راج کا شرع میں اعتبار ہے نصوص شرعیہ کے بالمقابل تعامل
۲۵۷	زمین پر پڑے رہنے کا رواج ہو بعض درختوں کے استثناء کے ساتھ	=	کو پیش نہیں کیا جائے گا معدوم پھلوں کی بیع بیع معاومہ
۲۵۹	باغ کی بیع اجرت معدوم و مجہول کا فرق	=	یا بیع سنین ہے ہر تعامل شریعت کی اساس نہیں
=	اجرت معدوم کو معلوم بنانے کی صورت قفیز طمان کی وجہ ممانعت	=	جو تعامل نصوص کے خلاف ہو اسے چھوڑنا واجب بیع سلم کے جواز کیلئے چند شرطیں ہیں
۲۵۹	اجرت معدوم کیونکر درست ہے سریہ اور محنت کی شرکت کن صورتوں میں جائز	=	بیع سلم کو معدوم پھلوں کی بیع پر قیاس نہیں کر سکتے
=	عموماً سرمایہ دار عامل محنت شعار کا استحصال کرتا ہے	=	بیع و شراء میں تجاوز عن الشرع سے بیع فاسد ہو جاتی ہے
=	شرکت کی تجارت دونوں کے لئے نفع بخش ہوتی چاہئے	۲۵۲	درخت کے پھل جب تک قابل انفعاع نہ ہوں اسکی بیع و شراء جائز نہیں
=	بعض مزدوری عرف و عادت پر	=	جن درختوں اور پودوں کے پھول

۴۶۳	گوبر کی خرید و فروخت جائز نہیں		منحصر ہوتی ہے
۴۶۴	سور کا بال جو تاگانٹھے پھیلے جائز ہے	۴۵۹	ہندوستان میں دھان وغیرہ کی کٹائی پریم
=	سور کے بال کی تجارت حرام ہے		مزدوری معدوم ہوتی ہے
=	انسانی خون کے بیچنے سے جو آمدنی	۴۶۰	یورپ میں لوٹری بھی تمہارے حکم میں ہے
=	ہوئی وہ خبیث ہے	=	حزبی غیر مسلموں کے ساتھ عقد فاسد
۴۶۵	انسانی بالوں سے فائدہ اٹھانا	=	جو عقد دو مسلمانوں کے درمیان ممنوع
=	انسانی بالوں کی خرید و فروخت	=	ہے وہ کافروں کے ساتھ ممنوع نہیں
۴۶۶	جانوروں کے بالوں کو استعمال	=	لوٹری کا ٹکٹ خریدنا حرام ہے
=	کرنے میں حرج نہیں	=	یورپ میں لوٹری کے ذریعہ جو انعام
=	ٹائیلون کے بال بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں	=	ہے وہ مباح ہے۔
=	زیت زیت کے سامانوں کی تجارت جائز ہے	۴۶۱	مسلمانوں کا مال مالِ معصوم ہے
۴۶۷	<b>کتاب الذبائح</b>	=	بعض غیر مسلموں کا مال مالِ مباح ہے
=	(ذبیحہ کا بیان)	=	مالِ معصوم و مباح کے لین دین
۴۶۸	ذبح شرعی کی دو قسمیں ہیں	=	میں کمی بیشی ربی نہیں
=	ذبح اختیاری و اضطراری کی تعریف	۴۶۲	زندگی کا بیمہ جائز ہے جبکہ کسی
=	اہلی اور وحشی جانور	=	ناجائز شرط سے مشروط نہ ہو
۴۶۸	ذبح اختیاری کی شرطیں	=	جو رقم گورنمنٹ خود دیتی ہے اس کا لینا مباح
=	ذبح حلقوم کے کس حصہ میں ہونا چاہئے	۴۶۳	عند الضرورة خون کے ذریعہ علاج جائز ہے
=	کفار و مشرکین اور مرتدین کا ذبیحہ	=	خون کی بیج پر کوئی دلیل جواز نہیں
=	آجکل کے عام عیسائی و یہودی	=	کتاب سنت سے اس کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے
=	بد مذہب و بد دین ہیں	۴۶۴	بقدر حاجت خون کا خریدنا جائز ہے
۴۶۹	ذبح اختیاری و اضطراری میں خصوصی فرق		مگر بیچنا مکروہ تحریمی ہے
			گوبر سے کھا دینا جائز ہے

۴۶۹	عموماً عیسائی لوگ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت جبریل کے نام سے ذبح کرتے ہیں لہذا ان کا ذبیحہ حرام ہے	۴۶۹	بسم اللہ کبھی جانور پر کبھی آلا ذبح پر ضروری ہے
۴۷۰	حرام مرغیوں کے بچس پر حلال کا لیبیل ذابح کے ذہن و فکر میں لفظ اللہ ہونا ذبح کیلئے کافی نہیں	۴۷۰	شکار کن شرائط کے ساتھ حلال ہے
۴۷۱	ذبح کیوقت بجائے بسم اللہ الکر کے صرف اللہ الکر یا اللہ کہا جب بھی ذبیحہ صحیح ہے	۴۷۱	ناقل و مفتی کو اپنے مذہب پر فتویٰ دینا واجب ہے
۴۷۲	۹۹۹ مرغیوں کو اللہ کے نام پر ذبح کیا مگر ایک بغیر بسم اللہ کے، پھر ہزار مرغیوں کو ملا دیا، تو کسی کا کھانا حلال نہیں	۴۷۲	اکٹہ کے اختلافات جاننے کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ کرے
۴۷۳	بیہوش جانور کے جسم سے وقت ذبح کافی خون نکلا تو وہ حلال ہے	۴۷۳	ذبح سے پہلے جانوروں کو اذیت دیکر بیہوش کرنا حرام ہے
۴۷۴	جو اہلی جانور بجلی کا ہتھوڑا یا پستول کی گولی لگنے سے بے حس و حرکت ہو گیا اسکو ذبح کرنا غیر مفید ہے	۴۷۴	صحت ذبح کے لئے جانور کا زندہ ہونا ضروری ہے
۴۷۵	کتے گرم پانی میں مرغی کو ڈالنے سے اسکی نجاست گوشت میں سرایت کرتی ہے	۴۷۵	مشین کے اندر ذبح ہونے کی صلاحیت نہیں ذبح کیلئے یعقل التسمیہ کی بھی قید ہے
۴۷۶	عام مرغیاں ذبح کے بعد گرم پانی میں ڈالی جاتی ہیں	۴۷۶	صحت ذبح کے لئے ذابح اور معین ذابح دونوں پر بسم اللہ پڑھنا ہے
۴۷۷	بہتر یہ ہے کہ گرم پانی میں ڈالنے سے پہلے اسکی نجاست دور کر دی جائے	۴۷۷	ذابح اور معین ذابح میں سے کسی ایک نے بھی بسم اللہ نہیں کہا تو جانور حرام ہے
۴۷۸	حلقوم سے خون کے اثر کو زائل کر دینا بہتر ہے	۴۷۸	مشین ذبیحہ مردار و حرام ہے
۴۷۹		۴۷۹	مرد اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے جب بھی اس کا ذبیحہ مردار ہے
۴۸۰		۴۸۰	ذبح میں بسم اللہ کے ساتھ اگر کوئی اور نام ملائے تو ذبیحہ مردار ہے

## کتاب الحظر والاباحۃ (متفرق مسائل کا بیان)

جس انگوٹھی پر ایسم جلالت یا اسم رسالت ہو اس کے ساتھ بیت الخلاء جانا نہایت برا اور شرعاً اسات کے حکم میں ہے جس انگوٹھی یا لوٹ پر حرف ہتجا ہو اس کے ساتھ مکروہ ہے مطلقاً حروف کا ادب شرع کو محبوب ہے اخبارات کا استعمال دسترخوان کیلئے تکیہ یا ایسے رومال کا استعمال جس پر حروف کشیدہ ہوں مکروہ ہے جو تعویذ یا انگوٹھی غلاف میں پوشیدہ ہو اسکے ساتھ ٹولہٹ جانا جائز ہے ذات وصفات الہیہ پر حلف درست ہے قرآن عظیم (کلام الہی) صفت قدیمی، مدعی پر بتیہ اور مدعا علیہ پر حلف ہے اگر مدعا علیہ حلف لینے سے انکار کرے صدقہ نافلہ کی کوئی مقدار شرع نے متعین نہیں کی عام لوگوں کو میانہ روی کا حکم ہے جو عظمتوں کے اعتبار سے عظیم ہیں وہ جتنا چاہیں خرچ کریں ایک صحابی کا عبرتناک واقعہ

۵۲۰ بہتر صدقہ ہے جسے بعد آدمی محتاج نہ ہو  
= آدمی بخیل بنے نہ فضول خرچ  
= نام آدمی کے لئے خرچ کرنا بخیل سے زیادہ برا ہے  
۵۲۱ مردوں کو اپنے محرمات کے مصافحہ کی اجازت ہے  
= غیر محرمات کے مصافحہ کرنا جائز و بد انجام ہے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیر عورت کے کبھی مصافحہ نہیں فرمایا  
۵۲۲ کتابیہ یا مشرکہ عورتیں غیر محرمات ہیں  
= خالق عزوجل کی نافرمانی کر کے کسی کے رسم و رواج کا پاس نہیں کیا جائے گا  
= دین کے بنیادی مسائل کا سیکھنا مردوں کی طرح عورت پر بھی فرض ہے  
= بقدر استطاعت دین میں تفقہ کرنا ہر عورت پر فرض ہے  
۵۲۹ مجلس علمی میں کن شرطوں کے ساتھ عورتوں کو شریک ہونا چاہئے  
= ڈارھی بچہ (منفقہ) ڈارھی کا خاص حصہ ہے  
= زیر لب بالوں کو مونڈنا حرام ہے  
= رخسار یا حلقوم کے بالوں کو صاف کرنا جائز ہے  
= گودنا گودوانا یا گودنا حرام ہے  
= چہرہ کا بال اکھیرنے سے پرہیز کرے

۵۳۸	{ عالم دین کو توہین کے ارادہ سے { مولویہ کہنا کفر ہے	۵۳۲	{ ابرؤں کے بال مونڈنے سے بچے کہ حرام ہے سوناکا دانت لگوانا ترضیح مال ہے { جو حرام ہے
۵۳۹	{ ایک ہی آدمی پر بار بار تجدید ایمان و { نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے	۵۳۵	{ اپنی زریب وزینت کا اظہار غیر شوہر { پر جائز نہیں
۵۴۰	{ یہ ایک حدیث تیسواں ہے جس کا ثبوت { عیسائیوں کے پاس نہیں	۵۳۶	{ عورتوں کی آواز مطلقاً پردہ نہیں { آواز میں لطافت و نزاکت کا اظہار { ہو تو وہ آواز پردہ ہے
۵۴۱	{ کرسمس ڈے پر اربوں ڈالر کی شراب { اور آتشبازی خریدی اور بیچی جاتی ہے { جو بات کسی غیر قوم کا مذہبی یا قومی شعار { بن جائے اس بات مسلمانوں کو دوزخ لازم { کرسمس ڈے کے موقعہ پر جن چیزوں سے { عیسائی لوگ اپنے گھروں کو سجتے ہیں { ان اپنے گھروں کو سجانا حرام ہے { کرسمس ڈے کے موقعہ پر انہیں تحفہ دینا { یا ان سے لینا ممنوع ہے { کرسمس ڈے کی تعظیم و توقیر کفر ہے { مبارکبادیوں کا تبادلہ بھی ناجائز ہے { آتشبازی یوں بھی حرام ہے کرسمس { کے موقعہ پر اس کی حرمت المضاعف { ہو جاتی ہے	۵۳۷	{ عورت و مرد کے درمیان ضروری { باتیں ہو سکتی ہیں { البتہ دونوں کا دوبدو ہو کر بات { چیت منع ہے { حرام ہی کی طرح مقدمۃ الحرام بھی { حرام ہے { عورتوں کو غیر محرموں کے سامنے { نرم لہجہ میں بات نہیں کرنی چاہئے { ثانی اورہ کا رخ میں زمین و آسمان { سے زیادہ دوری ہے { اللہ تعالیٰ صانع کائنات ہے مگر { ثانی ہرگز نہیں { اللہ تعالیٰ کو ثانی کہنا کفر و جہالت ہے { کسی عالم دین کو مولویہ کہنا { اس کی توہین ہے
۵۴۲	{ نکاح کا اعلان لاؤڈ اسپیکر سے { بعض مصالح اور لاؤڈ اسپیکر	۵۳۸	{

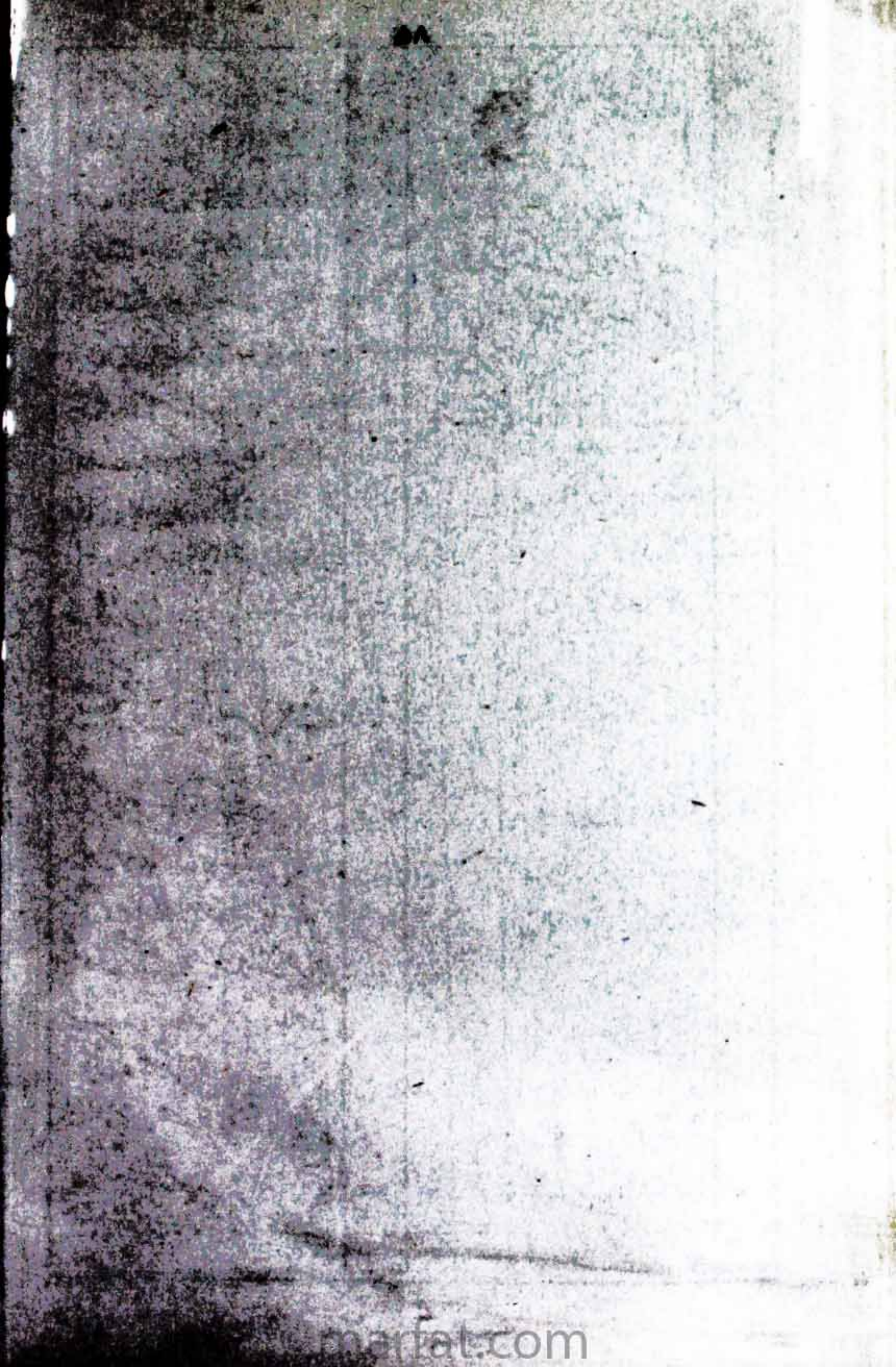


لاؤڈ اسپیکر پر گانوں کی شاعت  
اعلنوا میں حکم استجابی ہے  
دف دوسرے معارف کے ساتھ  
رشوت دینا لینا حرام ہے  
بحالت مجبوری رشوت دینا  
ملکی آئین کی رعایت کرنی ہوگی  
چھٹیوں کا مشاہرہ  
ادائے زکوٰۃ کی شرط  
رفاہی اداروں کو زکوٰۃ دینا  
اجنبی مرد و عورت کو ایک ساتھ دیکھنا  
حد قذف

## کتاب المیرات

زندگی میں جائداد کی تقسیم  
کس طرح ہونی چاہئے؟  
بیٹی کو بیٹا کے برابر حصہ ملنا چاہئے  
مجموعی ترکہ میں وصیت جاری نہیں ہوگی  
میت نے اگر ماں، شوہر، بیٹا اور  
بیٹی کو چھوڑا ہو  
ذوالفروض، عصبہ اور ذوی الارحام  
کی تعریفیں  
تکفین و تدفین کا ترتیب تقسیم ترکہ سے پہلے

ہر قسم کے قرض کی ادائیگی ترکہ کی  
تقسیم سے پہلے  
بیٹی کے ترکہ میں ماں کا حصہ  
بیوی کے ترکہ میں شوہر کا حصہ  
کسی اسلامی قانون سے اسلام  
متصادم نہیں ہوتا  
اسلام کا اپنا قانون وراثت ہے



# خُطْبَةُ الْكِتَابِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فِي عَيْنِ الْبَلَاءِ  
 وَأَكْرَمَنِي فِي نَفْسِ الْجَفَاءِ وَأَحْسَنَ بِي فِي  
 حَالَةِ الْعَنَاءِ وَوَفَّقَنِي عَلَى الشُّكْرِ فِي السَّرِّ وَالنَّجْوَى  
 وَجَعَلَنِي مِنْ مُتَابِعِي سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ  
 وَهَدَانِي إِلَى نَهْجِ الشَّرِيعَةِ الْبَيْضَاءِ وَمِنْ  
 مُقْتَضَى آثَارِ الْأَوْلِيَاءِ وَمُحِبِّي الْعُلَمَاءِ وَالصُّلَحَاءِ  
 وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى سَيِّدِ السَّالَاتِ كَافِعِ  
 الْبَلِيَّاتِ وَالْأَفَاتِ كَإِعْمَى الْخَيْرَاتِ وَالْحَسَنَاتِ  
 وَالْبَرَكَاتِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ شَفِيعِ الْمُدُنِينَ  
 إِمَامِ الْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَحَبِيبِنَا وَطَبِيبِنَا وَطَبِيبِ قُلُوبِنَا  
 وَشِفَائِنَا وَشِفَاءِ صُدُورِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ  
 حَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهَا  
 وَتَسْلِيمَاتُهُ أَكْمَلُهَا وَتَحِيَّاتُهُ أَجْمَلُهَا وَبَرَكَاتُهُ  
 أَنْوَمُهَا وَأَحْسَنُهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَى آلِهِمْ وَ

## اصحابہ اجمعین

وَعَلَىٰ أَيْمَّةِ أُمَّتِهِ وَفُجَّتْ هِدْيُ مِلَّتِهِ لِأَسِيمَا  
 إِمَامِ الْأَيْمَّةِ، كَاشِفِ الْغُمَّةِ، سِرَاجِ الْأُمَّةِ سَيِّدِنَا  
 أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانَ رَضِيَ عَنْهُ الرَّحْمَنُ، وَعَلَىٰ ابْنِهِ  
 الْأَكْرَمِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِيِّ  
 الْعَوْتِ الْأَعْظَمِ، وَعَلَىٰ عُلَمَاءِ شَرِيعَتِهِ وَفُقَهَاءِ  
 مِلَّتِهِ خُصُوصًا سَيِّدِ الْعُلَمَاءِ سَنَدِ الْأَثْقِيَاءِ نُورِ  
 الْأَصْفِيَاءِ إِمَامِ أَحْمَدُ رِضَا عَطَّرَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَرْقَدَهُ  
 الشَّرِيفُ بِعِطْرِ الرِّضَا وَعَلَىٰ مَنْ تَبِعَهُمْ إِلَىٰ يَوْمِ  
 الْجَزَاءِ، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَبِهِمْ وَلَهُمْ يَا أَرْحَمَ  
 الرَّاحِمِينَ أَمِينَ أَمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

(نوٹ) صاحب فتاویٰ یورپ استاذی محترم حضرت مفتی صاحب قبلہ  
 دام اقبال نے بہت پہلے یہ خطبہ مبارکہ املا کرایا تھا جس کو حصول برکت کے لئے  
 بطور خطبۃ الكتاب "فتاویٰ یورپ" کا سرنامہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

(مرتب)

# کتاب العقائد

## ایمان کا بیان

### انبیاء علیہم السلام کا ذکر الفاظ ذمیمہ کے ساتھ

۸۸۶ھ (شمس الضحیٰ خاں کیراٹ امام مسجد عابدین - بلجیم) ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء  
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قرآن پاک میں بعض منہیات کی نسبت بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کی طرف ہے مثلاً ذنب، عھسی، ظلم، ضلّ وغیراً۔ تو کیا آیات قرآنیہ کو سند بنا کر ان الفاظ ذمیمہ کیساتھ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ امید کہ مدلل جواب دیکر مشکور فرمائیں گے۔

### الجواب <sup>۸۸۶ھ</sup> هوالمجیب الوہاب

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَلَحَ الْجُودَ وَالْعَطَايَا. وَفَضَّلَ الْأَنْبِيَاءَ  
 عَلَى الْبَرَاهَا. وَأَعَصَمَهُمُ عَنِ الْمَعَاصِي وَالْخَطَايَا. آمَنَّا بِعَدْلِهِ!  
 آیات مقدسہ یا احادیث کریمہ میں جہاں جہاں الفاظ مذکورہ وغیرہ حضرات انبیاء کرام  
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معصوم شخصیتوں سے متعلق ہیں بس ان کو وہیں تک محدود  
 رکھنا واجب ہے۔ یعنی غیر تلاوت قرآن و احادیث خوانی میں کسی بھی نبی و رسول علیہم  
 السلام کی طرف ذنب و عھسی ظلم و ضلّ وغیرہ الفاظ ذم کی نسبت حرام و گناہ اور  
 لائق تعزیر و سزا ہے بلکہ علماء جمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت نے اسے کفر بتایا۔  
 اور اختلاف علماء سے بچنے کے لئے اس کے قائل پر تجدید ایمان و نکاح (اگر بیوی

رکھتا ہو، کا حکم لگایا جائے گا۔ ابن الحاج امام ابو عبد اللہ محمد المدخل ۱۵ میں فرماتے ہیں کہ۔

قَدْ قَالَ عُلَمَاءُنَا رَجَّهْمُ اللَّهُ  
تَعَالَى مَنْ قَالَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ  
وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
فِي غَيْرِ التَّلَاوَةِ وَالْحَدِيثِ  
أَنَّهُ عَصَى أَوْ خَالَفَ فَقَدْ  
كَفَرَ، نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ۔

ہم سے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلاوت  
یا حدیث کے علاوہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام  
میں سے کسی کا ذکر خیر ان کی لغزش یا نافرمانی  
کے ساتھ کرنا کفر ہے جس نے ایسا کیا اس  
نے کفر کیا۔

(نعوذ باللہ من ذلک)

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۹۸۵ھ

## نام نہاد تبلیغیوں کا چلہ اور درس

مسئلہ ۷۸۷ دانیال و شاگرد بخش ٹیلی فون 28675591-06 یکم ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ ”ہندوستانی تبلیغی جماعت“ کے حقائق و عقائد کیا ہیں؟ ان کے ساتھ تبلیغی دورہ کے لئے چلہ کے نام پر نکلنا یا ان کے درس میں حصہ لینا کیسا ہے؟ جواب باصواب سے نواز کر شکر کا موقع دیں۔

۷۸۷ جواب الی الصواب

ہندی تبلیغی جماعت وہابیہ دیوبندی کی معاون شاخ ہے جس کا محرک تھانہ بھون گاگرو اور بانی اس کا چیلہ مولوی الیاس کاندھلوی تھا، اس نام نہاد جماعت کا مقصد نماز، روزے کی اڑ میں وہابیت و دیوبندیت کا پرچار ہے۔ ان کے عقائد عقائد باطلہ ہیں۔ اسلامی عقائد کے بہت سے اجزاء میں وہ مخالف ہیں۔

اگر تفصیلی معلومات چاہئے تو علامہ ارشد القادری زید مجدہ کی مشہور تصنیف

”تبلیغی جماعت“ کا مطالعہ کیجئے، مذکورہ تبلیغی جماعت کے درس اور چلہ سے بچنا لازم

ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانظُرُوا عَمَّنْ  
تَاخُذُونِ دِينَكُمْ۔ وَاللَّهِ سَأَلِ اعْلَم

کتبہ عبدالواجد دکنادری ۹ بیچ الآخر ۱۳۲۲ھ  
اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

نوٹ: اس جواب کی تصدیق محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی نے فرمائی (مرتب)

## سنی کی تعریف

مسئلہ ۷۸۸ حاجی محمد ابراہیم عبدل صدر فیض الاسلام، دی ہیگ  
کیا فرماتے ہیں علمائے ربانی و مفتیان حقانی اس بارے میں کہ موجودہ زمانہ  
میں سنی سے کیا مراد ہے؟ اور سنی کی صحیح تعریف کیا ہے؟ کیونکہ مختلف فرقے اپنی  
اپنی سنیت کے دعویدار ہیں عوام کو یہ باور کرانا مشکل ہے کہ اصل سنی کون ہے  
لہذا تفصیلی جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں تاکہ آپ کے جواب کو ہم مختلف  
زبانوں میں شائع کر سکیں۔

۹۲۶ الجواب هو المجیب الوہاب

لفظ "سنی" اہلسنت وجماعت کا مخفف ہے جب مذہب کے تعلق سے یہ  
لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اہلسنت وجماعت ہی ہوتا ہے۔ اور اہلسنت و  
جماعت اُسے کہتے ہیں جو "مَا أَتَا عَلَيَّ وَأَصْحَابِي" کا مصداق ہو۔ زمان  
و مکان اور حالات کے اختلاف سے سنی کی تعریف مختلف ہوتی رہی ہے چنانچہ جب  
سبائیوں نے شیعوں کو جنم دیا تو شیعوں نے سنی اسلام ہونے کے باوجود اسلام کے  
فرائض و ارکان میں اختلافات کرنے لگے۔ ان کے بعض معتقدات و نظریات بھی  
یکسر بدل گئے۔ حضرت سیدنا شیر خدا مولیٰ علی کریم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین سیدنا  
صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دینے لگے۔ بلکہ  
ان حضرات کی شان اقدس میں تبرابازی کرنے پر اتر آئے، تو اس زمانہ خیر القرون  
سے طح خیر ازمنہ میں سنیوں کے لئے صرف "مَا أَتَا عَلَيَّ وَأَصْحَابِي"

ہی کا مصداق ہونا کافی نہ ہوا۔ بلکہ ائمہ و مجتہدین خصوصاً امام الائمہ کاشف الغمہ  
سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم نے "مَا أَنَا عَلَيَّ  
وَاصْحَابِي" کے ساتھ "تَفَضَّلُ الشَّيْخَيْنِ عَلَى الْخَتْنَيْنِ" یعنی  
سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت سیدنا  
عثمان غنی اور حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل و برتر ماننا بھی  
اہلسنت و جماعت کی پہچان اور شعار قرار دیا.....

شیعوں کے بعد نئے فرقے جنم لیتے رہے مثلاً رافضی، ناصبی، سارجمی،  
زیدی اور معتزلی وغیرہم تو ان کے نظریات و معتقدات سے سنیوں کو ممتاز کرنے کے  
لئے سنی کی تعریف میں بھی حسب ضرورت امتیاز تبدیلی ہوتی رہی، آخر الذکر فرقہ  
(معتزلی) نے تو انتہا ہی کر دی کہ شاید باید ہی اشاعرہ و ماتریدیہ کا کوئی ایسا عقیدہ  
و نظریہ ہو جس سے اس نے اختلاف نہ کیا ہو۔ لیکن علماء متکلمین نے انھیں ایسا  
سبق سکھایا کہ آج سطح زمین پر معتزلی نام کا کوئی مدعی اسلام فرقہ موجود نہیں ہے  
ہاں اس کے بعض نظریات کو اب تک بعض فرق باطلہ پروان چڑھانے کی سعی لاجہل  
کر رہے ہیں۔ مثلاً معتزلیوں کا یہ نظریہ تھا کہ زندوں کی دعائیں اور ان کی طرف سے  
صدقہ و خیرات مردوں کے لئے کچھ بھی نفع بخش نہیں تو ان کے مقابلے میں حضرات ائمہ  
و مجتہدین رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم نے ایصالِ ثواب کو نہ صرف جائز قرار دیا  
بلکہ اسے سنیوں کا طریقہ و شعار بتایا۔ امام اعظم سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی مشہور و معروف کتاب "فقہ اکبر" کی شرح عقائد میں ہے۔

إِنَّ دُعَاءَ الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ وَ  
صَدَقَتُهُمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَهُمْ  
خِلَافًا لِلْمُعْتَزَلِيَّةِ وَالْأَصْلُ فِي  
ذَلِكَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ  
الْإِنْسَانَ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ  
زندوں کی دعائیں اور ان کی طرف سے صدقہ و خیرات  
مردوں کے لئے نفع بخش ہیں۔ اس امر میں  
معتزلہ خلاف ہیں اور اہلسنت کے نزدیک  
دراصل بات یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال صالحہ  
مثلاً نماز، روزہ، حج و صدقات وغیرہ کا ثواب



عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا  
 أَوْ حَجًّا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا  
 وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ  
 يَجُوزُ ذَلِكَ ثَوَابَهُ إِلَى الْمَيِّتِ ۱۱

دوسرے اہل ایمان کو پہنچانا مشروع ہے  
 امام الأئمہ سیدنا ابو حنیفہ اپنے اصحاب رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم کے ساتھ ایصالِ ثواب کے جواز  
 کے قائل ہیں۔ ۱۱

اسی طرح تیرہویں صدی ہجری کے اخیر میں اور چودھویں صدی ہجری کے  
 شروع میں باطل فرقوں نے نئے نئے معتقدات کے ساتھ سراٹھایا تو برصغیر کے علماء  
 کے علاوہ حرمین محترمین اور حج کے مبارک موقع سے آئے ہوئے اکنافِ عالم کے  
 اعظم علماء کرام و مفتیانِ عظام کی تلواریں ان کے حلقوم کا ہار بن گئیں۔ اور اب سنی کی  
 تعریف "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" کا مصداق ہونا۔ تفضل شیخین کا معتقد ہونا  
 یا ایصالِ ثواب کا قائل ہونا ہی نہ رہی، بلکہ ان سب باتوں کے ساتھ اس امر کا بھی اضافہ  
 ہو گیا کہ ان باطل فرقوں کے اقوالِ کفریہ خبیثہ پر اطلاع ہو جانے کے بعد انہیں کافر اور  
 دین اسلام سے خارج جاننا، ان کے ساتھ اسلامی اخوت و مراعات کو یکسر ختم کر دینا  
 سنی ہونے کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ "حُسامُ الْحَرَمَيْنِ عَلِيٌّ مَنْحَدِرِ  
 الْكُفْرِ وَالْمَيْتِ" کے ص ۲۲ میں ہے۔

إِنَّ غُلَامَ أَحْمَدَ الْقَادِيَانِيَّ وَرَشِيدَ  
 أَحْمَدَ وَمَنْ تَبِعَهُ كَخَلِيلِ الْأَنْبِيَاءِ  
 وَاشْرَفُ عَلِيٍّ وَغَيْرُهُمْ لَا شُبُهَةَ  
 فِي كُفْرِهِمْ بِالْجَمَالِ بَلْ لَا  
 شُبُهَةَ فِي شَتِّ بَلِّ فِي مَنْ  
 تَوَقَّفَ فِي كُفْرِهِمْ بِجَمَالِ مَنْ  
 الْأَحْوَالِ

کہ غلام احمد قادیانی، رشید احمد (گنگوہی) اور  
 جو بھی ان کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھوسی  
 اور اشرف علی وغیرہم لا شبہہ ان کے کفر میں  
 کوئی شبہہ نہیں نہ شک کی مجال۔ بلکہ جو ان کے  
 احوال کو جان کر ان کے کفر میں شک کرے  
 بلکہ انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے  
 کفر میں شبہہ نہیں۔ ۵۱

اور اب ہمارے زمانے میں کچھ لوگوں نے تبلیغ دین کے نام بد عقیدگی کا پرچار  
 شروع کیا ہے اور کچھ لوگوں نے اصلاحِ امت اور اتحادِ ملت کے نام پر باطل فرقہ

کے لیڈروں کو اتحاد کی دعوت دی ہے اور اس صلح کلیت پر گٹھ جوڑ کرنے چلے ہیں کہ اب ہم ایک دوسرے پر تکفیر و تفسیق کے فتوے نہیں لگائیں گے۔ نیز ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔

یہ فرقہ ہائے متنوعہ جدیدہ جسے جدید و باہریت، الیاسیت، طاہریت یا صلح کلیت وغیرہ کا نام دیا جاسکتا ہے مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک اور مہلک ایمان ہے ایسے لوگوں کے لئے قرآن پاک فرما چکا "وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُمْ مِنْهُمْ" کہ تم میں سے جن لوگوں نے مخالفین کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ انہیں میں سے ہیں۔

مذکورہ بالا مختصر وضاحت کی روشنی میں آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہوا کہ سنی مسلمان وہ ہے جو "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" کا مصداق ہو۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی افضلیت کا حسب ترتیب خلافت معتقد و قائل ہو، صحابہ کرام کا ذکر بھلائی کے سوا نہ کرتا ہو۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد ہو۔ باطل مذاہب والوں اور بد عقیدوں کے ساتھ دینی راہ و رسم نہ رکھتا ہو۔ حسام الحرمین کی تشبیحات کے مطابق گمراہ فرقوں کے لیڈروں کو کافر جہنمی اور دائرہ اسلام سے خارج جانتا ہو اور اپنے اسلاف کے مسلک کا پیرو کار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۱۹۹۳ء

نادم الافناء، جامعہ مدینۃ الاسلام، دی ہریگ

## شک و کفر کے فتویٰ میں تعجیل نہیں چاہیے

مسئلہ ۸۹ احلاق احمد MERDTON ST-29-1056-A-DAM

۱۵ ماہ رجب ۱۴۲۳ھ

علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ آستانہ غوثیہ ضلع جہلم پاکستان نے ایک وظیفہ نامہ بنام "فیضانِ قلندر" شائع کیا جس پر مفتی محمود حسین صاحب شائق قریشی نے شرعی فتویٰ جاری کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ فیضانِ قلندر کو ترتیب دینے

والے نے صریح اور جلی شکر کا ارتکاب کیا ہے۔ مفتی صاحب موصوف کے اس شرعی حکم کے بعد اشتہار مذکور "فیضانِ قلندر" کے مرتب پیر محمد ظہور بادشاہ آستانہ غوثیہ گلشن بغداد تحصیل سوہا ضلع جہلم نے اپنی یہ تحریر شائع کی اور لوگوں کے سامنے زبانی بھی ان باتوں کا اظہار کیا کہ۔ "طریقہ خواجگان کے اندر جو عبارت قلم بند کی گئی ہے اور تصوف کی روشنی میں یہ وظیفہ ترتیب دیا گیا ہے اس کا تعلق اہل تصوف کے ساتھ ہے۔ اسلئے اُسے قرآن کریم میں تحریف نہ سمجھا جائے۔ نیز اشتہار مذکور میں کچھ الفاظ مثلاً بحق یا واسطے" سہوارہ گئے ہیں اور کچھ علامتیں کاتب کی نذر ہو گئی ہیں جنہیں سامنے رکھتے ہوئے تعلیمات تصوف کی روشنی میں دیکھا جائے۔ جبکہ میں بفضل اللہ تعالیٰ اس کے تمام صفات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور تمام ضروریات دین پر مکمل اعتقاد و ایمان رکھتا ہوں۔ نیز اس تمام کثابت کے سہو پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ فیضانِ قلندر کی ایک کاپی اور حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ حاضر خدمت ہے ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے حکم شرع سے آگاہ کیا جائے، نیز یہ بتایا جائے کہ مفتی صاحب کا فتویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

۶۸۶ الجواب بعون المجیب الوہاب

کتاب و خطاب اور سریر و تقریر میں فوقیت و اہمیت خطاب و تقریر کو ہوتی ہے۔ ویسے کتاب و تحریر بھی عند الحاکم حکماً خطاب و تقریر کی طرح ہے جس کی تصریحات کتب فقہیہ میں موجود ہے مثلاً القلم احدٌ للسانین، والکتابُ كالخطاب، بشرطیکہ بوقت ضرورت اس سے متعلق کاتب کا اقرار یا شہادت کافی موجود ہو۔ اور جن امور میں اقرار یا شہادت درکار ہے انہیں پایہ تحقیق تک پہنچنے سے پہلے ان پر حکم شرع کا صدور و نفاذ منصب قضا، اور وقار عدالت کے خلاف ہے۔ ہاں منصب افتاء، اس قید سے یکگونہ بالاتر ہے کہ تفتیش حال اور واقعہ کے ماں تک پہنچنے کی ذمہ داری مفتی یا ناقل پر نہیں بلکہ وہ نفس سوال کا جواب دہ ہونا

ہے۔ پھر بھی احتیاط کا تقاضا ہے کہ جواب سے پہلے سوالنامہ کو مختلف پہلوؤں سے سمجھنے کی کوشش کرے۔ بلکہ اگر مفتی و ناقل ضرورت محسوس کرے تو سائل اور ممکن ہو تو مسؤل سے بھی سوالنامہ سے متعلق وضاحت طلب کرے اور جب تک سوال پوری طرح سمجھ میں نہ آجائے اِيَّاكَ وَمَا يُعْتَدُ مِنْهُ (مستدرک للمآکم) کے مطابق جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لے۔ خاص کر جب سوال کا تعلق کسی مسلمان کی تکفیر و تفسیق سے ہو۔ کیونکہ اس میں ذرا سی غفلت کی وجہ سے حکم کا نشانہ برعکس بھی لگ سکتا ہے۔

تکفیر و تفسیق سے متعلق اگر کلام مؤول ہے تو حتی الامکان اس کی تاویل کرے (ہاں کلام صریح میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی) اگر ایک کلام میں درجنوں بلکہ سیکڑوں شقیں تکفیر و تفسیق کی نکلتی ہوں اور اس کی صرف ایک شق اسلام کی طرف جاتی ہو تو "ظَنَّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا" کے تحت اُس ایک شق کا اعتبار کرتے ہوئے اُس مسلمان کو کفر و شرک اور ضلال (گمراہی) کی کھائیوں میں گرنے سے بچائیں گے اور اس پر اسلام کا حکم دیں گے۔ "الْاِسْلَامُ يَعْلُوْا وَلَا يُعْلَىٰ"

ردالمحتار وغیرہ کتب فتاویٰ میں ہے اِنَّ فِيْ مَسْئَلَةٍ اِذَا كَانَ وُجُوْهُ تُوْجِبُ التَّكْفِيْرَ وَوَجْهٌ وَّاحِدٌ يَّمْنَعُ التَّكْفِيْرَ فَعَلَى الْمَفْتِي اَنْ يَّمِيْلَ اِلَى الَّذِي يَّمْنَعُ التَّكْفِيْرَ تَحْسِيْنًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ۔ پھر یہ بھی بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہرزبان کا اپنا اپنا انداز تحریر اور اس کے رموز و اوقاف ہوتے ہیں کہ اگر پڑھنے میں اس کی رعایت نہیں کی گئی تو مفہوم کے خلط ملط ہو جانے کا اندیشہ قوی ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی محرر و منکلم کی منشاء کے خلاف و برعکس مطلب نکل سکتا ہے۔۔۔۔۔ مثلاً تران پاک میں "وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ اِلَّا اللّٰهُ ۝ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ" اس آیت کریمہ میں اگر اسم جلال (اللّٰهُ) اور رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کے درمیان وقف لازم کا لحاظ نہ کیا جائے تو مستثنیٰ منہ میں علماء، راسخین بھی آجائیں گے اور یہ منشاء قرآنی کے خلاف ہے اسی طرح اگر اردو رسم الخط میں بتِ کامل (۔) کی

نشانی ہو اور پڑھنے والا اس کا لحاظ نہ کرے تو اس کا معنی و مفہوم کچھ کا کچھ ہو سکتا ہے مثلاً کسی کتاب کا یہ تحریری جملہ (روکومت جانے دو) کو مخالفتِ تاکیدِ اور اجازتِ تاکیدِ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے لیکن جب کتاب نے روکومت کے بعد بتِ کامل (-) لگا دیا تو اب اس جملہ کو صرف تاکیدِ اجازت ہی کے معنی میں پڑھا اور سمجھا جائے گا، اور اگر کوئی اس جملہ میں بتِ کامل (-) کا لحاظ نہ کرے تو وہ منشاءِ کتاب کے خلاف و برعکس ہوگا۔

”فیضانِ قلندر“ نامی وظیفہ نامہ میں تین مقامات پر بتِ کامل کی علامت موجود ہے لیکن فاضل مفتی صاحب، مدظلہ نے اس کا لحاظ نہیں فرمایا اور اشتباہی مقامات سے متعلق ”وظیفہ نامہ“ کے مرتبے و وضاحت بھی طلب نہیں فرمائی اور شرعی فتویٰ کی صورت میں شرکِ جلی و شرکِ صریح اور منال و مضل کا حکم صادر فرما دیا۔ استحضاراً حضرت مفتی صاحب کو تحقیق کرنی چاہئے تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ فتویٰ عجلت میں صادر ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب حضرت مفتی صاحب کی گرفت اور ان کی طرف سے نافذ شدہ شرعی حکم کا علم جناب مرتب صاحب کو ہوا تو انہوں نے برملا اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا کہ ”کہیں وظیفہ نامہ میں“ بحق اور کہیں بواسطے، کے الفاظ رہ گئے ہیں اور یہ کہ اشتہار مذکور کی کتابت میں بعضے مقامات پر کتاب صاحب سے بھی سہو واقع ہوا ہے.... پھر مخلص مرتب نے اپنی غلطیوں کے علاوہ کتاب کی طرف سے بھی وقوع سہو پر اپنی توبہ کا تحریری اعلانیہ (مطبوعہ) شائع کیا جو اشتہارِ خطا، کے حسبِ حال ہے۔ مرتب صاحب اپنی اس توبہ میں نہایت مخلص معلوم ہوتے ہیں۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ جو رحمن و توّاب ہے اپنے حبیبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل انکی توبہ قبول فرمائے اور آئندہ کے لئے انہیں جادہ حق پر مستقیم رکھے۔ آمین۔

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ مَنْ لَمْ يَلَاذَنْبَ لَهُ كَمَا مَطَابِقُ تَوْبَةٍ كَبْدِ  
 اُن پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں۔ البتہ فیضانِ قلندر کے مرتب کو از رہِ دینی خیر خواہی یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ کسی ایسے وظیفہ و اعمال یا کسی ایسے مضمون پر شامل اشتہار

و کنا بچہ ترتیب نہ دیں۔ جن سے ایمان و عقیدہ اسلام کے خلاف معنی کا ایہام ہو یا مسلمانوں کی صالح سماعت پر وہ گراں گزرتے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا اِيَّاكَ وَمَا لَيْسَ وَالْاٰذْنَ "دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔ اَحَدَثَ النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ (لوگوں سے وہی باتیں کرو جو ان کے لئے معروف ہوں) اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے "مَجْرَدًا اِيْهَامُ الْمَعْنَى الْمَحَالِ كَافٍ فِي الْمَنْعِ" یعنی ممانعت کے لئے صرف محال معنی کا ایہام ہی کافی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تصوف و معرفت یا طریقت و حقیقت۔ شریعتِ مطہرہ سے مغائرت و مخالفت نہیں رکھتیں بلکہ شریعتِ طاہرہ بجز اسلام ہے اور طریقت و معرفت وغیرہا اسکی معاون و پاکیزہ نہریں۔ جو سمندر کے بغیر بے معنی ہیں۔

واللہ تبارک و تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ عن ادم الافشاء  
مجلس علماء نیدرلینڈ۔ ۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ ۲۵ اگست ۲۰۰۱ء

## دیباچہ اور اس کی افشاہ کی ممانعت

مسئلہ ۹۰۔ محمد رستم الفتادری۔ غیاث پور۔ بہار۔ انڈیا۔  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ انڈیا کے درہنگ ضلع میں ایک بستی غیاث پور نامی واقع ہے۔ یہ بستی دو محلوں میں منقسم ہے اور دونوں محلوں میں ایک ایک مسجد ہے۔ دونوں مسجدوں کے درمیان پاؤں پیدل چلنے میں دس منٹ کا فاصلہ ہے ان میں سے ایک جامع مسجد کہلاتی ہے مگر جامع مسجد والے محلہ کے تمام لوگ دیوبندی وہابی عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور جس محلہ میں چھوٹی مسجد ہے اس محلہ کے تمام لوگ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ جمعہ کی نماز دونوں مسجدوں میں ہوتی ہے صرف عید اور بقر عید کی نمازیں مشترکہ طور پر سبھی لوگ جامع مسجد میں پڑھتے ہیں اور جامع مسجد کے امام دیوبندی ہیں۔ کیا ایسی صورت

میں اس دیوبندی کے پیچھے سنیوں کی نماز عیدین ہو جائے گی؟ یا سنی حضرات اپنی بھولی مسجد میں نماز پنجگانہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھا کریں؟ جلد جواب عنایت فرمائیں۔

## ۱۷۶ جواب اللہمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ خبیثہ کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ کافرو بے دین اور مستحق عذاب الیم ہیں۔ ان کی اقتداء حرام نہایت بد انجام ہے اگر اسکی تفصیل دیکھیں ہو تو حَسَامُ الْحَرَمَيْنِ، الصَّوَارِمُ الْهِنْدِيَّةِ، فتاویٰ علماء عالم وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں، مسلمانوں نے جو بھی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی ہوں ان سب نمازوں کا پھر سے پڑھنا لازم و ضروری ہے۔ فتح القدیر نے ہمارے ائمہ ثلاثہ سے نقل کیا "لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ خَلْفَ أَهْلِ الْهَوَاِ۔" مذکورہ آبادی جبکہ گاؤں ہے اور اس آبادی پر مصر یا فنائے مصر یا پرگنہ و تحصیل وغیرہ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے (اگرچہ وہ دارالاسلام میں واقع ہو) تو وہاں جمعہ و اعیاد کا قیام از روئے حدیث شریف جائز نہیں۔

لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَصَلَاةَ  
فَطِيرٍ وَلَا أَصْحَىٰ إِلَّا فِي مِصْرٍ  
جَامِعِ أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ۔  
تشریح نہ نماز عید و بقر عید۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

فقہ کی درجنوں کتب متون و شروح میں صحت جمعہ و عیدین کے لئے مصر یا فنائے مصر کا ہونا شرط لکھا ہے کما فی تنویر الابصار والدر المختار والترد المختار وغیرہا، "یشترط لصحتها المصر او فنائہ" ہاں اگر غیاث پور پر مصر یا فنائے مصر یا پرگنہ وغیرہ کی تعریف صادق آتی ہو تو وہاں جمعہ فرض ہے اور اگر شہر کی تعریف صادق نہ آتی ہو تو وہاں بجائے جمعہ کے ظہر ہی فرض ہے۔ پھر اہل غیاث پور کو اس تکلیف میں بھی مبتلا نہیں کیا جاسکتا

کہ وہ جمعہ و عیدین کی ادائیگی کے لئے قریب و بعید شہروں کا رخ کریں البتہ اگر کوئی گاؤں کا رہنے والا شہر میں موجود ہو اور جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی اور عیدین پڑھ لے تو آثم نہیں ہوگا۔

پھر بھی غیاث پور کے سنی باشندگان کو استحضاراً مشورہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر قریب میں کوئی ایسی آبادی ہو جہاں جمعہ و اعیاد کا قیام جائز ہے اور وہاں کوئی سنی صحیح العقیدہ صالح امامت شخص نماز پڑھا اٹا ہو تو وہاں کی جماعت میں شریک ہو کر تکثیر جماعت کا سبب بن سکتے ہیں۔

اہل غیاث پور کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ کسی بھی بد عقیدہ کی اقتداء میں اپنی نمازوں کو بربادی سے بچائیں اور اپنے عقیدہ کی حفاظت کریں۔ اب تک جو نمازیں انجانے میں پڑھ لی گئی ہیں ان سب کو لوٹا کر بارگاہِ احدیت میں توبہ و استغفار کریں۔ نماز عیدین کی قضا نہیں اور وہ بھی جبکہ کسی گاؤں میں پڑھی گئی ہو، وہ ایک فعل عبث تھا جس کی بلا میں گرفتار ہوا۔ البتہ بد مذہب کی اقتداء کرنے کے سبب وہ سب سخت گنہگار ہوئے تو یہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء مجلس علماء نیدرلینڈ

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ ۱۳ جولائی ۲۰۰۱ء

## مرزائی کے کفر میں تاثر کرنا

مسئلہ ۷۹ (مولانا) محمد فارس مقیم امام مسجد المدینہ دی ہیگ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سنی مسلمان قادیانی عقائد سے باخبر ہونے کے باوجود کسی مرزائی قادیانی کو کافر جلنے یا عند السؤال کافر کہنے میں تاثر کرے اسکے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ برائے مہربانی جواب سے نوازیں بیٹو اور توجروا۔

۷۸۶ الجواب بعون المجیب الوهاب هو الهادی الی الصواب والیہ المرجع والمآب



مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے متبعین خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی۔ اپنے عقائد کفریہ، خمیشہ، بدعتیہ، باطلہ کی وجہ سے جمہور علماء اسلام کے نزدیک کافر و مرتد اور جہنمی ہیں (تفصیلی معلومات کے لئے فقیر غفران کا رسالہ "قادیانی دھرم" اردو اور ڈچ زبانوں میں مطالعہ کریں)

شفاء شریف، فتاویٰ بزازیہ، اور فتاویٰ خیریرہ وغیرہ میں ہے "أَجْمَعَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ شَأْنَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِرٌ وَمِنْ شَكِّ فِي عَذَابِهِ وَكَفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ بِهِ كَمَا تَمَّ أَهْلُ اسْلَامٍ كَمَا اس بات پر اجماع ہے کہ جو بھی شان رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں توہین و تفتیس کرے وہ ایسا کافر ہے کہ جو بھی اس کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

پس جو شخص مرزائی و قادیانی کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر اسے کافر و جہنمی جاننے میں ذرہ برابر شک کرتے یا عند السؤال انہیں کافر و جہنمی کہنے میں تاامل (سوچ بچار) کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج اور مرزائی و قادیانی کا ہی ہم نوالہ و ہم پیالہ ہے کما فی فتاویٰ الحرمین سماہا حسام الحرمین و توارم الہندیہ و فی فتاویٰ العلماء العالم وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ قائم الافشاء جامعہ مدنیۃ الاسلام دی بگینہ بالینڈ

۱۱۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

## سُننی حنفی کہلانے کی تحقیق

مسئلہ ۷۹۲ بوساطت مبلغ اسلام مولانا سید سعادت علی صاحب قبلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ کسی مسلمان اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اور کسی مسلمان اپنے آپ کو سنی حنفی، سنی

شافعی وغیرہا کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ لفظ مسلمان کے ساتھ سُنی یا حنفی کی قید نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ گرامی سے ہے یا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ اقدس سے یا یہ بعد کے محدث میں سے ہے؟ اگر یہ لفظ (سنی) قرونِ ثلاثہ کے بعد حادث ہوا تو ان حضرات کا ایمان و عقیدہ کیا تھا جو اس لفظ کے ایجاد ہونے سے پہلے اس دنیا سے پردہ فرما چکے؟ مستفتیان ارکانِ فیض الاسلام و القادری اسلامک سنٹر ورلڈ اسلامک مشن ہرشل سٹراٹ و اشاعت الاسلام دی ہیگ

۷۸۶  
۹۲ الجواد بعون الملك الوهاب

دین اسلام دینِ قدیم و قویم ہے لقولہ تبارک و تعالیٰ ذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ اور یہی دین خداوند کریم کی بارگاہ میں ادیانِ عالم سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ لقولہ تبارک و تعالیٰ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ جس کے ماننے والوں اور پیروی کرنے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہے اور یہ نام بھی دین اسلام کی طرح قدیم ہے۔ قَالَ تَعَالَى عَزَّوَجَلَّ سَمَّكُمْ الْمُسْلِمِينَ "امت مطلقہ کا نام مسلمان رکھا گیا۔ لیکن جب امت میں فرقوں نے جنم لیا اور نئے نئے عقیدوں کا ظہور ہونے لگا اور مسلمان کہلانے والوں میں اہل حق کی تیز مشکل ہونے لگی تو دین اسلام یا دین حنیف (حنیفًا مسلمًا) پر پامردی کے ساتھ گامزن رہنے والوں کو علماء ربانیین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اہلسنت و جماعت کا نام دیا جیسا کہ صدر الشریعہ حضرت عبداللہ ابن مسعود قدس سرہ نے فرمایا کہ "امت مطلقہ سے مراد اہلسنت و جماعت ہیں اور یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریقہ پر ہیں۔

(توضیح ص ۵۱ میں ہے۔)

وَالْمُرَادُ بِالْاُمَّةِ الْمُطْلَقَةِ اُمَّتٍ مُّطْلَقَةٍ سَمَّ مَرَادِ اَهْلِ بَدْعَتٍ نَهَبِيں

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَهُمْ  
الَّذِينَ طَرِيقَتُهُمْ طَرِيقَةُ  
الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ  
دُونَ أَهْلِ الْبِدْعِ --- اه

بلکہ اہلسنت وجماعت ہیں۔ اور یہی لوگ  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے  
صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریقہ  
پر گامزن ہیں۔

اور محقق زماں حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ ص ۲۰۴ شرح  
مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

الْمُرَادُ هُمْ الْمُهْتَدُونَ وَنَالِمَتَسِكُونَ  
بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ  
مَنْ بَعْدِي فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ  
أَنَّ هُمْ هُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ  
وَالْجَمَاعَةِ۔ اه

”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ سے مراد وہ لوگ  
ہیں جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طریقہ  
پر گامزن اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
کے طریقہ مرضیہ کے پیروکار ہیں اور بے شک  
و شبہ وہی لوگ اہلسنت وجماعت ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ دعویٰ مسلمان کرنے والوں میں اہل حق اور ممتاز و متمیز  
جماعت اہلسنت کی ہے جسے فرقہ ناجیہ بھی کہا جاتا ہے اور اسی اہلسنت وجماعت  
کا مخفف نام ”سنتی“ ہے یعنی سنتی کہہ کر اہلسنت وجماعت مراد لیا جاتا ہے۔ یا سنتی  
کہہ کر اہل حق مسلمان مراد لیا جاتا ہے کیونکہ لفظ ”سنتی“ اور ”مسلمان“ میں کوئی مغایرت  
اصطلاحی نہیں ہے جو اہل حق مسلمان ہے وہی سنتی ہے اور جو سنتی ہے وہی مسلمان ہے  
اب رہا سنتی حنفی، سنتی شافعی، سنتی مالکی اور سنتی حنبلی کہنا یا کہلانا۔ تو یہ اسماء  
اگرچہ حادث ہیں لیکن ان کے مذاہب اعتقاد قدیم ہیں اور یہ اختلاف اسماء (حنفی  
شافعی وغیرہما) اختلاف عمل کی وجہ سے ہے اختلاف عقیدہ و نظریہ کی وجہ سے نہیں۔  
کیونکہ ان چاروں کے عقیدہ و نظریات ایک ہیں اور بے تفریق اسماء سب پر اہلسنت  
وجماعت کا اطلاق صحیح ہے۔ طحاوی علی الدرر میں ہے۔

هَذِهِ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَّةُ قَدْ  
اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِي مَذَاهِبِ  
فرقہ ناجیہ (اہلسنت وجماعت) اس زمانہ میں  
مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی اور

مذہب حنبلی (ائمہ مذاہب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں  
میں دائر ہے اور جو بھی اس دور میں ان  
مذاہب سے الگ تھلگ ہو جائے  
وہی اصل میں بدعتی اور جہنمی  
ہے۔

أَرْبَعَةٌ وَهُمْ الْحَنْفِيُّونَ  
وَالْمَالِكِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّونَ  
وَالْحَنْبَلِيُّونَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ  
تَعَالَى وَمَنْ كَانَ خَارِجًا هَذِهِ  
الرُّبْعَةَ فِي هَذَا الزَّمَانِ  
فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ

حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ نے "میزان الشریعہ الکبریٰ" میں حضرت امام  
محمد غزالی اور امام الحرمین کا قول یوں نقل کیا کہ

ان سب اماموں نے اپنے شاگردوں کو تاکید  
فرمائی کہ تم پر خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند  
رہنا واجب ہے اگر ان کے مذہب کو چھوڑا تو  
خداوند کریم کے حضور تمہارا عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔

وَقَالُوا التَّلَامِيذُ تِهِمْ يَجِبُ  
عَلَيْكُمْ التَّقْلِيدُ بِمَذْهَبِ  
إِمَامِكُمْ وَلَا عُدْرَةَ عِنْدَ اللَّهِ  
تَعَالَى فِي الْعُدُولِ عَنْهُ ۝

سائل کا یہ سوال کہ جب یہ نام (سنی) حادث ہے تو اسکے حدوث سے پہلے  
ہمارے اسلاف کرام اور صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اعتقاد و نظریہ کیا تھا؟  
نہایت معقول اور وقت کا سلگنا ہوا سوال ہے۔

خداوند کریم ہمارے ان محسنین اور محققین علماء کرام کے درجاتِ علیا کو بلند سے  
بلند تر فرمائے اور ان کے قبور میں رحمت والوار کی برکھا برسائے اور ان کے فیضانِ علمی  
کو عام سے عام فرمائے جنہوں نے صدیوں پہلے اس قسم کے سوالوں کا جواب اپنی  
اپنی تصانیف میں محفوظ فرمادیا اور اپنے اخلاف کے لئے آسانی کی راہیں مہیا کر گئے۔  
حضرت شیخ محقق ناشر العلوم علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان اپنی  
مشہور و معروف تصنیف "أشعة اللامعات شرح مشکوٰۃ ص ۱۳ میں  
فرماتے ہیں کہ۔

برہانِ حتمانیت اہل سنت و جماعت اہلسنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل یہ ہے

آنت کہ این دین اسلام بنقل آمدہ است و بجز عقل باں وانی نیست و بتواتر اخبار معلوم شدہ و متبع و تقویٰ احادیث و آثار متیقن گتہ کہ سلف صالح از صحابہ و تابعین باحسان و من بعدہم ہمہ بریں اعتقاد و بریں طریقہ بودہ اند و این بدع و هوادر مذاہب و اقوال بعد از صدر اول حادث شدہ و از صحابہ و سلف متقدمین ہیچ کس برآں نبودہ و الیثاں متبری بودہ اند از اں و بعد از حدوث اں رابطہ صحبت و محبت کہ باں قوم داشتند قطع کردہ و رد نمودہ و محدثین اصحاب کتب ستہ و غیرہا از کتب مشہورہ معتمدہ کہ مبنی و مدار احکام اسلام بر آںہا افتادہ وائمہ و فقہاء ارباب مذاہب اربعہ و غیرہم از آںہا کہ در طبقہ ایشان بودہ اند ہمہ بریں مذہب بودہ اند و اشاعرہ و ماتریدیہ کہ ائمہ اصول کلام اند تا ئید مذہب سلف نمودہ و بدلائل عقلیہ آنرا اثبات کردہ و آنچه سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم و اجماع سلف برآں رفته بودہ مؤکدہ ساختہ اند لہذا نام ایشان

کہ دین اسلام اُمتِ مطلقہ تک نقل سے پہنچا ہے تنہا عقل اس کے لئے کافی نہیں اور اخبار کی کثرت نیز احادیث و آثار کی ورق گردانی سے روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ سلف صالحین خواہ صحابہ ہوں یا تابعین یا تبع تابعین سب کے سب اسی عقیدہ اور اسی طریقہ مرضیہ پر گامزن رہے ہیں۔ اور مذہب کے نام پر بد مذہبیت و بد عقیدگی خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے جن سے صحابہ کرام یا سلف صالحین میں سے کسی کا کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اور وہ حضرات ان بد عقیدوں سے الگ رہے۔ بلکہ ان کی بد عقیدگی ظاہر ہو جانے کے بعد ہم سے اسلاف نے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک فرمادیا۔ اور رشتہ محبت توڑ لیا۔ اور وہ مشہور و معروف کتابیں جن پر احکام اسلام کا مبنی و مدار ہے۔ ان میں سے کتب ستہ کے جامع مرتب حضرات محدثین کرام اور مذاہب اربعہ کے ائمہ و فقہاء اور ان کے علاوہ جو بھی ان کے طبقہ میں ہوئے ہیں سب اسی مذہب مہذب پر گزرے ہیں۔ اور اشاعرہ و ماتریدیہ جو اصول کلام کے امام ہیں انہوں نے بھی اس مذہب سلف کی تائید فرمائی اور دلائل عقلیہ اسکی صحت کو ثابت فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اجماع سے جو

”اہلسنت وجماعت“ اُفتادہ۔ اگرچہ کچھ ثابت تھا اُسے نوکد کیا لہذا اس فرقہ، مرجیہ کا نام ”اہلسنت وجماعت“ پڑا۔ یہ نام اگرچہ حادثات (نو پیدا) ہے مگر اس کے ایمان و عقیدہ قدیم ایشیاں قدیم ست۔

اور پُرانے ہیں۔۔۔۔۔ ۱۵

مترجم عبارتِ بالا کو پڑھ لینے کے بعد اس کے مفہوم و مطلب کی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔ ہر شخص آسانی سمجھ سکتا ہے کہ اسلام و سنیت کے اصطلاحی معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مذہبِ اربعہ کی تدوین سے پہلے حضراتِ صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طریقہ مرضیہ ناجیہ پر تھے جن کے نقوشِ پا کی بدولت مذاہبِ اربعہ حقہ کی تدوین عمل میں آئی۔ پھر تمام ائمہ و فقہاء نے اسی مذاہبِ اربعہ کے پیروکار کو فرقہ مرضیہ ناجیہ قرار دیا۔ اور اس سے مخالفت کرنے والوں کو گمراہ و مبتدع فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور کامل سمجھ عطا فرمائے اور سلفِ صالحین کے طریقہ مرضیہ پر ثابت قدم رکھے آمین یا رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافتاء جامعہ مدنیۃ الاسلام بالینڈہ

۱۹۔ مئی ۱۹۹۳ء

## بحالتِ خواب ایمان لانا

مسئلہ ۷۹۳ مجلس علماء بوساطت مولانا عبدالغفار صاحب

۱۳۲۲ھ - ۲ - ۳

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک یہودیہ عورت نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا کسی بزرگ کو دیکھا اور ایمان لے آئی۔ کیا بیداری کے بعد اسے پھر سے ایمان لانا ضروری ہے؟ جواب باصواب سے نواز کر مشکور فرمائیں۔ المستفتی سکریٹری جنرل مجلس علماء، نیدرلینڈ۔

۷۹۲ الجواد بعون المجیب الوہاب

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ خواب میں بعض فیوض و برکات اور

بشارتوں کے دروازے کھلتے ہیں جس کے ذریعہ ایمان و ایقان کی دولت گرا نمایہ بھی ملتی ہے۔ لیکن انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے علاوہ کسی انسان کے خواب کو وحی الہی کا صدقہ یا صدقہ جان کر اسے احکام شرعیہ کے صدور و نفاذ کا مدار نہیں بنایا جاسکتا۔ عام انسان خواب کی حالت میں بچے اور مجنون حکم حدیث تینوں مرفوع القلم ہوتے ہیں ان حالات میں جو بھی اقوال و افعال صادر ہوں ان پر احکام شرعیہ کا صدور نہیں ہوتا..... اور ایمان تو توحید و رسالت تین تمام ضروریات دین کو اجمالی طور پر مان لینے کا نام ہے جس کے لئے اقرار و تصدیق ضروری ہے۔ جو حالت خواب میں واقع نہیں بالفرض اگر کسی نے خواب میں اقرار و تصدیق بھی کر لی اور بیدار ہونے کے بعد اس کے افعال و کردار یا قول سے اس کی نفی ہو گئی تو وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوا۔ ہاں اگر بیدار ہونے کے بعد اس کے اقوال و افعال نے اس کے خواب کی تصدیق کر دی تو وہ اب مسلمان و صاحب ایمان ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء نیدرلینڈ

۲ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء

## علماء دیوبند کے کفر ہیں سکوت

۷۹۲ھ مولانا مطیع الرحمن صاحب گواپالپور بہار

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیوبندی وہابی کے جن علماء پر کفری عبارتیں لکھنے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ ہے انکی تکفیر کے متعلق بعض علماء اہلسنت والجماعت سکوت فرماتے ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ دربارہ تکفیر سکوت کرنے والوں کا سکوت درست ہے کیونکہ جس کے اندر نفاق کے گوشہ کفر کا ہوا اور ایک ایمان کا تو اس کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ بینوا و توجروا

۷۸۶ھ الجوار اللہم ہدایۃ الحق الصواب

وہابیہ دیا بنہ کافر صریح تقریباً ایک صدی سے ظاہر و باہر ہے۔ اب تک انہیں اپنے کفریات سے توبہ کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ اور یہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت کی مار ہے۔

طوائف و ہابیہ دیا بنہ کی جن کفری عبارتوں پر علماء حرمین شریفین اور علماء ہند و سندھ نے کفر کا فتویٰ دیا۔ وہ عبارتیں مختصر کتر بیونت کے ساتھ آج بھی ان کی کتابوں میں چھپ رہی ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آج کے دیوبندیوں و ہابیوں نے ان کفری عبارتوں کو سندِ صحت دیدی ہے۔ لہذا علماء حرمین طیبین کا حکم آج بھی اسی طرح ہے جیسا روزِ اول (۱۳۲۳ھ میں) نافذ ہوا تھا کہ مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكَفَّرَ بِهِ كَفَرَ يَعْنِي أَنَّ كَيْدَ عَقِيدَتِهِمْ عَلَى مَطْلَعِ هَوْنِهِ كَبَدِّ جَوَانِ كَعَذَابِ وَكَفَرٍ فِي شَكِّ كَرِّ وَهِيَ كَافِرَةٌ تَفْصِيلُ كَلِمَةِ حُسَامِ الْحَرَمَيْنِ كَمَا مَطَالَعَةُ كَيْدِهِ۔

زید نہایت پرکیر یا بد مذہبیت کا صید معلوم ہوتا ہے جو فقہاء اسلام کی روشن عبارتوں کی دور از کار تاویلیں کر رہا ہے۔ فقہاء کرام کے احتیاط کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو زید بیان کرتا ہے۔ بضر محال اگر وہی مطلب ہے جو زید بے قید نے بیان کیا تو اس کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ اگر کوئی شخص تناؤ سے بارتوں کو سجدے کرتا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور ایک بار ایک سجدہ معبود حقیقی مسجودِ تحقیقی کو کر لے تو اس پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا حاشا و کلاً ایسا ہرگز نہیں ہے مگر زید علماء دیوبند کی طرفداری میں عقل و دانش کی بھی دھجیاں اڑانے پر تلا ہوا ہے۔ علماء دیوبند کی کفری عبارتیں ایسی صاف و صریح ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں اور اگر کسی مصنف یا مناظر نے اسکی تاویل کی جرات کی تو ایک کفر کی جگہ انیک کفروں کی پھانس ان کے گلے کاہر بن گئی۔ مثال کے طور پر مرتضیٰ حسن چاند پوری بجنوری، حسین احمد فیض آبادی، نور محمد ٹانڈوی اور ارشاد دیوبندی کی تحریر و تقریر عبارتِ حفظ الایمان کی صفائی میں دیکھی جاسکتی ہے۔



حضرات فقہاء کرام کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی قائل کے کلام میں کسی ظاہری معنی کفری ہوں مگر اسی کلام میں ایک پہلو ایسا بھی ہو جو اسلام کی طرف جانا ہو تو مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے اور مسلمان پر حکم کفر لگانے سے بچا جائے۔ کما فی الذکر المختار و الرکب المختار۔ لیکن طواغیب و ہابیہ دیا بنہ کی کفری عبارتیں ایسی واضح ہیں کہ ان پر ۳۵ اکابر علماء حرمین اور ڈوسو پچاس علماء ہند و سندھ اور دیگر ممالک اسلامیہ کے بیشتر علماء حقانی نے یوں ہی کفر و ارتداد کا فتویٰ نہیں دیدیا بلکہ ۱۳۲۲ھ سے پہلے دس سال تک تقریری و تحریری مکالمات و محاذات ہوتے رہے جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو علمائے ربانی نے اپنا فرض ادا کیا۔ حسام الحرمین کی طباعت کے بعد بھی مدتوں علماء دیوبند کو صلح و صفائی کی دعوت دی جاتی رہی۔ آخری مناظرہ گاہ لاہور قرار پایا جس میں مولوی اشرف علی تھانوی کو اپنی کفری عبارت کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر کی کفری عبارتوں کی بھی صفائی پیش کرنی تھی مگر تہمتی وعدہ کے باوجود نہ خود آئے نہ اپنے وکیل کو بھیجا۔ سنیوں کی طرف سے حضور حجۃ الاسلام اور حضور صدر الافاضل اپنے اعظم شاگردوں اور مخلصین و مجتہدین کے ساتھ کسی دنوں تک لاہور میں قیام پذیر رہے۔ بالآخر جشن فتح کا سہرا حضور حجۃ الاسلام کے سر بندھا۔

لاہور کا نائینی مناظرہ ۱۳۵۲ھ میں انعقاد پذیر ہوا جبکہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنی پوری جماعت کے تنہا سر غنہ تھے اگر وہ چاہتے تو بریلوی، دیوبندی خلیج کو بہت آسانی کے ساتھ پاٹا جاسکتا تھا لیکن شخصی خجالت و شرمندی کے مقابلہ میں انہوں نے لاکھوں افراد پر مشتمل اپنی جماعت کو بلی چڑھا دیا۔ تھانہ بھون کی دھرتی تو آسودہ ہوگئی ہوگی لیکن نفرت و دشمنی کی جو آگ انہوں نے سلگائی خدا جانے کب بجھے گی؟ اس سے پہلے ۱۳۲۹ھ میں مراد آباد کے اندر بھی مناظرہ طے ہوا مگر خود داعی ہونے کے باوجود مولوی اشرف علی تھانوی مناظرہ گاہ میں نہیں آسکے۔ اُس وقت کے مشہور اخبار "دبدر سکندری" راجپور نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ خط بھی شائع کیا۔

# بنام مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اَسْلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی۔ فقیر بارگاہِ عزیز و قدیر عز جلالہ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے۔ اب حسب معاہدہ قرار داد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جوابدہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں۔ اور سنادیں اور وہی دستخطی پر جب اسی وقت فریقین مقابل کو دیدیے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ ہے۔ معاہدہ میں، ۲۷ صفر مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہ تعالیٰ دؤمنٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ لہذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ صفر روز جاں افروز دو شنبہ اس کے لئے مقرر کرتا ہے۔ آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

مہر

۱۵ صفر المظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

یہ اس مبارک خط کی تلخیص ہے جو طے شدہ معاہدہ کے مطابق اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس وقت کے دیوبندی سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی کو لکھا۔ لوگوں کو یقین تھا کہ مراد آباد کے اندر، ۲۷ صفر کو ایسا تاریخی فیصلہ ہوگا جو برصغیر کے اندر ہمیشہ آب زر سے لکھا جائے گا۔ مگر وہ بدبے سکندری اور تذکرہ جمیل کے مطابق مناظرہ کے لئے پہل کرنے کے باوجود مولوی اشرف علی تھانوی نے رجوع و اتحاد کی راہوں سے گریز کرتے ہوئے مراد آباد آنے سے انکار کر دیا۔

میں کس کس جانب آپ کی توجہ کو مبذول کراؤں آپ بحدہ تبارک و تعالیٰ

علمی ذوق رکھتے ہیں۔ حسام الحرمین کے علاوہ التحقیقات لدفع التلبیسات (صدر الافاضل)، الصوارم الہندیہ (شیر پیشہ البست)، فتاویٰ علماء عالم (مولانا شاہ عبد الحمید پانی پتی قطب بنارس) وغیرہما کتب کا مطالعہ فرمائیے اور پھر خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان ظالموں کے حق میں سکوت بہتر ہے یا ان کی زیر آلود مہلک ایمان عبارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

واللہ الہادی الی سواہ السبیل و ہوا علم

کتا عبد الواحد قادری غفرلہ مجلس علماء نیدر لینڈ۔ ۱۳ جولائی ۱۹۷۲ء

## انبیاء علیہم السلام کو عام بشر کی طرح کہنا

مسئلہ ۷۹۵۔ تم عالم شمسی بریڈ فورڈ انگلینڈ۔

۲۵ سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

زید نبیوں کو عام بشر کی طرح ماننا ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص کسی بھی نبی کو بشر زمانے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا ہے۔ زید یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو عظمت دی ہے لہذا انہیں باعظمت ماننا چاہئے اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہئے کہ وہی فوز و صلاح کا راستہ ہے مگر انہیں مالک و مختار ماننا ان سے مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین اور نبیوں کی شان میں غلو ہے۔۔۔ سوال یہ ہے کہ از روئے شرع شریف زید پر کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مختصر جواب باصواب سے نواز کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

۷۹۶ الجواب بعون الملک الوہاب

العیاذ باللہ تعالیٰ، زید بے قید کے ایمان و عقیدے میں گھن لگ گیا ہے اور وہ ہابیت کا جراثیم پوری طرح سرایت کر چکا ہے لہذا اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو اس سے دوبارہ نکاح ضروری ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلاشبہ جنس بشری میں مبعوث ہوئے اور وہ سب جنس بشر سے ہیں

نہ ملائکہ کے جنس سے ہیں نہ جنات کے۔ مگر انہیں صرف بشر اور بشر کی طرح کہنا کافروں اور مشرکوں کا طرز و طریقہ رہا ہے۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر کافروں اور شیطانوں کے قول کو نقل کیا ہے۔ مثلاً قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (ابراہیم آیت ۱۸)۔ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الانبیاء آیت ۱۷) مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (المؤمنون آیت ۲۲) مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (المؤمنون آیت ۲۳) مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعراء آیت ۱۵) قَالُوا مَا أَمْنُكُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یس آیت ۱۵) مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (هود آیت ۶۱) قَالَ لِمَ أَكُنُّ لِسَجْدٍ لِبَشَرٍ (الحجر آیت ۲۳)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف بشر ماننا یا اپنے مثل بشر ماننا ان کی توہین ہے جو عند الشرع کفر ہے۔ انبیاء و علیہم السلام کو ہمارے اسلاف کرام نے بشر کہا ہے مگر اس طرح

النَّبِيُّ بَشَرٌ لَّا كَالْبَشَرِ ۖ كَالْيَاقُوتِ حَجْرًا لَّا كَالْحَجَرِ  
یعنی نبی لاریب بشر ہیں لیکن عام بشر کی طرح نہیں۔ اسکی ناقص مثال یہ ہے کہ یاقوت لاریب پتھر ہے مگر عام پتھروں کی طرح نہیں یاقوت و لعل بدخشاں کو صرف پتھر یا عام پتھر کے مثل کہنا اسکی صریح توہین اور ناقدری ہے۔ شفاء شریف جلد ثانی میں ہے۔

وَأَجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى قَتْلِ  
مُنْقِصِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ  
وَسَائِهِ  
تمام امت مطلقہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو مدعی اسلام نبی علیہ السلام کی شان میں تنقیص و بکواس کرے وہ قتل کا مستحق ہے۔

اور فتاویٰ شامی جلد ثالث میں ہے

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ  
شَاتِمَهُ كَافِرٌ وَحُكْمُهُ الْقَتْلُ  
وَمَنْ شَكَ فِي عَدَائِهِ وَكُفْرِهِ  
باجماع مسلمین نبی علیہ السلام کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کرے اور جو بھی اس تنقیص کرنے

فارے کے جہنمی اور کافر ہونے میں شک کے وہ بھی کافر ہے

کَفَر۔

مذکورہ بالا حکم شرع کے مطابق زید مذکور کا حکم واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش سے انبیاء علیہم السلام کو زمین و آسمان سب مالک و مختار بنا دیا۔ ان کو اختیار ہے جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے جو نعمت چاہیں چھین لیں۔ اِرْبَاؤِ خَدَاوَنْدِیْ هَہْ هَذَا عَطَاؤُنَا فَاْمَنْنُ اَوْ اَمْسِكُ بِفَاِیْحِسَاب۔ یہ زمین و آسمان تمہارے لئے ہماری عطا ہے جس پر چاہو احسان کرو اور جس سے چاہو نعمت چھین لو تم پر کوئی حساب و کتاب نہیں۔

اور جہاں تک مدد طلب کرنے کا سوال ہے۔ تو مدد کرنے کی طاقت نہ صرف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرمائی بلکہ مومنین کو بھی ہے۔ اور مدد و طاقت و صلاحیت نہ صرف اہل ایمان کو حاصل ہے بلکہ غیر اہل ایمان کو بھی ہے۔ قرآن کریم کی آیات مقدسہ کو غور و تأمل کے ساتھ تلاوت کیجئے اور اس کے مفہوم و مطلب کو سمجھئے۔

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

① تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ  
وَالْتَّقْوٰی

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

② اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ  
يَنْصُرْكُمْ

حضرت عیسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے کون میری مدد کرے گا۔

③ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْ  
اِلَى اللّٰهِ

حضرت عیسیٰ کے صحابیوں نے کہا ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے۔

④ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ  
اَنْصَارُ اللّٰهِ

اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں۔

⑤ اِنَّمَا وَّلِيكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ  
هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سکندر ذوالقمرین نے کہا تم لوگ میری اپنی طاقت مدد کرو

⑥ اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةِ

اے گروہ انبیاء تم ضرورتی آخر الزماں پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

﴿لِتُؤْمِنَنَّ بِهِ وَ  
لِتَنْصُرُنَّهُ﴾

اس طرح درجنوں آیاتِ کریمہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی ترغیب و تعلیم اور تحریریں موجود ہے لیکن وہاں یہ نجدیہ استعانت علی الغیر کا مفہوم ہی نہیں سمجھتے ہیں تو ایسے نا سمجھوں کو کون سمجھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۲۳ شوال الحکم ۱۴۰۹ھ  
خادم الافتاء جامعہ مدینۃ الاسلام بالینڈ ۱۹۸۹ء

## جہنم کی آگ کا رنگ کیسا ہے؟

۹۶ مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ جہنم کی آگ دنیاوی آگ کی طرح سُرخ ہے یا سفید؟ اور اس کی سُرخ پر دلیل شرعی قائم ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب باصوابی شاد کام فرمائیں گے۔

محمد عرفان علی۔ خازن ہوف۔ پورٹ آرمسٹروم

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

جہنم کی آگ مختلف رنگوں میں تبدیل ہوتی رہی۔ اولاً وہ سُرخ ہی تھی پھر سفید ہو گئی۔ اس کے بعد سیاہ ہو گئی۔ اور اب تک سیاہ ہی ہے۔ علامہ ابوالفتاح اسم صبیہانی نے علامہ بیہقی سے روایت کیا کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیہ کریمہ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ تلاوت فرمائی اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ:

أَوْقَدَ عَلَيْهَا الْفِ عَامٍ حَتَّى آمَتْ  
وَالْفِ عَامٍ حَتَّى ابْيَضَتْ وَ  
الْفِ عَامٍ حَتَّى اسْوَدَتْ فَهِيَ  
مُظْلِمَةٌ لَا يَضِي لَهَا (الدر المنثور)

جہنم میں ایک ہزار سال آگ جلائی گئی تو سُرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال (جلائی گئی) یہاں تک کہ سفید ہوئی پھر ایک ہزار سال حَتَّى کہ سیاہ ہو گئی۔ پس جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے، جسکے شعلہ میں کوئی روشنی نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتے ہیں عبد الواحد قادری خیر الامام الاسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز  
۵۔ ذوالقعدة المحرم ۱۴۲۳ھ

## خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

مسئلہ ۹۷۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مسلمان سے کوئی چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاریتہ (اُدھار) لے لیں۔ تو کیا اُس چیز کا لوٹانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ضروری ہے؟ اگر نہیں لوٹائیں تو کیا ہوگا؟  
المستفتی: سید نور الامام۔ مسجد قدیم پیرس (فرانس)

### الجواب ————— هو الهادی الى الصواب

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعبائے الہی سائے عالم کے مالک و مختار ہیں۔ جس کو جو ملتا ہے وہ بارگاہِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے ملتا ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "انما انا قاسمُ و اللہ یُعطي" لہذا جس کے پاس جو کچھ ہے وہ عطائے رسول علیہ السلام ہی ہے۔ مسلمانوں کے جان و مال کا مالک تو بنص قرآن حضور پر نور سید الاتس والجان علیہ صلوات الرحمن ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔  
قَالَ تَعَالَى "الَّتِيْ اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"

کسی مسلمان سے کوئی چیز طلب فرم لینا یہ احسانِ عظیم ہے اور اُسے لوٹا دینا احسانِ بالائے احسان ہے۔ اگر نہ لوٹائیں تو اُن کی ملکیت ہے اُن پر کوئی حساب و کتاب نہیں۔ قَالَ تَعَالَى " هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۹ سورہ ص اس آیت کریمہ کے ذیل میں صاحبِ روح البیان تحریر فرماتے ہیں۔

هٰذَا عَطَاؤُنَا يَسْتَبْرَأُ اِلَىٰ اَنْ لَّا يَبِيْءَ  
بتائيد الفيز الالهى ولاية  
افاضة الفيز على من هو  
اهله عند استفاضة ولهم  
امساك الفيز عند عدم  
قرآن پاک کے یہ الفاظ (هٰذَا عَطَاؤُنَا) اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انبیاء کرام کو فیضِ خداوندی کی تائید سے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس طالبِ فیض پر جتنا چاہیں لطفِ کرم فرما سکتے ہیں اور اپنے فیضانِ کرم سے اُسے مالا مال کر سکتے

الاستفاضة من غير اهله  
(روح البيان)  
ہیں۔ اور جو نااہل ہو اس کو اپنے فیضان  
سے محروم کر سکتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَىٰ بِهِ فِي  
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَقْرَبُ وَأَنْ  
شَدُّتُمْ النَّبِيَّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ

اور اسی ارشاد گرامی کے تحت حضرت سیدنا سہیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :-  
مَنْ لَّمْ يَرِنْفَسَهُ فِي مَلِكِ الرَّسُولِ  
وَلَمْ يَرِ وِلَايَتَهُ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ  
اِحْوَالِهِ لَمْ يَذُقْ حِلَاوَةَ  
سُنَّتِهِ.....  
جو شخص اپنے آپ کو حضور اکرم کی ملکیت نہ  
سمجھے اور اپنے تمام حالات میں اپنے آپ پر  
اُن کی حکمرانی تسلیم نہ کرے۔ اُنہوں نے سنت  
کی چاشنی محسوس ہی نہیں کی...

ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مومن اور مومن کی ہر چیز رسول اکرم سید عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہے جس میں تصرف کا پورا پورا اختیار خالق حقیقی  
عزوجل نے انہیں عطا فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے جب اپنا سارا مال و  
متاع قدم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان کر دیا تو سید کائنات علیہ اکرم الصلوٰۃ  
نے پوچھا اے صدیق! اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے کیا رکھ آئے ہو؟ تو نہایت  
ادب کے ساتھ عرض کیا۔

هل انا و مالي الا لك  
يا رسول الله  
سب تو حضور ہی کے ہیں۔

جب جان و مال سب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ہیں



تو وہ ان میں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔ اس میں لوٹانے اور واپس کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالعاجد قادری غفرلہ خادم الانشاء مجلس علماء خیر لینڈ

۱۳ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

## حضرت مولیٰ علی اور حضرت امیر معاویہ

مسئلہ: غلام عسکری پاکستانی۔ ہیم بیورخ ۷۰۴۲۔K. B. آمرسفورٹ ہالینڈ  
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضرت سیدنا علی اور حضرت امیر معاویہ  
ان دونوں حضرات میں افضل صحابی کون ہیں؟ ان دونوں حضرات کے درمیان  
جو جنگیں ہوئیں ان میں حق بجانب کون تھے؟ امید کہ شافی جواب عطا فرما کر شکر یہ  
کا موقع دیں گے؟

۹۲۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت و کرامت مسلم ہے۔ سب آسمان  
ہدایت کے ستارے ہیں ان میں سے جن کی پیروی کی جائے گی منزل ہدایت مل جائیگی  
قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

أَصْحَابِي كَالنَّوْمِ بِأَيْتِهِمْ  
میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں  
سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکک شاشیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کاتب وحی۔

امیر الاسلام حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات کے فضائل و  
برکات اور عظمت و شان میں درجنوں احادیث صحیحہ سے کتب صحاح و مسانید صحیحہ  
اور کتب سیر مملو ہیں۔ ہر دو حضرات کی عظمت و فضیلت اور ان کی خلافت و صحابیت  
پر الگ الگ درجنوں مدلل کتابیں تصنیف ہوئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ان معظم صحابہ کبار کا بہت اونچا مقام ہے۔

جو صحابیت کی فضیلت کے ساتھ ساتھ گروہ صحابہ میں مجتہدانہ خصوصیت کے حامل تھے۔ عام صحابہ کرام انہیں اپنے مقابلہ میں نہایت اشرف و اعلیٰ مانتے تھے۔ اور یہ دونوں حضرات علم و تقویٰ، زہد و امانت، حلم و صداقت اور شانِ اجتہاد میں عام صحابہ کرام کے درمیان بہت ہی بلند و بالا حیثیت کے مالک تھے۔

کتب صحاح نے ان دونوں بزرگوں کی فضیلت و مناقب میں الگ الگ باب باندھا ہے اور ان حدیثوں کو جمع کیا ہے جو ان سے متعلق ہیں جو تفصیل کے ساتھ ان حضرات کے فضائل معلوم کرنا چاہے وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ایک مرتبہ امام العارفین حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ خلیفۃ المسلمین مجتہدِ اول حضرت عمر بن عبدالعزیز جن کی حکومت منہاجِ خلافتِ راشدہ کے عین مطابق ہے۔ ان میں اور سیدنا امیر معاویہ میں کون افضل ہیں؟ تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

معاویہ کے گھوڑے کی ٹاپ کا غبار جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے ہزار گنا اچھا ہے۔

بایں ہمہ عظمت و شان حضرت سیدنا شیرین و مشکک شامول علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی فضیلت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تمام صحابہ کرام (خواہ وہ عشرہ مبشرہ ہوں یا بدری ہوں) پر مسلم ہے۔ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم جمعین۔

ان حضرات کے آپسی نزاعات یا ان کے درمیان واقع جنگوں کا تذکرہ ہم یہاں کو نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان کا اختلاف ان کے اجتہاد پر مبنی تھا اور قوتِ اجتہاد ہی دونوں حضرات کے اندر تھی جس کی وجہ سے دونوں اپنے کو حق بجانب خیال فرماتے رہے اور اجتہاد کی بنا پر اختلاف کا رونما ہونا کوئی جرم شرعی نہیں ہے۔ بلکہ اگر فی الواقع کوئی مجتہد غلطی ہی کر رہا ہو جب بھی ایک ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہکذا فی اصول الشرع لہذا ہر دو حضرات مصیب و مثاب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الانفا، مجلس علماء نیدرلینڈ

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

## دعوتِ اسلامی کا طریقہ تبلیغ

مسئلہ ۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ، فرانس، جرمنی اور انگلینڈ وغیرہ یورپین ممالک میں اللہ پاک کے کچھ ایسے نیک بندے جو صورت و شکل اور وضع قطع سے مسلمان اور مسلمانوں کے رہبر معلوم ہوتے ہیں۔ وہ شہر شہر، علاقہ علاقہ، قریہ قریہ اسلام و سنت کی تبلیغ کرتے ہیں، لوگوں کو کلمہ و نماز اور درود و سلام سے قریب کرتے ہیں۔ نئی نشستوں میں ایمان و عقیدے کی اصلاح بھی کرتے رہتے ہیں اور نماز روزے کا شوق بھی دلاتے رہتے ہیں، انکی تبلیغ ایسی موثر ہوتی ہے کہ برسوں کا بے نمازی اور اعلانیہ فسق و فجور میں مبتلا نمازی بن جاتا ہے۔ چہرہ پر نور اسلام کی روشنی آجاتی ہے۔ سر پر سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بایلی گنبد کا عکس چمکنے لگتا ہے اور لبوں سے درود و سلام کے انوار جھڑنے لگتے ہیں۔

پوچھنے پر وہ حضرات اپنے آپ کو مبلغینِ سنت یا خادمانِ مدینہ کہتے ہیں۔ البتہ جو کتابیں، رسالے، اسٹیکرز اور سی ڈیز وغیرہ جو وہ عموماً مفت تقسیم کرتے ہیں۔ ان سبھوں پر ”دعوتِ اسلامی“ مرقوم ہوتا ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ پاکستان میں کوئی بزرگ ”مولانا محمد الیاس عطار قادری“ کی مخلصانہ کاوشوں اور انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجے میں یہ جماعت معرضِ وجود میں آئی ہے جو بیشتر بڑا عظموں میں اسلام و سنت کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہم سنی مسلمانوں کو اس جماعت ”دعوتِ اسلامی“ میں شریک ہونا۔ ان کے ساتھ تبلیغی امور کی اشاعت کے لئے محلہ محلہ اور شہر شہر جانا، ان کے ساتھ شب و روز گزارنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ امید کہ ہم سنیوں کی دستگیری فرما کر

ثواب دارین حاصل کریں گے اور ہمیں شکر یہ کاموقع دیں گے۔

راحت حسینی، علاء الدین اینڈ برادرز وغیرہم۔ آمسٹرڈم۔ ہالینڈ

### ۹۸۶ جواب ————— هو الہادی الی الصواب

آپ نے جو کارنامے اور خصوصیتیں جماعتِ مذکورہ کے مبلغین کی بیان کی وہ قابلِ تعریف و تقلید ہے۔ اگر ان کے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو وہ لائقِ عزت و تکریم ہے۔ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لان یهدی اللہ بک رجلاً  
خیر لک مما طلعت علیہ

اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو وہ تیرے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے

الشمس (جامع الصغیر) جس پر سورج چمکتا ہے (جامع حدیث، ۲۱۹)

اور صحیح البخاری کتاب الجہاد میں یہ حدیث پاک موجود ہے واللہ لان یهدی اللہ بک رجلاً واحداً خیر لک من ان یکون لک حمر النعم کہ خدا کی قسم اگر تیرے سبب سے ایک آدمی کو بھی خدا ہدایت فرمادے تو وہ تیرے لئے سُرُخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

تبلیغ دین اور اصلاح اعمال و عقائد کے لئے جتنے قدم زمین پر پڑتے ہیں ہر قدم پر مبلغ کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد گرامی ہے۔

سَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ

ہم لکھتے ہیں ان کے کام اور ان کے قدموں کے نشان۔ (سورہ یس شریف)

اب آپ خود ہی حساب لگا لیجئے کہ ایک شخص اگر چند ساعت کے لئے اپنے محلہ یا شہر میں گھوم کر مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرتا ہے یا غیر مسلموں تک اسلام کو پہنچانے کی سعی کرتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں کس قدر ثواب لکھے جاتے ہوں گے اور وہ خداوند کریم کی بارگاہِ کرم میں کس قدر اجر جزیل کا مستحق ہوگا؟

"دعوتِ اسلامی" کے سیکڑوں خادموں سے میری ملاقات عرب و عجم مختلف ممالک میں ہوئی ہے میں نے ان میں سے بیشتر کو مخلص اور سنیت کا ہمدرد پایا۔ اسلام و

سنیت کی اشاعت کا جذبہ ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہے۔ کاش کہ امور تبلیغ و اصلاح کے لئے اہل علم حضرات کا تقرر کیا جاتا اور ان کی معاونت میں دعوت کے عام انفراد ہوتے۔ یا جس علاقہ میں دعوت کے افراد کو کوئی سنی عالم دین مل جاتا خدمت تبلیغ و اشاعت انہی کے سپرد کی جاتی اور دعوت کے افراد اسکے معاون ہوتے ...

حلقہ ذکر اور دعا میں گریہ و زاری کا نہایت نرالا انداز ہے جس کا اثر عوام پر ہوتا ہے۔ مختصراً آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ دعوت مذکورہ کے افراد اہل سنت و جماعت سے ہیں ان کے ساتھ نشست و برخاست، اور ان کے ساتھ اسلام و سنیت کی تبلیغ میں اپنے وقت کی قربانی دینا جائز و سعادت مندی ہے۔ خاص کر یورپ کے مسموم ماحول میں ان کے طریقہ تبلیغ کی اشد ضرورت ہے کہ زبانیں یہاں کے ممالک کی ہوں اور طریقہ تبلیغ ان کا ہو۔ واللہ الہادی الی الصواب والیہ المرجع والمآب۔ وہو اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ قادم الافناء، القرآن، نیدرلینڈ

یکم رجب المرجب ۱۴۲۵ھ - ۱۸ اگست ۲۰۰۴ء

## رافضی و تبرائی کا حکم

**مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ ایران سے یہاں پناہ گزیں کی صورت میں آئے ہیں۔ محرم شریف میں مجلسیں بھی کرتے ہیں اور دوسرے ممالک سے اپنے مقررین کو بلاتے ہیں۔ چونکہ انکی تعداد محدود ہے اسلئے ان کی محفلیں بھی بند کمروں میں ہوا کرتی ہیں۔ ان لوگوں سے جب ہماری بات چیت ہوتی تو انہوں نے اولاً حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کرام یہاں تک کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل و اعلیٰ گردانا۔ پھر ان دونوں بزرگوں کی ارفع و اعلیٰ شان میں گستاخانہ جملے استعمال کئے جسکی وجہ سے ہمیں ان لوگوں سے نفرت ہو گئی۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ کون لوگ ہیں آیا ان کے ساتھ اسلامی راہ و رسم رکھنا درست ہے یا نہیں؟ کرم فرما کر جلد ہی جواب

دینے کی زحمت گوارا کریں۔ المستفتی :- غلام محی الدین۔ اشاعت الاسلام، بون، جرمنی

۹۸۶ الجواب ————— هو الهادی الى الصواب

وہ وہ لوگ ہیں جن کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ لیکن شیعوں میں بھی مختلف فرقے ہیں بعض تفضیلی ہیں جو گمراہ و بددین ہیں اور بعض عالی رافضی (تبرائی) ہیں جو تمام علماء اسلام کے نزدیک خارج اسلام، جہنمی اور کافر ہیں۔ آپ نے سوال نامہ میں جن بد بختوں کا تذکرہ کیا ہے وہ عالی رافضی ہیں جن پر علماء دین نے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔ ان بد بختوں سے دور رہنا، نفرت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

فتاویٰ عالمگیری اور اس کے حاشیہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

الرافضی ان کان یسب الشیخین رافضی جو حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر) ویلعنہا (والعیاذ باللہ تعالیٰ) فهو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو (معاذ اللہ) بُرا کہے وہ کافر ہے کافر وان کان یفضل علیا کرم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر اللہ وجہہ علیہما فهو مبتدع ۱۵ سے افضل بتائے تو وہ گمراہ و بدعتی ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد ملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "رد الرفضہ" میں

تیسیر المقاصد شرح و ہبانیہ للشربلالی سے یہ عبارت نقل فرمائی۔

الرافضی اذا سب ابابکر و عمر الرافضی اذا سب ابابکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ویلعنہما رافضی اگر حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا تبرائی کہے تو کافر ہو جائے۔ اور اگر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو ان حضرات سے افضل لایکفر وهو مبتدع ۱۵ کہے تو کافر نہیں البتہ گمراہ ہے

ان بد مذہبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ان سے اسلامی راہ و رسم رکھنا شریعت اسلامیہ کے نزدیک حرام بد انجام ہے۔ خدائے جبار و قہار کا حکم ہے لَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِیٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ہ یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ اور حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔ لَا تَجَالِسُوهُمْ وَلَا تَوَاكَلُوهُمْ وَلَا تَسَارِبُوهُمْ وَإِذَا مَرَضُوا لَا تَعُوذُوهُمْ وَإِذَا مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ وَلَا تَصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَلَا تَصَلُّوْا

مَعْلَمٌ (کنز العمال) بد مذہبوں کے ساتھ مت بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ بیو۔ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت مت کرو۔ مرجائیں تو ان کے جنازہ پر مت جاؤ۔ نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

قرآن و حدیث سے حکم واضح ہو جانے کے بعد کسی مسلمان کا ان بد مذہبوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کلام، شادی بیاہ، بیمار پرسی و مزاج پرسی، جنازہ میں شرکت یا غسل و کفن و دفن میں اس کی مدد سب حرام بد انجام ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی النبی الاعظم و علی آلہ و صحبہ الاکرم

حکمت عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء، مجلس علماء نیدرلینڈ

۹ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ ۲۹ مئی ۲۰۰۴ء

## نبی علیہ السلام کا حاضر و ناظر اور شافع ہونا

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ نسلاً ہندوستان اور وطناً سورینامی ہیں۔ دنیاوی یا دینی تعلیم سے زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ دین کے متعلق جو کچھ اپنے باپ دادا کو کہتے سنا یا کرتے دیکھا اپنا ایمان و عقیدہ اور عمل و معاملہ اسی طرح ہو گیا۔ ادھر پندرہ بیس سال سے ہندوستان و پاکستان اور دیگر ملکوں سے علماء دین نیدرلینڈ اور سورینام میں آتے رہے جن کی وجہ سے ہمارے ایمان و عقیدے اور عمل میں اصلاحیں ہوئیں۔ مگر ہالینڈ میں آنے کے بعد ہمارا راہ و رسم مختلف ملکوں کے مسلمانوں سے ہوا مثلاً مغرب۔ انڈونیشیا۔ ترکی۔ پاکستان والوں سے۔ اب ان لوگوں نے ہمارے بعض مراسم و معتقدات میں کثیرانکالنا شروع کر دیا ہے۔ اور ہم لوگ چونکہ دینی واقفیت زیادہ نہیں رکھتے ہیں اسلئے اعتراض کرنے والوں کو مطمئن بھی نہیں کر پاتے ہیں۔ مثلاً جب سے ہمارے باپ دادا متحدہ ہندوستان سے انگریزوں کے زمانہ میں یرغمال بنا کر سورینام وغیرہ ملکوں میں لائے گئے اسی وقت سے ہمارے یہاں دفن میت کے بعد قبر کے قریب اذان ہوتی آرہی ہے کسی مسلمان کے مرجانے کے بعد چالیس دنوں

تک مقررہ مقام و وقت میں باضابطہ قرآن خوانی ہوتی ہے جس میں امام مسجد، میاںجی مولانا اور دور و نزدیک کے رشتہ دار شریک ہوتے ہیں۔ اسی میں تیجہ، دسواں، بیسواں اور چہلم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہم سنی مسلمانوں کا قدیمی عقیدہ ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے احوال و اعمال سے باذنہ تعالیٰ باخبر اور حاضر و ناظر ہیں۔ شفاعت کبریٰ کا اذن آپ کو مل چکا ہے اور آپ اپنی گنہگار سیہ کار امتیوں کی قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔

اب ہمارے بعض دوستوں نے کہنا شروع کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حاضر و ناظر کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ بد عقیدگی ہے۔ حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت ملی نہیں ہے بلکہ قیامت میں اجازت ملے گی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اذان نماز کے لئے مشروع ہے قبرستان کے لئے نہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جو مر گیا اس کا نامہ اعمال لپیٹ دیا گیا۔ اب اس میں کوئی اچھائی یا برائی کا اضافہ نہیں ہو سکتا ہے جس نے جیسا کیا ویسا ہی بھرے گا۔ لہذا قرآن خوانی کا مروجہ اہتمام بیکار ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کی یہ باتیں شرعاً صحیح ہیں یا نہیں؟ جواب باصواب سے نوازیں۔

محمد اشرف گمان۔ فیروز گمان۔ فریاد گمان۔ آسٹریڈم ہالینڈ

۹۲۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب —  
الحمد للہ رب العالمین۔ کہ آپ لوگوں نے جو کچھ اپنے آباؤ اجداد سے عفت اُمد و اعمال کے بارے میں سیکھا اور جس کا ذکر سوال نامہ میں کیا وہ سب حق و درست اور اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے۔ البتہ آپ حضرات کے مقترض دوستوں پر مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ نجدیت و دیوبندیت کے مسموم نظریات نے ان کے گلشن ایمان کو شاید خزاں رسیدہ تو نہیں بنا دیا ہے؟ بہر حال جب تک ان کی صحت عقیدہ کا قولاً و عملاً اظہار نہ ہو ان کی دوستی زہرِ ہلاک ہے اور ان لوگوں سے آپ حضرات کا دور و نفور رہنا ضروری ہے۔ کہ خدا نخواستہ ان کی بد عقیدگی و سوء عملی کا برا اثر آپ حضرات



کی طرف سرایت نہ کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ وایاکم)  
 آپ کے دوستوں کا یہ کہنا کہ حضور پر نور سید کائنات علیہ کرم الصلوات وازکی  
 التحیات کو حاضر و ناظر کہنا بد عقیدگی ہے کیونکہ حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔  
 سراسر غلط، دینی معلومات سے دوری، اسماء الہیہ کے علم سے مہجوری بلکہ خود ان کے عقیدوں  
 کی کمزوری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اعظم و اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ  
 وسلم کی بارگاہِ ارفع و اعلیٰ میں کسی صفت کو منسوب کرنے یا اسے کسی صفت سے منترہ جلنے  
 میں کامل احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام اسماء توقیفی ہیں یعنی  
 شرع سے منقول ہیں۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ حاضر و ناظر خود دونوں  
 عربی الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ میں سے ہیں یا نہیں؟ تو چونکہ آپ کے دوست  
 اس بات کے مدعی ہیں کہ "حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے" لہذا دلائل و براہین  
 کی روشنی میں اس دعوے کو ثابت کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ لقولہ صلے اللہ تبارک و تعالیٰ  
 "الْبَيِّنَةُ عَلَي الْمُدَّعِي" لیکن وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں  
 نام اللہ تعالیٰ کے اسماء صفاتیہ میں سے ہیں۔

اس لئے ہمارے محتاط علماء افتاء فرماتے ہیں کہ بغیر تاویل کے مطلقاً یہ دونوں  
 الفاظ (حاضر و ناظر) اللہ سبحانہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہیں کیونکہ وہ جسم و جسمانیات  
 سے پاک ہے اور حضور و نکلور، حاضر و ناظر کے لغوی معنی جسم کے ساتھ حاضر ہونا اور آنکھ کی  
 پتلی سے دیکھنا (المنجد) ہاں تاویلاً ان الفاظ کو ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے بولنے پر کفر کا  
 فتویٰ تو نہیں ہے مگر احتیاطی تقاضوں کے خلاف ہے۔ درمختار جلد سوم میں ہے  
 يَا حَاضِرُ يَا نَاطِرُ لَيْسَ بِكُفْرٍ لِعِنَى اللّٰهِ تَعَالَى كَو حَاضِرًا يَنْظُرُ كَهِنَا كَفْرٍ نَهِيْنَ هُوَ  
 کہ علامہ عابدین شامی نے اپنے فتاویٰ شامی میں اس کی تاویل یوں کی ہے۔ فنان  
 الحضور بمعنى العلم شائع ما يكون من نجوى ثلاثة الا وهو  
 رابعهم۔ والناظر بمعنى التروية۔ الم يعلم بان الله يرى" پس  
 حاضر و ناظر کا معنی اگر یا عالم من تری یا شہید و بصیر کیا جائے تو اس تاویل سے اس کا

اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر ہو سکتا ہے۔ مطلقاً ان دونوں اسماء کو ذاتِ الہی کی طرف منسوب کرنا شریعتِ مطہرہ پر جرات کرنا اور اپنے دل سے اسماءِ صفاتیہ میں اضافہ کرنا ہے۔ ان دونوں لفظوں (حاضر و ناظر) کا استعمال اس کے حقیقی معنوں میں حضور اکرم شاہدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہ صرف جائز بلکہ اسلافِ امت کے درمیان شائع و مقبول ہے۔ کیونکہ ان کی روحانیت مقدسہ اور علمِ خدا داد ہر گھر میں موجود اور تمام امت کے احوال و اعمال پر مطلع ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا **فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ** (النور ۲۴) کہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنوں کو سلامتی کی دعا کرو۔ اور حدیث شریف میں آیا **وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ اَحَدٌ فِى الْبَيْتِ فَفَعَلْ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيْهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ** کہ جب گھر میں کوئی بھی آدمی موجود نہ ہو تو اپنے نبی علیہ السلام پر سلام پیش کرو۔ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء شریف کی شرح میں اس کی علت یہ بیان فرمائی **” لِ اَنَّ رُوْحَهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِى بُيُوتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ** کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت مقدسہ تمام اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ بار ہے پھر حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بایں معنی بھی حاضر و ناظر کہا جا سکتا ہے کہ **بَاِذِنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ بِعَطَائِهِ** تمام امت کے احوال کے عالم اور اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ چنانچہ شیخ محقق ناشر الحدیث محسن العلماء حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی **مَجْمَعُ الْبَرَكَاتِ** میں فرماتے ہیں۔

وے علیہ السلام براحوال و اعمالِ امت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی تمام مطلع است و بر مقربان و خاصانِ درگاہِ خود حالتوں اور علموں باخبر ہیں اور اپنے مقربین خاص پر انوارِ مفیض و حاضر و ناظر است۔ فیوض کی بارش برساتے ہیں کہ وہ حاضر و ناظر ہیں۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا علم و عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے بلکہ سہائے اسلافِ کرام نے ہمیں یہ دیا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک نے حضور نبی رحمت علیہ السلام و التَّحِيَّتِ کے صفاتِ کریمہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا **شَاهِدًا اَوْ مُبَشِّرًا**

وَنَذِيرًا ه یعنی آپ کی صفتوں میں سے ایک عظیم صفت آپ کا شاہد ہونا ہے۔ اور شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھے اندھانہ ہو اور موقعہ و اوقات پر موجود ہو۔ یعنی حاضر و ناظر ہو۔ اسی لئے محتاط ترین مجتہدین حضرات نے شاہد کا معنی حاضر و ناظر کیا ہے۔

لیکن حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے میں یہ مخصوص گوشہ ذہن نشین ہونا چاہئے کہ سید کائنات علیہ اکرم الصلوات اپنی وسعت علم اور سریان حقیقت محمدیہ کی وجہ سے حاضر و ناظر ہیں اور بایں سب انہیں حاضر و ناظر کہنا جائز و درست اور مبنی بر حقیقت ہے۔

جوشی تیری نگاہ سے گزرے درود پڑھ: ہر جز اوکل ہے مظہر انوار مصطفیٰ (حضرت اسی) ۲۔ اگر شفاعت کی اجازت ملی نہیں تو رَوَّلُوا الْحَمْدَ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي (شفاعت کا جہنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا) کا دعویٰ کیوں ہے؟ اذن شفاعت تو مل چکی ہے لیکن اس کا ظہور روز قیامت ہوگا۔ پیارے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے "شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَابِ مِنْ أُمَّتِي" میری شفاعت میری گنہ گار امت کیلئے ہے خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (سورۃ الاسراء، ۷۹) یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر تائز فرمائے گا۔ مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا هُوَ الْمَقَامُ الَّذِي اشْفَعُ فِيهِ لِأُمَّتِي" مقام محمود وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت فرماؤں گا۔

آیت مذکورہ کے ترجمہ میں ممکن ہے کہ کسی بادی النظر کو اعتراض ہو کہ عسی کے لغوی معنی میں امکان موجود ہے لہذا یقیناً اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اُن سے عرض ہے کہ اعتراض سے پہلے البرہان کا مطالعہ کریں جس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ عسی اور لَعَلَّ وغیرہما کی نسبت جب مخلوق کی طرف ہو تو اس کے ترجمہ میں امکان موجود ہوگا۔ لیکن یہ الفاظ جب خالق عزوجل سے منسوب ہو جائیں تو اس کے معنی یقیناً ہوں گے۔ وہاں امکان و

شبہ کی کوئی رسائی نہیں ہوگی کیونکہ وہ ذات ذات واجب ہے جہاں امکان کی گنجائش نہیں "عَسَىٰ وَلَعَلَّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَاجِبَتَانِ" (البرہان)

شفاعتِ کبریٰ اور اذنِ شفاعت سے متعلق بے شمار دلائل شرعیہ موجود ہیں جن کو آپ لوگ علماء اہلسنت وجماعت سے اکثر و بیشتر سنتے رہتے ہیں۔ حضرت علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شفاعت سے متعلق بعض حدیثیں متواتر ہیں لہذا وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو شفاعت کا انکار کرتا ہے۔ اور شفاعت کا انکار دنیا میں وہی کرے گا جو آخرت میں شفاعت سے محروم رہے گا۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

انہ سیکون فی ہذہ الامۃ قومٌ یکذبون کہ اس امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا بعد اب القبر ویکذبون بالشفاعۃ۔ جو عذاب قبر اور شفاعت کا انکار کرے گا۔

ان دونوں باتوں کا انکار پہلے پہل خارجیوں اور معتزلیوں نے کیا اور آج بھی ان دونوں کے پیروکار نجدی و ہابی یا ان سے متعلق لوگ کر رہے ہیں۔ اہلسنت وجماعت کو منکرینِ شفاعت سے دور رہنا ضروری ہے۔

**اذان علی القبر** ۳ اذان کو صرف نماز کے لئے محدود کرنا آپ کے دوستوں کی جہالت و نادانی اور مسائل شرعیہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے ہو سکتا ہے ان لوگوں کی پیدائش کے بعد ان کے کانوں میں اذان ہی نہ دی گئی ہو۔ یا اذان کے کلمات سے وہ لوگ چڑھتے ہوں جیسے شیاطین چڑھتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کے نزدیک اذان کے مختلف مواقع ہیں جہاں اذان کہنا سنت یا مستحب ہے۔ فقہی کتابوں سے اس کی تفصیل معلوم کرنی چاہئے۔ علمائے کرام کے نزدیک اختلاف اس بات میں ہے کہ جیسے دنیا میں آنے کے بعد نوزمولود کے کانوں میں اذان کہنا سنت ہے کیا دنیا سے جانے کے بعد اذان علی القبر بھی مسنون ہے؟ بعض علمائے کرام نے حالتِ اولیٰ پر قیاس کرتے ہوئے اسے مسنون کہا اور بعضوں نے مستحب کے خانوں میں رکھا۔۔۔ اذان علی القبر

کے فوائد اس قدر کثیر ہیں کہ معلومات ہو جانے کے بعد کوئی مسلمان اس سے محروم رہنا نہیں چاہے گا۔ امام اہلسنت مجدد ملت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس باب میں ایک نہایت نافع اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا جو فتاویٰ مبارکہ رضویہ میں شامل ہے۔  
فَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهَا۔

۳۲ ایصالِ ثواب :- یہ عقیدہ معتزلیوں کا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ زندوں کی طرف سے ایصالِ ثواب مردوں کے لئے نفع بخش ہے (فقہ اکبر) سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان نے اس کو اہلسنت وجماعت کی پہچان بتائی اور اس کے مخالفین کو معتزلی (غیر سنی) گردانا۔ اور ایصالِ ثواب کے اثبات پر احادیثِ کریمہ، اعمالِ سلف اور اقوالِ علماء سب ہی شاہد ہیں۔ قرآنِ خوانی کے اہتمام کو بیگناہ بنانا بد مذہبیت اور طریقِ سلف سے اعراض ہے۔ وَاللّٰهُ الْهَادِي اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ صِرَاطِ الَّذِي اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنْ النَّبِيِّينَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهِيْدِ وَالْقٰلِحِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَوَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔



# کِتَابُ الطَّهَارَةِ

(پاکی کا بیان)

ترجمہ قرآن پاک کو بے طہارت چھونا

۸۰۲ مسئلہ: محمد سلیم ناصر الدین یو تریخت - نیدرلینڈ۔  
۳-۱-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید کا ترجمہ جو صرف اردو یا فارسی یا ڈچ زبان میں ہو (اس میں عربی عبارتیں نہ ہوں) تو اسے بغیر غسل یا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں۔

۹۲۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

صرف ترجمہ قرآن عظیم خواہ وہ انگلش میں ہو یا ڈچ میں۔ اردو میں ہو یا فارسی میں بغیر طہارت کے اسے چھونا جائز نہیں کہ وہ سب اسی سے متعلق ہے جو منزل من السماء ہے جس کے بارے میں حکم الہی ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کامل پاکیزگی و طہارت کے بغیر اسے مت چھوؤ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ مَكْتُوبًا  
بِالْفَارُسِيَّةِ يَكْرَهُ لَهُمْ مَسَّهُ  
عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهَكَذَا  
عِنْدَهُمَا عَلَى الصَّحِيحِ - هَكَذَا  
فِي الْخُلَاصَةِ

اگر قرآن فارسی میں لکھا ہوا ہو تو بھی امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا چھونا مکروہ تحریمی ہے اور صحیح قول کے مطابق یہی مذہب صاحبین کا بھی ہے (اسی طرح فتاویٰ خلاصہ میں ہے)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ لوزنی مسجد، بالینڈ

# منی نکلنے کے بعد غسل کب واجب ہوتا ہے

مسئلہ ۸۰۳: محمد نسیم سالار بخش۔ اتروہ  
۱۹۸۵-۱۲-۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی یا کسی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر کی۔ یا اس کی شرمگاہ سے اپنے آل کو ملایا پھر جب شہوت زیادہ ہوئی اور منی اچھل کر نکلنے والی ہوئی تو اس آدمی نے اپنے ذکر کو مضبوطی سے تھام لیا اور جب شہوت ختم ہوگئی آل ڈھیلہ پڑ گیا تو اس نے آل کو چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے بعد بغیر شہوت کے اور بغیر اچھلے ہوئے منی خارج ہوگئی۔ کیا ایسی صورت میں غسل فرض ہوگا؟ واضح ہو کہ صورت مذکورہ میں عورت کو منی خارج نہیں ہوئی۔

۹۲۶ الجواب هو الملک الوہاب

جب منی کا اپنی جگہ سے اچھل کر جدا ہونا مستحق ہے تو چاہے اس کا اخراج سکون کے بعد ہوا ہو۔ اس پر غسل واجب ہے۔ وجوب غسل کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ بیوی یا کسی پرانی عورت کی شرمگاہ یا ستر دیکھ کر یہ کیفیت ہوئی ہو یا یونہی خیال و بدخیالی میں ایسا ہو گیا ہو۔

چنانچہ فتح القدر ص ۵۲ اور غنیہ ص ۴۳ وغیرہا میں ہے۔

عند الطرفین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک جب منی یَجِبُ الْغُسْلُ اِذَا الْفَصَلَ الْمَنِيَّ يَمِيْهُ سَهْوًا سَاهًا جَدًا هُوَ تَوَسَّلَ وَاجِبٌ عَنِ الصُّلْبِ بِشَهْوَةٍ ثُمَّ خَرَجَ هُوَ اِذَا كَانَ فِي الْمَنِيَّ سَكُونًا بَعْدَ السُّكُوْنِ وَكَذَا مِنْ صَوْرَةِ امْسَاكِ الْمَنِيِّ

ہے اگر چہ منی سکون کے بعد خارج ہوئی ہو۔ فقہاء کے نزدیک اسکی ایک صورت یہ ہے کہ ذکر کو مضبوطی سے پکڑنے کی وجہ کر منی سکون سے خارج ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواجد قالاری غفرلہ لوری دارالافتاء لوری مسجد

# کس کس قسم کے زیورات مانع غسل و وضو ہیں

مسئلہ ۸۰ :- لیاقت علی دل محمد، صدر نوری مسجد آسٹریٹم  
 ۱۸-۱۰-۱۳۱۰ء  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت و مرد جو انگوٹھیاں  
 یا زیورات استعمال کرتے ہیں اگر وہ جسم سے چپکے ہوئے ہوں۔ تو وضو یا غسل  
 میں انہیں نکالنا یا حرکت دینا ضروری ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب باصواب  
 سے شاد کام فرمائیں گے۔

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

انگوٹھیاں، چھلے اور دیگر زیورات جو استعمال کئے جاتے ہیں خواہ وہ عورت  
 و مرد کے لئے حلال ہوں یا حرام یا مکروہ تحریمی۔ اگر وہ جسم سے ایسے چپکے ہوئے ہوں  
 کہ وضو یا غسل میں جسم کے اس حصہ پر پانی نہ بہہ سکے تو ان زیورات کا اتارنا ضروری  
 اور ان اعضاء کا دھونا فرض ہے۔

اور اگر وہ زیورات کشادہ ہیں کہ پانی کے سیلان کو نہیں روکتے ہیں جب بھی  
 ان کو حرکت دینا ضروری ہے تاکہ ان کے نیچے اعضاء وضو و غسل پر پانی بہ جائے  
 کَمَا فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ

لَوْ خَاتَمَهُ ضَيْقًا نَزَعَهُ أَوْ حَرَكَهُ  
 وَجُوبًا - (فرائض الغسل) دینا واجب ہے۔

واضح ہو کہ مرد کے لئے چاندی کی صرف ایک انگوٹھی جو ساڑھے چار گرام سے  
 کم ہو ایک ننگ کے ساتھ جائز ہے۔ یعنی چاندی کی متعدد انگوٹھیاں، یا ایک ہی  
 انگوٹھی مگر چھلے کے ساتھ، یا بغیر چھلے کی مگر کئی نگوں کے ساتھ ایک انگوٹھی، یا چاندی  
 کی ایک ہی ننگ دار انگوٹھی مگر وزن میں ساڑھے چار گرام سے زائد ہو تو مردوں کے لئے  
 جائز نہیں۔ اسی طرح سونا یا کسی دوسری دھات کی انگوٹھی بھی مردوں کو جائز نہیں اگرچہ  
 ایک ہی ہو اور ساڑھے چار گرام سے کم ہو۔ چاندی سونا کے علاوہ دوسری دھاتوں



کے زیورات تو عورتوں کو بھی جائز نہیں۔ ہاں سونا چاندی کی انگوٹھیاں اور زیورات جو حد شرعی میں ہوں عورتوں کو جائز ہیں خواہ اس کا وزن کچھ بھی ہو۔ حد شرعی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ آجکل بہت سی فاسقات اور ان کی دیکھا دیکھی بہت بے راہ و مسلم و غیر مسلم جو انان اپنے کانوں، ناکوں، لبوں، پستان کی گھنڈیوں اور ناف بلکہ شرمگاہوں کو چاندی سونا کے زیورات سے چھیدوانے لگے ہیں۔ مسلم خواتین و حضرات کو ان فاسقات و فاسقین کے اس طرز عمل سے نفرت و گریز کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المراجع المآب

کتبہ عبد الواجد قادیانی عفرلہ خادم الافناء، جامعہ مدنیۃ الاسلام دی ہنگ

## روٹی کے ٹکڑے اگر دانتوں میں پھنسے ہوں

مسئلہ ۸۰۵ لیاقت علی دل محمد صدیقی مسجد آسٹریڈم  
۱۳۱۰ھ-۱۰-۱۸  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ غسل واجب میں اگر دانتوں کے سوراخوں یا خولوں کے اندر روٹی، چاول یا چھالیہ وغیرہ کے ٹکڑے پھنسے رہ جائیں۔ تو غسل ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب هو الہادی الی الصواب

غسل کے اندر کھل کر نافرمان ہے اور کھل کر نہیں ہے کہ منہ میں پانی لیکر پھینک دیا جائے بلکہ اصطلاح شرعی میں پانی سے منہ کے پورے اندر روٹی حصہ کو گھیر لینے کا نام کھلی ہے۔ یعنی ڈاڑھوں کے پیچھے گالوں کے اندر روٹی تہوں میں۔ دانتوں کی جڑوں اور کھڑکیوں میں۔ حلق کے کنارے تک ہر حصہ پر پانی بہ جائے۔ لہذا جن دانتوں کے سوراخوں کے درمیان یا کسی دانت کے ایک کھکھل میں کوئی ایسی چیز پھنسی رہ گئی جو پانی کے بہاؤ کو روکے۔ تو غسل واجب ادا نہیں ہوگا۔ چاول یا چھالی ہوئی روٹی دانتوں کے سوراخوں تک پانی کے پہنچنے کو تو نہیں روکے گی۔ پانی کی تری ضرور سوراخوں تک پہنچ جائے گی۔ لیکن پانی کے بہاؤ (سیلان) کو روک سکتی ہے

اور اگر جسم کا ایک بال برابر حصہ یا کوئی رنگٹا پانی کے بہاؤ سے الگ رہا تو غسل واجب ادا نہیں ہوگا۔ میری مراد جسم کے حصہ سے وہ حصہ ہے جس کا غسل غسل میں ضروری ہے۔ چاول یا چبائی ہوئی روٹی کے سبب سے دانتوں کے واضح سوراخوں یا کھکھل (خول) میں پانی نہیں بہہ سکا تو غسل نہیں ہوا۔

فتاویٰ شامی (سنن وضو) میں ہے۔

الْمَضْمُضَةُ إِصْطِلَاحًا اسْتِيعَابُ الْمَاءِ جَمِيعِ الْفَتْحِ.....  
مضمضہ (کلی) کا اصطلاحی معنی پورے منہ کو پانی سے گھیر لینا ہے۔

در مختار میں ہے

لا يمنع طعام بين اسنانه او دانتوں کے سوراخوں یا کھکھل میں پھنسا ہوا  
في سته المجوف به يفتي کھانا پانی کے پہنچنے کو نہیں روکتا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے  
لیکن خاتم المحققین علامہ شامی ابن عابدین علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور فتاویٰ  
ردالمحتار میں اس قول پر اعتراض وارد کیا اور فرمایا۔

لكن يرد عليه ان الواجب الغسل وهو اسالة الماء مع التقاطر كما مر في ارکان الوضوء والظاهر ان هذه الاشياء تمنع الاسالة فالظاهر التعليل بالضرورة۔  
لیکن اس پر اعتراض واقع ہوتا ہے کہ واجب نہ دھونا ہے۔ اور دھونا پانی کا تقاطر کے ساتھ بہہ بنا ہے جیسا کہ ارکان وضو میں گزرا اور ظاہر ہے کہ دانتوں میں پھنسی ہوئی چیزیں پانی کے بہاؤ کو روکتی ہیں۔ لہذا ظاہر یہی ہے کہ بطور علت ضرورت کی رعایت کی جائے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب دانتوں کے سوراخوں اور کھکھل میں پھنسی ہوئے طعام نے پانی کے بہاؤ کو روک دیا تو اس پر غسل کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اور جب اعضاء غسل میں غسل نہیں پایا گیا تو غسل نہیں ہوا۔

ہاں اگر ضرورت و حاجت ہو تو بات الگ ہے مثلاً کوئی ایسی چیز پھنسی ہے جس کا علیحدہ کرنا دانتوں یا سوراخوں کے لئے مضر ہے تو وہ معاف ہے۔ لیکن چاول

چبائی ہوئی روٹی یا چھالیہ کی ڈلی، دانتوں سے نکال لینا کوئی وجہ مضرت نہیں بلکہ سُستی  
 و لاپرواہی ہے جو علتِ ضرورت و حاجت نہیں لہذا غسل سے پہلے اُسے نکال  
 لینا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قلاذری غفرلہ خادم الانشاء، جامعہ مدینۃ الاسلام

## لیپ سٹیک اور ناخن پالش

۸۰۶ھ : ارشد عبدل خیرن ستین آمسٹرڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ  
 عورتیں لیپ سٹیک یا ناخن پالش استعمال کرتی ہیں۔ اگر لیپ اسٹیک کا اثر ہونٹوں  
 پر اور پالش کا اثر ناخن پر موجود ہو تو کیا ایسی صورت میں ان عورتوں کا وضو یا  
 غسل ادا ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ اثرات باقی رہنے کی صورت میں پانی پالش کے اوپر  
 سے گزر جاتا ہے نہ ناخن پر بہتا ہے اور نہ لبوں پر۔ جواب عطا فرما کر مشکور  
 فرمائیں۔ توازش و کرم ہوگا۔

۹۱۶ الجواب بعون الملک الوہاب

لیپ سٹیک اور ناخن پالش (LIP STICK + NAGELLAK) جن  
 میں حرام اور ناپاک اشیاء کی آمیزش ہو ان کا استعمال مسلمہ عورتوں کے لئے  
 حرام ہے اور ان کے لگے رہنے کی صورت میں نہ وضو صحیح ہو نہ غسل اور نہ ہی نماز۔  
 ..... ہاں اگر لیپ اسٹیک اور نیل پالش کے ساتھ اس کا فارمولہ بھی موجود ہو جس سے  
 ظن غالب (ملحق بیقین) ہو کہ اس میں کوئی ناپاک اور حرام اشیاء کی ملاوٹ نہیں  
 ہے تو اس کا استعمال عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ سامانِ زینت ہے اور عورتوں  
 کو زینت روا ہے۔

پھر اگر لیپ اسٹیک اور ناخن پالش کا جرم (جسم) پانی کے بہاؤ کو روکے  
 اور وہ لبوں اور ناخنوں پر موجود ہو تو وہ عورتوں کے لئے مانع وضو و غسل نہیں ہوتا

چاہئے کیونکہ لیب سٹیک اور نیل پالش کا وہی حکم ہے جو مہندی اور مہندی کے جرم کا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قاضی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعلیقات شامی میں سُرْمہ کے جرم کو مہندی کے جرم کی طرح بدلاۃ النقص ثابت فرمایا۔ اور در مختار (باب الفرائض الغسل) جلد اول میں ہے۔

لا یمنع الطہارۃ آخر ذباب مکھی اور لپٹو کی بیٹ نیز مہندی اگرچہ جسم دار و برغوث لم یصل الماء تحته ہو جس کے نیچے پانی نہ پہنچے مانع طہارت نہیں و حناء و لوجرمہ بہ یفتی۔ اہ اسی پر فتویٰ ہے۔

یہ آسانی زینت کے سبب عورتوں کو دی گئی ہے ورنہ غسل کا اطلاق از روئے اصطلاح فقہی اس پر صادق نہیں آتا۔

بعض علماء محققین کے نزدیک ناخن پالش پینٹ کی طرح ہے جس میں سرایت و نفوذ کی صلاحیت نہیں ہے لہذا وہ وضو و غسل کے عدم صحت کا حکم دیتے ہیں اور یہ پُر ظاہر کہ اختلاف علماء سے بچنا اولیٰ ہے۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال ہی نہ کیا جائے کہ آدمی دغدغہ میں مبتلا ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتب عبد الواحد قادری خادم الافناء مدنیۃ الاسلام

دی ہیگ۔ ہالینڈ

## وضو و غسل کے بعد تولیہ سے بدن پوچھنا

مسئلہ: ۸۰۶ عبد الغفور نارتھ آسٹریڈم

۱۳۱۶-۳-۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ وضو اور غسل کے بعد تولیہ سے اعضاء بدن کو صاف کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوہاب

وضو اور غسل کے بعد تولیہ سے اعضاء بدن کی ترمی لینے میں کوئی حرج و مانعت نہیں ہے بلکہ احادیث کریمہ سے کسی کپڑے کے ذریعہ بدن کو پوچھ لینا

ثابت ہے۔ لیکن وضو کے بعد اعضاء وضو کے پوچھنے میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھے کہ اعضاء وضو پر کچھ نہ کچھ تری باقی رہے کیونکہ وضو کا پانی قیامت کے دن حسنا کے ساتھ پڑے میں رکھا جائے گا۔

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِالْمُنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ (کتاب الآثار للامام محمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وضو کے بعد وصال استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محرر مذہب حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے استاذ امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے استاذ اور استاذ الاستاذ امام المحدثین سیدنا ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اس مسئلہ میں ان سے استفسار ہوا کہ وضو کے بعد کپڑے سے منہ صاف کرنا کیسا ہے؟ تو امام المحدثین نے جواباً ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ محرر مذہب سیدنا امام محمد شیبانی نے اپنی کتاب کتاب الآثار میں فرمایا۔

أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الرَّحْبَلِ أَنَّ تَوَضَّأَ فَيَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالتُّوبِ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ..... قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَأْخُذُ وَلَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

ہمیں خبر دی امام اعظم نے انہوں نے حضرت حماد سے روایت کیا اور انہوں نے ابراہیم نخعی سے کہ ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو وضو کے بعد کپڑے سے اپنا چہرہ پوچھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں... حضرت امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور کبیر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں دیکھتے ہیں اور یہی قول امام اعظم علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

ہاں ہمیشہ وضو کے بعد تولیہ کے استعمال کا عادی نہ بننے کا اہل ثروت و وجاہت سے مشابہت ہے اس لئے بعض علماء منع فرماتے ہیں اور اختلاف علماء

بچنا بہتر ہے۔ لہذا کبھی کبھی تولیہ کا استعمال نہ کرے بلکہ یونہی ہاتھوں سے اعضاء وضو کو پوچھ لیا کرے۔ خصوصاً گرمیوں کے موسم میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، القرآن ادارہ اسلامیات نیدرلینڈ

## ٹولیت پیپر اور اس کا حکم

مسئلہ: ۸۰۸ عبد الغفور۔ نارتھ آسٹریڈم ہالینڈ  
۱۳۱۶ھ - ۳ - ۸

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

قضاء حاجت (پاخانہ) کے بعد ٹولیت پیپر (TOILET PAPIER) سے نجاست کی جگہ کو صاف کرنا تاکہ آبِ دست کی صورت میں انگلیاں ملوث نہ ہوں جائز ہے یا نہیں؟ صاف صاف جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیں۔

۹۲۶ الجواب بعون الملک الوہاب

عام کتب فقہیہ میں کاغذ سے نجاست صاف کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ کاغذ تعلیم و تعلم کا ذریعہ ہے، ٹولیت پیپر بھی اگرچہ کاغذ ہی کی قسموں میں سے ایک ہے لیکن اس کے بنانے والوں نے اسے تعلیم و تعلم کے لئے نہیں بلکہ خاص اسی کام کے لئے بنایا ہے اسی لئے وہ کھردرا اور جاذب ہے پھر وہ یورپی ممالک میں مٹی کے ڈھیلوں سے زیادہ سستا اور سہل الحصول ہے۔ پھر ڈھیلوں کے استعمال کے بعد ہفتہ عشرہ میں بیریل (کھڈی) کی صفائی پر جس قدر صرفہ ہوتا ہے اسی قدر صرفہ سے اتنا زیادہ ٹولیت پیپر خریدا جاسکتا ہے جو سالوں سال کام آسکے..... ان دونوں باتوں کے پیش نظر یہ بات بالکل واضح ہے کہ ٹولیت پیپر کے استعمال میں نہ تو ذریعہ تعلیم و تعلم کی توہین ہے اور نہ ہی تضيع مال ہے بلکہ پاکیزگی و نظافت حاصل کرنے کا آسان اور کم قیمت ذریعہ ہے۔ لہذا اس کے استعمال میں کوئی حرج و کراہت نہیں ہونی چاہئے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، القرآن ادارہ اسلامیات نیدرلینڈ

# آبِ دَسْتِ كَيْسِي كَيْطْرَ سَافِي

مسئلہ ۸۰۹: عبد الغفور، نازکہ آسمٹروم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فراغت کے بعد پیشاب و پاخانہ کے مقام کو ٹولیت پیپر اور پانی سے صاف کر لینے کے بعد ان جگہوں کو کسی کپڑے سے پونچھنا درست ہے یا نہیں؟ یورپین ممالک کے استنجانوں میں یہ تینوں چیزوں کا اہتمام خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے یہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اگر شرعی طور پر اسکی اجازت نہیں ہو تو مطلع فرمائیں تاکہ ہم لوگ اسے گریز کریں۔

الجواب اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

۹۲۷ استنجا سے فراغت کے بعد پانی کی تری کو ہاتھوں یا کسی کپڑے سے پونچھ لینا جائز و درست ہے لیکن یاد رہے کہ کسی قمیسی کپڑے اور مستعمل لباس کا اس میں استعمال نہ کرے۔ بہتر ہے کہ کسی عام رومال یا اس کپڑے سے پونچھ لے جو اس کام کے لئے بنایا گیا ہو۔ مَنِيَّةُ الْمُصَلِّي آدابُ الْوُضُوءِ میں ہے۔

وَأَنْ يَمْسَحَ مَوْضِعَ الْإِسْتِنْبَاجِ  
بَعْدَ الْغُسْلِ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ  
وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ فِرَّةٌ  
يُجْفِضُهُ بِيَدِهِ ۵

پانی سے دھونے کے بعد کھڑا ہونے سے پہلے کپڑے سے استنجا کی جگہ کو پونچھے اور اگر اس کے پاس کپڑا نہ ہو تو اپنے ہاتھ سے استنجا کی جگہ کو خشک کرے۔

واللہ سبحانہ اعلم کتبہ عبد الواجد قلاوی غفرلہ ادارہ اسلامیات نیدرلینڈہ

## بَارِشِ كَيْسِي كَيْطْرَ سَافِي

مسئلہ ۸۱۰: محمد سعید الہی بخش دینہاخ

کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ اسلامیہ اس باب میں کہ

بالینڈ بلکہ یورپ کی عام سڑکیں صاف ستھری اور غلاظتِ مرئیہ سے محفوظ ہیں۔ بارش کے دوران یا بارش کے بعد اگر سڑکوں پر یا نالیوں میں بہتے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے تو کیا طہارت حاصل ہو جائے گی اور اس سے نماز و تلاوت درست ہوگی؟

۹۲۶ الجواب بعون المجیب الوہاب

بارش کے دوران سڑکوں اور نالیوں سے بہتا ہوا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے یعنی جب تک اس کا رنگ بویا مزہ کسی ناپاک شے کی وجہ سے نہ بدلے اس سے طہارت حاصل کرنا جائز و درست ہے۔ اور جب بارش تھم گئی اور پانی کا سیلان و جریان منقطع ہو گیا۔ تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس میں نجاست کا کوئی ذرہ موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس پانی سے غسل و وضو جائز ہے۔ لیکن دوسرا صاف ستھرا اور پاک پانی کے ہوتے ہوئے اس سے غسل فرض ادا کرنا یا وضو کرنا تہمت و نفرت کا سبب ہے اس لئے اس سے بچنا ہی شرعاً مطلوب ہے۔ بخاری شریف کتاب العلم میں ہے۔

إِيَّاكَ وَمَا يَعْتَدِرُ مِنْهُ ..... اس بات سے بچو کہ بعد میں معذرت کرنی پڑے۔  
بَشِيرًا وَلَا تَنْفِرُوا ..... خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ پھیلاؤ۔

واللہ سبحانہ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء جامعہ مدنیۃ الاسلام دیہگہ بالینڈ

## وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے

### مُدِّ صَاعٍ وَغَيْرِهِمَا كِي تَحْقِيقُ

مسئلہ ۸۱۱: نصیر گمان رائیس بیرونوفا، آمسٹرڈم۔

۲۰۱۰-۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ اسلام اس مسئلہ میں کہ وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال ہونا چاہئے یعنی کران (KRAAN) کو کتنی دیر تک چالورکھ سکتے ہیں؟ صاف اور واضح جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

۹۲۷ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب



وضو اور غسل کے پانی کی مقدار موجودہ پیمائوں میں واضح کرنا خاصا دشوار ہے کیونکہ قرن اول میں یہ پیمانے موجود نہیں تھے۔ پانی کے سائے پیمانے حادث و نو ایجاد ہیں احادیث کریمہ اور نصوص فقہا کی روشنی میں اس کا تقریباً صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ شریف میں حضرت ام المومنین طیبتھاہرہ سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.....  
کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد تک پانی سے غسل فرماتے تھے۔ اور ایک مُد پانی سے وضو فرماتے تھے۔

کتب احادیث کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس باب میں روایتیں مختلف ہیں۔ اکثر روایتوں میں ایک مُد پانی سے وضو فرمانا ثابت ہے جبکہ بعض روایتوں میں ایک مُد سے کچھ کم یا نصف مُد یا ایک مُد سے کچھ زائد پانی کے ساتھ وضو فرمانا ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح غسل کے باب میں بھی اختلاف روایت موجود ہے۔ اکثر روایتوں سے ایک صاع پانی سے غسل فرمانا ثابت ہے جبکہ دیگر روایتوں سے دو صاع، تین صاع اور ایک فرق پانی سے بھی غسل فرمانا ثابت ہوتا ہے۔

فقہاء کرام کے نزدیک اجماعاً ایک صاع چار مُد کے برابر ہے جبکہ ایک مُد امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول اور محتاط اندازہ کے مطابق موجودہ وزن میں ایک کیلو ساٹھ بائیس گرام گئیہوں ہوتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جو اناج قرن اول میں عام طریقہ سے استعمال کیا جاتا تھا وہ جو تھا۔ جس سے آجکل یورپ کے ممالک میں پتوں کے لئے پاپ وغیرہ بنایا جاتا ہے پھر قرونِ دوم (زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں گئیہوں (تاروا) کا عام استعمال ہونے لگا۔ لہذا علمائے کرام نے بجائے جو کے گئیہوں سے صدقہ قطر اور کفارہ وغیرہ کی مقدار

متعین فرمادی اور گیہوں کا استعمال اُس زمانہ سے لیکر اب تک عام ہے اس لئے ابھی بھی گیہوں کے ذریعہ صدقہ فطر اور کفارہ وغیرہ کی ادائیگی ہوتی ہے۔ یعنی صدقہ فطر دو مُد (دو کیلو پینتالیس گرام) نکالا جاتا ہے۔

شرح معانی الآثار باب مقدار صدقۃ الفطر میں ہے۔

لَمَّا كَثُرَ الطَّعَامُ فِي زَمَنِ  
مَعَاوِيَةَ جَعَلُوهُ مَدِينًا  
مِنْ حَنْطَلَةٍ ..... ۵۱  
حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں جب گیہوں کی  
کثرت ہوئی تو صدقہ فطر کی مقدار دو مُد  
گیہوں مقرر فرمادی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کھانے کے اندر گیہوں کا استعمال  
اس قدر عام ہو چکا تھا کہ حجاز مقدس کے عرف عام میں طعام سے مراد گیہوں ہی ہوتا تھا  
چنانچہ حضرت امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا۔  
الطَّعَامُ فِي عُرْفِ أَهْلِ الْحِجَازِ  
اسمٌ لِلْحَنْطَلَةِ خَاصَّةً ۱۱  
حجاز والوں کے عرف میں طعام خاص طور پر  
گیہوں کو کہتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مُد صاع  
مُدُ صَاعٍ وَغَيْرِهَا كِي تَحْقِيقُ  
فرق، اور قدح وغیرہ پانی کے ناپنے کا  
آلہ نہیں بلکہ اناج کا بیمانہ تھا۔ لہذا وضو یا غسل میں مُد اور صاع وغیرہ کا ذکر پانی کا  
وزن مقرر کرنے کے لئے نہیں بلکہ پانی کی مقدار بتانے کے لئے ہے۔ یعنی ایک مُد  
میں جس قدر پانی سما سکے اتنے پانی سے بطریق سنت وضو ہو سکتا ہے اور ایک  
صاع میں جتنا پانی سما سکے اُس سے غسل جنابت سنت کی رعایت کرتے ہوئے  
ہو سکتا ہے۔

یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ایک مُد میں محتاط اندازہ کے مطابق ایک کیلو  
ساڑھے بائیس گرام گیہوں آتا ہے اور جس بیمانے میں ایک کیلو گیہوں آتا ہو یقیناً  
طور پر اس میں سو الیٹری پانی آئے گا کیونکہ پانی کا وزن گیہوں کے مقابلہ میں پچیس فیصد  
سے بھی کچھ زائد ہے۔ لہذا ایک مُد پانی کا صحیح اندازہ موجودہ پانی کے پیمانے سے

ایک لیٹر دو سو اسی میلی لیٹر ہوا (1280 M-L) ....

اس سے معلوم ہوا کہ اگر وضو کرنے والا پورے احتیاط کے ساتھ وضو کرے تو بارہ سو اسی میلی لیٹر پانی سے بطریق سنت وضو کر سکتا ہے۔ اور پانچ سو پانچ لیٹر پانی سے غسل کر سکتا ہے۔ لیکن یہ مقدار وضو یا غسل کے لئے محدود و محصور نہیں کہ کم و بیش ہونے پر عامل و فاعل عند اللہ تعالیٰ و عند الشرع جو ابدہ ہو۔ کیونکہ اختلاف روایت نے مذکورہ مقدار پر زیادتی کی جانب کو مسدود نہیں کیا ہے ہاں ادائے سنت اور حصول اطمینان کے بعد بھی پانی کا مزید خرچ، اسراف و تبذیر میں داخل ہوگا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ پانی کی مذکورہ مقدار صرف وضو و غسل کے لئے ہے اس میں وہ پانی داخل نہیں ہے جس سے استنجا اور مسواک کیا جائے یا جسم پر لگی ہوئی نجاست کو قبل غسل دور کیا جائے یا ناک میں جمی رطوبت، منہ میں بسی ہوئی بدبو وغیرہ کو دور کیا جائے۔

اگر پانی کی مذکورہ مقدار استعمال کرنے پر آپ کو وضو یا غسل میں اطمینان نہیں ہوتا یا کسی سنت کی ادائیگی میں کمی رہ جاتی ہے تو مقدار مذکورہ سے زائد پانی استعمال کر سکتے ہیں اس میں کسی طرح کا کوئی حرج و گناہ نہیں۔ حضرات علماء اکرام نے وضو و غسل میں مقدار مذکورہ سے زائد پانی استعمال کرنے کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ افضل بتایا ہے تاکہ پوری طرح اطمینان ہو جائے اور سنت کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ جائے۔ حلیہ میں ہے۔

من اسبغ الوضوء والغسل  
بدون ذلك اجزاه وان لم  
یکفه زاد علیہ۔

جس نے مقدار مذکورہ سے کم میں وضو و غسل  
کر لیا تو جائز ہے اور اگر وہ مقدار اس کے لئے  
کافی نہ ہو تو اس مقدار میں اضافہ کر سکتا ہے۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

الافضل ان لا یقتص علی الصاع  
فی الغسل بل یغسل بازید منہ

غسل میں ایک صاع پانی پر اکتفا نہ کرنا افضل ہے  
بلکہ ایک صاع سے زائد پانی سے غسل کرے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ آپ اپنے کران (KRAAN) کو اس طرح کھولنے کے ایک یا سو لیٹر پانی میں وضو اور پانچ یا سو پانچ لیٹر پانی میں غسل ہو جائے۔ اور اگر اس مقدار سے اطمینان حاصل نہ ہو یا سنت کی ادائیگی میں تقصیر رہ جائے تو زائد پانی استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ عند العلماء افضل ہے۔ لیکن نہ اتنا زیادہ پانی استعمال کیا جائے جو اسراف میں داخل ہو جائے اور یہ ہر شخص کی جسمانی اور بالوں کے لحاظ سے مختلف ہے لہذا زیادتی کی مقدار متعین کرنا دشوار ہے۔

واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء جامعہ مدنیہ الاسلام دی بگ

## مسواک دانتوں کے طول یا عرض میں

۸۱۲ مسئلہ: نصیر گمان اسٹڈم دوست

۲۰۰۹-۱۰-۱۳

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

مسواک یا برش دانتوں کی لمبائی میں کی جائے یا چوڑائی میں؟ اکثر لوگوں کو دونوں طریقوں سے برش کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ اسلامی شرع میں اس کا کوئی طریقہ ہے یا نہیں؟

۹۲۶ الجواد اللہم ھدایۃ الحق والصواب

اسلامی شریعت میں ہر سوال کا جواب موجود ہے بلکہ قیامت تک جس قدر نئے مسائل پیدا ہوتے جائیں گے اسلامی شریعت کے اصول و ضوابط میں اس سب کا جواب موجود ہے صرف اخلاص و نلہیت اور اساس شریعت کی جانکاری اور فقہ اسلام میں تبحر چاہئے۔

ٹوٹے برش اگر نیلون یا پاک اشیاء سے بنا ہوا ہے تو اسے مسواک کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرنا چاہئے لمبائی میں نہیں یعنی منہ میں دائیں بائیں مسواک کرے، اوپر نیچے نہیں۔ جو لوگ دونوں طرح مسواک یا برش کرتے ہیں خلاف شرع ہے پھر اس میں مسوڑھوں پر خراش لگنے کا بھی اندیشہ

ہے۔ عنایہ مع فتح القلیدی میں ہے۔  
 یستاک عرضاً لا طولاً : مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرے لمبائی میں نہیں۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء مدینۃ الاسلام

## خون کا اثر اگر مسواک پر ظاہر ہو

مسئلہ ۸۱۳ :- محمد یونس عبدالصمد ساؤتھ آسٹریڈم  
 ۱۹۸۵-۱۲-۲۶  
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے با وضو ہونے  
 کے باوجود نماز سے پہلے مسواک کیا جب مسواک کو دیکھا تو اس پر خون کا اثر موجود  
 تھا۔ ایسی صورت میں اسے پھر سے وضو کرنے کی ضرورت ہے؟ یا پہلے وضو ہی  
 سے نماز ہو جائے گی؟

### ۴۸۶ الجواب بعون المجیب الوہاب

اصح و اظہر قول کے مطابق مسواک وضو سے پہلے کرنا سنت ہے۔ نماز سے  
 پہلے بغیر وضو کے مسواک کرنے کا کوئی حاصل نہیں۔ بلکہ اگر مسواک کی بو منہ میں باقی  
 رہ گئی اور اس نے کٹی نہیں کی تو یہ مکروہ ہوا۔ پھر بھی صورت مسؤلہ میں وضو کے لوٹانے  
 کی ضرورت نہیں کیونکہ مسواک پر خون کا اثر ظاہر ہونے سے وضو میں کوئی خرابی واقع  
 نہیں ہوتی۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱ میں ہے۔

المتوضی اذ عض شیئاً فوجد  
 فیہ اثر الدمر او استاک بسواک  
 فوجد فیہ اثر الدمر لا ینقص  
 مالہ یعرف السیلان کذا فی  
 الظہیریہ ....  
 با وضو شخص نے کسی چیز کو دانت سے کاٹا تو  
 اس میں خون کا اثر پایا۔ یا مسواک کیا تو اس  
 میں خون کا اثر پایا۔ تو جب تک بہنا معلوم نہ ہو  
 وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ایسا ہی ظہیریہ میں  
 ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ۔ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری مسجد

نوری دارالافتاء، آسٹریڈم

# مسواک کا حکم اور اس کا طریقہ

۸۱۲ مسئلہ :- محمد علی حسن سنوالمیرہ، نیدرلینڈ۔  
۱۹۸۵ء-۱۱-۲۴

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ اسلام اس مسئلہ میں کہ مسواک کرنا سنت ہے یا استحباب؟ اور اس کا وقت وضو سے پہلے ہے یا وضو کی نیت کر لینے دونوں ہاتھوں کو گٹھوں تک دھو لینے اور ایک کالی کر لینے کے بعد؟ مسواک کس طرح کرنا چاہئے؟ بعض مغربی حضرات (جو مذہباً مالکی ہیں) کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مسواک اپنی جیب میں رکھتے ہیں۔ اور تکبیر اقامت کے وقت مسواک کرتے ہوئے جماعت میں شریک ہو جاتے اور نماز ادا کر لیتے ہیں کیا شرع شریف میں ایسا کرنے کا حکم موجود ہے؟ خدا را جواب با صواب سے جلد از جلد نوازیں۔ بینوا و توجروا

۹۲ الجواد هوالمعین وبہ نستعین الی الصواب

مسواک کی ترغیب و تاکید بکثرت احادیث صحیحہ میں آئی۔ اور خود حضور پر نور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس عمل پر موافقت و ہمیشگی فرمانا اسکی سنیت پر دلیل کافی ہے لہذا باوجود اختلاف ائمہ دربارہ سنن و استحباب۔ مسواک کا سنت ہونا ہی اصح و اظہر ہے۔ اور یہی مرتب بدلیل ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے....  
عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا اور وضو کیا۔ پھر اٹھے اور نماز ادا  
ثم قام فصلى۔ (مسلم) فرمائی۔ (مسلم)

الفاظ حدیث کی ترتیب سے ظاہر ہوا کہ ہر عمل کا وقت جداگانہ ہے۔ جس طرح نماز اور وضو مستقل اور علیحدہ علیحدہ فعل ہیں اور دونوں کا وقت جداگانہ ہے۔ اسی طرح وضو اور مسواک دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ فعل ہیں اور ان دونوں کا وقت بھی جداگانہ ہے۔ پس جس طرح وضو سے پہلے نماز نہیں اسی طرح مسواک سے پہلے وضو نہیں

بلکہ ترتیب کے لحاظ سے پہلے مسواک پھر وضو پھر قیام پھر ابتداء نماز۔ اور اسی ترتیب کی تائید ائمہ المؤمنین سیدہ طیثہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتی ہیں۔

ان الثَّابِي صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ لَا يَرُقِدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ  
فَيَسْتَقِظُ إِلَّا تَسَوَّكَ قَبْلَ أَنْ  
يَتَوَضَّأَ (ابوداؤد)

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
رات و دن میں جس وقت بھی بیدار ہوتے  
تو وضو سے پہلے مسواک ضرور فرماتے  
(ابوداؤد)

ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں مسواک کا سنت ہونا اور اس کا وقت قبل وضو ہونا ظاہر ہوا اور یہی ہمارے ائمہ اعلام، کثیر فقہائے کرام اور صاحبِ فتاویٰ علماء عظام کے ارشادات و احکام ہیں۔

مسواک کو پہلے اچھی طرح دھولے پھر داہنے ہاتھ سے اس طرح پکڑے کہ چھینگی (سب سے چھوٹی انگلی) مسواک کے نیچے اور تینوں بڑی انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا مسواک کی کڑوٹ پر اپنی جانب ہو۔

پھر اوپر کے دانتوں کو پہلے داہنی جانب پھر بائیں جانب تین تین بار تین پانی سے ملے۔ اور اس کے بعد نیچے کے دانتوں کو دائیں بائیں تین تین بار سے پانی سے ملے۔ پھر مسواک کو دھو کر محفوظ جگہ رکھ دے۔ اسی طریقہ کو فقہاء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے۔

اقله ثلاث في الاعالي وثلث  
في الاسافل بمياه ثلثة اه  
کم از کم تین مرتبہ اوپر کے دانتوں میں اور تین  
مرتبہ نیچے کے دانتوں میں تین پانی سے مسواک کرے  
اور منیۃ المصلیٰ کی شرح صغیری میں ہے

يفسله عند الاستياك و  
عند الفراغ منه .....  
مسواک کرنے سے پہلے اور مسواک سے فارغ  
ہونے کے بعد مسواک کو دھو ڈالے۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسواک کرنا وضو کی سنتِ قبلیہ ہے لہذا مغربی یا

سعودی حضرات کا جماعت کے قیام کے وقت مسجد میں مسواک کرنا ہمارے نزدیک غیر مشروع اور نظافتِ مسجد کے خلاف ہے۔ بلکہ بعض ائمہ مالکیہ کے نزدیک بھی ایسا کرنا مکروہ اور آدابِ مسجد کے خلاف ہے۔ کما فی العینی

وعند بعض المالکیۃ کراہتہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک مسجد میں مسواک کرنا فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ک: ہ ہے اس میں مسجد کے اودھ ہونے کا امکان یٰنزہ۔ (باب المسواک یوم الجمعہ) ہے حالانکہ مسجد کی نظافتِ پاکیزگی کا حکم ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ بعض روایات نہ ریشہ میں مسواک کا "عند کلّ وضوء" ہونا مامور و مشروع ہے اور بعض روایت میں "عند کلّ صلوٰۃ یا مع کلّ صلوٰۃ" ہے اسی لئے امام مذہب حضرت سیدنا امام ادریس شافعی اور بعض ائمہ مالکیہ کے نزدیک مسواک کرنا نماز کی سنت ہے غالباً اسی نظریہ کے مطابق مغربی حضرات نماز کے وقت مسواک کرتے ہوں گے لہذا ان پر اعتراض کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ ان دونوں مختلف روایتوں میں فقہائے اسلام نے نہایت عمدہ تطبیق دی ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا علامہ الفہامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں۔

فَانْ قُلْتَ كَيْفَ التَّوْفِيقَ بَيْنَ رَوَايَةِ عِنْدَ كُلِّ وَضُوءٍ وَرَوَايَةِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتَ السَّوَاكُ الْوَاقِعُ عِنْدَ الْوَضُوءِ وَاقِعُ الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْوَضُوءَ شَرَعٌ لَهَا

اگر یہ کہا جائے کہ عند کل وضوء اور عند کل صلوٰۃ کی روایتوں میں تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟ تو میں جواباً کہوں گا کہ وضوء کے وقت مسواک کرنا فی الواقع نماز ہی کے لئے ہے کیونکہ وضوء نماز ہی کے لئے مشروع ہے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری مطبوعہ مصر)

(عمدۃ القاری مطبوعہ مصر)

مسواک کرنے میں اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ مسواک دانتوں کی چوڑائی میں ہو لبانی میں نہیں، جیسا کہ کتب فقہیہ میں اس کی وضاحت موجود ہے "یستاک عرضاً لا طولاً"..... آج کل عام لوگوں نے مسواک کی بجائے توتھ برش استعمال



کرنا شروع کر دیا ہے، جس سے مسواک کی فضیلت تو حاصل نہیں ہوتی البتہ قائم مقام ہونے کی وجہ سے سنت ادا ہو جائے گی۔ لہذا اس کا استعمال بھی اسی طرح کرے جیسے مسواک کیا جاتا ہے۔ تو تھ برس سے متعلق یہ تحقیق بھی کر لین چاہئے کہ وہ کسی حرام جانور یا حلال جانور مگر غیر مذبوح کے بالوں سے تو نہیں بنا ہے۔ اسی طرح یہ تحقیق بھی ضروری ہے کہ برس کے ذریعہ جو تو تھ پیٹ استعمال ہوتا ہے اس میں کوئی ناپاک و حرام سیال مادہ تو نہیں ملا ہوا ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ لوری مسجد امردوم بالینڈ۔

## کن کن صورتوں میں وضو مستحب ہے

۸۱۵: خواجہ نور حسین بنگالی اینڈ ہون

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں ایک ایسے دفتر میں کام کرتا ہوں جس میں مرد و عورت، بوڑھے، بوڑھیاں، بچے بچیاں (بالغ نابالغ) سب ہی کام کرتے ہیں۔ میں بجمہ تعالیٰ دفتر کے اوقات میں بھی با وضو رہتا ہوں لیکن یہاں بعض عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں کہ گویا نیم عریاں رہتی ہیں اور یہ ان کی تہذیب طبر کہ ڈی بڑی بات نہیں ہے۔ لہذا کبھی کبھی ان کی پنڈلیوں پر نظر پڑ جاتی ہے یا ان کے عریاں بالوں، چہروں، ہنسیوں، یا سینے کے بالائی حصہ پر بغیر عزم و ارادہ کے نظر پڑ جاتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھوں سے کوئی کاغذ، قائل، اور چائے وغیرہ لینے میں میری انگلیاں انکی انگلیوں سے چھو جاتی ہیں۔ ان سب صورت حال میں میرا وضو رہتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وضو نہیں جاتا ہے تو نماز کے وقت تازہ وضو کر لینا چاہئے یا اسکی ضرورت نہیں ہے؟ امید کہ مذکورہ تمام پہلوؤں کو ذہن میں رکھتے ہوئے تفصیلی جواب سے نواز کر شکر کا موقع دیں گے۔

آپ کا دیرینہ خادم

النور حسین بنگالی

## الجواب ۹۲ هو الہادی الی الصواب

آپ جیسے محتاط مسلمانوں کو ایسے دفاتر میں ملازمت ہی نہیں کرنی چاہئے جہاں دامن تقویٰ و طہارت پارہ پارہ ہوتا ہو اور فکر و نظر کی پاکیزگی کا خون ہوتا ہو۔ لیکن جہاں آدمی حکومتی آئین کے ہاتھوں مجبور ہو اور ایسے غیر شرعی دفاتر میں ملازمت کے سوا چارہ کار بھی نہ ہو تو ان دفتروں میں کامل احتیاط کے ساتھ وقت گزارنے کی ضرورت ہے تاکہ فکر و نظر اور دست و پا کو کوئی شیطانی کھیل کھیلنے کا موقع نہ ملے۔

صورتِ مسلولہ میں عند الاحناف وضو تو نہیں جانا لیکن تازہ وضو کر لینا مستحب ہے۔ یہ بات فقہاء احناف کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اپنا یا غیر کی ستر عورت دیکھنے بلکہ خاص شہزگاہ دیکھنے اور چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ "فصل نواقض الوضوء" میں ہے۔

متس ذاکرہ او ذاکر غیرہ کسی نے اپنی شرمگاہ یا دوسرے کی شرمگاہ لیس بحدث عندنا کذا کو چھوا تو ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ناقض فی الزاد وضو نہیں ہے۔

ایسے موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وضو مستحب و مندوب کے کچھ اسباب کی وضاحت کر دی جائے تاکہ محتاط حضرات اس سے فائدہ اٹھا سکیں..... حضرات فقہاء کرام کی وسعت نگاہ میں تیس<sup>۳</sup> سے زائد ایسے مواقع ہیں جہاں وضو مندوب و مستحب ہے۔ جیسا کہ درمختار کتاب الطہارت میں ہے۔

الوضوء مندوبٌ فی ینف تیس<sup>۳</sup> سے کچھ زائد مقامات پر وضو کرنا ثلثین موضعاً کرتھا مستحب ہے جس کو میں نے خزائن میں فی الخزائن ذکر کیا ہے۔

اگر ان تمام مقامات کو سمیٹا جائے تو بالا اختصار یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستحب وضو کے اسباب یہ ہیں۔

۱۔ جس بات سے امام مذہب کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ہمارے امام کے نزدیک نہیں ٹوٹتا ہو، اگر وہ بات واقع ہو جائے تو وضو کرنا مستحب ہے مثلاً اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد۔ یا شرمگاہ کو چھونے کے بعد یا کسی عورت و مرد کو بے شہوت چھونے کے بعد۔

ردالمحتار (فتاویٰ شامی) کتاب الطہارت میں ہے۔

وللخروج من خلاف العلماء اور علماء کے اختلاف سے بچنے کے لئے (وضو کرنا کما ینکرہ وامرأۃ مستحب) مثلاً اپنی شرمگاہ اور کسی عورت کو چھونے کے بعد

ردالمحتار کے متن درمختار میں ہے

واکل جزور و بعد کل خطیئة اونٹ کا گوشت کھانے اور کوئی بھی گناہ کے بعد وللخروج من خلاف العلماء نیز اختلاف علماء سے بچنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے ۲۔ جھوٹ بولنے۔ ۳۔ گالی بچنے، ۴۔ غیبت کرنے، ۵۔ چغلی خوری کرنے، ۶۔ اور غصہ ہونے کے بعد اگرچہ وضو نہیں جانا مگر ان برائیوں کے واقع ہونے کے بعد وضو مستحب ہے۔ کتاب الاتوار للشافعی میں ہے

لا ینتقض بالکذب والشتم جھوٹ، گالی، غیبت، چغلی خوری اور غصہ و النیبۃ والنمیمۃ والغضب کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ان میں سے ہر ایک کے وقوع کے بعد وضو مستحب ہے کیونکہ ان امور میں اختلاف علماء ہے

۷۔ بے شہوت ولذت کسی نامحرم عورت کے حصہ بدن سے اپنا کوئی حصہ بدن کا چھو جانا۔ ۸۔ شہوت ولذت کے ساتھ کسی نامحرم عورت کے جسم کے کسی حصہ کو چھونا اگرچہ اسکے جسم پر موٹا کپڑا ہو خواہ کھل یا لحاف ہی کیوں نہ ہو۔ ۹۔ محرمات مگر مشتبہات عورتوں کو چھونے سے اگر اتفاقاً لذت کا احساس ہونے لگے خواہ وہ محرمات بہن یا بیٹی ہی کیوں نہ ہو، نہ کسی عورت کی ذاتی خوبی یا حسن کی طرف بغور دیکھنے سے، ۱۰۔ اپنی ہتھیلی یا انگلی کے پیٹ سے اپنا ذکر و دُبُر یا فرج و دُبُر بے حائل چھونا، ۱۱۔ کسی چھوٹے نیچے یا مُردے کے ذکر و فرج و دُبُر کو بے حائل اپنی ہتھیلی

یا انگلیوں کے پیٹ سے چھوٹا، ۱۳ ہاتھ (سرناخن سے کہنیوں تک) کا کوئی حصہ بلا حائل اپنے ذکر کو چھو جانا، مذکورہ تمام صورتوں میں ائمہ شافعیہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لہذا اختلاف ائمہ سے بچنے کے لئے ہمارے نزدیک وضو کرنا مستحب ہے، کتاب الانوار (للشافعی) میں ہے۔

اسباب الحدیث اربعہ - نواقض وضو چار ہیں، چوتھا سبب یہ ہے  
 الرابع مس فرج آدمی بالراحۃ کہ شرمگاہ کو تھیلی یا انگلی کے پیٹ سے چھوٹا  
 او بطن اصبع قبل کان او وہ شرمگاہ قبل ہو یا دبر، بھول کر ہو یا جان بوجھ  
 کبراً ناسیاً او عامداً من ذکر، کر، مرد کی ہو یا عورت کی۔ بڑے کی ہو یا  
 او انثنی صغیراً و کبیراً حیّ چھوٹے کی، زندہ کی ہو یا مردہ کی۔ اپنی ہو  
 او میت من نفسہ او غیرہ۔ الخ یا غیر کی۔

اور علامۃ الفقہامہ ابن عابدین شامی رکن المحتار میں فرماتے ہیں۔  
 منها الغضب ونظر المحاسن جن اسباب کی وجہ سے وضو کرنا مستحب ہے  
 امرأۃ..... او ان میں سے غضب اور عورت کے محاسن کی طرف دیکھنا۔

۱۴ خارج نماز قہقہہ مار کر ہنستا، ۱۵ مقعد (جوڑوں) کو زمین سے یا کسی  
 دبیر چیز سے لگا کر عدم غفلت کے ساتھ سو جانا (ایسی نیند جس سے غفلت طاری  
 ہو جائے یا وجع مفاصل ہو تو عند الاحناف بھی ناقض وضو ہے)، ۱۶ بغل کو  
 کھلنے سے جبکہ اس میں بدل ہو، ۱۷ کسی برص والے یا جذام والے کے جسم  
 سے جسم کا چھو جانا، ۱۸ کسی کافر کے بدن سے بدن کا مس ہو جانا، ۱۹ صلیب  
 یا زنار کو چھوٹا، یہ سب وہ امور ہیں جو بعض ائمہ کے نزدیک ناقض وضو ہیں لہذا  
 ہمارے نزدیک ان امور کے واقع ہونے پر وضو کرنا مستحب ہوگا۔

حضرت سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمہ "میزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

سمعت سیدی علیاً الخواص میں نے حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمہ کو  
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقول وجہ فرماتے ہوئے سنا کہ قہقہہ یا وہ نیند جس میں

مِنْ نَقْضِ الطَّهَارَةِ بِالْقَهْمَةِ  
 اَوْ نَوْمِ الْمُمْكِنِ مَقْعَدًا  
 اَوْ مَسِّ ابْطِ فِيهِ صِنَاتٌ اَوْ  
 مَسِّ اَبْرَصٍ اَوْ اَجْذَمٍ اَوْ كَافِرًا  
 صَلِيبًا اَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا وُرِدَتْ  
 الْاٰخِبَارُ

چوتڑ زمین سے لگی ہو۔ اور نعل کا کھانا جبکہ  
 وہ بدبودار ہو یا کسی برسی، جذامی، کافر اور  
 صلیب وغیرہ کے چھو جانے سے وضو جائز رہتا  
 ہے، اسی طرح ہر اس چیز کے چھونے سے بھی وضو  
 ٹوٹ جائے گا جس کے چھونے کی ممانعت  
 احادیثِ کریمہ میں وارد ہے۔

یہی سے یہ بھی روشن ہوا کہ ہر وہ بد مذہب و بد عقیدہ جس کے عقائد حد کفر  
 تک پہنچے ہوئے ہوں، اگرچہ وہ سب زبانی کلمہ پڑھتے ہوں اور نمازوں کی طرح  
 اٹھک بیٹھک بھی کرتے ہوں، روزہ داروں کی طرح صبح سے شام تک بھوکے  
 پیاسے بھی رہتے ہوں، گویا ہر طرح دعویٰ اسلام کرتے ہوں۔ اگر کوئی مسلمان  
 ان سے چھو جائے یا لاعلمی میں ان سے ہاتھ ملالے تو اسے بھی وضو کرنا مستحب ہے  
 کیونکہ کافرِ اصل سے بدتر اور اشد تر حکم کافر مرتد کا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

۲۱ دنیاوی اشعار پڑھنے یا دنیاوی شعر گوئی کے بعد یعنی کوئی نظم و غزل  
 پڑھنا یا کہنا۔ اس حکم سے وہ اشعار خارج ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد، نعت و سرکائیات  
 اور منقبت بزرگانِ دین پر مشتمل ہوں۔ ۲۲ کوئی فحش بات کہنے کے بعد حافظ  
 الدلائل الشرعیہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ جلد اول میں فرماتے ہیں وَالْحَقُّ  
 الْفَحْشُ کہ میں نے مستحب وضو میں فحش کا بھی اضافہ کیا ہے، لِاِنَّهُ اَخْنَأُ مِنَ  
 الشَّعْرِ کیونکہ یہ دنیاوی شعر گوئی سے بھی زیادہ بے حیائی کی بات ہے۔ ۲۳ اہل  
 کتاب خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر مرد ہو یا عورت کو چھونے کے بعد۔  
 فتح المعین میں ہے۔

يَنْدَبُ الْوَضُوءُ مِنَ الْمَسِّ يَهُودِيٍّ : جَوْكْسِي يَهُودِيٍّ كَوَاجِبِ اسْكَ لِي وَضُوءًا مَسْتَحَبًّا۔  
 ۲۴ ایسی لڑکی جس کی عمر سات سال سے زائد ہو اس کو چھونے سے بھی وضو کرنا  
 مستحب ہے اگرچہ شہوت و لذت محسوس نہ ہو، کیونکہ شوائع کے نزدیک ایسی صورت

میں بھی وضو جاتا رہتا ہے۔ انوار الائمہ شافعیہ میں ہے۔

وَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ فَوْقَ سَبْعِ سِنِينَ أَوْ عَوْرَتِ سِتِّ سَالٍ مِنْ زَانِدٍ كِي هُوَ تَو  
فَلَا شَكَّ فِي إِنْتِقَاضِ الْوَضُوءِ اس کے چھونے سے وضو کے ٹوٹ جانے  
بَلَمُسَهَا الخ میں کوئی شک نہیں۔

۲۵ ۲۶ ۲۷ اپنی بیوی، اپنی باندی، کسی مردار، اور بہت بڑھی عورت  
کے چھونے کے بعد بھی وضو کرنا مستحب ہے۔ اسلئے کہ ان صورتوں میں ائمہ  
شافعیہ کے نزدیک وضو جاتا رہتا ہے۔  
انوار الائمہ شافعیہ ہی میں ہے۔

وَلَوْ مَسَّ امْرَأَتَهُ أَوْ امْتَهَ أَوْ  
مَيْتَةً أَوْ عَجُوزَةً فَانِيَةً أَوْ  
بِلَا شَهْوَةٍ أَوْ بِلَا قَصْدٍ اِنْتَقَضَ  
اور اگر اپنی بیوی، اپنی لونڈی، کسی مردار، یا  
کسی بہت بڑھی عورت کو چھوا خواہ بغیر شہوت  
و قصد کے چھوا ہو تو بھی وضو جاتا رہتا ہے۔  
۲۸ ۲۹، بیوی اور خادمہ کو چھونے کے بعد ہی وضو پر وضو مستحب نہیں بلکہ  
اتفاقاً بھی اگر ان کے جسم سے جسم یا انگلی سے انگلی چھو جائے تو وضو مستحب ہے  
اور یورپ میں اس کا وقوع خصوصاً ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً وضو کرنے میں مزید پانی  
کی ضرورت ہوئی یا تولیہ وغیرہ کی ضرورت پیش آئی، تو بیوی یا خادمہ اس کو انجام  
دیتی ہیں اور ایسی صورت میں عموماً ان کی انگلیوں سے انگلیاں مس ہو جاتی ہیں  
لہذا محتاط حضرات کو کمال احتیاط چاہئے۔

۳۰ ۳۱ اس سے پہلے سات نمبروں میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ اگر کسی نامحرم  
عورت سے اپنا حصہ بدن مس ہو جائے تو اگرچہ وضو ہے لیکن پھر بھی وضو کرنا  
مستحب ہے۔ دراصل یہی آپ کے سوال کا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اتفاقاً  
اس کی انگلی یا سرناخن سے آپ کی انگلی چھو جائے یا اس کے بال اس کے شانوں سے  
ڈھلک کر آپ کے جسم کے کسی حصہ کو لگ جائے تو وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ مالکیہ کے  
نزدیک نامحرم کے صرف ناخن یا بال چھو جانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ

ان کی کتاب "جواہر زکیۃ" میں ہے۔

(يَنْتَقِضُ الْوُضُوءُ بِلَمْسِ اجْنَبِيَّةٍ (وضو ٹوٹ جائے گا مطلقاً چھونے سے) اجنبیہ  
يَتَلَذُّ بِمِثْلِهَا عَادَتًا وَلَوْ ظَفَرَهَا . کے کیونکہ اس جیسی عادات لذت حاصل کی جا سکتی  
أَوْ شَعْرَهَا الخ ہے خواہ اس کے ناخن چھو جائیں یا بال۔

اس کے علاوہ بھی بعض ایسے مواقع ہیں جہاں وضو مندوب و مستحب ہے۔  
مثلاً ہر وقت با وضو رہنا۔ جب بھی حدث واقع ہو فوراً وضو کر لینا، جنین کے لئے کچھ  
کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا۔ کما فی رد المحتار "وضوء الجنب  
لهذا الاشياء مستحب"

واللہ سبحانہ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ لوری سجدہ اسٹڈم۔ بالینڈ

## جنازہ کے وضو سے دوسری نمازوں کا حکم

۸۱۶: حاجی علی حسین۔ سی لائڈ۔ نیدر لینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جس وضو سے جنازہ  
کی نماز پڑھی گئی ہو یعنی وہ وضو جنازہ ہی کے لئے کیا گیا ہو۔ کیا اس وضو سے پنجگاز  
نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں؟ حاجی رستم علی حسین۔

۹۲ الجواد

نماز جنازہ خداوند کریم کی حمد و ثنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
پر درود و سلام اور میت کے لئے دعا، مغفرت ہے۔ پھر اس میں قیام و  
تکبیرات الہیہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو وضو کو توڑنے والی ہو۔  
پھر یہ معلوم کیوں عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ جنازہ کے وضو سے تلاوت قرآن  
پاک یا دوسری نمازیں ادا نہیں کر سکتے؟ حالانکہ ائمہ مذاہب میں سے کسی نے یا  
اللہ کے علاوہ کسی دوسرے۔ امام و فقہ نے نماز جنازہ کو حدث قرار نہیں دیا جس سے

وضو باطل ہو جانا ہو اور جب وضو باطل نہیں ہوا تو اس حالت میں قرآن مجید کا چھونا اس کا پڑھنا، سجدہ کرنا، دوسری نمازوں کا پڑھنا، طواف سعی کرنا سب ہی جائز و درست ہے۔ حضرت سیدنا نافع امام التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جنازہ کی نماز پڑھتے تھے اور وضو کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ یعنی جس وضو سے نماز جنازہ پڑھتے اسی سے دوسری نمازیں بھی پڑھتے تھے۔

سنن بیہقی شریف ص ۳۰۶ میں ہے۔

وَنُصِّلِي عَلَيْهِ وَلَا نَعِيدُ الْوُضُوءَ هَمَّ نَمَازِ جَنَازَةٍ يُرْهَتُهُ أَوْ رُضُوهُنَّ لَوْ طَأَتْهُ تَحْتَهُ.  
پس وضو اگرچہ نماز جنازہ ہی ادا کرنے کی نیت سے کیا گیا ہو اس وضو سے دوسری نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ نیز اسی بیہقی شریف میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ چونکہ نماز ہے تو دوسری نمازوں کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔

قال انما كُتِبَ صَلَاةُ الْجَنَازَةِ وَرَجَعْنَا إِلَى صَلَاةِ (اخري) فلا وضوء  
انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ نماز جنازہ میں ہوتے اور بغیر وضو کے دوسری نمازوں کی طرف لوٹ جاتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الوالد قادری غفرلہ لوری مجدد آسٹریٹ

## نماز جنازہ کے تیمم سے فرض نمازیں

مسئلہ ۸۱۷: ریاست علی، کیراؤف پاک محمدی مسجد فرینکلن فورٹ

۱۹۸۹ء - ۵ - ۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے صرف نماز جنازہ کے لئے عذر کی حالت میں تیمم کیا اور اس تیمم سے نماز جنازہ پڑھی۔ اب زید اسی تیمم سے دوسری فرض و سنت نمازیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواد ۸۶

جی ہاں جس وضو یا تیمم سے نماز جنازہ جائز و درست ہے (تیمم کی صورت



میں اگر وہی عذر ابھی بھی باقی ہے تو دیگر نمازیں خواہ فرض ہو یا واجب یا سنت و نفل سب جائز و درست ہے۔

ہم نے اب تک کسی کتاب میں یہ نہیں پڑھا کہ نماز جنازہ ناقض وضو، یا ناقض تیمم ہے۔ بلکہ کتب فتاویٰ میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر تیمم صرف نماز جنازہ کے لئے کیا جب بھی اس تیمم سے دوسری فرض و واجب نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۱۳۱ میں ہے

لَوْ تَيَمَّمْ لِمَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ أَوْ  
لِسَجْدَةِ التَّلَاوَةِ أَجْزَاءً أَنْ يُصَلِّيَ  
بِهِ الْمَكْتُوبَةَ بِإِخْتِلَافٍ كَذَا فِي الْمَحِيطِ  
ہیں۔ جیسا کہ محیط میں بھی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ قادم الافناء جامع مدنیۃ الاسلام

## ٹیوویل سے وضو کرنے میں بچا ہوا پانی کیسے پیئے

۸۱۸ مسئلہ: حاجی عبد المجیب ارگمان آسٹریڈم دوست

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے لیکن آجکل برتنوں اور بدھنوں کے ذریعہ وضو کرنے کا رواج تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے ممکن ہے گاؤں وغیرہ میں اب تک اس کا چلن ہو مگر شہروں میں یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں اسکی جگہ پر ٹیوویل، پمپنگ سیٹ اور نلکی وغیرہ کے ذریعہ وضو غسل کرنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے جہاں وضو کے بعد پانی کے پکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں وضو کرنے والا وضو کا بچا ہوا پانی (فضل وضو) کیسے استعمال کرے گا اور استحباب کا ثواب کیسے پائے گا؟

جواب کا منتظر ایم اے جبار گمان بلائیس سٹراٹ 83 C آسٹریڈم

۹۲ الجواد ہوالہادی الی الصواب

اسلام کے دامن میں بڑی وسعت ہے۔ ٹیوویل کے ذریعہ بھی وضو کرنا والا

مندوب مستحب کے ثواب سے محروم نہیں کیا جاسکتا صرف احتیاط اور دلجمعی کے ساتھ وضو کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ مانا کہ نلوں کے ذریعہ وضو کرنے کے بعد اس میں بچا ہوا پانی اتنا کم نہیں ہوتا کہ متوضی اسے پی کر ختم کر دے لیکن بہر حال اس میں پانی تو ہوتا ہے جسے دو ایک چلو لیکر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر وضو کرنے والا پی سکتا ہے۔ اور حصول ثواب کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ چھوٹے برتن میں وضو کے بچے ہوئے پانی کو تین سانسوں میں پی لینے کا استنباحی حکم اسلئے ہے کہ مبادا اس پانی کی حرمت پامال نہ ہو اور لوگ دوسرے کام میں استعمال نہ کر لیں۔ ورنہ فضل وضو سے دو ایک گھونٹ پی لینے سے متوضی مستحب کا ثواب حاصل کر لیتا ہے خواہ کھڑے ہو کر پیئے یا بیٹھ کر ہاں کھڑے ہو کر پینا اسکے احترام واقعی کے حسب حال ہے لیکن بیٹھ کر پی لینے میں بھی کوئی گناہ یا حرج نہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ فصل الثالث فی الوضوء، ص ۲۵ میں ہے۔

وَمَا آدَابُ الْوُضُوءِ فِي الْأَصْلِ  
مَنْ الْأَدَبِ أَنْ لَا يَسْرِفَ فِي  
الْمَاءِ وَلَا يَفْتَرُوَ يَشْرِبُ  
فَضْلَ وَضُوءِهِ أَوْ بَعْضَهُ  
قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا۔  
بہر حال وضو کے مستحبات میں سے یہ بھی مستحب ہے کہ پانی کے استعمال میں زیادتی اور کمی نہ کرے اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی یا اس کا بعض حصہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پیئے۔  
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

کتبہ عبد الواحد قلاوری نوری مسجد آمسٹرم بالینڈہ

## وضو پر وضو کرنا

۸۱۹  
مسئلہ: حاجی اصغر علی کمپرینگ آمسٹرم۔  
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درمیان اس مسئلہ کے کہ وضو ہونے کے باوجود وضو کرنا شرعاً جائز ہے یا اسراف میں داخل ہے؟ جواب باصواب سے نوازنے کی زحمت کریں۔

## ۹۸۶ الجواب بعون المجیب الوہاد

اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ وضو اگرچہ بالذات عبادت مقصودہ نہیں، پھر بھی ہر وقت با وضو رہنا اور حدث واقع ہونے پر معاً وضو کر لینا مستحبات سے ہے۔ جس کی عظیم ترین فضیلتیں عارفین عظیم الحرم سے منقول ہیں۔ اور وضو پر وضو کرنے کو احادیث کریمہ میں نور علی نور فرمایا گیا ہے۔ جو اس کے مستحب ہونے پر واضح دلیل ہے امام غزالی نے احیاء العلوم باب فضیلة الوضوء ص ۱۳۵ میں بحوالہ زرین یہ حدیث پاک نقل فرمایا۔

الوضوء علی الوضوء نور : وضو ہونے کے باوجود وضو کرنا نور ہے۔ پھر ابو داؤد اور ترمذی شریفین میں حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ تَوَضَّأَ عَلَيَّ طَهَّرَ كَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ  
جو وضو ہونے کے باوجود وضو کرے اسکے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

فقہ کی بعض کتابوں میں وضو علی الوضو کو مکروہ کہا۔ لیکن اس مکروہ سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔ اور کراہت تنزیہی اولیٰ کے منافی ہوتی ہے۔ مندوب مستحسن کے نہیں۔ لہذا فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

التَّدْبُّ لَا يَنَافِي الْكِرَاهَةَ  
فَلَا يَبْعَدُ أَنْ يَكُونَ مَتَدُوبًا  
لِمَافِيهِ مِنَ الْفَضِيلَةِ  
قَالَ فِي الْحِلْيَةِ التَّفَلُّ لَا يَنَافِي  
عَدَمَ الْاُولُوِيَّةِ  
مندوب منافی کراہت نہیں۔ لہذا یہ بعید نہیں ہے کہ یہ (وضو پر وضو کرنا) فی نفسہ مندوب ہو کیونکہ اس میں فضیلت ہے۔ حلیہ میں فرمایا کہ تفل عدم اولویت کے خلاف نہیں ہے۔

لہذا وضو علی الوضو بعض قول کراہت کے باوجود مندوب مستحسن ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء والتبلیغ ورلد اسلامک مشن بالینڈ

# اگر محسوس ہو کہ ریح خارج ہو گئی ہے

مسئلہ: ۸۲۰: نور احمد علی، نیمین نیدرلینڈ  
۱۳-۱۲-۱۹۸۵ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو کے بعد کبھی نماز میں داخل ہونے سے پہلے اور کبھی نماز میں داخل ہونے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ریح (ہوا) خارج ہو گئی، لیکن نہ تو اسکی بدبو آئی اور نہ ہی آواز سنائی دی۔ کیا ایسی صورت میں پھر سے وضو کرنا چاہئے؟ یا اسی وضو سے نماز پڑھ لے؟

الجواب ۹۲۶

یہ سب شیطانی وسوسے ہیں جو قابل توجہ نہیں۔ حدیث پاک میں آیا کہ ایک شیطان جس کا نام دَلْهَانُ ہے وہ وضو کرنے والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے۔ پس جس پر اس کا وسوسہ کارگر ہو گیا وہ اسکے پیچھے پڑ جاتا ہے اور طرح طرح کے خیالاتِ فاسدہ میں مبتلا کر کے اسے بہکا تا ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالَىٰ مِنْ دَلْهَانَ وَوَسْوَسَةِ الشَّيْطَانِ۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ الشَّيْطَانُ فِي الصَّلَاةِ فَيَنْفَخُ فِي مَقْعَدَتِهِ فَيُخِيلُ أَنَّهُ أَحَدَثَ وَلَمْ يَحْدِثْ فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ فَلَا يَنْصَرِفُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان آتا ہے اور اس کے مقعد میں بھونک مارتا ہے جس سے اس کو خیال ابھرتا ہے کہ وہ بے وضو ہو گیا، حالانکہ وہ بے وضو نہیں ہوا تم میں سے جو بھی اس صورتِ حال سے دوچار ہو وہ نماز نہ توڑے جب تک آواز نہ سنے یا بدبو محسوس نہ کرے۔ (کشف الاستار رواہ الطبرانی)

لہذا صورتِ مسؤلہ میں شخص مذکور کا وضو باقی ہے دوبارہ وضو کی ضرورت

نہیں۔ وہ جتنی نمازیں چاہے اسی وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ اگر یہ وضو سے اُسے برابر آتے ہوں تو اوپر لکھی گئی دعاء (العیاذُ الخ) کثرت سے پڑھے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبد الواحد قادری غفرلہ، نوری دارالافتاء، نوری مسجد، بالینڈہ

## وضو کا پانی گناہوں کو دھو دیتا ہے

مسئلہ ۸۲۱ نور الحسن عباسی، پاک محمدی مسجد، فرانکفورٹ، جرمنی  
۲-۱-۱۹۸۸ء  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ وضو کا پانی محدث کو تو ظاہری پاکیزگی و طہارت عطا کرتا ہی ہے لیکن بعض علمائے سے یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہ گناہِ صغیرہ و کبیرہ کو بھی دھو ڈالتا ہے یعنی وضو کا پانی متوضی کو ظاہری باطن دونوں طور پر پاک و صاف کر ڈالتا ہے۔ کیا یہ بات شریعتِ طاہرہ سے بھی ثابت ہے یا صرف ترغیب و ضوکی حکامیتیں ہیں؟ جواب کا شدت کے انتظار ہے گا۔ عباسی

۹۶ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

بیشک جو کچھ آپ نے سنا اور علماء کرام نے بیان فرمایا وہ مشہور و معروف احادیثِ کریمہ سے ثابت اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال و مشاہدات سے واضح ہے۔ بعض کتب احادیث نے "خروج الخطا مع ماء الوضوء" کا مستقل باب باندھا اور اس میں احادیثِ مشہورہ معروفہ کو نقل کیا۔

حضرت سیدنا امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی صحیح مسلم شریف میں اس باب کی رعایت سے حضرت سیدنا عثمان ابن عفان اور حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع حدیثیں روایت کیں جس کی عبارات متنِ علی الترتیب یہ ہیں۔

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوَضُوءَ  
خَرَجَتْ خَطَايَا مِنْ جَسَدِهِ  
حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ  
جس متوضی نے اچھی طرح وضو کیا اس کے جسم  
کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں  
کے نیچے سے بھی گناہوں کا صفایا ہو جاتا ہے۔

جب کوئی مسلم یا مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے وہ سب گناہ نکل جاتے ہیں جسکی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو پانی کے ساتھ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو جو گناہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے وہ سب پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں.....

اور جب وہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوتا ہے تو پاؤں کے ذریعہ کئے ہوئے گناہ بھی پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

اولیاء امت میں وضو کے ماہر متعلم سے متعلق سب اہم و اعلیٰ مشاہدہ امام المشاہدین رأس العارفین امام الأئمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی عنہ الرحمن کا ہے جس کا اعتراف غیر حنفی علماء اور عرفاء کو بھی ہے چنانچہ عارف باللہ امام العلماء الشافعیہ حضرت سیدنا عبدالوہاب شعرائی علیہ الرحمۃ الربانی نے اپنی کتاب "میزان الکبریٰ" (میزان الشریعۃ الکبریٰ) میں فرمایا کہ۔

میں نے سیدی الخواص (جو ائمہ شافعیہ میں سے تھے) سے فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبان کشف اولیاء کرام ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ جب امام ابو حنیفہ وضو میں

اذا توضأ العبد المسلم  
اوالمومن فغسل وجهه خرج  
من وجهه كل خطيئة نظر  
اليها بعينه مع الماء او مع  
اخر قطر الماء فاذا غسل  
يديه خرج من يديه كل  
خطيئة كان بطشتها يداه  
مع الماء فاذا غسل رجليه  
خرج كل خطيئة مشتها  
رجلاه مع الماء او مع اخر  
قطر الماء حتى يخرج نقيا  
من الذنوب۔

سمعت سیدی علیاً الخواص  
رضی اللہ عنہ (وکان ایضاً شافعیاً)  
يقول مدارك الامام ابی حنیفہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ دقیقہ  
لا یکاد یطلع علیها الا اهل  
الكشف من اکابر الاولیاء قال

وَكَانَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيْفَةَ إِذْ أَرَىٰ  
مَاءَ الْمِيْضَاءِ يَعْرِفُ سَائِرَ الذُّنُوبِ  
الَّتِي خَرَجَتْ فِيْهِ مِنْ كِبَائِرِ  
وَصَغَائِرِ وَمَكْرُوْهَاتٍ

حضرت سیدنا امام اعظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے بعض مقرب شاگردوں کو کہیں نہ سمجھتا ہو چنانچہ سیدنا امام ابو یوسف انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماہ مستعمل کو دیکھ کر نہ صرف کبائر و صغائر گناہوں کو پہچان لیتے تھے بلکہ کراہت و خلاف اولیٰ میں بھی خطا فاصل کھینچ دیا کرتے تھے جس کا ذکر "المیزان" کتاب الطہارۃ میں موجود ہے۔ خود حضرت سیدنا تاج العارفین علیٰ خواص علیہ الرحمۃ کو ماہ مستعمل میں گناہ کبیرہ و صغیرہ کی معرفت ہو جایا کرتی تھی اور زکمرہ تبارک و تعالیٰ آج کی اس ظلمات نگری میں بھی ایسے ایسے صاحبان کشف و بصیرت حضرات سے قطعاً زمین خالی نہیں ہے مگر ہمیں ان حضرات کی پہچان نہیں کہ اولیائی تَحْتَ قِبَائِي (حدیث قدسی) کا زرین نقاب ان کے چہرہ ولایت پر پڑا ہوا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء والتبلیغ ورلد اسلامک سنٹر، لندن

## ماہ مستعمل کی مختلف صورتیں

۸۲۲  
مسئلہ: مجیب الرحمن، انٹورپ بلجیم  
۸-۱-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وضو کی حالت میں اگر پیشانی پر پانی ڈالا اور وہ پانی پیشانی پر بیہنے کے بعد مثلاً رخسار یا ٹھڈی پر آیا اور بہ گیا تو رخسار یا ٹھڈی حدیث سے پاک ہو یا نہیں؟ یا وہی پیشانی پر بہا ہو پانی مثلاً کلائیوں پر ٹپک ٹپک کر بہ گیا تو کلائیوں کا حدیث زائل ہو یا نہیں۔

اور یہی صورت حال اگر غسل میں واقع ہو یعنی سر یا چہرہ پر بہا ہو پانی

مثلاً سینہ، پیٹ، کمر اور پاؤں وغیرہ پر پہنچا اور بہہ گیا تو سر اور چہرہ کے علاوہ  
اعضاء جسم سے حدثِ جنابتِ زائل ہو گیا یا نہیں؟ اور اس کا غسل صحیح ہو گیا یا نہیں؟  
امید کہ جواب باصواب سے مطلع فرما کر عند اللہ تعالیٰ ثواب کے مستحق ہوں گے۔

سائل (مولوی) محمد مجیب الرحمن گلشن بغداد

۹۲ الجواب <sup>۷۸۶</sup> اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وضو اور غسل میں متوضی و غاسل کے اعضاءِ جسم کا حکم الگ الگ ہے یعنی  
بمخالفتِ وضو، (جبکہ وہ وضو حدث کو زائل کرنے، قربت حاصل کرنے وغیرہما کے لئے ہو)  
جب ایک عضو سے پانی بہہ کر ٹپک گیا تو وہ ہمارے مذہب حنفی کے نزدیک مستعمل  
ہو گیا کہ اب اس میں حدث زائل کرنے کی صلاحیت مفتی بہ قول کے مطابقت  
نہیں رہی۔

لہذا صورتِ مسؤلہ میں پیشانی، رخسار، ٹھڈی سب ملا کر ایک عضو ہے  
تو پیشانی سے بہا ہوا پانی رخسار وغیرہ پر آنا ایک ہی عضو پر دور کرنا ہے کیونکہ  
چہرہ کا پانی چہرہ پر بہا جو ایک عضو ہے بشرع مطہر نے پیشانی کی ابتدا، سر کے بال  
اگنے کی جگہ سے ٹھڈی تک اور ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی لو تک  
ایک ہی عضو قرار دیا ہے لقولہ تبارک و تعالیٰ فَاغْسِلُوا وُجُوْهُكُمْ  
اسی طرح ہاتھ کو ایک عضو قرار دیا ہے یعنی انگلیوں، ہتھیلیوں، کلائیوں اور کہنیوں  
کو الگ الگ شمار نہیں فرمایا۔ لقولہ تبارک و تعالیٰ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ  
اور جب ایک عضو سے ہنوز پانی جدا نہیں ہوا تو اس پر ما، مستعمل کا حکم نہیں ہوگا۔

ہاں اگر چہرہ سے پانی جدا ہو کر کلائیوں پر آ رہا، تو وہ اپنے عضو سے جدا ہو گیا  
اور دوسرے عضو پر آ گیا لہذا وہ ما، مستعمل استعمال کیا ہوا پانی جو خود پاک ہے مگر  
کسی ناپاکی کو زائل کرنے کی صلاحیت اس میں نہیں ہے، کے حکم میں آجائے گا۔ لہذا  
کلائیوں کا حدث اس سے زائل نہیں ہوگا اگرچہ بار بار کلائیوں پر سے بہ جائے۔  
در مختار باب المیاء ص ۳۱ میں ہے۔



فَاتَّه يَصِيرُ مُسْتَعْمَلًا إِذَا انْفَصَلَ پانی اس وقت مستعمل ہوگا جبکہ عضو سے  
عَنْ عَضْوٍ وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِرُّ فِي شَيْءٍ جِدا ہو اگرچہ کسی چیز پر نہ ٹھہرے مذہب  
عَلَى الْمَذْهَبِ یہی ہے۔

البتہ غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے (بخلاف اعضاء وضو کے) تو ساریا  
چہرہ پر سے بہا ہوا پانی جس جس حصہ عضو سے گزرتا جائے گا سب کو حدث و  
نجاست سے پاک کرتا جائے گا۔ رد المحتار باب المیاء ص ۱۳۷ میں ہے۔

إِنَّ أَعْضَاءَ الْغُسْلِ كَعْضْوٍ وَاحِدٍ غسل کے تمام اعضاء ایک عضو کی طرح  
فَلَوْ انْفَصَلَ مِنْهُ فَسَقَطَ عَلَى ہیں تو اگر اس میں کسی ایک عضو سے پانی  
عَضْوٍ آخَرَ مِنْ أَعْضَاءِ الْغُسْلِ جِدا ہو کر اعضاء غسل کے دوسرے حصہ پر  
فَأَجْرَاهُ عَلَيْهِ صَحَّ عَلَى گر کر بہہ گیا۔ تو دونوں اقوال کے مطابق  
الْقَوْلَيْنِ۔ اس سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔

عبارت مذکورہ میں قولین سے مراد استقرار و عدم استقرار ہے کیونکہ بعض  
علماء کے نزدیک پانی اعضاء سے جدا ہونے کے بعد اس وقت مستعمل کے حکم میں آتا  
ہے جبکہ اس کے اندر استقرار پایا جائے اور استقرار کے بعد دوبارہ اس کے  
اندر تحریک پائی جائے۔ وَاللَّهِ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ

کتبہ عبد الواحد قادی غفرلہ نوری دارالافتاء، آسٹریڈم، البینڈہ

## ستر عورت دیکھ لینے سے وضو نہیں جانا

۸۲۳  
مسئلہ: عبد التجمان معرفت اکبر درون تن، نیدرلینڈ  
۱۳۱۶-۳-۱۳

جناب مولانا مفتی صاحب السلام علیکم

ایک ضروری سوال یہ ہے کہ وضو کر لینے کے بعد اگر اپنا یا دوسرے کا رآن  
نظر آجائے یا خاص شرمگاہ کو دیکھ لے تو وضو رہے گا یا لوٹ جائے گا۔ خدا کے واسطے  
جلد جواب دیجئے۔

۹۲ الجواب وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

وضو نہیں جائے گا کیونکہ فقہاء کرام نے اسے نواقض وضو میں شمار ہی نہیں فرمایا بلکہ اس باب میں فقہاء کی تصریحیں موجود ہیں کہ عین حالت نماز میں بھی اگر کسی کے سترِ غلیظ پر نظر پڑ جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی، اگر یہ ناقض وضو ہوتا تو نماز ضرور باطل ہو جاتی۔ مرقی الفلاح جلد اول میں ہے

لَا تَبْطُلُ صَلَاةٌ بِنَظَرٍ إِلَى فَرْجِ الْمَطْلُوقَةِ أَوْ الْأَجْنَبِيَّةِ يَعْنِي دِيكُنْهُ سَعَى بَاطِلٍ نَهَى هُوَ كَيْ لَعْنَةُ شَرِّ مَكَّاهُ سَعَى مَرَادِ فَرْجٍ دَاخِلٍ هُوَ۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بے عذر شرعی کسی کے سامنے سترِ عورت کا کھولنا یا کسی کے سترِ عورت پر نظر کرنا حرام و بد انجام ہے اور خاص شرمگاہ کو دیکھنا یا دکھلانا اشد و بدتر حرام ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الانشاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## انجکشن کے ذریعہ خون نکلوانے سے وضو ٹوٹ جانا

۸۲۴ مسئلہ: عبدالواحد ظہور الکنار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں عموماً ڈاکٹر لوگ مریض کے مرض کی تحقیق کرنے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے اس کا خون بذریعہ سیرنج اور سوئی کے نکالتے یا نکلواتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کلائی یا کہنی کے کسی ممتاز رگ میں سیرنج کی سوئی ڈال کر تین چار چھوٹی شیشیاں خون نکال لیتے ہیں۔ پھر گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد ہاتھ کی درمیان انگلی میں سوئی چبھو کر خون کی تری کو کسی شیشی میں جمع کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس سے روزہ اور وضو

جاننا رہتا ہے؟

۹۲ الجواب اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ۔

صورتِ مسلولہ میں روزہ تو نہیں جائے گا لیکن اگر روزہ دار خون نکلوانے کے بعد بڈھال ہو جائے یا کمزوری کے سبب اسے روزہ رکھنا دشوار ہو جائے تو روزہ کی حالت میں اس قدر خون نکلوانا مکروہ ہے۔ روزہ دار اپنے اس شرعی عذر کو ڈاکٹروں کے سامنے پیش کر کے خون نکلوانے کے اوقات و نایسج میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ سیرنج کے ذریعہ جس قدر خون لیا گیا ظاہر ہے کہ وہ نجس اور ناقض وضو ہے اسی طرح سوئی کی نوک چبھا کر جس رستے ہوئے خون کوشش میں جمع کیا گیا اگر وہ اس قدر ہے کہ بہہ سکے (اور ظاہر نہیں ہے) تو اس سے بھی وضو جائز رہے گا۔

مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ میں ایک طویل بحث کے بعد افادہ فرماتے ہیں۔

لَا يَشْتَرِطُ فِي النَّقْضِ بِمَا مِنْ غَيْرِ السَّبِيلَيْنِ إِلَّا الْخُرُوجَ بِالسَّيْلَانِ عَلَى ظَاهِرِ الْبَدَنِ وَلَوْ بِالْقُوَّةِ فَلَا يَسْتَنْبِطُ مِنَ الظَّاهِرِ حِثًّا إِلَّا آخِلَ الْعَيْنِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الظَّاهِرِ شَرَعًا

اصلاً (فتاویٰ رضویہ)

سبیلین (ذکر و دبر) کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ سے خروج نجاست اسی وقت ناقض وضو ہوگا جب کہ وہ بدن کے ظاہری حصہ پر بہہ جانے کی صلاحیت رکھے اگر یہ بہاؤ اور خروج بالقوہ ہو۔ آنکھ کے علاوہ جسم کا کوئی ظاہر محسوس حصہ اس حکم سے باہر نہیں۔ ہاں آنکھ کی کٹوری شرعاً اور اصلاً ظاہر بدن میں شامل نہیں۔

اس روش تحریر سے یہی واضح ہوا کہ صرف ہاتھ اور انگلیوں ہی سے بہنے کی مقدار میں خون کا نکلنا ناقض وضو نہیں۔ بلکہ جسم کے جس حصہ سے بھی اس مقدار میں خون، پیپ، کٹھ پیپ وغیرہ نکلے یا نکالا جائے سب کا سب ناقض وضو ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آنکھ کے پونوں کے اندرونی حصہ سے خون بہا اور آنکھ کی پوری کٹوری میں چبھا گیا لیکن پلوں سے نیچے نہیں ڈھلکا تو وہ ناقض وضو نہیں ہے۔ کیونکہ آنکھ کا ظاہری ڈھیلہ جو پلوں کی چھاؤں میں ہے وہ نہ اصل کے اعتبار سے ظاہری جسم ہے اور نہ شرع کے اعتبار سے جسم ظاہر ہے۔ اسی لئے غسل یا وضو میں آنکھ کی کٹوری کا

دھونا واجب نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے آنکھوں میں لینس لگایا ہوا ہے تو غسل جنابت میں اس کا نکالنا ضروری نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ خادم الانشاء

مدینۃ الاسلام ہالینڈ ۲۱ شوال ۱۴۱۵ھ

## نیند کب وضو توڑتا ہے؟

مسئلہ ۸۲۵ :- ایل محمد یوسف گمان آسٹریڈم ہالینڈ

25-11-1985

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے ربانی اس مسئلہ میں کہ

ایک رات میں با وضو ہو کر نماز عشاء کے انتظار میں صوفہ پر بیٹھا بیٹھا سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو میں نے سمجھا کہ صرف اونگھ آئی ہے حالانکہ گھڑی کی طرف نگاہ کرنے سے معلوم ہوا کہ تقریباً پینتالیس منٹ تک میں سونا رہا۔ ایسی صورت میں میرا وضو ہلکا یا ختم ہو گیا؟ دلائل شرعیہ کے ساتھ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

۹۲۶ الجواد هو الہادی الصواب

مطلقاً نیند ناقض وضو نہیں ہے بلکہ نیند دو شرطوں کے ساتھ وضو کو توڑتی ہے۔ ۱۔ جبکہ سونے والے کاسرین (چوڑ) زمین، تختہ، سخت گدہ وغیرہ سے لگا ہوا نہ ہو۔ ۲۔ سونے والا ایسی غفلت کی نیند سو جائے کہ اس کے اعضاء کے جوڑ ڈھیلے پڑ جائیں۔

اگر سونے والے میں یہ دونوں شرطیں پائی جائیں گی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ اپنے اپنے سونے کی کیفیت یہ بتانی ہے کہ آپ صوفہ پر بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ اور صوفہ کا گدہ اس قدر دبیر ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے اخراج ریح کے مفاصل ڈھیلے نہیں ہوتے ہیں۔ لہذا آپ اگرچہ گھنٹوں تک سوتے رہے ہوں۔ آپ کا وضو نہیں گیا۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد اول میں ہے۔

ان نام مترجماً لا ینقض الوضوء اگر چار زانو بیٹھ کر سو گیا۔ تو ایسا سونا وضو کو

وَكذَٰلِكَ نَمُوتُ وَنَحْيَا وَهُوَ أَن  
يَبْسُطَ قَدَمَيْهِ مِن جَانِبٍ  
وَيَلْصِقَ الْيَتِيَةَ بِالْأَرْضِ... ۱۵

تہیں توڑتا ہے اور اگر اس طرح سویا کہ اپنے  
دونوں پاؤں کو ایک جانب نکال لیا اور سرین  
کو زمین پر رکھ دیا جب بھی یہی حکم ہے۔  
وضو نہ ٹوٹنے کے لئے سرین کا صرف زمین ہی پر رکھنا ضروری نہیں بلکہ تختہ  
غذہ (روٹی کا سخت گدہ) اور زین وغیرہ پر ٹیک دینے کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ صاحب  
دلائل قاہرہ مؤید ملت طاہرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

ان المصرح به في الخانية  
نفسها والكتب قاطبة انه ان  
نام على ظهر الدابة في سرج  
او كاف لا ينتقض وضوئه لعدم  
استرخاء المفاصل۔

فتاویٰ قاضی خاں اور دوسری معتد کتابوں  
میں بھی اسکی وضاحت موجود ہے کہ اگر کوئی  
شخص سواری کی پیٹھ پر یعنی زین یا مندرہ پر  
سو گیا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ایسی صورت  
میں جوڑوں کے اندر نرمی اور کشادگی نہیں پائی جاتی ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ توری مسجد آمسٹرڈم۔ ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء

## احلام سے کب غسل کرنا ہے

۸۲۶  
۳-۱۱-۱۳۰۹ھ

مسئلہ: محمد عباس واجتہدی، مسجد رضوی فریدالاسلام آمسٹرڈم  
کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام و علماء کرام اس مسئلہ میں کہ اگر خواب میں  
احلام ہوتا ہو دیکھے اور لذت بھی محسوس کرے۔ لیکن بیداری کے بعد جسم یا کپڑے  
پر کسی طرح کی تری نہ پائے تو خواب دیکھنے والے پر غسل فرض ہے یا نہیں؟ دوسری  
صورت یہ ہے کہ احلام کا ہونا تو یاد نہیں ہے مگر جسم پر تری پایا جس سے گمان ہوا  
کہ یہی ہے۔ یا منی و مذی کے درمیان مشکوک رہا تو ان صورتوں میں غسل  
فرض ہوگا یا نہیں؟

۹۲۶  
الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ اولیٰ میں بالاتفاق غسل واجب نہیں اور صورتِ ثانیہ میں واجب ہے۔ ارشاد رسول مقبول علیہ السلام ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
 قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم عن الرجل  
 یجد البلل ولا یدکر احتلاماً  
 قال یغتسل وعن الرجل یری  
 انہ قد احتلم ولم یرجد  
 بللاً قال لا غسل علیہ۔  
 (ابن حبان و ابوداؤد)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
 روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ جو  
 بیدار ہونے کے بعد تری پائے اور اسے  
 احتلام یاد نہ ہو؟ تو اپنے ارشاد فرمایا کہ وہ  
 غسل کرے۔ اور اس شخص کے متعلق بھی سوال  
 کیا گیا جسے احتلام تو یاد ہے لیکن تری نہیں پائی  
 تو اپنے ارشاد فرمایا اس پر غسل واجب نہیں۔

فتاویٰ بزازیہ مع الہندیہ میں ہے۔

احتلم ولم یر بللاً لا غسل  
 علیہ اجماعاً۔  
 اور حلیہ میں ہے۔

کسی شخص کو احتلام ہوا اور اس نے تری نہیں  
 دیکھی تو اس پر بالاجماع غسل واجب نہیں۔

وجوب الغسل اذا لم یتذکر  
 حلماً وتیقن انہ مذی او  
 شک فی انہ منی او مذی قول  
 ابی حنیفہ ومحمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما)

جب خواب یاد نہ ہو اور تری کے متعلق یقین  
 ہے کہ وہ مذی ہے یا مذی و منی کے درمیان  
 وہ مشکوک ہے تو طرفین (امام اعظم امام محمد)  
 کے نزدیک اس پر غسل واجب ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں یہ بھی ہے

انتبہ ورائی علی فرشیہ او فخذہ  
 المذی یلزمہ الغسل فی قول  
 ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ  
 تعالیٰ تذکراً ولم یتذکر۔

کوئی شخص خواب سے بیدار ہوا اور اپنے بستر یا ران پر  
 تری (مذی) دیکھی تو امامین طرفین کے نزدیک  
 اس شخص پر غسل واجب ہے چاہے احتلام کا ہونا  
 یاد ہو یا نہ ہو۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

حکم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ارشادات فقہاء علیہم الرحمہ کی روشنی میں آپ کے دونوں سوالوں کا جواب واضح ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم ویرزہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ جامعہ مدنیۃ الاسلام بالینڈ

## تولیہ بھیکو کر بدن پونچھ لینے سے غسل جنابت اترے گا یا نہیں؟

۸۲۴  
۲۵-۱۱-۱۹۸۶  
سائل: ایل محمد یوسف گمان نوری مسجد آسٹریڈم  
علمائے کرام و مفتیانِ عظام کا اس بارے میں کیا ارشاد گرامی ہے کہ سخت زکام (انفلونزا) کی صورت میں سرد و گرم پانی کا استعمال مزید نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ جب بھی میں زکام کی حالت میں غسل کرتا ہوں تو مرض مہینوں کے لئے لیا ہوا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر نہانے کی حاجت ہو جائے تو گرم پانی سے تولیہ بھیکو کر سر سے پاؤں تک بدن پونچھ لینے سے غسل جنابت اترے گا یا نہیں؟ اور حدث کی صورت میں اسی طرح اعضا، وضو کو پونچھ لینے کے بعد وضو کے لئے کفایت کرے گا یا نہیں؟ اور اسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل لطیف محمد یوسف

۹۲ الجواب اللہم ہذا ایۃ الحق والصواب

اگر واقعی سرد و گرم پانی کا استعمال آپ کے لئے مضر اور تجربہ کی روشنی میں مرض کے بڑھنے کا سبب ہوتا ہے تو بجائے نہانے کے غسل و وضو میں آپ تیمم بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ نے خود ہی لکھا کہ گرم پانی میں تولیہ بھیکو کر پورے بدن کو پونچھ لیا جائے۔ تو ایسی صورت میں بجائے تیمم کے آپ پورے جسم کو پونچھ لیا کریں کہ یہی ضروری ہے۔ یونہی وضو میں بھی اعضا، وضو کو پونچھ لیا کریں۔ ہاں اگر گرم پانی سے پونچھنا بھی نقصان دہ ہونے لگے تو تیمم کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حالت جنابت میں غسل ضروری ہے اگر غسل کرنا واقعی نقصان دہ

اور مرض کے طول کھینچنے کا سبب ہو تو پورے جسم کا مسح کرنا ضروری ہے۔ اور اگر مسح کرنا بھی نقصان دہ ہو تو تیمم ضروری ہے۔

زکام والوں کے لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سر کا بھیگونا نقصان دہ ہوتا ہو مگر جسم کا بھیگونا مضر نہ ہو تو ایسی صورت میں پورے جسم کا دھونا یا بھیگونا ضروری ہے اور سر پر مسح کرنے کی رخصت ہے۔ یعنی مریض کے ضرر کے مطابق شریعتِ مطہرہ اس کے لئے سہولتیں فراہم کرتی ہیں۔

امام المحققین صاحب دلائلِ قاہرہ کثیرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ المولیٰ الغنی اپنے فتاویٰ مبارکہ (العطایا النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ) میں فرماتے ہیں۔

ان ضرع غسل رأسه لا غیر  
مسحہ وغسل سائر جسده  
وان ضر الاغتسال بماء بارد  
اغتسل بحاراً وفاتر ان قدر  
والا یتمم أو مسح رأسه  
وغسل بدنه جسمًا  
یقتضیہ حالہ ۱۵ ص ۱۶

اگر صرف سر کا دھونا نقصان دہ ہو تو سر کا مسح کرے اور دیگر اعضاء بدن کو دھولے۔ اور اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا نقصان دہ ہو تو گرم یا نیم گرم پانی سے غسل کرے اگر میسر ہو ورنہ تیمم کرے۔ یا سر کا مسح کرے اور باقی جسم کو دھولے۔ مرض کی جو کیفیت ہو اس کی رعایت کرے۔

امید ہے کہ اپنے پورے طور پر مسئلہ کو سمجھ لیا ہوگا۔ اگر کوئی دقت ہو تو دوبارہ سوال کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء، والخطیب نوری مسجد آمسٹرڈم، البینہ

۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء

## عورتیں اگر بغیر جوڑا کھولے غسل جنابت کریں

۸۲۸  
مسئلہ: امین عبدالرؤف، نارتھ آمسٹرڈم  
۱-۱۹۸۶ء  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتیں کبھی اپنے بالوں کو



بالکل کھلا ہوا رکھتی ہیں، کبھی چوٹی گوندھ کر (جعدہ) اور کبھی جوڑا باندھ کر (صفہ) بنا لیتی ہیں سوال یہ ہے کہ غسل جنابت میں چوٹی یا جوڑا کا کھولنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا جوڑا باندھے ہوئے بھی غسل ہو سکتا ہے؟ بیٹنوا وتوجروا

۹۲ الجواب بعون المجیب الوہاب

جوڑا اور چوٹی کھولے بغیر بھی عورتوں کا غسل جنابت اتر سکتا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ام المومنین حضرت سیدتنا ام سلمیٰ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے بال گندھواتی ہوں کیا نہانے میں کھول دیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انما یکفیک ان تحشی علی اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لیا کرو  
راسک ثلاث حثیات یہی تیرے لئے کافی ہے۔

ابوداؤد شریف باب المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل میں ہے۔

اما المرأة فلا علیها ان تنقضه لتغرف علی راسها ثلاث غرقات یکفیهما۔ عورت پر ضروری نہیں کہ اپنے گندھے بالوں کو کھولے۔ اس کے لئے کافی ہے کہ تین لپ پانی اپنے سر پر ڈالے۔

اور مسلم شریف ہی میں سیدہ طیبة طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد موجود ہے۔

لقد کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اناء واحد وما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلاث افرغات (صفہ)

فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے نہایا کرتے۔ اور میں اپنے سر پر صرف تین بار چلو سے پانی ڈالتی (جعد مبارک کو نہ کھولتی تھی)

ان احادیث کو کریمہ کی روشنی میں روشن تر ہوا کہ عورتوں کو جوڑے یا چوٹی کی حالت

میں اگر غسل واجب ہو جائے تو انہیں جوڑے اور چوٹی کھولنے کی ضرورت نہیں سارے جسم کو دھو کر سر پر تین لپ پانی بہائے غسل ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواحد قادری غفرلہ توری سجدہ آمسٹردم۔ بالینڈ

## ماہِ قلیل کو پاک کرنے کا طریقہ

۸۲۹ مسئلہ: شاکر حسین شاردہا کرائیت یورخ

22-8-1987

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ یورپ کے غسل خانوں میں عموماً پلاسٹیک یا سیمینٹیڈ چھوٹے چھوٹے حوض ہوتے ہیں جو کسی طرح بھی 10x10 (دو دردہ) نہیں ہوتے۔ اگر وہ پانی سے بھرا ہوا ہو اور کوئی حنبی یا محدث غسل یا وضو سے پہلے پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ یا پاؤں اس میں ڈال دے تو کیا اس پانی سے وضو یا غسل کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں کر سکتے ہیں تو اس ماہِ مستعمل کو قابلِ غسل و وضو بنانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ کیونکہ اس قدر پانی کو ضائع کرتے ہوئے طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔

۹۲۶ الجواد بعون الجواد الوہاب

صورتِ مسئلہ میں حوض مذکورہ کا پانی مستعمل ہو گیا کہ خود پاک ہے مگر نجاستِ حکمیہ کے پاک کرنے کی صلاحیت اب اس میں باقی نہ رہی۔ پس اس پانی سے نہ تو غسل کر سکتے ہیں نہ ہی وضو۔ اور اگر کوئی کرے تو نہ اس سے غسل اترے نہ وضو کی پاکی حاصل ہو۔ جیسا کہ فتح القدر، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا یجوز ص ۶۱ جلد اول میں ہے۔

ان وقع الكون في الجيب  
فادخل يده الى المرفق  
لاخراجها لا يصير مستعملاً  
لنص عليه في الخلاصة قال

اگر لوٹا کنویں (پٹی) میں گر پڑا اور اس کو نکالنے کے لئے اپنا ہاتھ کہنیوں تک کنویں میں ڈالنا پڑا تو پانی مستعملاً نہیں ہوگا۔ یہ مسئلہ "خلاصہ" میں منصوص ہے، بخلاف اس بات

بِخِلَافِ مَا لَوْدُخَلَّ يَدَا لِالتَّبَرُّدِ  
لِعَدَمِ الضَّرْمِ وَرَدِّ

کے کہ اگر ہاتھ کو کنویں میں صرف ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ڈالا تو اس کا پانی مستعمل ہو جائے گا

کیونکہ یہ ضرورت (شرعی) نہیں ہے۔

جو پانی مستعمل ہو جائے اُسے پاک اور قابل استعمال (مطہر) بنانے کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ جتنا پانی حوض میں ہے اُس سے زیادہ مقدار میں طاہر و مطہر پانی اس میں ملا دیا جائے تو سارا کا سارا پانی طاہر و مطہر (قابل وضو و غسل) ہو جائے گا جیسے اس سے نجاستِ حقیقیہ کو پاک کیا جاسکتا ہے اسی طرح نجاستِ حکمیہ بھی پاک کیا جاسکتا ہے

۲۔ اس حوض کے پانی کو جاری پانی بنا دیا جائے یعنی حوض کے ایک طرف سے اس میں پاک پانی ملا یا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے۔ اگرچہ ادخال و اخراج میں کمی بیشی ہو جب بھی وہ سب کا سب پانی طاہر و مطہر ہو جائے گا۔ کما فی التذکرۃ المختار والرد المحتار ص ۱۲۳۔

غلبۃ المخالط لو مما شلاً  
کمستعمل فی الاجزاء فان  
المطلق اکثر من النصف  
جاز التطہیر بالکل  
والادلاء۔۔

ملنے والے پانی کا غلبہ اگر ماہ مستعمل کے مثل ہو تو اعتبار ہفتہ دار کا ہوگا۔ اگر ماہ مطلق نصف سے زائد ہے تو سب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے۔ ورنہ نہیں

بمجر دجر یانہ بان یدخل  
من جانب ویخرج من اخر  
حال دخوله وان قل الخارج  
"بحر" ولا یلزم ان یتکون  
ممتلاً اول وقت الدخول  
لانہ اذا کان ناقصاً دخل

صرف اس کے جاری ہونے سے کہ ایک طرف سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے۔ اس کے داخل ہونے کی حالت میں۔ اگرچہ خارج کم ہو "بحر" یہ ضروری نہیں کہ داخل ہوتے وقت برتن بھرا ہوا ہو کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہوکر

الماء حتى امتلاً وخرج برتن بھر جائے پھر پانی اس سے نکل جائے تب بعضہ طہرا ایضاً... بھی وہ پانی پاک ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری وارد حال جامع مسجد پاراماری بوسور نیام جنوبی امریکہ

## زیادہ ٹھنڈا یا گرم پانی کا استعمال وضو غسل میں

سئلہ ۸۳۰: ایل منگل المیہ نیدرلینڈ

۱۹۸۹ء-۲۰۰۰ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ یورپ میں اکثر و بیشتر ٹھنڈے اور گرم پانی کی ڈونلیس (کران) غسل خانہ اور باورچی خانہ میں استعمال کی جاتی ہیں۔ ٹھنڈا پانی اس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے کہ بغیر گرم پانی کی ملاوٹ کے اس کا استعمال نہایت دشوار و مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ اور گرم پانی اس قدر گرم ہوتا ہے کہ اگر اس میں چائے کی پتی ڈال دی جائے تو چائے تیار ہو سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس قدر ٹھنڈے یا گرم پانی سے وضو یا غسل درست ہے یا نہیں؟

۸۲۶ جواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

زیادہ ٹھنڈا یا زیادہ گرم پانی جس سے تکمیل سنت نہ ہو سکے مکروہ ہے۔ اور اگر وہ تکمیل فرض ہی سے روکے تو اس کا استعمال حرام و بد انجام ہے۔ نہ اس سے وضو ہونہ غسل..... یہاں نیدرلینڈ میں جو گرم پانی نلوں کے ذریعہ آتا ہے وہ الیکٹرک یا گیس کے ذریعہ گرم کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو آفتاب کی گرمی سے گرم شدہ پانی کا ہے بلکہ ضرر رسانی میں وہ زیادہ ہے۔

آفتاب کی گرمی سے گرم شدہ پانی کا حکم احادیث کرمیہ میں منصوص ہے۔

چنانچہ سنن دارقطنی، باب الماء المسخن ص ۳۹ میں ہے۔

عَنْ أَمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا سَخَنْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً فِي الشَّمْسِ فَقَالَ لَا تَفْعَلِي  
 ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے دھوپ میں پانی گرم کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے حمیرا!

يَا حَمِيْرًا فَإِنَّهُ يُورَثُ الْبَرْصَ - آئندہ ایسا مت کرنا کیونکہ اس برص پیدا ہوتا ہے۔  
 عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْوَانَ مَوْقُوفًا لَا تَغْتَسِلُوا بِالْمَاءِ الشَّمْسِ فَإِنَّهُ يُورَثُ الْبَرْصَ  
 واقطنی نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یہی روایت کی کہ تم لوگ دھوپ گرم کئے ہوئے پانی سے غسل مت کرو کہ اس برص پیدا ہوتا ہے۔

لہذا یورپ یا غیر یورپ میں جہاں دونوں نلیں ساتھ ساتھ ہوں۔ وہاں دونوں پانی کو آپس میں ملا لینا چاہئے۔ جب گرم پانی کی گرمی اور ٹھنڈے پانی کی ٹھنڈک ختم ہونے کے قریب ہو جائے اور استعمال کرنے میں کوئی دشواری نہ سے تو اس پانی سے بلا کراہت وضو و غسل کر سکتے ہیں۔

یورپ میں برص کی بیماری کثرت سے ہے جسکے وجوہات میں سے دو وجہ تقریباً عام ہے ایک تو سور کے گوشت اور چربی کا استعمال دوسرے نہایت گرم پانی سے غسل۔ العیاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم۔ واللہ سبحانہ اعلم  
 مکتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء مدینۃ الاسلام ہالینڈ

## غسل میت کے بعد غسل کرنا

۸۳۱ مسئلہ: تدریان علیٰ امستردم مغربی۔  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں میت کو غسل دینے والا شخص اگر موقع نہ ملنے کی وجہ سے غسل نہیں کر سکا صرف وضو کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو گیا تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ جبکہ میت کے غسل کا پانی (ماہ استعمال) غسل کے جسم اور کپڑے کے بعض حصوں پر پڑا ہو۔

الجواب التمام ہدایۃ الحق والضواب

میت کے غسل دینے والوں پر غسل کرنا نہ واجب ہے نہ فرض۔ بلکہ صرف مستحب ہے۔ کما فی الدر المختار وغیرہ۔ کیونکہ موت اگرچہ عند الجہور نجاست حقیقیہ کا سبب ہے جس میں استعمال کیا ہوا پانی ماہ استعمال ہی نہیں

بلکہ ناپاک ہے، لیکن عام فقہاء کرام کے نزدیک وہ نجاستِ حکمیہ ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے تو اس تقدیر پر جو پانی جسمِ میت سے گزر کر بہا یا غسل دینے والوں کے جسم یا کپڑے پر لگا وہ ناپاک نہیں بلکہ ماہِ مستعمل ہی ہے اور ماہِ مستعمل اگرچہ مطہر نہیں لیکن جہاں لگے گا اسے ناپاک بھی نہیں کرے گا۔ بنا بریں علماء محققین کے نزدیک میت کے نہلانے والوں پر نہانا صرف مستحب ہے اور ترکِ استحباب مواخذہ کا سبب نہیں۔ لہذا شخص مذکور کی صحتِ نمازِ جنازہ میں کوئی کلام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ خادم الافناء مدنیۃ الاسلام بالینڈ

## مُحَدِّث کی مونچھوں کے لگنے سے پانی مستعمل ہونا یا نہیں؟

۸۳۲: فیصلِ رحمت، دی ہیگ۔  
۳-۳-۲۰۱۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے اپنی مونچھوں کو قلندرانہ ہیئت اختیار کرنے کے شوق میں کافی بڑھا لیا ہے کہ اس کی لمبائی تین سینٹی میٹر (تقریباً دو انچ) سے کم نہ ہوگی۔ جب وہ پانی پیتے ہیں تو مونچھ کے بالائی حصے پانی میں آجاتے ہیں۔ اور پانی کے بعض قطرے مونچھوں پر چمکنے لگتے ہیں۔ ایسی صورت میں انہوں نے جگ (واترکانت) سے منہ لگا کر پانی پیا۔ تو باقی ماندہ پانی کو دوسرا شخص بطور تبرک استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس پانی سے وضو کر سکتا ہے یا نہیں؟

۹۲: الجواب هو الہادی الی الصواب

شرع شریف میں مونچھوں کو گھٹانے اور ڈاڑھی کو بڑھانے کا حکم صریح ہے "اعفوا للخی وقصوا الشوارب" مونچھیں بڑھانا، ہنود اور نصاریٰ کا مذہبی شعار ہے جس کی مخالفت اہل اسلام کو لازم ہے۔ ارشادِ گرامی ہے خَالِفُوا الْيَهُودَ وَالْمُشْرِكِينَ. (الحدیث)

مولوی صاحب مذکور فی السؤال کو نصیحت کی جائے کہ وہ مشرکین و نصاریٰ کے شعار کو اپنانے سے قطعی گریز کریں۔ اگر وہ نصیحت ماننے کو تیار ہو جائیں اور مونچھوں کو کتر واکر حد شرع میں لے آئیں تو وہ قابلِ عزت و احترام ہیں اور اگر وہ قصوا الشوارب کی مخالفت پر کمر بستہ رہیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے نام نہاد مولوی شریعت کے معاند سے تنکہ توڑ لیں اور اسلامی قطع تعلق کریں۔

آدمی کا جو ٹھا (خواہ وہ جنبی ہو یا کافر) پاک ہے لیکن ہر پاک چیز کا طیب و طاہر اور لائقِ اکل و شرب ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً تھوک، رنٹیٹھ وغیرہ۔

پھر اگر وہ محدث تھا اور اس نے اس حال میں پانی پیا کہ اسکی مونچھیں پانی کو چھو گئیں تو وہ پانی بھی مستعمل ہو گیا۔ یعنی اب اس کا پینا مکروہ اور اس سے نجاستِ حکمیہ دور نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## ماہِ قلیل میں اگر بچہ ہاتھ پاؤں ڈالے

مسئلہ ۸۳۳: محمد شریف لیلی ستاد نیدرلینڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہاتھ روم (غسل خانہ) کے حوضِ صغیر (۱/۲ × ۲ م) میں کسی نابالغ بچے نے مثلاً اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دیا تو کیا اس حوض کے پانی سے وضو و غسل کرنا جائز و درست ہے یا نہیں؟ مدلل جواب

سے نوازنے کی زحمت کریں۔ M.s. Zulfan

لاہور الجواد اللہم ہدایۃ الحق والصواب

جب تک اس بچے کے ہاتھ پاؤں پر نجاست کا لگنا یقینی طور پر معلوم نہ ہو۔ وہ پانی قابلِ طہارت ہے۔ کیونکہ نابالغ اگر اپنے پورے جسم کے ساتھ بھی چھوٹے حوض میں داخل ہو جائے تو حوض کا پانی مستعمل نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کے مرفوع القلم ہونے کی وجہ سے اس کے حدتِ قربت کا وجود کالعدم ہے۔

فتاویٰ ہندیہ (فصل فیما لا یجوز بہ الوضوء) ص ۲۵ میں ہے  
 إِذَا دَخَلَ الصَّبِيُّ يَدَا فِي كَوْزِ مَاءٍ أَوْ رَجُلُهُ فَإِنْ عَلِمَ أَنَّ يَدَهُ  
 طَاهِرَةً بَيَقِينٍ يَجُوزُ التَّوَضُّؤُ بِهِ  
 وَإِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ أَنَّهَا طَاهِرَةٌ  
 أَوْ خَشِيَهَا فَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَوَضَّأَ  
 بِغَيْرِهِ وَمَعَ هَذَا لَوْ تَوَضَّأَ  
 أَحْزَاكَ كَذَا فِي الْمَجِيطِ۔  
 اگر بچہ نے اپنے ہاتھ یا پاؤں کو کوزہ میں ڈالا تو  
 اگر یہ یقین سے معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک ہے  
 تو اس پانی سے وضو جائز ہے۔ اور اگر یقین سے  
 نہیں معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا یا ناپاک  
 تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کیا  
 جائے اور اگر دوسرا پانی ہونے کے باوجود کسی نے  
 اسی پانی سے وضو کر لیا تو جائز ہے۔ کذا فی المجیط۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء مدینۃ الاسلام بالہند

## کھلیان کے اناج پر جانوروں کا پیشاب کر دینا

۸۳۴ مسئلہ :- مولانا محمد الیاس انجم علیہ السلام آباد اہیاری بہار (انڈیا)  
 ۱۹۸۵-۱۱-۵  
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اس مشین دور میں بھی دیہاتوں  
 کے اندر دھان یا بیج وغیرہ کے دانوں کو ان کے پودوں سے چھڑانے (مالش یا  
 دونی کرنے) کے لئے سیلوں یا سائڑھوں کا استعمال ہوتا ہے۔ اور مالش کے درمیان  
 وہ جانور اناج ہی پر عموماً پیشاب، پاخانہ کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ اناج ایک دوسرے  
 سے ملوث ہوتے رہتے ہیں۔ گویا پورے کا پورا اناج مشکوک بالتجاسہ ہو جاتا ہے  
 لیکن جب مالش ختم ہو جاتی ہے تو کاشتکار اپنے اس مالش شدہ اناج میں  
 سے دو چار کیلو (بنام رسولی یا صدقہ یا فقیرانہ) نکال کر علیحدہ رکھ دیتے ہیں کبھی وہ  
 اناج تکیہ دار شاہ صاحبان کو دے دیا جاتا ہے اور کبھی فقیر مسکین یا کسی مسجد و  
 مدر کو دے دیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ بنام رسولی اناج نہ تو عشر ہوتا ہے نہ ہی صدقہ  
 واجبہ۔ سوال یہ ہے کہ اس اناج کے نکال دینے سے بقیہ اناج جس پر جانوروں  
 نے پیشاب اور لید کیا وہ شرعاً پاک اور لائق اکل ہو جاتا ہے؟ یا اس کے پاک



کرنے کا کوئی اور طریقہ ہے؟ کیا وہ اناج امام مسجد یا مدرسین مدرسہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

محمد الیاس انجم علیم آباد اہیاری ضلع درہنگہ، بہار، انڈیا

﴿۱۶﴾ النجواد بعون الملك الوهاب هو الهادی الی الصواب

مسئلہ مذکورہ غالباً منصوص نہیں بلکہ قیاسی ہے اور مقیس علیہ وہ جزیرہ ہے جس کی وضاحت محترم مذہب مہذب حضرت سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیر کبیر میں فرمائی، کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا جس میں یقیناً طور پر ایک ذمی ہے جسے پہچانتے نہیں۔ اس کے علاوہ اس قلعہ میں تمام کفار حربی ہیں، شرعاً ان کفار کا قتل حرام ہے (اگرچہ وہ مسلمانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے قلعہ بند ہو چکے ہوں) کہ مبادا اسی ذمی کا قتل نہ ہو جائے۔ ہاں اگر اس قلعہ میں سے بعض نکل بھاگیں یا کسی وجہ سے قتل کر دیئے جائیں تو اب باقی کا قتل کرنا جائز ہو جائے گا کیونکہ خروج یا قتل نے ذمی کی موجودگی میں شک پیدا کر دیا۔ اور یقیناً مجہول شک سے زائل ہو گیا۔ غنیۃ المستملی ص ۲۰۱ میں ہے۔

اگر ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں ایک ذمی ہے مگر معلوم نہیں وہ کون ہے، تو اس قلعہ میں رہنے والوں کو قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ مانع یقیناً موجود ہے۔ اور ان میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا یا اس سے نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ محترم

إِذَا فَتَحْنَا حَصَنًا وَفِيهِمْ ذِمِّيٌّ لَا يَعْرِفُ لَا يَجُوزُ قَتْلُهُمْ لِقِيَامِ الْمَنَاعِ بِبِقِيَّتِهِمْ وَأَوْقَاتِ الْبَعْضِ أَوْ أَخْرَجَ حَلَّ قَتْلِ الْبَاقِي لِلشُّكِّ فِي قِيَامِ الْمُحَرَّمِ۔

(ذمی) کی موجودگی میں شک ہے۔

اسی پیمانہ قیاس پر سیر کبیر کے شراح حضرت علامہ اسپجیابی علیہ الرحمہ نے کئی مسائل محدثہ کو قیاس کیا اور اس قیاس کو اپنے شیخ تاج المذہب والدین امام احمد بن عبدالعزیز کی طرف مرفوع کیا... پس صورتِ مسئلہ میں جبکہ بیل وغیرہ کے پیشاب نے اناج کے ایک حصہ کو یقیناً ناپاک کر دیا مگر بعد میں متعین نہیں رہا کہ کون سا حصہ ناپاک ہے۔ پھر اسی اناج میں سے کچھ اناج ہبہ یا صدقہ کر دیا (خواہ کسی نام ہو)

تو وہ سارا اناج پاک ہو گیا، کیونکہ جس اناج کی موجودگی میں شک واقع ہو گیا۔ اور اناج میں طہارت اصل ہے جو شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوگا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے "الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ" اور یہ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے۔ لہذا وہ اناج پاک بھی ہے اور لائق اکل بھی۔ جب وہ نکالا ہوا اناج عشر یا صدقہ واجبہ نہیں تو بدل کے طور پر یا بصورت ہبہ امام و مدرس سب کو دے سکتے ہیں نہ انہیں دینے میں کوئی حرج شرعی ہے۔ نہ لینے میں کوئی قباحت۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ  
نوری دارالافتاء آسٹریڈم۔ ہالینڈ۔

## ماءِ مُسْتَعْمَلٍ كَالِاسْتِعْمَالِ

۸۳۵ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی معظّم دین مثلاً پیر و مرشد، استاذ دینی اور عالم دین کے غسل یا وضو میں استعمال کیا ہو پانی جسے ماءِ مُسْتَعْمَلٍ کہتے ہیں، مریدوں، شاگردوں یا معتقدوں کے لئے پینا اور اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، دلیل میں صلح حدیبیہ کے موقع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ماءِ مُسْتَعْمَلٍ استعمال کرنا پیش کیا جاتا ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ بعض عورتیں انتہاء عقیدت کی وجہ سے اپنے پیر یا عالم دین کے پاؤں کو دھو کر اس پانی سے آٹا گوندھتی ہیں تاکہ روٹی کھانے والے سائے لوگ اس سے برکت حاصل کر سکیں یہ درست ہے یا نہیں؟

محمد اسلم لالہ موسیٰ، گجرات، پاکستان

۹۲۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب

حصول طہارت اور دفع نجاست کے لئے جو پانی استعمال کیا گیا یا حالت حدیث میں جو پانی بدن کے کسی حصہ سے گزر گیا وہ ماءِ مُسْتَعْمَلٍ ہے اس کے متعلق علماء احناف کے تین قول ہیں ۱۔ وہ نجاست غلیظہ ہے۔ ۲۔ وہ نجاست خفیضہ ہے۔ ۳۔ وہ طاہر

غیر مطہر ہے۔ یعنی وہ خود پاک ہے کہ بدن یا کپڑے کے جس حصہ پر پڑ جائے گا ناپاک نہیں کرے گا مگر خود وہ پانی وضو یا غسل کے لائق نہیں اور نہ ہی کسی ناپاکی کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہذا ماہِ مستعمل کو حصولِ برکت کے لئے بھی پینا جائز نہیں بلکہ مکروہ تحریمی۔ مختار میں ہے جلد راصاً رشیدیہ وھو ظاہرٌ ولو من جنب وھو الظاہرہ۔ اور وہ "ماہِ مستعمل" پاک ہے اگرچہ جنبی کا ہو اور یہی قول ظاہر ہے۔ لکن یکرہ شربہ والعجن بہ ۵۱: لیکن اس کا پینا یا اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

در مختار کی اس عبارت پر علامہ ابن عابدین شامی نے یہ حاشیہ تحریر فرمایا۔

واقرة النھر بجمل الکراہة اور صاحب نہرنے اس کراہت کو کراہت تحریمی پر  
 على التحريمية لان المطلق محمول فرمایا ہے۔ اسلئے کہ جب لفظ کراہت مطلق ذکر  
 منها ينصرف اليها۔۔۔ کیا جائے تو وہ کراہت تحریمی کی طرف لوٹتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور پُر نور سید کائنات علیہ ازی کی التسلیمات کے ماہِ مستعمل اور کئی شریف وغیرہ کا استعمال کیا جانا اور اس کے ایک ایک قطرہ کے حصول کے لئے صحابہ عظام کا آپس میں لڑ جانا یہ ان تخصیصی واقعات میں سے ہے جو صرف حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ خاص ہے جیسے بعض مواقع پر آپ کے پیشاب مبارک یا جسم مبارک سے نکلے ہوئے بہتے ہوئے خون کا پیا جانا۔ اب ان واقعات کو کوئی کسی اور کے پیشاب یا بہتے ہوئے خون کی حالت کے لئے پیش نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ سب خصائص کبریٰ سے متعلق ہیں۔ پس ماہِ مستعمل کو واقعہ حدیبیہ پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ جو لوگ ایسی جرأت کرتے ہیں غلطی پر ہیں۔

ماہِ مستعمل سے آٹا گوندھنا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ گزرا۔ ہاں اگر وہ عالم یا پیر محدث یا مجتہد نہیں تھا تو اس کے پاؤں پر بہا یا گیا پانی مستعمل نہیں ہوا۔ اور جب وہ مستعمل نہیں ہوا تو وہ غلیظ، خفیضہ یا غیر مطہر بھی نہیں ہے بلکہ ظاہر و مطہر ہے اس کو جس کام میں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر نفیس طبیعت پر گراں نہ گزرے تو اس سے

آٹا بھی گوندھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء، نیدرلینڈ

۲۷ صفحہ المنظر ۱۴۲۵ھ

## بار بار غسل کرنا

مسئلہ ۸۳۶

کیا فرماتے ہیں حضراتِ مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ یورپ میں خواہ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا اکثر لوگ دو دو بار تین تین یا کم از کم ایک بار غسل کرتے ہیں، کیا ایسے لوگ عند الشرح پانی کو فضول خرچ کرنے والوں میں شمار ہوں گے یا نہیں؟ اور کیا شریعت کے نزدیک ایسا کرنا جائز و درست ہے؟

محمد طاہر شار دھالیلی ستاد

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

صفائی و ستھرائی یا گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ اور اگر بدن نجس ہو تب تو طہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ غسل فرض اور سنت تو شریعتِ مطہرہ میں مامور ہے۔ ویسے بھی صفائی و پاکیزگی اسلامی شریعت میں محبوب و مطلوب ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الظہور شطر الایمان" پاکیزگی ادھا ایمان ہے۔ ہاں یونہی جی بہلانے اور بے ضرورت شرعی و طبعی بار بار غسل کرنا کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے کہ تفسیح اوقات کے علاوہ پانی کا اسراف (فضول خرچی) بھی ہے۔ حدیث پاک میں اس سے نہیں وارد ہے "لا تسرفوا فی الماء وان کنتم علی شط نہر جار" کہ پانی میں اسراف مت کرو اگرچہ تم جاری نہر کے کنارے بیٹھ کر پانی کو استعمال کر رہے ہو۔

یہ ٹھیک ہے کہ یورپ کے غسل خانوں یا باورچی خانوں میں پانی کی کمی نہیں ہوا کرتی ہے لیکن کثرت استعمال سے اس کا بیڑہ تو زیادہ اٹھتا ہے جسکی وجہ سے پیسے زیادہ بھرنے پڑتے ہیں اور یہ مسلمانوں کا مالی خسارہ ہوا۔ پس پانی کے استعمال میں بھی احتیاط ہی شرع کو محبوب ہے۔ ضرورت محسوس ہو تو روزانہ بھی نہا سکتے ہیں اور بے ضرورت

صرف انہی غسلوں پر اکتفا کیا جائے جو شرع میں مامور ہے۔ مثلاً جنابت کا غسل، جمعوہ و عیدین کا غسل اور اگر چاہیں تو غسل مستحب کو بھی اس میں شامل کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت عبدالواجد قادری عفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۵ ربیع النور ۱۴۲۵ھ

## منی کے نکلنے پر غسل واجب کیوں؟

۸۳۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر گلاس دو گلاس پیشاب کیا جائے تو ادائے نماز کے لئے صرف وضو ہی فرض ہے لیکن دو چار قطرے اگر منی کے نکل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور منی ہی کی مثل اگر مذی یا ودی خارج ہو تو بچائے غسل کے صرف وضو ہی کیوں ہے؟ امید کہ تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں گے۔ سائل ہے اسلم گجراتی چودھری مقیم دی ہیک۔ ہالینڈ۔

۹۲ الجواد۔ ہوالہادی الی الصواب۔

مطلقاً منی کے نکلنے سے آدمی جنبی نہیں ہوتا نہ اس پر غسل واجب ہوتا ہے بلکہ اس کا حکم بھی ودی یا مذی کی طرح ہے۔ یعنی ان سبھوں میں سے کسی ایک کے نکلنے سے وضو جانا رہتا ہے۔ ہاں غسل واجب ہونے کے لئے "عَلَىٰ وَجْهِ الدَّفْنِ وَالشَّهْوَةِ" منی کا شہوت کے ساتھ اچھل کر نکلنا یا نکلنے کی کوشش کرنا ہے جس سے تمام بدن میں تھہر تھہری آجائے بخلاف مذی و ودی اور پیشاب وغیرہ کے کہ ان کے نکلنے میں نہ تو شہوت کا غلبہ ہوتا ہے نہ ہی وہ اچھل کر نکلتے ہیں اور نہ ہی ان کے نکلنے سے پورا بدن متمتع ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جب یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی کہ جس منی کے اخراج سے غسل واجب ہوتا ہے وہ ہے جس سے سارا جسم متمتع اور فیضیاب ہوتا ہے پس اسی نعمت الہی کے حصول کے بعد شکر یہ کے طور پر پورے جسم کا غسل واجب ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان مصری جلد دوم میں ہے۔

انما وجب غسل جمیع البدن منی کے نکلنے سے پورے جسم کا دھونا بالضرورت

بَخْرُوجِ الْمَنِيِّ وَلَمْ يَجِبْ بِخُرُوجِ  
الْبَوْلِ وَالغَائِطِ وَإِنَّمَا وَجِبَ  
غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الْمَخْصُوصَةِ  
لَا غَيْرَ بِوَجُوهٍ - أَحَدُهَا أَنْ  
قَضَاءِ الشَّهْوَةِ بِانزَالِ الْمَنِيِّ  
اسْتِمْتَاعَ بِنِعْمَةٍ يَظْهَرُ اثْرُهَا  
فِي جَمِيعِ الْبَدَنِ وَهُوَ اللَّذَّةُ فَامْرُ  
بِغَسْلِ جَمِيعِ الْبَدَنِ شُكْرًا  
لِهَذِهِ النِّعْمَةِ وَهَذَا لَا  
يَتَقَرَّرُ فِي الْبَوْلِ وَ  
الغَائِطِ الخ - - - -

واجب ہو جانا ہے جبکہ پیشاب اور پاخانہ کے ہونے  
پر پورے جسم کا غسل واجب نہیں بلکہ صرف بعض  
خاص اعضاء کا ہی دھونا (وضو کرنا) ضروری ہوتا  
ہے۔ اسکی چند وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ منی  
کے نکلنے میں تکمیلِ شہوت اور حصولِ لذت ہے  
اور یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کا اثر پورے جسم کو  
متاثر بلکہ متمتع کرتی ہے جس سے جسم لذت یاب  
ہوتا ہے۔ اسی سبب شریعتِ اسلامیہ نے پورے  
جسم کو دھونے کا حکم دیا تاکہ اس نعمتِ الہی کا  
شکر یہ ادا ہو۔ بخلاف اس کے پیشاب پاخانہ سے  
یہ لذت و استمتاع حاصل نہیں ہوتی۔

(وایضاً فی البدائع الصنائع جلد اول) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۸ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

## حَدِثِ اصْغَرَ غَسْلِ وَاجِبِ كَيْوَنَ نَهِيْنَ؟

۸۳۸ مسئلہ :- حضرت مفتی صاحب اقبال! التّلام علیکم۔ ایک ضروری سوال  
یہ ہے کہ پاخانہ جو غلظت و نفرت میں منی سے زیادہ غلیظ اور قابلِ نفرت ہے۔ اس کے  
نکلنے پر غسل واجب نہیں اور منی اگر شہوت کے ساتھ نکل جائے تو غسل واجب ہو جانا  
ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ سوال تو غالباً مہمل ہے مگر بجائے غصہ ہونے کے جواب  
باصواب سے نوازنے کی زحمت فرمائیں۔

میں آپ کا دیرینہ خادم۔ محسن صدیق ہوں آج کل گردوبہ (قرطبہ)  
اسپین میں مقیم ہوں۔ والتّلام

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب ————— وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیشاب، پاخانہ اور منی تینوں نجاستِ غلیظہ ہیں مگر پیشاب پاخانہ کے وقوع سے حدیثِ اصغر (وضو ٹوٹنا) لاحق ہوتا ہے اور شہوت کے ساتھ منی کے اخراج سے جنابت (غسل کا لازم ہونا) لاحق ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیثِ اصغر کا وقوع بکثرت اور عام ہے اگر حدیثِ اصغر کے وقوع پر غسل لازم قرار دیا جائے تو یہ آسانی و نرمی (الدین یسر و یسرہ) کے خلاف ہوگا۔ اور جنابت تو کبھی کبھی لاحق ہوتی ہے۔ اس پر غسل کا وجوب بندگانِ الہی پر گراں نہیں گزرے گا۔ بلکہ اخراجِ منی کے بعد جو اعصاب میں افسردگی اور طبیعت میں در ماندگی قدرتی طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا علاج غسلِ بدن سے بہتر اور کچھ نہیں ہے۔ اسلئے شریعتِ مطہرہ نے اخراجِ منی کے بعد غسل کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔ اور پھر اسلئے بھی کہ قرآن پاک میں احکامِ جنس سے متعلق مبالغہ کا صیغہ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا **وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا** جنابت کے بعد حکمِ طہارت میں بعض اعضاء کو خاص نہیں فرمایا گیا جیسا کہ وضو میں بعض اعضاء کو خاص کیا گیا ہے۔ اس سے روشن ہوا کہ پورے بدن کی طہارت شریعتِ مطہرہ کو مطلوب ہے جس کو غسل کہا جاتا ہے۔ **واللہ سبحانہ اعلم**

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن۔ نیدرلینڈ

۸ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

## مصنوعی دانت کے ساتھ غسل

۸۳۹ سئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء حقانی و مفتیانِ ربانی اس مسئلہ کے درمیان کہ آجکل یورپ و امریکہ میں لوگ بطور ضرورت یا بطور فیشن مصنوعی دانت لگانے لگے ہیں جو قدرتی دانتوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف و شفاف ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وضو یا غسل کے وقت ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا نہیں؟

دل روشن۔ آسٹریڈم ہالینڈ

## ۹۸۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب

ضرورتاً مصنوعی دانتوں کے لگانے اور اس کے استعمال کرنے میں شرعاً کوئی حرج و قباحت نہیں ہے۔ وضو تو بہر حال ہو جائے گا کہ وضو میں کئی سنت ہے۔ اگر منہ میں پانی نہ بھی پہنچے تو کراہتا ہی سہی وضو ہو جائے گا۔ البتہ غسلِ فرض میں کئی کرنی فرض ہے۔ اور کئی کا مطلب ہے منہ کے تمام اندرونی پُرزروں، حلقوں میں پانی کا اچھی طرح بہ جانا۔ اگر وہ مصنوعی دانت اس طرح موزوں کئے گئے ہیں کہ وقتِ ضرورت نکال سکتے ہیں یا تھوڑی مشقت کے بعد نکل جاتے ہیں تب تو غسلِ فرض کے وقت ان کو نکالنا ضروری ہے۔ اور پانی کو کھلے ہوئے مسوڑھوں میں پہنچانا ضروری ہے۔ اور اگر مصنوعی دانت اس طرح فٹ کئے گئے ہیں کہ نکل نہیں سکتے یا نکالنا بہت دشوار ہے تو غسل ہو جائے گا اُسے نکالنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ «الضرورة تبسیم المحظوراة»

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن۔ بیدر لینڈ

۷ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

## کافر کا جوٹھا

مسئلہ ۸۴۰:۔ اس مسئلہ میں — حضرت مفتی صاحب قبلہ کا کیا ارشاد گرامی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امتیوں کے لئے ناپاک چیزوں کو حرام اور پاک چیزوں کو حلال فرماتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے وَیُحَلِّلُ عَلَيْهِمُ الطَّيِّبَ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔ اب یہ بتایا جائے کہ کافر و مشرک کا جوٹھا مذہبِ حنفی میں پاک ہے یا ناپاک؟ اگر پاک ہے تو اس کا جوٹھا کھانا حلال و درست ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب سے نواز کر احسان فرمائیں گے۔ المستفتی: عبدل، راول حنیفی شیخ۔ ہالینڈ

۹۸۶ الجواب — وهو الہادی الی الصواب

قرآنِ عظیم کے آیاتِ مجمل کو نہایت احتیاط کے ساتھ صحیح صحیح لکھنا ضروری ہے



کہ مبادا تحریف قرآنی کا بھیانک الزام نہ آجائے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اصل میں وہ جملہ مبارکہ جو سوالنامہ میں ہے یوں ہے "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ۔ الاعراف (۱۵۷)"

صورت مسئلہ میں یہ کہنا تو صحیح ہے کہ حلال و حرام کا اختیار اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمایا ہے کہ وہ پاکیزہ اشیاء کو حلال اور ناپسندیدہ اشیاء کو اہل ایمان کے لئے حرام فرماتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن پاک چیزوں کو حلال نہیں فرمایا وہ بھی اہل ایمان کے لئے حلال و لائق اکل ہو جائے۔ مثلاً حلال پرندوں کی بیٹ عند الشرع پاک ہے مگر اس کا کھانا حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔ زمین سے نکلنے والی بیشتر اشیاء مثلاً مٹی، پتھر، معدنیات وغیرہ اگر یہ سب پاک ہیں بلکہ پاک کرنے والے ہیں لیکن ان سب کا کھانا حلال و جائز نہیں۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ آدمی کا جو ٹھا پاک ہے (سُورَةُ الْأَدْمِيِّ طَاهِرٌ) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سب کے جو ٹھوں کا کھانا پسندیدہ اور لقمہ تر بھی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی کا جو ٹھا کپڑے یا بدن پر لگ جائے اور اس کو صاف کئے بغیر کوئی نمازی نماز پڑھے تو اس نماز کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ قاعدہ کلیہ ہماری شریعت نے وضع نہیں فرمایا ہے کہ "کسی چیز کا پاک ہونا اسکے حلال و لائق اکل ہونے کو مستلزم ہے" یہ تو صرف اپنا وہم و خیال ہے جو باطل ہے.... کافر و مشرک بھی کہلانے کو آدمی ہیں اور ان کا جو ٹھا مذکورہ معنی میں پاک ہے (بشرطیکہ ان کے ہونٹوں پر شراب کا اثر نہ ہونہ ان کی مونچھیں اتنی لمبی ہوں جن پر شراب کا اثر رہ جاتا ہے) ان کا جو ٹھا کپڑے یا بدن میں لگ جانے سے کپڑا یا بدن نجس نہیں ہوگا یہی حکم ان کے پسینے کا بھی ہے۔ باقی رہا اس کے جو ٹھے کو لقمہ تر سمجھنا تو یہ اس کا آمد و دہن کے لئے مناسب و پسندیدہ نہیں ہے، نعماتِ لاہوتی و سرمدی بوسے سے ہوں اور عام مسلمانوں کے لئے بھی اس سے احتراز ہی مناسب ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## معذور کے لئے شرعی سہولتیں

۸۲۱ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مثلاً زید کو گیسٹیک کی بیماری ہے ایک عرصہ سے اس کا علاج کر رہا ہے مگر کامل طور پر افاقہ نہیں ہوتا ہے۔ زید کی کیفیت یہ ہے کہ ہر چند منٹ پر ریح (ہوا) خارج ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اتنا موقع اسے نہیں ملتا کہ وہ دو چار رکعت نماز بغیر ریح خارج کئے ہوئے پڑھ لے۔ ایسی صورت میں زید کے نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اور اس کے لئے شریعت میں کیا سہولت ہے؟ بیٹنوا و توجروا

سائل : اصغر علی ویلفریت عبدل عرف انبالہ، آمسٹرڈم، ہالینڈ

۹۲ الجواب — هو الہادی الی الصواب —  
ایسا شخص جس کا وضو بار بار ٹوٹ جاتا ہے خواہ ریح کے نکلنے سے خواہ پیشاب کے قطرے آنے سے خواہ کسی زخم سے خون وغیرہ بہنے سے یا بار بار بھر منہ تھے ہونے وغیرہ سے تو وہ عند الشرع معذور ہے۔ اس کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ کسی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اگر اس شخص کو اتنی مہلت نہیں ملتی ہے کہ وہ کامل وضو کرنے کے بعد اُس وقت کی فرض نماز بغیر عذر کے لاحق ہوئے ادا کر لے تو وہ شخص معذور ہے اور شریعت میں معذور کے لئے جو سہولتیں ہیں ان کا وہ مستحق ہے

یعنی اب جبکہ اس کا عذر ثابت ہو گیا تو وہ اُس وقت تک معذور رہے گا جب تک نماز کا ایک وقت کامل عذر کے لاحق ہوئے بغیر نہ گزر جائے۔

معذور کے لئے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ ہر نماز کے پورے وقت کے لئے اُس کا ایک ہی وضو کافی ہے۔ کہ پورے وقت میں اگر وہی عذر جس کے سبب معذور قرار دیا گیا ہے سبکدوں بار لاحق ہو جائے جب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں اگر دوسرا ناقص وضو لاحق ہو جائے تو البتہ وضو جانا ہے گا۔ مثلاً ایک شخص شربت ریح کی وجہ سے شرعاً معذور ہو گیا پھر اس نے وقت نماز داخل ہونے پر وضو کر لیا۔ اور وقت نماز کے خارج

ہونے سے پہلے اگر اسے ایک قطرہ بھی پیشیا گیا یا جسم کے کسی حصے سے خون نکل کر بہ رہا گیا تو اس کا وضو جائز رہا۔ صرف سببِ عذر وقت کے اندر اس کے وضو کو نہیں توڑے گا بقیہ جو بھی نواقض وضو ہیں سب سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ معذور ایک وضو سے جس قدر نوافل وسنن اور فرض نمازیں چاہے پڑھ سکتا ہے، قرآن عظیم چھوسکتا ہے، مسجدوں سے گزر سکتا ہے، جب نماز کا وقت نکلے گا تو معذور کا وضو بھی نکل جائے گا۔ دوسرے وقت نماز کے داخل ہونے پر اسے دوسرا وضو کرنا پڑے گا۔

هذه المسئلة كلها في كتب الفقه متونا وشروحا وحاشية - والله تبارك وتعالى اعلم

کتبہ عبد الوالد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

۳۔ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

## ستحاضہ کی نماز

مسئلہ ۸۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو ہر ماہ مثلاً پانچ دنوں تک حیض آنے کی عادت ہے مگر کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پانچ دنوں کی مدت گزر جانے کے بعد بھی چار پانچ دنوں تک تھوڑا تھوڑا خون آتا رہتا ہے۔ کیا ان دنوں میں بھی اس کی نمازیں معاف ہیں اور روزوں کی قضا کر سکتی ہے۔ اگر نمازیں معاف نہیں ہیں تو وہ نمازیں کس طرح پڑھی گی یعنی ہر نماز کے لئے غسل کرے گی یا غسل کا مسح؟ یا صرف وضو کے ساتھ نمازیں ادا کر لے گی؟ بیٹنوا و توجروا

نوٹ :- استحاضہ کی حالت میں وہ ہمبستری کر سکتی ہے یا نہیں؟

فیصل حسین علی آپل دوران وست۔ ہالینڈ

۸۲۷ الجواد ————— هو الھادی الی الصواب

تمام عورتوں کے لئے حیض کے ایام برابر نہیں ہیں مگر کسی بھی عورت کو تین شب و روز سے کم اور دس شب و روز سے زیادہ حیض نہیں آتا۔ اب جس کی جتنے دنوں کی عادت ہوگی وہی اس کے لئے وقت معیاد ہے۔ خون تین دنوں سے کم آئے یا وقت معیاد سے زیادہ

آئے دونوں صورتوں میں وہ استحاضہ ہے یعنی حیض کا خون نہیں ہے۔ بلکہ رگوں سے نکلنے والا خون ہے۔ جب آیام مقررہ سے زیادہ خون بہندہ کو آتا ہے تو وہ مستحاضہ ہے۔ مستحاضہ پر واجب ہے کہ حیض کے آیام سے فارغ ہونے کے بعد غسل طہارت (جو فرض ہے) کرے۔ پھر ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے۔ اور ایک وضو ایک وقت کی تمام نمازوں (تلاوتوں وغیرہ) کے لئے کافی ہے۔ یعنی اس کے لئے وہی شرعی سہولتیں ہیں جو کسی معذور کیلئے ہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ  
جَاءَتْ قَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِيشٍ  
فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيَّ وَسَلَّمَ  
فَلَا الْمَهْرُ أَفَادُعُ الصَّلَاةِ؟ قَالَ لَا  
إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ  
فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتَكَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ  
وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَأَعْسَلِي عَنْكَ الدَّمَ  
ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيئِي  
ذَلِكَ الْوَقْتُ

فاطمہ بنت حبیش بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مستحاضہ عورت ہوں پاک نہیں رہتی کیا میں نماز کو چھوڑ دوں؟ اپنے ارشاد فرمایا نہیں وہ تو رگ سے بہنے والا خون ہے حیض نہیں ہے۔ ہاں جب تم کو حیض آئے تو نماز چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو خون کی نجاست کو دور کرنے کیلئے غسل کر لو۔ پھر ہر نماز کے لئے وضو کرو (اور نماز پڑھ لو) یہاں تک کہ حیض کا دوسرا وقت مقررہ آجائے۔

جس طرح کس معذور کا وضو نماز کا وقت نکلنے سے ٹوٹ جانا ہے اسی طرح استحاضہ والی عورتوں کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن وقت داخل ہونے کے بعد جب اس نے وضو کر لیا تو جب تک وہ وقت باقی ہے اس وضو سے نماز فرض و سنت و نفل جس قدر چاہے پڑھ سکتی ہے، قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہے اس کو بغیر جائل کے چھو سکتی ہے۔

نوٹ: حالت استحاضہ میں جہاں تک ممکن ہو سکے ہم بستری (مجامعت) سے بچنا احسن و اولیٰ ہے مگر کر لیا تو ناجائز و حرام نہیں ہے۔ زمانہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیویوں سے ان کے شوہر مجامعت فرماتے تھے جو اس کے جواز و حلت کی دلیل ہے لہذا کراہت تنزیہی کے ساتھ اس حالت میں وطی کرنا

جائز و مباح ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ  
 کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ  
 ۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

## نائیلون کے موزوں پر مسح

مسئلہ ۸۴۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل بیشتر نیلون یا  
 اونی سوئی موزے استعمال ہوتے ہیں۔ نیلونی موزے اس قدر مضبوط اور دیر پا  
 ہوتے ہیں کہ بغیر جوتے کے اسے تنہا پہن کر میلوں میل پیدل چلا جاسکتا ہے  
 اور وہ پھٹنے کا نام نہیں لیتا۔ اسی طرح بعض اونی موزے بھی مضبوط اور ضخیم ہوتے  
 ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان موزوں پر سردی کے موسم میں مسح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟  
 اور اس مسح کی وجہ سے جو بیس گھنٹے تک بغیر پاؤں دھوئے نماز ادا کرنے کی سہولت  
 شرعی طور پر مل سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا

سائل:- کبیر الدین بنگالی۔ مقیم حال آسٹریڈم ولایت۔ ہالینڈ

۹۲ الجوادؑ وهو الہادی الی الصواب

مذہب خنفی کے مطابق جن موزوں پر مسح کرنا جائز و درست ہے وہ وہ  
 موزے ہیں جو چڑے سے بنے ہوں یا ان کا ٹلا چڑے کا ہو۔ یا پھر ایسی دسینے  
 (مثلاً کیر میچ) چیز سے بنا ہو کہ اس پر مسح کرتے وقت پانی کی تری (نمی) قدم کی  
 جلد تک نہ پہنچے۔

سائل نے جن موزوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی موزہ ایسا نہیں جن پر  
 مسح کرنا شرعاً درست ہو۔

حضرت شیخ الاسلام برہان الملہ والدین ابوالحسن علی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور  
 آفاق تصنیف "ہدایہ اول" کتاب الطہارات میں تحریر فرمایا۔

ولا يجوز المسح على الجوربين امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر جلدی موزوں

عند ابی حنیفۃ الا ان  
یکون مجلدین او منعلین۔ ہوں یا انکا تلو اچڑے کا ہو تو مسح جائز ہے۔

بیر مسح کرنا جائز نہیں ہاں جو موزے چڑے کے  
موزوں پر مسح صحیح ہونے کے لئے ایک اور بھی شرط ہے اور وہ یہ  
کہ موزے ایسے ہوں جو پنڈلی تک ہوں۔ خود بخود نیچے نہ آجائیں۔

واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء نیدرلینڈ

۲۱ صفحہ المظفر ۱۴۲۵ھ



# احکام شرع کا اجمالی بیان

## احکام شرع کی تقسیم

۸۴۴ھ: مولانا سید عبدالمتان جامعی روٹرڈم، نیدرلینڈ  
 ۱۹۸۵-۱۲-۵  
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ  
 احکام شرع کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور ان کا علیحدہ علیحدہ حکم کیا ہے؟ امید قوی ہے کہ  
 ہر قسم کو الگ الگ تحریر فرما کر اس کے حکم سے آگاہ فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے۔  
 ۹۱۶ الجواد بعون الملك الوهاب هو الهادي الى الصواب

اس باب میں ائمہ کرام مختلف ہیں اور کلام فقہاء مضطرب ہے۔ مسلم الثبوت  
 نے مشہور احکام شرع کی تعداد پانچ بتایا۔

واجب - مندوب - مکروہ - حرام اور مباح

مگر یہ تقسیم احکام نہایت اجمالی اور مذہب شوافع کے ممد و معاون ہے  
 کیونکہ ان کے نزدیک فرض و واجب اور سنت و نفل میں فرق نہیں ہے۔

اسی لئے بعض فقہاء احناف نے اپنے مذہب مہذب کی رعایت کرتے ہوئے  
 احکام شرع کو سات قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ فرض - واجب - سنت - نفل - حرام  
 مکروہ اور مباح۔ اور اس کا ذکر بھی مسلم الثبوت میں موجود ہے۔

پھر فقہاء متاخرین میں اہل تحقیق و تخریج حضرات (مثلاً صاحب درمختار،  
 ردالمحتار، بحر الرائق اور منہج الخالق وغیرہم) نے احکام شرع کو نو قسموں پر تقسیم  
 کیا اور ہر ایک کا حکم واضح کیا۔

لیکن سب سے عمدہ تحقیق انیق اور تصحیح و تطبیق امام اہل سنت مجددین و

ملت، صاحب حجہ قاہرہ مؤید ملت طاہرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ  
الغنی کی ہے۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ مبارکہ جلد اول میں احکام شرع کی ایسی  
تقسیم فرمائی جو تمام خلل واضطراب سے پاک اور اس باب میں گویا ایسا عطر مجموعہ  
ہے جو فقہاء احناف کے تمام نصوص و تصریحات پر مشتمل ہے۔ اور وہ یہ ہے  
فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی  
اساءت، مکروہ تنزیہی۔ خلاف اولیٰ اور مباح۔

تقسیم بالا پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ جانب فعل (امر) میں احکام کی  
پانچ قسمیں ہیں جس کے بالمقابل جانب ترک (نہی) میں بھی پانچ قسمیں ہیں۔  
اور ہر ایک قسم قسم اول کے بالمقابل اور نظیر ہے۔ اور گیارہویں قسم مباح خالص کی  
ہے۔ یعنی کل احکام شرع گیارہ ہیں جنکی اجمالی تعریف و حکم یہ ہے۔

① فرض وہ حکم شرع ہے جو بے نص قطعی جزماً ثابت ہو اور جس کو ادا کئے بغیر مسلمان  
برسی الذمہ نہ ہو۔ اگر اس کا حکم کسی عمل میں ہے تو اسکے بغیر وہ عمل کالعدم اور  
باطل قرار پائے گا اس کا ناک خواہ عادتاً ہونا دراستحق عذاب نار ہے۔ پھر اگر  
فرض اعتقادی ہو تو اس کا منکر ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے۔ اور  
اگر اس کی فرضیت عام و خاص پر روشن ہو تو ایسی فرضیت کا منکر اجماعاً  
قطعاً کافر ہے۔

② واجب۔ وہ حکم شرع ہے جو دلائل شرع سے بطور ظنیث ثابت ہو۔  
اگر وہ واجب اعتقادی ہے تو اس کا منکر فاسق و گمراہ ہے۔ اور اگر وہ واجب  
عملی ہے تو اس کی ادائیگی عمل میں ضرور ہے بغیر اس کے عمل ناقص اور واجب  
الادار ہے گا۔ عادتاً اس کا چھوڑنے والا مستحق عذاب نار اور نادرا چھوڑنے  
والا گنہگار ہے۔

③ سنت مؤکدہ۔ جس کے کرنے کی تاکید سنت سے ثابت ہو یا سید  
عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہمیشہ وہ عمل کیا ہو مگر بیان جواز کے



لئے کبھی اُسے ترک بھی فرما دیا ہو۔ اس کا چھوڑ دینا وجہ عذاب و عتاب ہے۔  
یعنی عادتاً چھوڑنے والا مستحق عذاب اور نادراً چھوڑنے والا مستحق عتاب ہے  
اور اسی کو اصطلاح میں اسات بھی کہتے ہیں جو سنتِ موکدہ کے بالمقابل ہے۔

④ **سُنَّتِ غَیْرِ مَوْکِدَاہ**: اسی کو سنتِ زائدہ بھی کہتے ہیں جس کے بجالانے  
کی تاکید سنت سے ثابت نہ ہو خواہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ وسلم نے ہمیشہ اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں۔ اس کو بجالانا ثواب اور  
چھوڑ دینا اگرچہ عادتاً ہو وجہ عذاب نہیں ہاں مورثِ نفرت و عتاب ہے۔

⑤ **مَسْتَحَب**۔ جس کی بجا آوری عند الشرع محبوب و پسندیدہ ہو اور اس  
کا ترک کر دینا عذاب و عتاب کا سبب نہ ہو۔ خواہ اس عمل نے سید  
کائنات علیہ الصلوٰات والتسلیمات کی عملی زندگی میں باریابی حاصل کی  
ہو یا نہیں کسی عمل کے مستحب و مندوب ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کو  
ائمہ اسلام یا علماء کرام نے پسند فرمایا ہو اس کا کرنا وجہ ثواب اور نہ کرنا  
وجہ عتاب و سزائش نہیں۔

**نوٹ**: یہ پانچوں وہ افعالِ شرعیہ ہیں جن کی بجا آوری شرع کے نزدیک مقصود و  
مطلوب و محبوب ہے اور ان کے مقابل پانچ ممنوعاتِ شرعیہ ہیں جن کا ترک عند  
الشرع مطلوب و محبوب ہے۔

⑥ **حَرَام**: یہ فرض کے بالمقابل ہے جس کی ممانعت بہ نص قطعاً ثابت ہو۔  
لہذا اس سے بچنا ضروری (فرض) ہے۔ اور اس فعل کا مرتکب ہونا خواہ عادتاً  
ہو یا نادراً استحقاقِ عذاب کو لازم کرتا ہے۔ کیونکہ شرعاً اس کا ارتکاب گناہ  
کبیرہ اور فسق ہے۔

⑦ **مَكْرُوہٌ تَحْرِیْمِی**: وہ ہے جس کی ممانعت دلائلِ شرعیہ سے بطور دلیل  
ظنی ثابت ہو۔ یہ واجب کے مقابل ہے۔ اس کا فاعل مستحق عذاب اور گنہگار  
ہوتا ہے مگر اس کا گناہ حرام سے کم ہے۔ اگر کسی عبادت میں واقع ہو تو عبادت

کو ناقص بنا دیتی ہے لہذا اس عبادت کا اعادہ عند الشرع مطلوب ہے۔

⑧ اساعت: یہ مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی کے درمیان گویا برزخ ہے یعنی تحریمی سے کچھ خفیف اور تنزیہی سے کچھ زیادہ محسوس۔ لہذا یہ سنت مؤکدہ کے بالمقابل ہے۔ عادتاً اس کے فاعل پر عذاب اور نادرًا اس کے فاعل پر عتاب ہے۔

⑨ مکروہ لا تنزیہی: وہ ہے جس کا کرنا شرع شریف کو پسند نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس کا مرتکب ہو جائے تو وہ مستحق عذاب نہیں ہوگا۔ ہاں قابل سزائش ہو سکتا ہے۔ یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل میں ہے۔

⑩ خلاف اولیٰ: یہ مستحب کے مقابل ہے یعنی نہ کرنا بہتر ہے اور کر لینے پر کوئی عذاب و عتاب یا سزائش نہیں۔

⑪ مباح: جس کی حلت و حرمت، وجوب و کراہت وغیرہ پر کوئی دلیل شرع موجود نہ ہو، جس کا کرنا اور نہ کرنا شریعت کے نزدیک برابر ہو۔ لہذا اس کے فاعل و تارک پر نہ ثواب مرتب ہوگا اور نہ عذاب و عتاب۔

بجملہ آخری امر بالمعروف کی تعبیر یوں بھی ہو سکتی ہے کہ مستحب سے زیادہ اہم سنت غیر مؤکدہ ہے، اور سنت غیر مؤکدہ سے زیادہ اہم و اکدر سنت مؤکدہ ہے۔ اور سنت مؤکدہ سے زیادہ ضروری واجب، اور واجب سے بہت زیادہ ضروری فرض ہے۔ اسی طرح نہی عن المنکر کی جانب بھی کہہ سکتے ہیں کہ خلاف اولیٰ سے بڑا مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ بڑا اساعت ہے اور اساعت سے بدتر مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی سے زیادہ اور بڑا گناہ کا کام حرام ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ مسجد نوری اسٹوڈنٹ ہال سینڈھ

## مفتی کی تعریف

۸۴۵ مسئلہ: مولانا سید عبدالمتان جاسمی روٹرڈم  
۲۶-۱-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اداہم اللہ تعالیٰ ظلالہم علینا و علی جمیع اہل السنۃ والجماعۃ اس مسئلہ میں کہ مفتی کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی عملی لیاقت کیا ہونی چاہئے؟ آجکل عموماً کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل کو مفتی کا لقب دے دیا جاتا ہے اور عوام لقبی مفتی یا خاندانی مفتی اور اصل مفتی شرع میں فرق نہیں کر پاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اس طرز عمل سے مفتی شرع کی ہتک ہوتی ہے۔ احکام شرع سے متعلق نہایت واضح اور روشن جواب نے سرفرازی عطا فرمایا میں نے اپنے جامعہ کے اساتذہ کرام کو بھی دکھلایا جس کو پڑھ کر بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آپ کو ڈھیر سی دعائیں دیتے رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان حضرات کی پُرخلوص غائبانہ دعاؤں کو قبول فرمائے اور آپ کے علمی و فنی فیضان کو عام سے عام تر کرے۔ آمین۔ طالب دعا۔ عبد المنان جامعی

### ۱۷۲ الجواد اللہم اھدنا الصواب

اصل میں مجتہدین کرام ہی مفتی ہوتے تھے جن کو فقیہہ کہا جاتا تھا اور جس کے اندر اجتہاد کی قوت یا اجتہادی بصیرت کا فقدان ہوتا اسے فقیہہ (مفتی) کہلانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ چنانچہ البحر الرائق جلد اول میں ہے۔

فلیس الفقیہ الا المجتہد  
عندہم و اطلاقہ علی المقلد  
الحافظ المسائل مجازاً  
مسائل شرعیہ کا حافظ ہو صرف مجازاً ہے۔

مفتی کے اندر اعلیٰ درجہ کی شرعی علمی لیاقت، حکیمانہ فکر و نظر اور مجتہدانہ بصیرت باری معنی ضروری ہے کہ وہ مسائل محدث میں اپنی اجتہادی بصیرت اور قوت علمیہ فقیہیہ سے کوئی ایسی رائے قائم کر سکے جس کا ثواب خطا پر غالب ہو۔ صرف فقہی جزئیات و مسائل کے حافظ و عالم کو مجازاً تو مفتی کہا جاسکتا ہے لیکن علماء اصولیین کی نظر میں وہ مفتی نہیں ہوگا۔

لیکن آپ نے جس زبوں حالی پر افسوس کا اظہار کیا ہے وہ جائے افسوس ہی

نہیں، لائق مذمت ہے کہ جن حضرات کو شرعی علم سے کوئی لمس نہیں مقصد شرع کا ادراک نہیں۔ بلاد و عباد کے احوال سے دور کا واسطہ نہیں انہیں نہ صرف مفتی و فقیہ کہا جاتا ہے بلکہ رئیس الافشاء، فقیہہ النفس، مفتی اعظم اور نہ معلوم کیا کیا کہا اور لکھا جاتا ہے۔ الامان والحفیظ۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ علیہ الرحمۃ نے اپنے فناوی مبارکہ میں بار بار اس اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ”تفقہ کارکن اعظم مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد و عباد پر نظر ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نئے مسائل صرف عبادات و عقائد حلت و حرمت طہارت و نجاست ہی سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ معاملات و معاشرت، اخلاق و عادت اور اس سے بھی آگے سیاسی تصورات اور حکومتی انتظامات وغیرہ سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ پھر ان میں سے بہت سے معاملات کا حصہ بین الاقوامی قوانین اور اس کے اصولوں سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

اس لئے ایک مفتی ان احوال و متعلقات سے بے نیاز ہو کر اور کسی گوشہ تنہائی میں سو کر اپنے فرائض کو پورے طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ لہذا مفتی کے لئے یہ بھی ناگزیر ہے کہ وہ ملکی اور بین الاقوامی قوانین اور اس کی تبدیلیوں پر بھی نگاہ رکھے۔ اور معاملات و معاشرتی تغیرات کا بھی اسے علم ہوتا رہے۔ یعنی احوال بلاد و عباد سے وہ باخبر رہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے مفتی کی ایسی جامع تعریف و توصیف فرمائی ہے کہ اس کے بعد اس پر کچھ اور اضافہ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اپنے فناوی میں فرماتے ہیں۔

”تفسیر حدیث، اصول و ادب، ہنیات و ہندسہ، توفیت (بقدر ضرورت) کتب فقہیہ کا کثیر مشغلہ، اشغال دنیویہ سے یکگونہ فراغ، قلب اور توجہ الی اللہ، نیت لوجہ اللہ اور ساتھ ہی ساتھ توفیق من اللہ اور مہارت اتنی ہو کہ اس کی اصابت اس کی خطا پر غالب ہو اور جب خطا

واقع ہو تو رجوع سے مار نہ کرے جو ان شرائط کا جامع ہو اور اس بحر ذخار میں شناوری کر سکتا ہو وہ مفتی ہو سکتا ہے۔ ۱۵

ان تمام خوبیوں کے علاوہ مفتی ہونے کے لئے اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ وہ کسی کہنہ مشوق تجربہ کار مفتی کی خدمت میں رہ کر افتاء کے اسرار و رموز اور زبان و بیان کی نوک و پلک کی درستگی کا فن سیکھے۔ بایں ہمہ وہ اپنے کو مفتی نہیں بلکہ سچے دل سے ناقل سمجھے اور مفتیانِ کرام کا خدام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سے پہلے کا جواب آپ نے ملاحظہ فرمایا پسند آیا جس کے لئے مشکور ہوں۔ باری تعالیٰ آپ کے طفیل مجھے بھی سمجھ بوجھ کی دولتِ عظمیٰ سے نوازے آمین۔ و صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیٰ حبیبنا و سیدنا محمد وآلہ و صحبہ وسلم۔

کتہ عبد الواحد قادری عنقرضہ

خادم الافتاء، نوری مسجد آمسٹرڈم، ہالینڈ

نوٹ :- اگر مفتی، افتاء، اور فتویٰ وغیرہ سے متعلق آپ مزید معلومات حاصل فرمانا چاہتے ہیں نیز اصولِ افتاء وغیرہ سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فقیر پُر تقصیر کی مختصر تالیف "الاصول الفقہیہ من افادات الرضوی" یعنی فتویٰ نویسی کے رہنما اصول، کا ضرور مطالعہ کریں۔

عبد الواحد قادری عنقرضہ

# کتابُ الصَّلَاةِ

(منکازوں کا بیان)

## نیدرلینڈ کی بعض راتوں میں عشاء کا وقت نہیں آتا ہے

۸۲۶ مسئلہ :- ارمان، نیدرلینڈ اسلاک سوسائٹی آفسٹرڈم  
۶-۴-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ وغیرہ چند یورپین ممالک میں تقریباً دو مہینے شفقِ ابیض کے غائب نہ ہونے کی وجہ سے نمازِ عشاء کی فرضیت و عدم فرضیت کے متعلق علمائے اہلسنت کے درمیان اختلاف ہوا۔ بعض علماء نے نمازِ عشاء بہ نیتِ قضا پڑھنے کا حکم دیا اور بعض نے شفقِ احمر کے بعد ہی نمازِ عشاء کی فرضیت کا قول کیا۔ آخر الذکر قول کی تحریری تائید یورپ میں مقیم اکثر علماء نے کی۔ بعض علماء نے توجوش تائید میں یہاں تک لکھا کہ ”فرضیتِ عشاء کا قول (شفقِ ابیض کے غروب سے قبل) مسلکِ حق مذہبِ اہلسنت کے بالکل مطابق ہے اور اس کی فرضیت کا منکر حد شرع کو توڑنے والا اور منکر نماز ہے۔“

جواب طلب امر یہ ہے کہ اس طرح تائید کرنے سے امام اعظم علیہ الرحمہ اور ان کے ہم مذہب کی عظمتِ خداداد تو مجروح نہیں ہوتی؟ اور کیا اس طرح تائید کرنے سے مؤیدین پر کوئی شرعی حکم تو نازل نہیں ہوتا؟

۹۲۷ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

واقعی یورپ کے چند ممالک بشمول ہالینڈ کی اڑسٹھ راتوں میں شفقِ ابیض نہیں ہونے پاتا ہے کہ سورج مائل بطالع ہو جاتا ہے یعنی صبح صادق ہو جاتی

ہے نمازوں کی فرضیت چونکہ وقت کے ساتھ موقت و مقید ہے جب وقت ہی نہیں آیا تو فرضیت کا سوال ہی نہیں ہوتا ہے جیسے عصر کے وقت میں مغرب اور مغرب کے وقت میں عشاء کی نماز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نیت نہ آنے کی وجہ سے ابھی وہ فرض نہیں ہوئی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں صاف صریح ارشاد خداوندی ہے۔

”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا“

(ایمان والوں پر وقت کے ساتھ نماز فرض ہے) اور یہ بھی مسلم ہے کہ امت مسلمہ پر روزانہ (چوبیس گھنٹے میں) پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ لہذا مذکورہ راتوں میں عشاء کا وقت مقدر ماننا پڑے گا اور اس کو بہ نیت قضا پڑھنی ہوگی۔ اس کی تقدیر یوں ہے کہ قرب قیامت میں خروج دجال کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ جس میں نمازوں کے اوقات کو مقدر ماننے کا حکم حدیث پاک سے مخصوص ہے۔ لہذا جن علماء کرام نے ان مخصوص راتوں میں عشاء کی نمازیں بہ نیت قضا پڑھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے مذہب حنفی کے مطابق صحیح حکم دیا۔ اور جن علماء نے اس حکم کی تغلیط کی یا اسے مذہب مہذب حنفی کے یا مذہب اہلسنت کے خلاف کہا۔ یا ایسا حکم دینے والوں کو فرضیت نماز کا منکر (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہا۔ دراصل وہی حضرات مذہب حنفیت کی حدوں کو پار کر جانے والے ہیں۔ کیونکہ شفقِ احمر کے غائب ہونے پر امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک عشاء کا وقت آتا ہی نہیں۔

”کَمَا فِي فُتَاوَى قَاضِي خَالٍ وَالْهِنْدِيَّةِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ

رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي يَلِي الْحُمْرَةَ حَتَّى

لَوْ صَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الْحُمْرَةُ وَلَمْ يَغِبِ الْبَيَاضُ

الْمُعْتَرِضُ الَّذِي يَكُونُ بَعْدَ الْحُمْرَةِ وَلَا يَجُوزُ عِنْدَكَ“

یہ عبارت قاضی خاں کی ہے جو شفقِ ابیض کی غیوبت سے قبل عشاء کی نماز کے عدم جواز پر صراحتاً دلالت ہے۔ اور یہ قول امام مذہب کا ہے۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں صاف صریح ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَمْ يَجِدْ وَقْتَ الْعِشَاءِ وَ  
الْوَتْرِيَّانِ كَانَ فِي بَلَدٍ يَطْلَعُ  
الْفَجْرَ فِيهِ كَمَا يَغْرُبُ الشَّفَقُ  
أَوْ قَبْلَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ لَمْ  
يَجِبْ عَلَيْهِ هَكَذَا فِي التَّبَيُّنِ .

جن ملکوں میں شفق ابھین غائب ہوتے  
ہی یا غائب ہونے سے پہلے ہی صبح صادق  
طلوع ہو جاتی ہے ان ملکوں میں نماز عشاء  
اور نماز وتر واجب نہیں ہے۔ ایسا ہی  
تبیین میں بھی ہے۔

بعض حضرات کا یہ دعویٰ کہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے مذکورہ قول سے رجوع فرمایا  
ہے مگر عند التحقیق آپ کا رجوع فرمانا صحیح نہیں ہے۔ کما فی فتح القدیر  
در این صورت حال مؤیدین حضرات کا بااں جملہائے مذکورہ تائب کرنا  
جراؤ علی الشریعة یا ناواقفیت پر دال ہے، انہیں اپنے تائیدی جملوں  
کے نازیبا کلمات سے رجوع کرتے ہوئے ان علماء کرام سے معافی طلب کرنی  
چاہئے جنہوں نے صحیح مسئلہ کی وضاحت و اشاعت کی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء  
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

نوٹ :- ممالک مذکورہ میں جب عند الامام عشاء و وتر کا وقت چند راتوں میں  
آتا ہی نہیں تو بجائے دوسرے ائمہ مذاہب کی تقلید کے حضرات صاحبین علیہم الرحمہ  
کے قول (شفق احر کی غیوبت کے بعد) عشاء کا وقت مقدر مانا جائے اور اسی کے  
مطابق ان ممالک کا ٹائم ٹیبل (اوقات الصلوة) تیار کیا جائے۔

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ، نوری دارالافتاء، آمسٹرڈم بالینڈ

یکم شوال سنہ ۱۴۰۶ھ

سوال ۸۴۶ کی نائید و توثیق نائب مفتی اعظم تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد  
اختر رضا خان صاحب عرف ازہری میاں خلف اسعد اعلم حضور سیدی مفسر اعظم ہند  
و نبیرہ امجد سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے فرمائی۔ لیکن جب سوال مذکور ہی پر حضرت  
والا مدظلہ العالی سے جواب طلب کیا گیا تو مندرجہ ذیل جواب عنایت فرمایا جو نہایت  
معلوماتی اور مفید ہے لہذا اہل علم کے استفادہ کے لئے فتاویٰ یورپ میں شامل



کیا جا رہا ہے۔ (مُؤْتَب)

۷۸۶ الجواب۔ فی الواقع ہمارے امام اعظم بہام اقدم سراج الامة ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب یہ ہے کہ عشاء کا وقت شفق ابین کے غروب کے بعد شروع ہوتا ہے، اور یہی مذہب اجداد صحابہ کرام مثل صدیق و ابو ہریرہ و عائشہ صدیقہ اور تابعی جلیل عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ بلکہ غالباً عامۃ الصحابہ کا یہی مذہب ہے اور شفق امر کی روایت کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور اس قول سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجوع ثابت نہیں۔ اور قول امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی احوط ہے تو وہی من حیث الدلیل اقویٰ ہے جس سے بلا ضرورت عدول جائز نہیں۔ ردالمحتار میں فرمایا۔

قوله (والیہ رجع الامام) ای الی قولہما الذی ہو روایۃ عنہ ایضاً و صرح فی المجمع بان علیہ الفتویٰ و رد لا المحقق فی الفتح بانہ لا یساعدا روایۃ اولیٰ روایۃ الخ و قال تلمیذہ العلامة قاسم فی تصحیح القدوری ان رجوعہ لم یثبت لما نقلہ کافہ من لدن الائمة الثلاثة الی الیوم من حکایۃ القولین و دعویٰ عمل عامۃ الصحابة بخلافہ خلاف المنقول۔ قال فی الاختیار الشفق البیاض هو مذہب الصدیق و معاذ بن جبل و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قلت رواہ عبد الرزاق عن ابی ہریرۃ و عن عمر بن عبد العزیز و لم یروا البیہقی الشفق الاحمر الا عن ابن عمر و تمامہ و اذا تعارضت الاخبار والآثار فلا یخرج

وقت المغرب بالشك كما في الهداية وغيرها  
قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو  
الاصح ومشى عليه في البحر مؤيداً له بما قدمناه  
عنه من انه لا يعدل عن قول الامام الا لضرورة  
من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارة  
وفي السراج قولهما اوسع وقوله احوط .. ملخصاً.

اور جب قول امام سے بے ضرورت عدول جائز نہیں اور ضرورت مفقودہ  
اور یہ عذر کہ نماز کو قضا ہونے سے بچانا ہے۔ ضرورت شرعیہ نہیں جس کے سبب  
امام اعظم کے مذہب مہذب سے عدول جائز ہو۔ حالانکہ وہی من حیث الدلیل  
اقوی ہے اس لئے کہ وہی احوط ہے۔ جیسا کہ ابھی تصریح رد المحتار سے گزری اور  
اس سے عدول میں مقتضائے احتیاط کا خلاف لازم آتا ہے۔ اور وقت سے پہلے  
نماز عشاء پڑھ لینے کا شبہ قویہ موجود ہے جس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ تو ثابت  
ہوا کہ ضرورت بھی امام اعظم کے قول پر عمل کی طرف داعی ہے۔ اور اس کے خلاف فتویٰ  
محل نظر ہے۔ اور اس کی تائید وہ بھی اس طور پر کہ یہ قول مسلک حق اہلسنت کے  
بالکل مطابق ہے۔ مبالغہ سے خالی نہیں۔ اور دوسرے قول کی نسبت یہ تعریض بھی  
اس سے ظاہر ہے کہ وہ معاذ اللہ مسلک اہلسنت کے مطابق نہیں۔ حالانکہ وہ قول  
قول امام ہے۔ اور اس قول مخالف پر فرضیت عشاء ایسی قطعی ماننا کہ قول مؤید  
" اس کی فرضیت کا منکر حد شرع کو توڑنے والا اور منکر نماز ہے۔ " بہت سخت ہے  
کہ خلافیت میں نوبت بتکفیر مسلم پہنچانا ہے۔ اور تکفیر مسلم کا ہرگز یہاں کوئی محل  
نہیں نہ اس کا یہاں ادنیٰ شبہ موجود۔ تو یہ سخت جرات ہے اور ضرور امام اعظم علیہ الرحمۃ  
والرضوان پر جسارت دے باکی پہنچی۔ علماء کرام تو یہ احتیاط فرمائیں کہ قائل کے کلام  
جس کے ظاہری معنی کفری ہوں مگر اس میں کوئی پہلو وہ بھی ہو جو کفری نہ ہو تو وہ اس  
کے کفر کا فتویٰ نہ دیں بلکہ منع فرمائیں۔ درمختار میں ہے۔

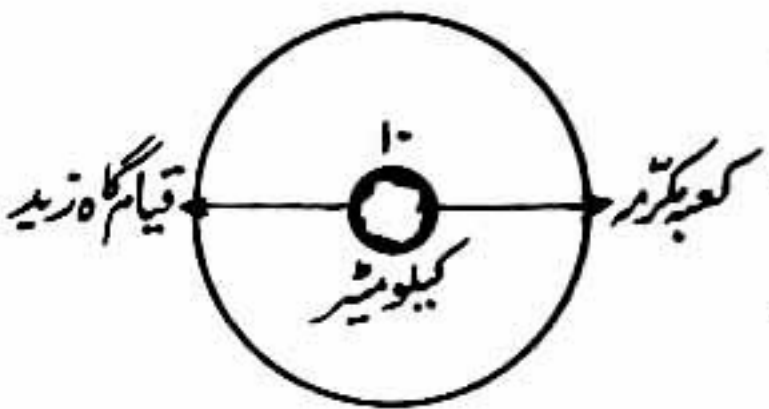
اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد  
يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه "رد المحتار  
میں ہے" لا يكفي بكفر مسلم ما مكن حمل كلامه  
على محمل حسن او كان في كفره خلاف ولو  
رواية ضعيفة اه

اور جوش تائید میں مؤید صاحب کا یہ حال کہ ایک مسئلہ خلافت میں جس میں کفر کا  
ادنیٰ شائبہ بھی نہیں، تکفیر مسلم پر جرأت فرمائیں اور امام اعظم کا بھی خیال نہ فرمائیں  
واللہ تعالیٰ ہوا الہادی وهو تعالیٰ اعلم مؤید پر اس سے توبہ لازم  
ہے۔ واللہ تعالیٰ۔ فقیر محمد اختر رضا قاہ ازہری قادری غفرلہ مہرا ازہری میاں  
۶ رزی قعدہ ۱۴۰۶ھ مہر مرکزی دارالافتاء

## قبلہ اگر سمت نقیضین پر واقع ہو

۸۴۷ مسئلہ :- فیضان الرحمن سبحانی کرن تو رکیر لا۔

۲۰۲۶-۲۰۲۷-۲۰۲۸ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید دنیا کی  
ایسی جگہ پر ہے جہاں سے مکہ مکرمہ کی مسافت دونوں سمت سے برابر ہے یعنی جس  
جگہ کا طول ۱۴۰° ڈگری اور عرض 25.21



درجہ ہو (یہ جگہ بحر الکابل میں ہے) اس جگہ سے  
زید کس رخ ہو کر استقبال قبلہ کرے گا! بطور نقشہ  
میں اسے واضح کئے دیتا ہوں تاکہ سوال کی

وضاحت ہو جائے۔ سبحانی متعلم شرعی کالج مرکز الشافعیہ السنیہ کالی کٹ۔

۹۲۶ الجواب

اگر وہاں پہلے سے سمت قبلہ متعین ہے تو اسی کا اتباع کیا جائے "کما فی  
رد المحتار علی الدر المختار" اور اگر سمت قبلہ متعین نہیں ہے تو مقامی دیندار

لوگوں سے سمت قبلہ معلوم کیا جائے کما فی الشامی ایضاً۔ اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت میسر نہ ہو کہ وہاں انسانی آبادی ہی نہ ہو اور احیاً لوگ سیر تفریح کی نیت سے وہاں پہنچ جاتے ہوں۔ تو جن قرآن و دلائل (مثلاً تارو اور چاند سورج کے ذریعہ یا اصطراب کے ذریعہ) سے قبلہ کا تعین ہو سکے اور اسی کے مطابق عمل پیرا ہو۔

اور قرآن و دلائل معلومہ سے بھی قبلہ کا تعین نہ ہو سکے تو آخری صورت تحرزی کی ہے جس طرف دل جمعی اور دل کا فتویٰ ہو اسی طرف نماز کی کا قبلہ ہے۔ لیکن سائل کے سوال سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسے سمت قبلہ معلوم ہے لیکن وہ ایسے مساوی اور معتدل مقام پر ہے جہاں سے دونوں مخالف سمتیں جہت قبلہ کے رخ پر ہیں۔ اس صورت میں سائل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ دونوں سمتوں میں سے کس سمت نماز میں متوجہ ہو؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق وہ دونوں سمتوں میں سے جس سمت بھی رخ کرے گا اس کی نماز ہو جائے گی "فَاَيُّهَا تَوَلَّوْا فِثَحَّ وَجْهَ اللّٰهِ" کیونکہ صحت نماز کی شرط تو توجہ الی شطر المسجد الحرام ہے جو دونوں سمتوں میں سے ہر ایک سے حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ویسے اس مسئلہ کا تعلق اصطراب سے ہے اگر ہمارے جواب سے آپ کو اطمینان نہ ہو تو مناسب ہو گا کہ اس فن کے ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے۔ برصغیر ہندو پاک میں اب اس کے جانکار بہت کم رہ گئے ہیں جو بھی ہیں غنیمت ہیں ان سے معلومات حاصل کی جائے مثلاً انڈیا میں بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی اور خواجہ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسن صاحب وغیرہما کو اس فن میں خاصا دسترس ہے خواجہ صاحب حصول علم و فراغت میں اگرچہ میرے ساتھی ہیں مگر میں ان کا احترام اپنے بزرگوں کی طرح کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے ذوق علمی کی بنیاد پر کسی ایسے فنون حاصل کئے جن کو انہوں نے پڑھا نہیں تھا انہیں میں سے اصطراب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے

فیوضِ علمی کو عام فرمائے۔ آمین۔

کتبہ عبدالواجد قاداری اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۲، جہادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ

## جہاں چھ مہینے کے دن وراث ہوں وہاں اوقات نماز کا تعین

۸۴۸۔۔۔ فیضان الرحمن سبجانی، کرنٹور، کیرلا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے ذی وقار و معنیان والا تبار، اس مسئلہ میں کہ اگر زید ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور ایسا غالباً دنیا کے انتہائی شمال و جنوب (نور تھ پول، ساؤتھ پول) میں ہوتا ہے جہاں کثرت برفیاری کی وجہ سے انسانوں کا قیام قریب ناممکن ہے لیکن زید گری کے موسم میں بغرض تفریح وہاں پہنچ گیا تو وہ اپنی پنجوقتی نمازیں کس طرح ادا کرے گا؟

سائل۔ سبجانی متعلم شرعی کالج مرکز الثقافتہ الشنیہ کالی کٹ۔

۹۲ الجواد اللہم ھذا یۃ الحق والصواب

اس سوال کا واضح جواب اس حدیث پاک میں ہے جو علامات قیامت کے طور پر ارشاد ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے خروج کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ الخ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کیا اس طویل دن میں صرف پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ تو سید کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا۔ نہیں بلکہ وقت کا اندازہ کرنا۔ (بخاری و مسلم وغیرہما)

جب حدیث پاک میں ایک سال کی نمازوں کو اندازہ کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہوا تو چھ ماہ کی نمازوں کو بھی اندازہ ہی سے ادا کرنا ہوگا۔

اندازہ کے مختلف طریقے ہیں

مثلاً ۱۔ اقرب الایام المعتدلہ کا اندازہ۔ یعنی چھ ماہ کی رات ہونے

سے پہلے جو رات و دن ایسا تھا جس میں پانچوں نمازوں کا وقت چوبیس گھنٹے میں جتنے جتنے وقفہ سے آتا تھا اسی وقفہ کا اندازہ لگا کر ہر ایک نماز کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہوگا۔

۱؎ اس طرح چھ ماہ کی ایک رات میں تقریباً ایک سو ستھتر بار نماز مغرب اور اسی قدر نماز عشاء پڑھنی ہوگی۔ پھر اسی طرح دن کا بھی اندازہ لگا کر فجر و ظہر اور عصر کی نمازوں کا وقت مقرر کرنا ہوگا اور انھیں بھی تقریباً مقدار مذکورہ ہی میں ادا کرنا ہوگا۔

۲؎ اقرب المقامات کا اندازہ۔ یعنی گلوب کے جس فرضی خط پر وہ مقام (نور تھ پول اور ساؤتھ پول) واقع ہے اسی خط پر شمال یا جنوب میں (طولاً لاعرضاً) جو قریب ترین معتدل مقام ہو جہاں ہر پانچ نماز کا وقت اوقات نماز کی علامات شرعیہ کے مطابق آتا ہے۔ پس اسی کے ساعات و دقائق کا اندازہ لگا کر اپنے یہاں بھی اوقات نماز کا تعین کر لیا جائے۔

نوٹ: اقرب الايام المعتدلة یا اقرب المقامات المعتدلة میں اگر اوقات نماز کی علامات شرعیہ کا ظہور متمیز نہ ہو سکے جیسے یورپ امریکہ کے بعض ممالک میں چند ایام سرما کے اندر کسی شے کا سایہ سایہ اصلی کے علاوہ دو چند بڑی بات ہے ایک چند بھی نہیں ہونے پاتا کہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ یا بعض لیالی گرما میں شفق ابھرنے کے غروب سے بہت پہلے صبح صادق جلوہ بار ہو جاتی ہے تو وہاں گھڑیوں سے بھی اوقات نماز کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ وَعَلِمُهُ أَتَمُّ وَاحْكُم بِنُورِ اللَّهِ تَعَالَىٰ عَلَى النَّبِيِّ وَالْأُمَّةِ وَاللَّهُ سَلَامٌ

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء، مجلس علماء نیدرلینڈ

اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ - ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ

## نیدرلینڈ میں جمعہ و عید

مسئلہ: ۸۴۹۔ لیاقت علی دل محمد آمسٹرم۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے بہت سارے ممالک جہاں کبھی بھی اسلامی قوانین کا حکومتی سطح پر اجراء نہیں ہوا، ان ملکوں میں جمعہ اور عیدوں کی نماز کے قیام کا کیا حکم ہے؟ جب کہ یہاں کی کسی حکومت نے اسلامی احکام پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو نہیں روکا۔ بلکہ اسلامی اعمال کی بجا آوری میں یاسی طور مسلمانوں کی مدد و معاون رہی کہ اگر پبلک کی کسی متعصب جماعت نے اسلامی عبادت گاہوں کی توڑ پھوڑ کرنا چاہی تو حکومتوں نے اس کی حفاظت کی اور توڑ پھوڑ سے بچایا۔ جواب یا صواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں۔ نقطہ۔

۹۸۶

الجواب

جمعہ و اعیاد کی صحت و جواز اور قیام کے لئے اسلامی شہر ہونا ضروری ہے ممالک مذکورہ جہاں کبھی اسلامی سلطنت سایہ فگن نہیں ہوئی وہاں جمعہ و عیدین کی نمازوں کا قیام یا اطل ہے۔ ظہر کی فرضیت مسلمانوں کے سروں سے نہیں ٹلتی اور مسلمان اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ نماز جمعہ کی وجہ سے وہ نماز ظہر سے بری الذمہ ہو گیا۔ حالانکہ حقیقتاً ایسا نہیں۔

ہاں عامۃ الناس جو ان ملکوں میں قدیم زمانہ سے جمعہ و عیدین کی نمازیں پڑھتے آرہے ہیں انہیں جمعہ سے نہیں روکا جائے کہ ممکن ہے وہ بد عقیدگی کا شکار ہو جائیں اور کبھی کبھی وہ جو خدا و رسول (جبل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نام لیتے ہیں اس سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ علماء کو چاہئے کہ مصلحتاً اس مسئلہ کی وضاحت مجمع عام میں نہ کریں بلکہ حکمت اور مواعظت حسنہ کے ساتھ انفرادی طور پر مسلمانوں کو صحیح مسئلہ کی طرف بلا تے رہیں۔ کلمہ و التماس علی قدر عقولہم واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری مجدد آسٹریڈم۔ ۶ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نوٹ: سوال ۸۳۴ سائل مذکور کی طرف سے مرکزی دارالافتاء، رضوانگر، بریلی انڈیا بھیجا گیا جس کا جواب نائب مفتی اعظم، نبیرہ امجد علی حضرت، خلیف اسعد حضور مفسر اعظم، حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا فاں صاحب ازہری میاں نے اپنے قلم فیض

رقم سے عطا فرمایا جس کی تصویب و توثیق علامہ قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی نے کی  
وہو ہذا۔ (مرتب)

۹۲۶ جواب: فرضیت و صحت و جواز جمعہ سب کے لئے اسلامی شہر ہونا  
شرط ہے۔ جو شہر اسلامی نہیں جیسے روس، فرانس کے بلاد ان میں نہ جمعہ  
فرض ہے نہ صبح نہ جائز بلکہ ممنوع و باطل و گناہ ہے اس کے پڑھنے سے  
فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب  
ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں تبعہ و عیدین جائز ہوں۔ اگرچہ  
وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلام کو نہ روکتے ہوں (فتاویٰ رضویہ جلد ۲  
صفحہ ۱۱۵-۱۱۶) اور دارالحرب میں سکونت مکروہ ہے جبکہ کوئی منفعت جائزہ  
دینی یا دنیوی مظنون نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری و تادری غفرلہ  
۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ

مہر

## موسم سرما میں ہالینڈ کے اندر نماز عصر

۸۵۰ فیصلہ: فیروز احمد خاں آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ  
یورپ کے کئی ملکوں میں سردی کی مخصوص تاریخوں میں کسی مستطیل شے کا سایہ  
سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل نہیں ہونے پاتا کہ سورج غروب ہو جاتا ہے (یعنی جس  
طرح گرمی کی مخصوص راتوں میں سورج اٹھارہ ڈگری کو مس نہیں کر پاتا کہ صبح صادق  
طلوع ہو جاتی ہے) ظاہر ہے دریں صورت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ظہر کا وقت  
نہیں نکلنا اور عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دنوں  
میں عصر کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھی جائے گی یا پہلے؟ نیت قضا کی ہوگی یا ادا کی؟



یا پھر یہاں کے باشندوں پر ان دنوں کے عصر کی نماز فرض ہی نہیں ہے؟۔  
سائل: فیروز سکریٹری فوری مسجد نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی آسٹریڈم

۴۸۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

صورتِ مسئلہ میں نمازِ عصر کی فرضیت و عدم فرضیت کے باب میں علماء کرام کا اختلاف ہے جیسا کہ ان شہروں کے اندر آیامِ گرما کی بعض راتوں میں نمازِ عشاء کی فرضیت و عدم فرضیت کے باب میں۔ لیکن اس باب میں مختار و مناسب و معتمد قول یہ ہے کہ عصر و عشاء کی نمازیں فرض ہیں اور نمازِ عصر کے لئے غروبِ آفتاب سے پہلے اندازہ سے وقت مقرر کر لیں (جیسا کہ نیدرلینڈ میں متیم علماء اہلسنت نے حضرت استاذی المکرم بحر العلوم مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری کے تعاون سے اوقاۃ الصلوة ترتیب دیا ہے) اور انہیں اندازہ کردہ اوقات میں عصر و عشاء کی نمازیں ان مخصوص دنوں میں برنیت قضا پڑھ لیا کریں۔ در مختار میں ہے

وَفَاقَدَ وَقْتَهُمَا مُكَلَّفٌ بِهِمَا فَيَقْدَرُ لَهُمَا بِهِ يَفْتِي  
الْبُرْهَانَ الْكَبِيرَ وَاخْتَارَ الْكَمَالَ وَتَبَعَهُ

ابن الشحنة (۱۵)

اور ردّ النازیہ ہے

إِذَا عَلِمْتَ ذَلِكَ ظَهَرَ لَكَ أَنَّ مَنْ قَالَ بِالْوَجُوبِ  
يَقُولُ بِهِ عَلَى سَبِيلِ الْقَضَاءِ لَا الْأَدَاءِ

اس قولِ معتمد کی تائید حدیثِ اسراء سے بھی ہوتی ہے جن میں وارد ہے کہ  
بالآخر پانچ نمازیں فرض رہیں اور اس میں کسی خطہ زمین اور موسم کا فرق نہیں کیا گیا ہے۔  
اور اس حدیثِ پاک سے بھی اس قولِ مختار کی تائید ہوتی ہے جس میں در حبال  
لعین کا ذکر ہے کہ اس کے خروج کا پہلا دن "یوم کسنہ" دوسرا دن "یوم کشہیر"  
تیسرا دن "یوم کجمہ" اور بقیہ آیام "کایام مکہ" ہوگا صحابہ کرام رضی  
اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ایک دن کی

نمازیں کافی ہیں۔ تو حاکم شرع، شائع شریعت علیہ السلام والتحییت نے ارشاد فرمایا۔  
 "لا اقتدرُ وَاَلِه" نہیں بلکہ اوقاتِ نماز کا اندازہ لگالینا۔ حضرت علامہ محقق  
 فتح القدیر میں اور علامہ شامی علیہما الرحمہ فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں فقد اوجب  
 اکثر من ثلاث مائة عصر قبل صیرورة الظل مثلاً او  
 مثلین وقد علیہ الخ

یعنی خروجِ دجال کے اس پہلے ایک دن میں سایہ کے ایک یا دو مثل ہونے  
 تک تین سو سے زائد عصر کی نمازیں واجب ہو جائیں گی اور اسی طرح دوسری نمازیں بھی  
 دوسرے وقتوں میں..... ان تمام شواہد و دلائل کی روشنی میں یہ زیادہ مناسب رہیگا  
 کہ ان دنوں میں جبکہ کسی شے کا سایہ سایہ اصلی کے علاوہ دوگنا نہیں ہو پاتا۔ عتہ کی  
 نماز سورج ڈوبنے سے آدھ گھنٹہ قبل پڑھ لیا کریں۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء، آمسٹرڈم

۱۱ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ

## شافعی اما کی اقتدا، کن صورتوں میں درست ہے؟

۸۵۱: جمع حنفی طلبہ مرکز الثقافة السنیہ

۹۲ ذوالحجہ والکرم والمحتشم حامی سنت، ماحی بدعت، پیر طریقت، مفتی

شریعت حضرت مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

ہم لوگ شمالی ہندوستان کے وہ طلباء ہیں جو حصولِ علم کے شوق میں "مرکز

الثقافۃ السنیہ کالی کٹ کیرلا" کے اندر زیر تعلیم و تربیت وتعلم ہیں۔ یہاں کے طلباء

اور اسانڈہ کرام صد فی صد شوائع ہیں۔ ہم حنفیوں کو بھی نمازوں میں ان کی اقتدا و اتباع

کرنی پڑتی ہے۔ وضو کے بعض مسائل میں وہ حنفیت کی رعایت کرتے ہیں۔ مگر مندرجہ

ذیل باتوں کی وجہ سے ہم لوگوں کی طبیعت متوتخس رہتی ہے اور یہ شبہ ہوتا ہے کہ معلوم

نہیں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

- ① امام صاحب کی ڈاڑھی حنفی حد شرع کے مطابق نہیں بلکہ جھوٹی ہے۔
  - ② امام صاحب مانگ پر نماز پڑھاتے ہیں اور بیشتر مقتدی مانگ ہی کی آواز پر رکوع و سجود کرتے ہیں۔
  - ③ امام صاحب لوہے کی چین والی گھڑی (خواہ دستی ہو یا جیبی) استعمال فرماتے ہیں نماز اور غیر نماز میں بھی۔
  - ④ سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام صاحب اتنا لمبا وقفہ کرتے ہیں کہ آسانی ایک یا دو بار سورہ فاتحہ پڑھی جاسکتی ہے۔
  - ⑤ امام صاحب کے پیچھے پہلی اور دوسری صفوں میں کافی نابالغ بچے رہتے ہیں، اسکے پیچھے بھی بالغوں کی صفیں رہتی ہیں، وغیرہ وغیرہ
- ان تمام باتوں کی وجہ سے ہم لوگوں کو شبہ رہتا ہے۔ اس لئے حضور اللاسے گزارش ہے کہ مدلل جوابات عنایت فرما کر ہم لوگوں کو اطمینان بخشیں اور بتائیں کہ ہم لوگوں کی نمازیں ہوتی ہیں یا نہیں؟

سائلین: جمیع حنفی طلباء، مرکز الثقافت السنیہ، کرن تورا کالی کٹ، کیرلا، ہند

٤٨٦  
٩٢ الجواب بعون الملک المجیب الوہاب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

فہم جواب سے قبل جن امور میں اشکال و شبہات ہیں ان کا جواب ذہن نشین کر لیا جائے تاکہ متعلق سوالوں کا جواب آسانی سمجھ میں آجائے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَلَأَب۔

① ڈاڑھی (ریش) کا ایک مشت طول و عرض میں رکھنا واجب ہے۔ حضرت شیخ محقق سیدنا عبدالحق بخاری محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "گذاشتن آل بقدر قبضہ واجب است (اشعۃ اللمعات ص ۱۲۱)"

اور ایک مشت یعنی چار انگل سے کم کرنا یا کرنا حرام ہے۔

در مختار فقہ حنفی کی مشہور کتاب مع رد المختار ص ۲۶۱ میں ہے۔

يَحْرَمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعَ لِحْيَتِهِ " و ہو تعالیٰ اعلم  
 (۲) مانگ (آلہ مکبر الصوت) پر جماعت کی نماز پڑھانا مکروہ ہے کہ وہ سنت  
 صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (نصب مکبرین) کا ہادم اور اس سے بے نیاز کرنے والا  
 ہے۔ پھر اس کی آواز بھی ضرورت سے زیادہ بلند ہوتی ہے جو شروع نماز کے  
 خلاف ہے۔

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَوَاتِكَ وَلَا تَخَافُ بِهَا وَابْتِغِ  
 بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا

مانگ کی صدا پر ارکان نماز میں انتقالات سے متعلق علماء اہلسنت کے  
 درمیان نماز کی صحت و عدم صحت کا مسئلہ ہر چند کہ مختلف فیہا ہے لیکن مانگ کے  
 انجینیروں اور اسکی معلومات رکھنے والوں کی راجح تحقیق یہ ہے کہ مانگ سے نکلی ہوئی آواز  
 متکلم کی بعینہ آواز نہیں ہے بلکہ صدا ہے یعنی جو آواز مائیکروفون میں داخل ہوتی ہے  
 بعینہ وہی آواز نہیں نکلتی بلکہ اس میں مشین طاقتیں (الیکٹرک کی رو) ملکر اس آواز کو  
 بڑھادیتی ہیں اور اب آواز صرف متکلم کی آواز نہیں ہوتی بلکہ متکلم و مشین کی مشترک آواز  
 ہوتی ہے۔ لہذا فقہاء کرام نے وضاحت فرمائی کہ اس کی آواز صدا ہے کسی چیز سے  
 ٹکرانی ہوئی آواز) اور صدا پر نہ سجدہ تلاوت واجب اور نہ ہی انتقالات ارکان نماز  
 درست۔ لہذا جماعت کی نماز میں اس کا استعمال چند در چند خرابیوں بلکہ فساد  
 نماز کا باعث ہے۔

لیکن موجودہ دور میں عموم بلوی کی وجہ سے عام مسلمانوں کی نمازوں کے فساد  
 کا فتویٰ دینا محتاط تقاضوں کے خلاف ہے لہذا اس مسئلہ پر ارباب علم و فن صاحبان  
 تقویٰ و طہارت علماء کرام کو سر جوڑ کر بیٹھنے اور مثبت اقدام کی ضرورت ہے کیونکہ مانگ  
 کی ممانعت کا مسئلہ کوئی منصوص مسئلہ نہیں ہے اسی لئے اس میں اباحت کی گنجائش  
 ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) گھڑی کی زنجیریں (چین) خواہ چاندی کی ہوں یا سونے کی یا پھر وہ ہاتھوں میں استعمال

کی جاتی ہوں یا جسموں میں لٹکا کر یا پھر گلوں میں سب مردوں کو حرام ہے اور دیگر  
 دھاتوں کی بھی ممنوع ہیں کیونکہ سونا روں کے یہاں چین یکے از قسم زیورات ہے  
 اور زیورات میں صرف ایک انگوٹھی بشرطیکہ صرف ایک ننگ والی ہو اور ساڑھے  
 چار ماشہ (چار گرام) سے زائد وزن کی نہ ہو مردوں کو حلال ہے۔ باقی زیورات کا استعمال  
 حرام ہے۔ اور جن چیزوں کا استعمال ممنوع ہوا انہیں پہن کر نماز ادا کرنا یا امامت کرنا  
 مکروہ تحریمی ہے۔ ہذا فی احکام شریعت للامام احمد رضا  
 قدس سرہ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

④ عند الاحناف سورہ فاتحہ کے احتتام پر اتنی دیر تک خاموش رہنا کہ تین بار  
 سُبْحَانَ اللَّهِ کہا جاسکے ترک واجب ہے جو موجب سجدہ سہو ہے۔ کما  
 نص علیہ فی التنویر وغیرہ

⑤ صرف نابالغ ہونا قطع صف کو مستلزم نہیں ہاں اگر نابالغ کے ساتھ ناسمجھ  
 (تقریباً ۱۶ سال کے) بھی ہوں یا اگر بالغ ہے مگر مجنون ہے تو اس پوری صف  
 والوں کی نماز مکروہ ہوگی۔ کہ صبیانیت و مجنونیت وجہ قطع صف ہے اور قطع صف  
 وجہ کراہت نماز ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم ————— خلاصہ جواب۔ شافعی امام  
 کی اقتداء کے تین احکام ہیں۔

① اگر وہ امام مذہب حنفی کے فرائض و شرائط نماز۔ اور شرائط وضو و امامت  
 کی رعایت کرتا ہو اگرچہ واجبات و سنن کی رعایت نہ کرتا ہو تو اسکی اقتداء جائز  
 ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ قوله ان يتقن للمراعات اى فى الفرائض  
 من شروط و اركان فى تلك الصلوة وان لم يراع فى الواجبات  
 والسنن كما هو ظاهر سياق كلام البحر و ظاهر كلام  
 شرح المنية ايضا ۲۱۶۔ پھر اسی فتاویٰ شامی میں ہے "ان علم  
 لاحتیاط منہ فی مذہباً فلا کراہة فی الاقتداء بہ (ص ۳۲۸)  
 لیکن جواز اقتداء کی اس صورت میں بھی بعض امور کے اندر اس کا اتباع مکروہ ہے

مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہا میں..... اور اگر مذکورہ رعایتوں کے باوجود وہ نماز وتر دو سلاموں کے ساتھ پڑھتا ہو، یعنی دو رکعتوں کے بعد فصل کرتا ہو، تب بھی اس کی اقتدا صحیح نہیں ہے "صحیح الاقتداء فیہ بشافعی لم یفصلہ بسلام..... لا ان فصلہ علی الاصح (شامی باب الوتر ص ۴۲۸)

② اگر وہ امام فرائض و شرائط نماز حنفی اور طہارت کی رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ہی جائز نہیں۔

③ اگر اس امام کے بارے میں رعایت و عدم رعایت کا کچھ بھی حال معلوم نہ ہو تو اس کی اقتداء مکروہ ہے۔ (کما فصلہ فی البحر الرائق ص ۴۶)

صورت مسئلہ میں جن پانچ باتوں سے متعلق سائلین نے وضاحت کی ہے ان میں اکثر ترک و جوب پر دال ہیں۔ ترک فرائض و شرائط پر نہیں۔ اور سنی صحیح العقیدہ شافعی کا واجبات و سنن میں حقیقت کی رعایت نہیں کرنا عدم صحت اقتداء کو مستلزم نہیں۔ لہذا جو نمازیں بصورت مذکورہ ان کی اقتداء میں ادا کی گئیں صحیح ہوئیں۔ البتہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت علیہ الرضوان والرحمۃ نے اس مسئلہ کی توضیح و تنقیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "اگر اقتداء جائز بھی ہو تو افضل یہ ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتداء کرے" (فتاویٰ رضویہ ترتیب جدید ص ۵۰۵۔)

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۲۵ اگست ۱۹۰۵ء

خادم الافناء مجلس علماء نیدرلینڈ واسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## شرائط امامت

مسئلہ ۸۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے شہر لیلی ستاد میں ایک طویل عرصہ سے ایک شخص جو زبان اردو اور قرآن شریف پڑھنے سے واقف ہے البتہ فن تجوید سے کما حقہ آگاہ نہیں ہے۔ امامت

کرتا ہوا آرہا ہے، محفل میلاد شریف، نیاز فاتحہ، اور دیگر امور دینیہ وہی انجام دے رہا ہے، البتہ تین سالوں سے ہم لوگوں نے ایک عالم کو ان کاموں کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اور پُرانے امام کو شہر کی اکثریت نے نائب امام کی جگہ پر مقرر کر دیا ہے چنانچہ امام صاحب کی غیر موجودگی میں وہ امامت کرتے ہیں۔ ادھر ایک عالم کا یہ کہنا ہے کہ مسجد کا نائب امام چونکہ قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتے ہیں لہذا اگر کوئی اس کی اقتداء میں نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، بلکہ اگر کسی عالم کی موجودگی میں مذکورہ نائب امام نماز پڑھائے تو کسی بھی مقتدی کی نماز نہیں ہو سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ نائب امام مذکورہ کے پیچھے صرف عالم کی نماز نہیں ہوگی یا سارے مقتدیوں کی؟ جبکہ یہ عوام کا مقرر کردہ نائب امام ہے۔ مینوا و توجروا۔

اراکین مجلس الفردوس لیل ستار ۶ جولائی ۲۰۰۰ء

۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

صحت امامت کے لئے مسائل طہارت و نماز کا جاننا اور قرآن پاک کا صحیح پڑھنا ضروری ہے اگر کوئی عالم دین بھی تلاوت قرآن میں ایسی غلطیاں کرے جس سے معنی بدل جائے یا حروف کی تبدیلی سے لفظ قرآن مہمل بن کے رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے تو ان صورتوں میں خود اس کی نماز نہ ہوگی تو دوسرے مقتدیوں کی خواہ وہ عالم ہو یا عامی کیسے نماز ہو سکتی ہے؟ کیونکہ مقتدیوں کی صحت نماز کا دار و مدار امام کی صحت نماز پر ہے۔ "فان صلوة الماموم مبنیة علی صلوة الامام (فتاویٰ رضویہ)"

صورتِ مسئلہ میں جس نائب امام سے متعلق استفسار ہے اگر وہ قرآن پاک ایسا پڑھتا ہے جس سے اس کی نماز ہو جاتی ہے تو اس کی اقتداء کرنے والے سبھی عالم و عامی کی نمازیں ہو جائیں گی اگرچہ دوسرے لوگ مخارج حروف کی ادائیگی میں اس سے زیادہ قادر و مشاق ہوں۔ ہاں عند الشرع محبوب و مطلوب اور افضل و اولیٰ یہ ہے کہ جو مخارج حروف کی ادائیگی زیادہ صحت کے ساتھ ادا کرتا ہو وہ احق امامت ہے۔

کما فی فتاویٰ الرضویة " لان الامام مدعلما کان اکمل  
کان افضل اه واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ ۶ جولائی ۱۳۲۱ھ

خادم الافناء۔ القسطنطنیہ اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ

## نماز میں صحتِ اعراب کا خیال

مسئلہ ۸۵۳ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ  
کے بارے میں کہ اگر کوئی امام یا منفرد اپنی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتے وقت رَبِّ  
العَالَمِينَ کو رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا و توجروا  
السائل، محمد ممتاز علی۔ ایم کرامت علی۔ لاسٹرٹ ۱۳۲۱ HX 1338 المیرہ

۹۲ جواب بعون الملک الوہاب

تلاوت کے اندر چند طریقوں سے غلطیاں واقع ہوتی ہیں جن میں سے ایک  
اعراب کا بدل جانا بھی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ بدل جانا اور بدل دینا  
میں بعد المشقہن ہے۔ اگر کسی تالی قرآن نے عمداً قرآن پاک کے اعراب کو بدل دیا  
تو فسادِ نماز سے پہلے اس پر فسادِ ایمان کا حکم نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ تحریف ہے جو  
عند الشرع کفر ہے۔ اور جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ ..... اگر سہواً اعراب  
بدل گیا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اعراب کے بدلنے سے اس لفظ یا عبارت کا معنی  
فاسد ہوا یا نہیں؟ اگر معنی فاسد (خراب ہونا بگڑ جانا) نہیں ہو تو نماز ہو جائے گی اور  
اگر معنی فاسد ہو گیا ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ تالی قرآن کی  
زبان سے واقعی بدلا ہوا اعراب ادا ہوا ہے یا صرف سننے والوں کو بدلا ہوا معلوم ہوا  
اگر پڑھنے والے نے اعراب صحیح ادا کیا اور سننے والوں کو بدلا ہوا معلوم ہوا اگرچہ لفظ  
مسموع کا معنی فاسد ہو پھر بھی نماز ہو جائے گی کہ غلطی تالی کی نہیں بلکہ سامعین کی سماعت  
کی ہے اور اگر تالی کی زبان سے بدلا ہوا اعراب ادا ہوا ہے جس سے معنی فاسد ہو جانا



ہے تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ اس نماز کا پھر سے پڑھنا فرض ہے۔ بلکہ بعض اعرابی غلطیوں پر تو کفر تک کا حکم نافذ ہو جاتا ہے ایسی صورت میں تالی قرآن پر فرض ہے کہ صحت اعراب کی ہر ممکن کوشش کرے اور جب تک صحت اعراب و صحت مخارج حروف پر قادر نہ ہو جائے امامت نماز کی جرات نہ کرے بلکہ صحت تلاوت پر قادر ہونے سے پہلے اپنی نمازیں بھی کسی صحیح خواں کی اقتداء میں ادا کرے۔

صورتِ مسئلہ میں عَالِمٌ اور عَالِمٌ کافرق ہے۔ عَالِمٌ کا معنی ماسوا اللہ (ساری مخلوقات) اور عَالِمٌ کا معنی کسی چیز کی حقیقت جاننے والا ہے، عَالِمٌ کی جمع حالتِ جبر میں عَالِمِیْن اور عَالِمِیْن کی جمع عَالِمِیْن ہے اور یہ دونوں الفاظ قرآنی ہیں دریں صورت معنی فاسد تو نہیں ہوا البتہ اس سے ربوبیت الہیہ کی یگانہ تحدید مفہوم ہوئی لہذا اس اما کیا منفرد پر فرض ہے کہ اپنی اعرابی غلطیوں کی تصحیح کرے۔ صورتِ مذکورہ میں فسادِ معنی متحقق نہیں ہوا تو اس کی نماز کے عدم صحت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ ہکذا فی الفتاویٰ الہندیہ والرضویہ وغیرہا۔  
واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء والقضاء  
القرآن اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ۔ ۳۰ جمل، دسمبر ۱۳۲۱ھ

## امام اگر مکبر بھی ہو

۸۵۳ء: ممتاز علی کرامت علی۔  
۵-۱۲-۹۵۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر اقامت اگر امام خود کہہ رہا ہو تو مقتدیوں کو صفوں کی درستگی اور نماز شروع کرنے کے لئے کس وقت کھڑا ہونا چاہئے یعنی حتیٰ علی الصلوة پر یا حتیٰ علی الفلاح پر؟

سائل: امام مسجد رضوی فریدالاسلام، رشتن بلخ سٹراٹ، آسٹریڈم

۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

جب امام ہی تکبیر اقامت کہہ رہا ہے یعنی مؤذن و امامت کی ذمہ داری ایک ہی

شخص ادا کر رہا ہے تو جب تک تکبیر اقامت کے مکمل کلمات (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) تک، امام نہ کہہ لے اس وقت تک مقتدی کو صف کی درستگی یا نماز شروع کرنے کی نیت سے کھڑا نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ

هكذا في الهندية والمحيط فتاویٰ ہندیہ اور محیط میں ہے کہ اگر مؤذن  
 "وان كان المؤذن والامام واحداً" اور امام ایک ہی ہے پس اگر اس نے مسجد کے  
 فان اقام في المسجد فالقوم لا يقوون اندر ہی تکبیر اقامت کہی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ  
 مالم يفرغ عن الاقامة - ہو جب تک وہ تکبیر اقامت سے فارغ نہ ہو جائے (۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۵ دسمبر ۱۹۹۵ء

## تکرار سورت یا قرآۃ معکوس

مسئلہ ۸۵۵: قاری حفیظ الرحمن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر چار رکعتوں الی یعنی سنت نماز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الناس زبان پر جاری ہوگئی اور ایک یا دو آیتوں کے بعد اس کا خیال آیا تو کیا بقیہ تینوں رکعتوں میں سورہ الناس ہی پڑھے یا اس سے اوپر والی سورتوں کو ملائے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک عالم دین امام مسجد نے سورت تراویح میں پہلی رکعت میں سورہ نصر اور دوسری میں عمداً سورہ اخلاص پڑھا تو اس سے نماز میں فساد یا کراہت آئی یا نہیں؟ المستفتی امام مسجد الکرم، اسٹڈم دوست

۹۲۶ الجواب

قرآۃ معکوسہ (ترتیب سورت کے خلاف پڑھنا) زیادہ سخت ہے تکرار سے لہذا اگر عمداً بھی پہلی رکعت میں سورہ الناس کو پڑھا ہو تو بقیہ رکعتوں میں سورہ الناس ہی پڑھنا چاہئے۔

۲ نماز تراویح میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ فرض نمازوں میں ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے

ہکذا فی رد المحتار والفتاویٰ الرضویہ ۲۶۶۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۹ جولائی ۱۹۸۶ء

نوری دارالافتاء، نوری مسجد، امرڈم

## نماز میں قرأتِ سنونہ

۸۵۶ مسئلہ: لطیف یوسف گمان

۳-۳-۸۶ حضورِ مفتی صاحب قبلہ! اکثر اماموں سے سنتے میں آتا ہے کہ فلاں نماز

میں طوال مفصل اور فلاں نماز میں قصار مفصل پڑھنا چاہئے۔ یہ سب کیا چیز ہیں؟

وضاحت کے ساتھ بتانے کی زحمت گوارا کریں۔ ہو سکے تو مثالوں کے ساتھ تحریر

فرمائیں تاکہ ہم لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔ ایل یوسف گمان، نوری مسجد، امرڈم

۹۱۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

چند سورتوں کے مجموعہ کا نام طوالِ مفصل ہے۔ پھر چند سورتوں کے مجموعے

کا نام اوساطِ مفصل ہے اور آخری چند سورتوں کے مجموعے کا نام قصارِ مفصل ہے

یعنی چھبیسویں پارہ کی سورہ حجرات<sup>۲۹</sup> سے تیسویں پارہ کی سورہ بروج<sup>۸۵</sup> تک کی تمام سورتیں

طوالِ مفصل کہلاتی ہیں اور سورہ بروج<sup>۸۵</sup> سے سورہ بئینہ<sup>۹۸</sup> تک کی تمام سورتیں اوساطِ مفصل

کہلاتی ہیں جبکہ سورہ بئینہ<sup>۹۸</sup> سے سورہ الناس<sup>۱۱۴</sup> تک کی تمام سورتیں قصارِ مفصل کہلاتی ہیں۔

درمختار میں ہے نہ

من الحجرات الی آخر البروج سورہ حجرات سے اخیر سورہ بروج تک طوال۔ اور

طوالہ ومنہا الی آخر لم یکن سورہ بروج سے سورہ لم یکن تک اوساط اور بقیہ

اوساطہ وبقیہ قصار۔ سورتیں آخر تک قصار کہلاتی ہیں۔

تویر الالبصار اور درمختار میں یہ بھی ہے کہ۔

یسن فی الحضرة امام و منفرد طوال مقیم ہونے کی صورت میں امام و منفرد دونوں کیلئے

المفصل فی الفجر والظہر و فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل اور عصر و عشاء میں

اوساطہ فی العصر والعشاء و اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل  
 قصارہ فی المغرب ای فی کل کی ایک پوری سورہ کا ایک رکعت میں پڑھنا  
 رکعت سورہ ۵۱ سنت ہے۔

اُمّہ مساجد کے کہنے کا یہی مطلب ہوا کہ مثلاً فجر و ظہر میں ان سورتوں کو پڑھنا  
 سنت ہے جو طویل مفصل ہیں اور نماز عصر و عشاء میں ان سورتوں کو پڑھنا سنت ہے  
 جو اوساط مفصل ہیں اور نماز مغرب میں ان سورتوں کا پڑھنا سنت ہے جو قصار مفصل  
 کہلاتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء، ۲ مارچ ۱۹۸۶ء

## ترکستانی حکومت کے اُمّہ کی اقتدار

۸۵۷  
 فیصلہ: فیصل رحمت آسٹریڈم  
 ۱۳-۵-۸۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ کے اندر ترکی حنفی  
 مسلمانوں کی درجنوں مساجد ہیں لیکن ان میں دو طرح کے امام ہیں ایک وہ جن کو  
 ترکی کی گورنمنٹ مقرر کرتی اور وہی ان کے مشاہرہ وغیرہ کا انتظام کرتی ہے۔ یہ اُمّہ  
 مساجد عموماً ڈاڑھی نہیں رکھتے۔ اپنی گورنمنٹ کے فیصلہ کے مطابق عیدین وغیرہ کرتے  
 ہیں خطبہ جمعہ بھی وہی پڑھتے ہیں جو ان کی حکومت بھیجتی ہے۔ یعنی احکام شرع پر احکام حکومت  
 کو عملاً فوقیت دیتے ہیں۔ اور دوسرے وہ امام ہیں جن کو اپنے ملک سے عام ترکی مسلمان  
 بلواتے ہیں وہ وہ ہوتے ہیں جن کو ترکی کی جماعت صوفیہ (عموماً نقشبندی حضرات) یہاں  
 بھیجتے ہیں یہ اُمّہ مساجد حنفی حد شرع کے مطابق ڈاڑھی رکھتے ہیں صوفیوں کے سے اوراد و  
 اشغال میں مصروف رہتے ہیں ترکی کے متدین صوفی علماء کے فیصلوں کے مطابق عیدین  
 کرتے ہیں حالات کے مطابق خطبہ جمعہ و عیدین دیتے ہیں اور ہندو پاک کے علمائے  
 احناف سے رابطے بھی رکھتے ہیں اور محوٹ دینیہ میں شریک بھی ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے  
 کہ ان دونوں قسم کے اماموں کی اقتدار میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: فیصل رحمت۔ خیرن ستین راء اسٹریٹم۔

۹۸۶

الجواب

صورتِ مسئلہ میں ترکی گورنمنٹ کی جانب سے مقرر کردہ اماموں کی اقتداء جائز نہیں کہ ترک واجب کی وجہ سے وہ فاسق معین ہیں اور فاسق معین کی امامت مکروہ تحریمی ہے جس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے کما فی فتاویٰ الحجۃ والغنیۃ وغیرہما من الاسفار الکثیرہ پھر موجودہ ترکی گورنمنٹ اہل اہوا بھی ہے جس کے عیدین کا فیصلہ عموماً سعودی گورنمنٹ کے ماتحت ہوتا ہے جس کو رویتِ ہلال یا اصولِ شرع سے کوئی واسطہ نہیں ہے اسکے فیصلوں پر آنکھ بند کر کے عمل کرنا اہل ہوا ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اور اہل ہوا کی اقتداء ناجائز ہے۔ فتح القدر باب الامتہ ص ۳۳ میں ہے۔

لا تجوز الصلوة خلف اهل الاهواء اہل ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔  
ہاں جو ائمہ مساجد حد شرع کے مطابق ڈاڑھی رکھتے ہیں اور دیگر اعتبار سے بھی صالح امامت میں ان کی اقتداء جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۱۳۱۳ھ میں ۱۹۸۸ء

خادم الافناء، ورلڈ اسلامک مشن نیدر لینڈ

## خدمت امامت پر اجرت لینا

۸۵۸ مسئلہ: حاجی محمد یوسف، مقیم دی ہیگ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے امام صاحب دو ماہ کی چھٹی لیکر مکان چلے گئے۔ اس مسجد کے صدر یا سکریٹری نے کسی عالم دین سے عارضی طور پر نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی، دو ماہ گزرنے کے بعد مسجد کی طرف سے اس عالم دین کو ایک رقم دیدی گئی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ دوبارہ سہ ماہ بھی ایسا ہی ہوا۔ یعنی عالم دین کو معلوم ہے کہ آمد و رفت کے اخراجات کے علاوہ

بھی کچھ ملے گا۔ تو کیا وہ رقم اس عالم دین کے لئے حلال ہے اور اس عالم دین کی اقتدا میں نماز درست ہے؟ حاجی محمد یوسف مقیم مسجد غوثیہ دینیہ ہاخ

۹۲

الجواب

اذان و امامت اور تعلیم قرآن و فقہ پر اجرت کو علماء متاخرین نے ضرورتاً جائز قرار دیا ہے۔ لہذا اجرت امامت خواہ صراحۃً ہو یا دلالتاً جائز ہے۔ کما نصتوا علیہ فی الکتب الکثیرہ۔ سورت مسنوا میں رقم مذکورہ مذکور کے لئے جائز و حلال ہے اور اس کی اقتدا درست ہے۔ اسے اجارہ مارنا نہیں چاہئے کیونکہ قرآن سے اجرت کی تعیین معلوم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد الواجد قادری ۵/۵/۱۹۹۹ھ

دارالافتاء، جامعہ مدینۃ الاسلام ہالینڈ

## نماز اور لاؤڈ اسپیکر

۸۵۹  
مسئلہ : مولانا نور احمد نیس، فرانس  
۱۶-۸-۲۰۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ و اعیاد کی بڑی جماعتوں میں تکبیرات انتقالات کے لئے مکبرین کو قائم کرنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ بجائے مکبرین کے اسی کام کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی صدا پر مقتدیوں کا رکوع و سجود کرنا صحت نماز کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ امید کہ ہر سوالات کے مدلل جوابات سے نواز کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

المستفتی: (مولانا) نور احمد حقانی، جامع مسجد المہنت خنقی، نیس فرانس

۹۲ الجواب بعون المجیب الوہاب

نماز عیدین کی بڑی جماعتوں کے لئے مکبرین کا نصب فرمانا سنت سے ثابت نہیں ہاں ظہر کی نماز میں ایک مرتبہ ۵۵ میں اور دوسری مرتبہ ۱۱۵ میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقتداء سید کائنات علیہ التسلیمات میں تکبیرات انتقالات کو بذات خود عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک پہنچانا ثابت ہے اس

وجہ سے اسے سنت صدیق کہہ سکتے ہیں، پھر اس فعل حسن پر سید المرسلین علیہ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا سکوت فرمانا نہ صرف اسکے جواز کی بلکہ استحباب و استحسان کی بین دلیل ہے۔ امام طحاوی کی روایت ہے۔

صَلَّىٰ بِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَزْوٍ فِي يَوْمِ نَزْوٍ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرُ ظَهْرُكَ نَزْوٍ فِي يَوْمِ نَزْوٍ

اور مسلم شریف کی روایت ہے وهو قاعد و ابوبكر يسمع الناس  
تلك الصلاة في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ  
عليه وسلم في نَجْدٍ في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ  
ذيل في فتح الباري في ص ۱۳۱ ان هذه القصة كانت في ذي الحجة  
سنة خمس من الهجرة، كرى سنة ماہ ذی الحجہ میں واقع ہوا۔

اور دوسرا واقعہ ماہ ربیع الاول شریف اللہ کا ہے کہ وصال مبارک سے  
صرف دو ایک دن قبل ظہر کی نماز کے وقت حضرت عباس اور ایک دوسرے صحابی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کندھوں کو سہارا دیتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے  
تو سیدنا صدیق اکبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے حکم سے نماز پڑھا رہے تھے  
لیکن جب عین نماز ہی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا احساس  
ہوا تو مصلیٰ امامت سے پیچھے ہٹنے لگے مگر امام المرسلین علیہ وعلیہم السلام نے اشارہ  
سے منع فرما دیا تو حضرت ابو بکر اپنی جگہ پر ٹھہر گئے پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ  
امامت پر جلوہ بار ہو کر نماز ظہر پڑھانے لگے حضرت ابو بکر جو امامت کی نیت فرما چکے  
تھے اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے لگے اور آپ کی تکبیرات کی  
آواز سن کر اس آواز کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچانے لگے۔ بخاری شریف  
ص ۹۵ میں ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم بنى كريم صلى الله عليه وسلم في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ في يوم نَزْوٍ  
وجد من نفسه خفة وخرج افاقة محسوس فرمايا تو حبره عائشه سے نماز ظہر کے

بین رجلین احدهما العباس  
 لصلوة الظهر و ابو بکر یصلی  
 بالناس فلما رآه ابو بکر ذهب  
 لیتأخر ف اومى الیه النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم بان لا یتأخر فقال  
 اجلسانی الی جنبہ فا جلسا  
 الی جنب ابی بکر قال فجعل  
 ابو بکر یصلی وهو یاتم بصلوة  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 والناس بصلوة ابی بکر

(بخاری ص ۹۵ و مسلم جلد اول ص ۱۴۸)

لگے اور دیگر نمازی حضرت ابو بکر کی۔

مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ و ابو بکر یسمعہم التکبیر کہ حضرت ابو بکر  
 عام مصلیوں کو تکبیرات انتقالات سنا تے رہے۔ ص ۱۴۹۔

ان حدیثوں سے مکبر کے جواز و استحسان کا ثبوت ملتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب  
 امام کے تکبیر کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچ سکے تو مقتدی اپنی تکبیرات کی آواز بلند کر سکتا ہے۔  
 لاؤڈ اسپیکر ایجادات نو میں سے ایک نوا ایجاد آلہ ہے جس کا حکم شرع شریف میں  
 منصوص نہیں۔ لہذا اس کے ذریعہ نکلی ہوئی آواز کو صدا، بازگشت یا تلقین عن الحاج  
 پر محمول کرتے ہوئے بعض علماء نے اسکے اتباع کو ناجائز اور مفسد نماز قرار دیا اور بعض  
 علماء نے ذرا نرم گوشہ اختیار کرتے ہوئے اسے ہادیم سنت بدعت مکروہہ اور عبث  
 قرار دیا جبکہ بعض علماء اس کی اباحت و جواز کے قائل ہوئے بلکہ مفید و معاون ہونے کی  
 وجہ سے بڑی جماعتوں کے لئے اسے مستحسن گردانا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ و الرضوان تاجین  
 حیات نماز میں اس کے استعمال کو ناجائز و عبث اور اس کی صدا، پر انتقالات ارکان  
 نماز کو مفسد نماز فرماتے رہے۔ ہند و پاک کے بیشتر علماء اہلسنت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ



کی پیروی کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کے قائل ہے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ اور مجاز و ماذون خلافت بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر المدین دارالعلوم رضویہ منظر اسلام برٹلی شریف لاؤڈ اسپیکر پر نمازوں کے جواز و صحت پر فتویٰ دیتے رہے۔ ہندو پاک کے مقتدر اور صاحبان افتاء، حضرات حضرت بحر العلوم کی پیروی میں اسپیکر کی صدا پر جواز و صحت کے قائل ہے فقیر پچھداں ۱۳۴۶ھ سے اب تک (۱۳۲۳ھ) مکرر الصوت اور اسکی صدا پر افتاء کا وہی حکم سائلین کو بتانا رہا جو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا تھا۔ لیکن ہالینڈ میں مقیم علماء ہندو پاک اور ائمہ مساجد اتراک و مغارہ کی آپسی بحث و تمحیص کے بعد لاؤڈ اسپیکر سے متعلق یہ مال و نتیجہ سامنے آیا کہ عالمی طور پر مالک کے استعمال نے عموم بامی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اور جہاں اس مسئلہ میں شدت ہے وہاں عام طور پر مسلمانوں میں افتراق و انتشار ہے اور شریعت میں عموم بلوی کو نصوص کی حیثیت حاصل ہے۔

پھر لاؤڈ اسپیکر کا بدعت مکروہہ ہونا بھی اصول شرع کے مطابق ثابت نہیں کہ مکبرین کا نصب کرنا اور اس کا سنت نبویہ ہونا ثابت نہیں ہوا کہ وہ ہادیم سنت قرار پائے۔ باقی رہی اسکی آواز کا صدا ہونا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدا پر سجدہ تلاوت واجب نہیں لیکن اگر کوئی سجدہ کرے یا پوری جماعت آیت سجدہ کی صدا پر سجدہ تلاوت کرے تو کیا یہ سجدہ کرنا ناجائز و گناہ ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ تبرصغیر کی پُرانی بیشتر مسجدیں اور ترکی جو مسجدوں کا ملک ہے اس کی اکثر مسجدیں گنبد دار ہیں جن میں تلاوت کے علاوہ تکبیروں کی آوازیں بھی گونجتی ہیں اور مقتدی ان آوازوں یا امام و صدا کی مشترک آوازوں پر رکوع و سجود کرتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی عالم دین یا مفتی نے مسجدوں میں گنبدوں کی تعمیر کو ناجائز نہیں کہا نہ ہی اسکی صدا پر پڑھی گئی نمازوں کو لوٹانے کا حکم دیا۔ لہذا احتیاط اس میں نہیں ہے کہ عامۃ المسلمین کی نمازوں کو فاسد قرار دیکر مسلمانوں کو گنہگار ثابت کیا جائے۔ بلکہ مسلمانوں کی یہی خواہی اور احتیاط اس میں ہے کہ نمازوں کو فساد اور مسلمانوں کو گنہگار ہونے سے بچایا جائے اسلئے میں اس میں بھلائی دیکھتا

ہوں کہ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو اذان و خطبات جمعہ و اعیاد وغیرہم کی طرح نماز باجماعت (جبکہ امام کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچتی ہو) میں جائز قرار دیا جائے لَعَلَّ اللّٰهُ يَحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ اَمْرًا۔

لاؤڈ اسپیکر سے متعلق مقدمہ بالا تمہید اس کی آواز پر نماز کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے جواز و صحت کی جانب رہنمائی کرتا ہے اس لئے جو حضرات نماز میں اسے استعمال کرتے ہیں اسے منع کر کے عندالشرع زیر بار ہونا نہیں چاہتا کہ ممانعت دلیل شرع کی محتاج ہے اور اباحت کے لئے سکوت شرع کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری ۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ

۶ اگست ۲۰۰۲ء دارالافتاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## تراویح سے پہلے وتر

مسئلہ: فیروز احمد  
۱۸-۳-۱۴۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان المبارک میں عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی مگر تراویح کی چند رکعتیں نقص وضو کی وجہ سے پھوٹ گئیں۔ تراویح کے بعد وتر کی جماعت شروع ہو گئی اب زید تھپٹی ہوئی تراویح پڑھے یا وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے۔ خلاصہ جواب سے سرفراز فرمائیں۔ بینوا و توجروا المستفتی حافظ فیروز احمد امام غوثیہ مسجد آمسٹرڈم

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

زید جب فرض عشاء جماعت سے پڑھ چکا ہے تو وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں وہ وتر کے بعد پوری کر لے۔ کیونکہ تراویح کا وقت عشاء کے وقت کے بعد سے صبح صادق تک ہے، یونہی وتر کا وقت بھی، لیکن تراویح وتر سے پہلے اور وتر کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ نماز تراویح سے متعلق

فتاویٰ ہندیہ ص ۱۸، فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۸ اور تبیین الحقائق ص ۱۸ میں ہے  
والصحيح ان وقتها ما بعد العشاء الى طلوع الفجر قبل  
الوتر وبعدہ۔ صحیح یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک  
ہے خواہ وتر سے پہلے پڑھے یا بعد میں۔ اور منیۃ شرح غنیۃ میں ہے وهو المنحصر  
کہ یہی قول پسندیدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ قوری دارالافتاء بالینڈ

۱۸ / ربيع الاول شریف ۱۴۰۸ھ

## فرض نمازوں کی قرأت

مسئلہ ۸۶۱: محمد شریف گلاب

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فرض نمازوں کی ہر ایک  
رکعت میں ایک سورۃ کریمہ کا پڑھنا ضروری ہے؟ یا ایک سورۃ کی کچھ آیتیں پہلی  
رکعت میں اور کچھ آیتیں دوسری رکعت میں پڑھنی چاہئے۔ نیز یہ بھی واضح کیا جائے  
کہ فجر کے فرض میں کم از کم کتنی آیتیں اور زیادہ سے زیادہ کتنی آیتیں پڑھنی چاہئے؟  
المستفتی: محمد شریف گلاب، امام سولہ مسجد، بالینڈ

الجواب ۹۲

فرض کی ہر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد (ان سورتوں میں سے جنہیں  
مختلف نمازوں میں پڑھنا مسنون ہے)، پوری ایک سورۃ کریمہ کا پڑھنا افضل و  
مستحب ہے، والافضل ان یقراء فی کل رکعة الفاتحة وسورة  
کاملة فی المكتوبة (عالمگیری ص ۱۸) اور اگر ایک ہی سورۃ کی بعض آیتیں  
پہلی رکعت میں اور بعض آیتیں دوسری رکعت میں پڑھے یا دوسورتوں میں سے  
پڑھے جب بھی بلا کراہت جائز و صحیح ہے، ولو قرأ بعض السورة فی رکعة  
وباقیہا فی رکعة قیل یکرہ والصحیح انہ لا یکرہ (غنیۃ ص ۱۸۶)

فہر کی بعض نماز میں سونا ڈالنے کے بعد دونوں رکعتوں کے اندر کم از کم پانچ بار پڑھائی  
آیتیں (بہت بہت بڑی ہوں نہ بہت چھوٹی) اور زیادہ سے زیادہ تو آیتیں پڑھنی  
سنتِ کبریٰ ہے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مقیم ہوں اور وقت میں وسعت ہو۔  
ابن الرائق رحمۃ اللہ علیہ فتح مقصد پر اور منیۃ المصلیٰ مع شرح خیرین میں ہے۔

والسنة في حضرة ان بقراء في صلوة الفجر في التركعتين  
باربعين آية وسطا هو الادلنى وخمسين او ستين وهو  
الاولى والاعلى على الزيادة على الستين الى  
المائة (متحدتہ)

والثالث ان مسلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، تالیف ۱۳۰۰ھ قریب ۱۹۱۰ء، آسٹریٹ

## نماز میں نبی علیہ السلام کا نام اسکرود پڑھنا

مسئلہ ۱۶۲: فیصل مدین، آسٹریٹ

کیا زمانہ میں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب نے قراہ جہری  
میں "وَكَتَبْنَا نَكَبِيًّا" پڑھا تو مقتدیوں کی زبان سے یہ عزم و ارادہ  
کے جواباً "اللَّهُ أَكْبَرُ" نکل گیا اور جب اس امام نے دوسری رکعت میں  
"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ" پڑھا تو پھر اس نے صل اللہ علیہ وسلم کہہ دیا۔ پھر اس  
کے بعد "أَبَا أَحَدٍ مِّنْ نَّحْبَائِكُمْ" پڑھا اب امام کو تشویش ہے کہ نماز ہوئی  
یا نہیں؟ جب امام سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے "مَا أَذْرُوهُ" پڑھا تھا یا سبوا زبان  
سے نکل گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ "مَا أَذْرُوهُ" سبوا بکلام گلابی سننے کے بعد طوطا کہہ دیا  
اس میں میرے ارادہ کا کوئی دخل نہیں تھا۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں نماز  
صحیح ہوئی یا نہیں؟ بدلائل شریفیہ جو ہے تو ذکر شکر یہ کاموقع دیں۔

فیصل مدین۔ ماضی امام سجدہ طوشیہ رضویہ، بالیٹہ۔

زَوَّ الْجِيَابِ هُوَ الْهَادِي إِلَى الصَّوَابِ - اللَّهُ أَكْبَرُ بِإِذْنِ اللَّهِ هِيَ الْكَلِمَاتُ

ہے جس سے نماز میں نقصان ہو۔ اگر ان کلمات مبارکہ کا صدر مقتدی یا امام سے عمدتاً بھی ہوتا تو فساد نماز کا حکم ہرگز نہیں دیا جاتا بلکہ زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ کہا جاتا، صورتِ مسئلہ میں جبکہ مقتدی نے بے ساختہ اللہ اکبر کہا اور امام نے عادتاً صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو نماز صحیح ہوگئی کوئی خرابی نہیں آئی۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۵ میں ہے۔

ولو قال اللهم صل على محمد او قال الله اكبر لا تقسد  
صلوته بالاجماع ان لم يرد به الجواب ۵۱۔ اور دو صفحہ کے بعد  
اسی فتاویٰ میں ہے " ولو قراء رجل ما كان محمد ابا احد من  
رجالكم وصلی رجل فی الصلوٰۃ لا تقسد صلوته ۵۱ واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۶ شعبان ۱۳۱۲ھ

خادم الانثاء، جامعہ مدینۃ الاسلام بالینڈ

## مقتدی اگر امام کو تھوٹا گمان کرے

مسئلہ ۸۶۳: مولانا عبدالغفار نورانی  
۲-۲-۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مقتدی کے گمان میں  
امام تھوٹا ہے تو کیا اس مقتدی کی نماز اس امام کی اقتداء میں درست ہے؟

سائل: عبدالغفار نورانی۔ سکرٹری جنرل مجلس علماء نیڈرلینڈ

الجواب بعون الملک الوہاب

کسی مسلمان سے متعلق بدگمانی حرام ہے اور اپنے امام سے بدگمان ہونا اشد  
حرام نہایت بد انجام ہے۔ قَالَ عَزَّوَجَلَّ " اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِشْحٰءٌ "   
وقال تعالى " وَلَا تَجَسَّسُوا " لہذا اس مقتدی پر توبہ لازم ہے۔  
بالفرض اگر اس شخص کا گمان اپنے امام سے متعلق صحیح ہو تو اس تھوٹے امام کی اقتداء  
کسی مسلمان کو جائز نہیں۔ کہ وہ تھوٹ کے سبب عند الشرع فاسق و قاجر ہے۔  
قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ " الْكِذْبُ فَجْوَرٌ وَالْفُجْوَرُ يَجْرِي

إلى التّاسيس" اور فاسق و فاجر کو امام بنانا گناہ ہے اسکے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کو لوٹانا واجب ہے۔

اور اگر مقتدی مذکور کا گمان صحیح نہیں ہے اور صحتِ امامت کے شرائط امام مذکور میں موجود ہیں تو دیگر تمام مقتدیوں کی نمازیں اس کی اقتداء میں صحیح ہیں۔ مگر اس بدگمان مقتدی کی نماز اپنی بدگمانی کی وجہ سے واجب الاعداء ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۲ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء

## امام اگر حروف کے مخارج میں امتیاز نہ کرے

مسئلہ ۸۶۲: حافظ وقاری عن سلام مصطفیٰ ربانی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عالم صاحب ہیں جو امامت کرتے ہیں لیکن ان کا تلفظ صحیح نہیں ہے۔ جیم کی جگہ زاء کی آواز اور ظا کی جگہ جیم کی آواز نکلتی ہے۔ اسی طرح ہائے ہوز کی جگہ حائے حطی اور الف کی جگہ عین کی آواز نکلتی ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

۹۲ الجواب: هو الہادی الی الصواب

نماز کے صحیح ہونے کے لئے صحیح تلفظ کے ساتھ قرآنِ عظیم کی قرأت ضروری ہے جب قرأت ہی صحیح نہیں تو عالم مذکور کی خود اپنی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی ہے۔ اور جب اپنی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی ہے تو مقتدیوں کی نماز کب صحیح ہوگی؟

عالم مذکور فی السؤال پر لازم ہے کہ وہ اپنی نماز صحیح کرنے کے لئے کسی صحیح خواں سے صحتِ مخارج کے ساتھ حروف کی ادائیگی کے طریقے سیکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے جب تک اس کی کوشش جاری رہے گی خود اس کی اپنی نماز جائز ہوگی۔ جب تک وہ صحتِ مخارج پر قادر نہیں ہو جائے اس سے پہلے وہ امامت نہیں کر سکے گا۔ اور اگر وہ بالجبر امامت کرنا چاہے تو قوم کو اس کی اقتداء کرنی جائز نہیں ہے۔ صاحب دلائلِ قاہرہ مؤید ملتِ طاہرہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الغنی اپنے فتاویٰ میں ارشاد

فرماتے ہیں۔ "اگر (امام) ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حروف کی تبدیلی جیسے ع، ط، ص، ح، ظ کی جگہ ا، ت، س، ک، ن، پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں تیز فاحش راہ پائے جس طرح بعض جہتال نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں..... تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتد پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے۔ کما حقہ و رجحہ المحقق فی الفتح، والحبی فی الغنیة وغیرہما فی غیرہما اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد و غیر قواعد اس کی اس کے پیچھے نہ ہو سکے گی۔ فان الصلوة مبنیة علی صلوة الامام الخ" پس صورتِ مسؤلہ میں کسی مقتدی کی نماز جائز نہیں جس نے پڑھی ہو سب کا لوٹانا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواجد قادری خادم الافناء، مجلس علماء نیدرلینڈ۔ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

## اگر دو چار آدمی ملکر نماز پڑھیں تو کس طرح کھڑے ہوں

۸۶۵ مسئلہ: سبجانی، کالی کوت، کیرلا، ہند

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض شوافع بلا اکثر شوافع جب کسی کو تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو از دیا د ثواب کی نیت سے اسکے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر دوسرا تیسرا شخص آتا ہے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اسی کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس طرح کھڑے ہونے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟ شوافع حضرات سے پوچھنے پر وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ تو ایسا ہی ہے لیکن دلیل کی ہمیں خبر نہیں۔ اور احناف کے نزدیک یہی طرز عمل اختیار کرنا درست ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب سے نواز کر مشکور و ممنون فرمائیں گے۔

ایف سبجانی، مرکز الثقافة السنیہ، کیرلا۔

## ۹۲۶ الجوار اللہمہدایۃ الحق والضواب

احناف کے نزدیک بھی یہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا سائل نے بیان کیا۔ اگر تنہا نماز فرض پڑھنے والا امامت کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تو بعد میں آنے والا اس کی اقتداء کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے مسئلہ (شرعی طریقہ) یہ ہے کہ اگر مقتدی تنہا ہے تو امام کے داہنی جانب کھڑا ہو جائے۔ اور اگر مقتدی دو یا دو سے زائد ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں کیونکہ امام کے اعلیٰ بغل یا ایک ہی جانب دونوں کا کھڑا کرنا مکروہ ہے۔

اور اگر امام کے پیچھے جبکہ نہ ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہئے اگر وہ آگے نہ بڑھے تو کسی طرح اشارہ کر دیا جائے تاکہ اس کو اطلاع ہو جائے اور وہ از خود آگے بڑھ جائے۔۔۔۔۔ تنہا تنہا نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز میں سے ستائیس درجوں تک (باختلاف روایت) فضیلت و فوقیت رکھتی ہے۔ اور یہ امر محقق ہے کہ دو یا دو سے زائد اشخاص اگر ملکر نماز پڑھیں تو وہ عند الشرع جماعت کی نماز ہے۔ کما رواہ ابن ماجہ و امام احمد و الطبرانی عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشان فما فوقها جماعة ورواہ امام احمد عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشان خیر من واحد، وثلاثة خیر من اثنين، واربعة خیر من ثلثة، فعليکم بالجماعة، ورواہ الامام محمد بن حسن شیبانی فی کتاب الآثار من استاذلا الکریم الامام الاعظم سیدنا ابی حنیفۃ النعمان عن سیدنا ابراہیم قال اذا زاد علی الواحد فی الصلوة فہی جماعة۔

محرر مذہب حضرت سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ (قال وبہ ناخذ وهو قول ابی حنیفۃ)



صحیح البہاری (مرتبہ ملک العلماء تلمیذ الرشید امام اہل السنۃ مجدد المذہب علیہا  
الرحمہ) "باب بکم تكون جماعة" اور ابو داؤد ونسائی میں حضرت  
سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کا مل کر  
نماز پڑھنا کیلئے نماز پڑھنے سے بہتر ہے جیسا کہ امام احمد کی روایت سے بھی معلوم ہوا  
ہے اشارہ کر کے آگاہ کر دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے تاکہ وہ تنہا نماز پڑھنے  
والا امامت کا قصد کرے۔ ابھی آپ لوگوں کا ذوقِ تحسین بیدار ہے اور علمی  
مشغلہ بھی جاری ہے اگر خود سے متمیغ کریں تو کثیر دلائل اکٹھا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ۔ ۹ شعبان العظمیٰ ۱۴۲۳ھ

## وتر کی نماز تین رکعتیں ہیں یا ایک رکعت

۸۶۶  
مسئلہ: طلباء حنفی مرکز الثقافت السنیہ کیرلا۔  
۱۳-۶-۱۴۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علماء ذی اوصاف و مفتیان احناف اس مسئلہ میں کہ  
زید چونکہ حنفی المذہب ہے۔ بہ یک نیت وتر کی تین رکعتیں پڑھتا ہے مگر بکر  
اس پر معترض ہے اور کہتا ہے کہ تین رکعتیں پڑھنا حکم رسول علیہ السلام کے سراسر  
خلاف ہے اچھا اپنے دعویٰ پر یہ حدیث پاک پیش کرتا ہے "عن ابی ہریرۃ  
رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لا توتروا بثلاث  
واوتروا بخمس او بسبع ولا تشبہوا بصلوة المغرب۔ لیکن جب  
زید حنفی نے اس حدیث شریف کے سننے کے بعد حضرت ابی ابن کعب اور حضرت  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ روایت پیش کی۔

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث" تو بکر کہنے لگا

کہ امر درج میں فعل سے زیادہ قوی ہوتا ہے لہذا امر پر عمل ہوگا نہ کہ فعل پر! امید ہے

جواب شافی و کافی عطا فرما کر ہم لوگوں کی مشکلات کو حل فرمائیں گے۔

طلباء حنفی، شرعی کالج مرکز الثقافت السنیہ، کیرلا، ہند۔

## ۹۲۶ الجواب اللہمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز وتر باخلاف ائمہ واجب بھی ہے اور سنت بھی، مگر دلائل ظنی الثبوت کے پیش نظر اس کا وجوب ہی مؤکد و مزجج ہوتا ہے۔ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم کتب احادیث میں ہے۔

عن ابی ایوب الانصاری قال  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم الوتر حق واجب علی  
کل مسلم

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا کہ وتر لازم واجب ہے ہر مسلمان  
پر۔

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔  
قال سمعت رسول اللہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول  
الوتر حق فمن لم یوتر  
فلیس منا۔

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا  
کہ وتر پڑھنا ضروری ہے جو وتر نہ پڑھے  
وہ ہم میں سے نہیں۔

بزار نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا  
قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم الوتر واجب  
علی کل مسلم

انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر  
وتر کا پڑھنا واجب ہے۔

ان واضح اور غیر مبہم ارشادات عالیہ کے علاوہ بھی درجنوں احادیث کریمہ  
کتب احادیث میں مرفوم و مروی ہیں جن سے نماز وتر کا واجب و مؤکد ہونا ثابت  
ہوتا ہے۔

بہر حال اختلاف ائمہ کی وجہ سے اگر کوئی احتیاطاً اس کی نیت میں واجب و  
سنت مؤکدہ کی قید نہ لگا کر صرف وتر کا ارادہ و نیت کرتا ہے تو وہ قابل اعتراض نہیں  
بلکہ بہتر ہے۔

وترکی رکعات میں بھی ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے مذہب کی تائید و توثیق احادیث کریمہ سے کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک مقلد و مقتدی اپنے اپنے امام کی تقلید و اقتداء میں اسی کی تفضیل و ترجیح کا بھی قائل ہے۔

لیکن اصول و انصاف یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ائمہ اور علماء راہنہین کا اختلاف ہو جائے تو ایسی راہ اختیار کرنا افضل و مناسب ہے جس سے ممکن حد تک اختلاف علماء سے بچا جاسکے۔ مثلاً نماز تراویح احادیث کریمہ کی روشنی میں کسی کے نزدیک آٹھ رکعتیں ہیں۔ کسی کے نزدیک بارہ اور کسی کے نزدیک بیس رکعتیں تو بیس والے قول کو اختیار کرنا اس لئے افضل و مناسب ہے کہ اس میں اختلاف ائمہ کا رفع ہے۔ یعنی آٹھ اور بارہ والے اقوال از خود بیس میں داخل ہو گئے اور بیس والے قول کی بھی تائید ہو گئی۔ بخلاف آٹھ یا بارہ پر عمل کرنے سے کہ اس میں ایک دو اقوال ائمہ کا خلاف ضرور لازم آئے گا۔۔۔۔۔

یہی حال نماز وتر کا ہے یعنی ایک یا تین رکعتوں کا ثبوت درجنوں احادیث کریمہ سے ہے اور بعض احادیث کریمہ کی روشنی میں تین سے زائد رکعتوں کا بھی ثبوت ملتا ہے (اپنی اپنی سمجھ کے مطابق) لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی تین سے زائد کا قول نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ ثواب ایک یا تین میں منحصر ہے۔ وتر کی تعداد رکعات سے متعلق ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال و مذاہب کا جائزہ لیجئے تو حق واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ (وہی ہذا ملخصاً)

**مذہب مالکی:** حضرت قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی اندلسی (۵۹۵ھ) اپنی ممتاز و مطول تصنیف ہدایۃ المجتہد جلد اول میں فرماتے ہیں۔

فان مالکاً رحمہ اللہ استحب ان یوتر بثلاث یفصل بینہا بسلام (الی قولہ)

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعتیں وتر پڑھی جائیں اور ان میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔

گویا امام مالک کے نزدیک وتر حقیقتاً ایک رکعت ہے لیکن اس کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دو رکعتیں ہوں۔ ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعتوں پر مشتمل ہے یعنی جب بھی دو رکعتوں پر ایک رکعت کا اضافہ ہو جائے گا وہ سب ملکر وتر ہو جائے گا۔

فالوتر عندنا على الحقيقة اما ان يكون ركعة واحدة ولكن من شرطها ان يتقدمها شفع واما ان يرى ان الوتر المأمور به وهو يشتمل على شفع وترفاته اذ ازيد على الشفع وتر صار الكل وترًا۔

**مذہب شافعی:** ترجمان مذہب حضرت علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی علیہ الرحمہ (۵۶۶ھ) اپنی مشہور کتاب "شرح المہذب (بیرونی) جلد چہارم میں فرماتے ہیں۔

وترہائے نزدیک بالاتفاق سنت ہے اور وتر کم از کم بالاتفاق ایک رکعت اور اس کا درجہ کمال کم سے کم تین رکعتیں ہیں، پھر اس سے زیادہ کامل پانچ سات، نو اور گیارہ رکعتیں ہیں۔ اور گیارہ رکعتیں بنا بر شہرت ائمہ مذہب شافعی کے نزدیک سب زیادہ رکعتیں ہیں۔

الوتر سنة عندنا بلا خلاف واوله ركعة بلا خلاف وادنى كماله ثلاث ركعات واكمل منه خمس ثم سبع ثم تسع ثم احدى عشرة وهي اكثر على المشهور في المذهب

**مذہب حنبلی:** مرجع العلماء حضرت علامہ امام عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی (۵۶۲ھ) اپنی معتمد علیہ کتاب "المغنی" جلد ۲۴ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے، اور اگر تین یا اس سے زیادہ رکعتیں پڑھی جائیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ان احمد قال ان المذهب في الوتر الى ركعة وان اوثر بثلاث او اكثر فلا بأس

**مذہب حنفی:** حضرت علامہ امام احمد شمس الدین محمد بن احمد المعروف امام سرخسی (۵۴۸ھ) اپنی مبسوط "کتاب المبسوط" ص ۱۶۴ میں فرماتے ہیں کہ

ان الوتر ثلاث رکعات لا یسلم  
الا فی اخرهن عندنا ذالی قولہ  
وتر صرف تین رکعتیں ہیں کہ ہمارے نزدیک تیسری  
رکعت میں سلام پھیرا جاتا ہے (اس درمیان میں  
تین رکعتوں کی ثبوت میں تین حدیثیں لایا پھر فرماتے ہیں)

رأی عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَعْدًا يُوتِرُ بِرُكُوعَةٍ  
فَقَالَ مَا هَذَا "البتیراء" ... وَإِنَّمَا  
قَالَ ذَلِكَ لِأَنَّ الْوُتْرَ اشْتَهَرَ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى  
عَنْ "البتیراء" وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ  
رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَاللَّهُ مَا اجْتَلَتْ  
رُكُوعَةٌ قَطُّ وَلَا نَهَى لَوْ جَازَ الْاِكْتِفَاءُ  
بِرُكُوعَةٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ  
لَدَخَلَ فِي الْفَجْرِ قِصْرٌ  
بِسَبَبِ السَّفَرِ ...

اور جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد  
کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ تم  
کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو؟ حضرت عمر نے یہ بات  
اس لئے کہی تھی کہ وتر کے بارے میں یہ مشہور ہو چکا تھا کہ نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز (ایک رکعت) سے  
منع فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم  
میں ہرگز ایک رکعت نماز کے جواز کا قائل نہیں ہوں۔  
اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے  
فجر کی نماز میں قصر کا حکم ہوتا اور فجر کی نماز  
ایک رکعت پڑھی جاتی.....

**البتیراء:** دم بریدہ نماز (ایک رکعت) کی ممانعت احادیث کریمہ میں اس  
قدر کثرت سے ہے کہ ان سبھوں کو جمع کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ ہاں جس کو  
تفصیل درکار ہو وہ علامہ زلیعی کی نصب السلایہ، حافظ ابن حجر کی درایہ،  
علامہ عینی کی عمدۃ القاری، علامہ شوکانی کی نیل الاوطار، علامہ امام محمد بن  
حسن شیبانی کی مؤطا اور حافظ نور الدین حبیشی کی مجمع الزوائد وغیرہا  
کتاب شرعیہ کا مطالعہ کرے۔

اور جہاں تک وتر کے تین رکعت ہونے کی بات ہے اگر ائمہ اربعہ کے مذاہب  
کا انصاف سے مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ کسی نے بھی تین رکعت کی ممانعت نہیں  
کی۔ بلکہ کسی نے تین رکعت کی طرف جواز کا اشارہ کیا تو کسی نے اسے کامل کا درجہ دیا۔  
اور کسی نے تین پر عدم حرج کی مہر لگا دی۔ البتہ مذہب حنفی اور اس کے ائمہ نے

ایک رکعت کی ممانعت و مخالفت کی اور اس کو احادیث کثیرہ سے ثابت کیا۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا راستہ اختیار کیا جائے جس میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی مخالفت لازم نہ آئے۔ اور وتر کی ایک رکعت پڑھنے میں باختلاف روایت چاروں اماموں کی مخالفت لازم آتی ہے۔ کیونکہ وتر کے بارے میں مذاہب اربعہ کی یہ تفصیل گزر چکی ہے۔

(۱) وهو یشتمل علی شفع و وتر (وہ بوقت و طاق رکعتوں پر شتمل ہے۔)  
 عند المالکی۔ (۲) و ادنی کمالہ ثلاث رکعات (اس کا درجہ کم از کم تین رکعتیں ہیں) عند الشافعی۔ (۳) وان او تر بثلاث (اور اگر تین رکعتیں پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں) عند الحنبلی۔ (۴) ان الو تر بثلاث رکعات (وتر کی صرف تین رکعتیں ہیں) عند الاحناف۔

اور اگر ایک رکعت پڑھنے میں مذاہب ثلاثہ کی شق اول کی تائید ہوتی ہے تو شق ثانی کی تردید ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر "صلوة البتیراء" جس کی ممانعت مخصوص و مصرح ہے اس پر عمل کی جرأت ہوتی ہے۔ اور تین رکعت پڑھنے میں کسی کا خلاف لازم نہیں آتا۔ بلکہ ہر ایک کے قول و مذہب کے مطابق عامل عہدہ برآ ہو جاتا ہے۔

سائل نے جس حدیث پاک کو وتر کی تین رکعتوں کے خلاف پیش کیا ہے اس کو حافظ علی ابن عمر (۳۸۵ھ) نے اپنے مجموعہ احادیث "سنن دارقطنی" ص ۲۵ میں بروایت حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرمایا ہے لیکن یہ حدیث پاک ائمہ ثلاثہ کے مذہب کے خلاف بھی ہے جیسا کہ ائمہ مذاہب کے اقوال سے ابھی روشن ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث کرمیہ کے معارض و خلاف ہے جو اس سے زیادہ قوی اور ثقہ راویوں کی روایت سے مشہور ترین کتب احادیث میں مرقوم و مروی ہیں۔ مثلاً بخاری، ترمذی، ابوداؤد وغیرہا میں۔ تیسری بات یہ ہے کہ خود سنن دارقطنی میں اسکے خلاف روایتیں موجود ہیں۔ جس صفحہ پر یہ حدیث مسطور فی السوال دارقطنی میں مذکور ہے اس کے تین ہی صفحات کے بعد ص ۲۸ پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت معترض کو نظر نہیں آئی تعجب ہے۔

عن عبد الله بن مسعود قال رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد  
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووتر اللیل ثلاث کوتر  
 فرمایا جیسے دن کے وتر (نماز مغرب) کی تین رکعتیں ہیں ویسے ہی رات کے وتر  
 کی تین رکعتیں ہیں۔

اس حدیث پاک نے "لا تشبہوا بصلوة المغرب" کا جواب بھی  
 دے دیا کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے اندر تمام صفتوں فضلوں اور عادتوں میں متحد و  
 یکساں ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مشابہت کے لئے کسی ایک صفت میں متحد ہونا  
 کافی ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص زید کو شیر کے مشابہ کہے یا لومڑی کے مشابہ بننے سے  
 روکے "تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زید کو شیر کی طرح پنچہ دم اور دانت وغیرہ بھی ہے۔  
 یا لومڑی کی طرح وہ شیر کے ارد گرد چوگری بھرتا ہے، لومڑی کی طرح شیر کا پس ماندہ کھانا  
 ہے، لومڑی کی طرح اپنے جسم کی بناوٹ رکھتا ہے وغیرہ۔ بلکہ اس مشابہت کا صرف  
 یہ مطلب ہے کہ زید شیر کی طرح طاقتور جواں ہمت ہے۔ اور یہ کہ لومڑی کی طرح مطلبی  
 خود غرض چالاک نہیں ہونا چاہئے۔

لا تشبہوا بصلوة المغرب میں اس تشابہ سے روکا گیا ہے کہ مغرب کی  
 تیسری رکعت میں کسی سورت یا چھوٹی تین آیتوں کا ملانا واجب نہیں جبکہ وتر میں ملانا  
 واجب ہے۔ عموماً اگر نہیں ملایا تو نماز ہی نہیں ہوگی اور سہواً نہیں ملا سکا تو بعد دم  
 سجدہ سہو نماز نہیں ہوگی۔

تو وتر کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے سے لا تشبہوا  
 بصلوة المغرب کے حکم عالی کی پیروی ہو جاتی ہے جو ہر وتر پڑھنے والا کرتا ہے۔

اور حدیث مذکور (عن ابن مسعود) میں نماز مغرب سے مشابہت کا حکم ہے یعنی  
 وہ بھی تین رکعتیں ہیں تو وتر بھی تین رکعتیں ہیں۔ لہذا مشابہت و عدم مشابہت  
 دونوں طریق پر مسلمانوں کا عمل ہے۔

معترض کو لا تو ترا بثلاث تو یاد رہا مگر او ترا بنحس وغیرہ یاد نہیں رہا۔ اگر واقعی

اُسے امر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنے کا ذوق ہے تو اپنے ہی مذہب کے مطابق وہ وتر کی گیارہ رکعتیں پڑھا کرے۔

بکر (شافعی) صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ لا تو تروا بثلاث میں صیغہ نفی کے ساتھ ممانعت ہے اور نہ ہی عن البتیرا میں نہیں کے ساتھ ممانعت ہے اور نہ ہی کی کثرت کے مقابلہ میں نفی شاذ ہے لہذا اب وہ خود ہی فیصلہ کرے کہ فوقیت و اہمیت نفی کو حاصل ہے یا نہیں کو؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الانشاء مجلس علماء نیدرلینڈ

اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

## ہجڑے کی تہہ سیر و ندہن

مسئلہ ۸۶۷: غلام سرور حناں۔ ساؤتھ ہال، انگلینڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ہجڑا آدمی جو تقریباً تیس سال کا ہے اس میں عورت و مرد میں سے کسی ایک کی پوری پوری علامت نہیں ہے یعنی اس کو ڈاڑھی کے بال بھی نہیں ہیں اور پستان کا ابھار بھی نہیں ہے معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ پیشاب کرنے کا آلہ بھی عورت یا مرد کی طرح نہیں ہے۔ اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کو مرد غسل دے یا عورت؟ کفن تین دیا جائے یا پانچ؟ جنازہ کی وہ مسنون دعائیں جو تذکیر و تانیث کی ضمیروں کے ساتھ ہیں ان میں مذکر کی ضمیریں استعمال کی جائیں یا مؤنث کی؟ امید کہ پوری وضاحت کے ساتھ جواب سے شاد کام فرمائیں گے۔ المستفتی غلام سرور حناں، مسلم ریٹورنٹ ساؤتھ ہال

۹۲ الجواب هو المجیب الی الصواب

غالباً سائل کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ہجڑے میں نر کی علامت واضح ہے تو اس کا حکم نر کا ہے اور اگر اس میں مادہ کی علامت واضح ہے تو اس کا حکم مادہ کا ہے یعنی تغسیل و تدفین و تکفین میں عورت و مرد کا فرق ملحوظ رکھا جائے گا اور نماز



جنازہ کی نیت و دعاء میں تذکیر و تانیث کا امتیاز برتا جائے گا۔

اور اگر علامات متعارضہ ظاہر ہوں یعنی کچھ علامتیں مرد کی اور کچھ عورت کی تو ایسوں کو فقہ کی زبان میں خنثی مشکل کہا جاتا ہے اور خنثی مشکل کا ظاہر روایت میں حکم یہ ہے کہ اسے بجائے غسل کے تیمم دیا جائے پھر اگر اس کا تیمم دینے والا اس کا محرم (مرد عورت) ہو مثلاً باپ بھائی، ماں بہن تو اسے تیمم کرانے کیلئے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر تیمم کرانے والا غیر محرم ہو تو ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانے، اور کفن عورتوں کی طرح پانچ عدد دیا جائے (عام عورتوں کو ریشمی کفن بھی دے سکتے ہیں لیکن خنثی مشکل کو ریشمی کفن نہیں دیا جائے گا)۔ درمختار اور رد المحتار جلد اول میں ہے۔

ویتیما الخنثی المبتکل اور خنثی مشکل جب ترب البلوغ ہو جائے تو  
لومراہقاً الخ شامی ص ۸۶ اُسے تیمم کرانے۔

اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۸۲ میں ہے۔

الخنثی یکفن کما تکفن المرأة خنثی مشکل کو احتیاطاً عورتوں کی طرح کفن دیا  
احتیاطاً ویجتنب الحریر الخ جائے البتہ ریشمی کفن سے گریز کیا جائے۔

دعاء جنازہ تو عورت و مرد دونوں کے لئے ایک ہی ہے جب اس کو پڑھے تو کسی لفظ یا ضمیر کو بدل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر نماز جنازہ میں بعض وہ مسنون و مروی دعائیں پڑھے جائیں جن میں مذکر مؤنث کی ضمیریں ہیں جو عورت و مرد کے لئے الگ الگ ضمیروں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، تو خنثی مشکل کے لئے مذکر کی ضمیریں استعمال کی جائیں گی کہ اصل تذکیر ہی ہے۔ اس لئے فقہ کی کتابوں میں کہیں خنثی مشککہ نہیں کہا گیا بلکہ تذکیر ہی کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے۔ رد المحتار مع درمختار جلد خامس ص ۶۳۶ میں ہے  
لم یقل مشکلة لانه لم یعیین احد الامرین فجاء علی الاصل  
وهو تذکیر۔

البتہ دفن کے وقت عورت کی طرح اس کی قبر پر پردہ کر لیا جائے گا اور ممکن ہو سکے تو اس کے محرم اسے قبر میں اتاریں گے۔ کما فی الشامی علی الدر المنختار ص ۸۳۸

وندب تسجیة قبره اور اسکی قبر کو کپڑے سے ڈھک دینا مستحب ہے

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ ۱۵ شعبان ۱۴۰۵ھ

نوری دارالافتاء، نوری مسجد، آمسٹرڈم

## مردہ کا پہرہ کون کون دیکھ سکتا ہے؟

۸۶۸ مسئلہ:۔ عبدالمجتبٰ ربیعین، دی ہیگ۔  
۲۲-۳-۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میت کا دیدار مرد و عورت میں سے کون کون کر سکتے ہیں؟ تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ عبدالمجتبٰ ربیعین دی ہیگ، ہالینڈ

SCHALKBURGERSTRAAT 90 2372 AN · DEN HAAG

۹۲ الجواد بعون الملك الوهاب

اصل یہ ہے کہ جس طرح مرد کا اجنبیہ عورتوں کو دیکھنا جائز نہیں ایسے ہی عورت کا اجنبی مردوں کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ کما رواہ الترمذی و احمد ابوالاولاد عن ام المومنین سیدتنا ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مردہ عورت کے لئے اس کا شوہر اور مردہ مرد کے لئے اسکی بیوی بھی اجنبی ہے لانقطاع النکاح بالموت" بایں ہمہ شوہر اپنی مردہ بیوی کو دیکھ سکتا ہے اور بیوی اپنے مردہ شوہر کو دیکھ یا چھوس سکتی ہے بلکہ غسل بھی دے سکتی ہے۔ کما فی الدر المختار والمعتمدات الاسفار۔

يمنع زوجها من غسلها و  
مسها لا من النظر اليها على  
الاصح وهي لا تمنع من  
ذلك الخ  
شوہر کو منع کر دیا جائے گا بیوی کو غسل دینے  
اور چھونے سے البتہ اسکو دیکھنے کی اجازت  
ہوگی صحیح قول کی بنا پر اور بیویوں کو غسل دینے  
اور چھونے کی اجازت ہوگی۔

اور موت سے جس طرح نکاح منقطع ہوتا ہے اسی طرح رشتہ و نسب بھی  
 کما فی الحدیث الشریف ہاں وہ لوگ دیدار کر سکتے ہیں جن سے زندگی  
 میں پردہ کرنا درست نہیں تھا مثلاً باپ دادا نانا، بھائی بھتیجا بھانجا، چچا ماموں بیٹا پوتا  
 اور نواسہ وغیرہ۔

اور جن لوگوں سے پردہ کرنا حیات میں واجب تھا انہیں چاہیے کہ میت  
 کا دیدار کر کے اُسے اذیت نہ پہنچائیں کہ جن باتوں سے زندگی میں اذیت پہنچتی ہے  
 ان سے بعد موت بھی اذیت پہنچتی ہے۔ اور وہ لوگ یہ ہیں جنہیں دیدار میت  
 کی اجازت نہیں ملنی چاہئے۔ کفار و مشرکین، بد مذہب و مرتدین، چچا ماموں خالہ  
 اور چھوپھی کے بیٹے، بہنوئی، دیور، جیٹھ اور جوان داماد و خسر وغیرہم۔ محرمات کی  
 تفصیل کتب فقہ سے حاصل کریں کہ اسے یہاں نقل کرنا طوالت کا سبب ہے۔

اور وہ اجنبیہ عورتیں جو مرد سے اس کی زندگی میں پردہ کرتی تھیں  
 یا پردہ کرنا ان پر واجب تھا ایسے مردہ مرد کا دیدار اجنبیہ عورتیں نہ کریں کہ اس سے  
 مردہ کو اذیت ہوتی ہے۔ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در مختار کے حاشیہ  
 ردالمحتار میں فرماتے ہیں لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحیّ جس سے  
 زندوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ عورتوں  
 کے حق میں بہتر یہ ہے کہ نامحرم اس کا دیدار نہ کرے۔ اور مردوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ  
 اجنبیہ عورتیں اسے نہ دیکھیں۔ اور دونوں کے حق میں بہتر یہ ہے کہ روضائی کی وجہ سے

نماز جنازہ یا تدفین وغیرہ میں تاخیر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم  
 کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء نیدر لینڈ

۲۳ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ - ۱۵ - ۲۰۰۱ء

سوال نکیرین کے جواب میں عبدالقادر جیلانی کہنا

۸۶۹ مسئلہ: عابد علی۔ دی ہیگ

۱۳۲۱-۱۱-۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ واقعہ جو حضور غوث اعظم کے دھوبی سے متعلق ہے کہ جب اس کا انتقال ہو گیا تو قبر میں نیکرین نے اس سے مشہور سوالات کئے اور اس دھوبی نے تینوں سوالوں کے جواب میں "عبد القادر جیلانی کہا" پھر اسکے لئے جنت کی کھڑکیاں کھول دی گئیں۔ اس واقعہ کی کوئی اصل ہے یا نہیں اور یہ کس کتاب میں ہے؟ حاجی خدابخش، آسٹریڈ، ہالینڈ

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

غالباً یہی واقعہ یا اس کے مثل "تفریح الخاطر" میں ہے لیکن اسکے بیان میں تحقیق ضروری ہے۔ یونہی مبہم طور پر بلا توضیح کے بیان کرنا خلاف احتیاط ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ وہو اعلم۔

## غیر مسلم کے جنازہ میں شریک ہونا

۸۴۰ مسئلہ: عابد علی، دی ہیگ  
۱۳-۱۱-۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مسلم کے جنازہ میں شریک ہونا اور تعزیت کے لئے اسکے یہاں جانا کیسا ہے؟ عابد علی، دی ہیگ۔

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

غیر مسلم سے مراد اگر کافر مرتد ہے مثلاً قادیانی وغیرہ تو اسکے جنازہ و تعزیت میں جانا حرام حرام اشد حرام نہایت بد انجام ہے۔ اگر اسے مسلمان سمجھ کر (العیاذ باللہ) اس کے جنازہ و تعزیت میں کوئی شریک ہو تو شریک ہونے والے پر نہ صرف خوف کفر ہے بلکہ اس پر تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح لازم ہے کہ مرتد کو مسلمان سمجھنا عند الشرع کفر ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر غیر مسلم سے مراد کافر اصلی ہے یعنی نسلاً بعد نسل وہ کافر ہے اور اس سے مسلمان کو کوئی قربت نہیں یعنی نہ وہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا نہ بھائی وغیرہ تو اس کے کبھی کسی کام میں خواہ جنازہ ہو یا تعزیت ہرگز شریک نہ ہو..... اور اگر اس سے قربت قریبہ ہے تو حق قرابت کی ادائیگی کے

لئے اس کے جنازہ کے ساتھ مگر دور دور چلنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور زبانی تعزیت میں بھی (جبکہ ناسف قلبی نہ ہو) حرج نہیں۔ حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح

میں ہے: ویقبعہ جنازتہ من بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری خادم الانشاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۳ رزی قعدہ ۱۴۲۱ھ ۹ فروری ۲۰۰۱ء

## مردے کو کب تک روکا جائے؟

### قبر پر کوئی علامت قائم کرنا

۸۶۱-۸۶۲ مسیلاً محمد شریف گلاب زولہ  
۶-۳-۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ اگر کوئی مسلمان وفات پائے تو اس کی میت کو کب تک روک سکتے ہیں؟ یعنی اسے جلد سے جلد دفن کر دینے کا حکم ہے یا اس کے رشتہ داروں کے آنے کا انتظار کیا جائے گا خواہ اس انتظار میں دو ایک دن کی دیر ہی کیوں نہ ہو جائے؟

۲ مسلمانوں کی قبر پر بطور علامت کوئی پتھر لگانا اور اس پتھر پر اس مردہ کا نام تاریخ پیدائش و وفات لکھنا جائز ہے یا نہیں دونوں سوالوں کا جواب حدیث پاک کی روشنی میں دیں۔ محمد شریف گلاب ۱۵۲ ۸۰۱۲۴۴ زولہ۔

۸۶۱ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

جب موت کا کامل یقین ہو جائے تو میت کو جتنی جلد ممکن ہو سکے اس کی منزل (قبر) تک پہنچا دینے کا اسلامی حکم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔

عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تجسوا ورس عوا بہ الی قبرہ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی تم میں سے مر جائے تو اسے دیر تک مت روکو بلکہ اسے اسکی قبر تک پہنچا دو

اور بخاری و مسلم کی روایت ہے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اسرعوا با  
لجنازۃ فان تک صلحۃ فحیر  
تقد مونیہا الیہ وان تک سوی  
ذک فشر تصونہ عن  
رقابکم۔

(بخاری و مسلم)

گرن سے اتار رہے ہو۔

اسی سلسلہ کی ایک اور روایت اس طرح ہے۔

عن حصین ابن وحوح ان طلحۃ  
بن البراء مرض فانا لا الثبی  
صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ  
فقال انی لاری طلحۃ الا  
قد حدث بہ اموت فاذنونی  
بہ وعجلوا فانہ لا ینبغی لجمیۃ  
مسلمان تحبس بین ظہرائی  
اہلہ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت حصین ابن وحوح سے روایت ہے کہ طلحہ  
ابن براء بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے پھر ارشاد  
فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ کی موت کا وقت  
قریب آیا ہے۔ بعد موت مجھے اس کی خبر کر دی  
جائے اور (تجہیز و تدفین میں) جلدی کی جائے کیونکہ  
کسی مسلمان کی میت کے لئے مناسب نہیں ہے  
وہ اپنے گھر والوں کے درمیان دیر تک رہے

اس مضمون کی اور بھی احادیث کریمہ ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مردہ کو زیادہ  
دیر تک نہیں روکنا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے جلد سے جلد اسے اس کی قبر تک  
پہنچا دینا چاہئے۔ تدفین موتی کے لئے یورپ کے ممالک میں خاص کر چھٹی کے ایام  
میں دشواریاں ضرور ہیں اور اگر چھٹی کے ایام میں دفن ہی کرنا چاہیں تو برصغیر کی کرنسی  
میں لاکھوں روپیہ کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے اس سے دل برداشتہ ہونے کی  
ضرورت نہیں، اگر وارثان میت اس خرچ کو باسانی برداشت کر سکتے ہوں تو برداشت

کرنا ہی چاہئے کہ وہ قبر کا کرایہ تو مستقل طور پر ادا کرتے ہی رہتے ہیں اور اگر چھٹی کے دنوں میں تجہیز و تدفین کے المضاعف خرچ کو باسانی برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں یا خرچ نہیں کرنا چاہئے، ہوں تو شریعت اس کے لئے انہیں مجبور نہیں کرے گی کیونکہ میت کو پھولنے پھٹنے سے محفوظ رہنے کے لئے کمپنی یا گورنمنٹ ایسا انتظام کر دیتی ہے کہ نعش کو ہفتہ عشرہ تک کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہو تعالیٰ اعلم

**جواب :-** جی ہاں قبروں پر بطور علامت پتھر لگانا جائز اور سنت سے ثابت ہے پتھر پر میت کا نام اور تاریخ وفات وغیرہ لکھنا علمائے اسلام کے نزدیک جائز و مستحب ہے اور ممانعت کثابت کی حدیث منسوخ ہے۔ کما حقہ الحاکم، علامتی پتھر لگانے پر یہ حدیث صحیح دلیل صریح ہے۔

عن المطلب بن ابی وداعہ قال  
 لتمامات عثمان بن مظعون  
 اخرج بجنارته ودفن امر  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 رجلاً ان یاتیہ بحجر فلم  
 یستطیع حملها فقام الیہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 وحسر عن ذراعیه قال المطلب  
 قال الذی یخبرنی رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کاتی النظر  
 الی بیاض ذراعی رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم حین حسر عنہا  
 ثم حملها فوضعها عند راسه  
 وقال اعلم بها قبر اخی وادفن

حضرت عبدالمطلب ابن وداعہ سے روایت ہے  
 فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان ابن مظعون نے  
 وفات پائی تو ان کا جنازہ لاکر دفن کیا گیا تو  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر  
 لانے کا حکم دیا مگر اسے اٹھانہ سکا تو پھر خود رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لے گئے اور اپنی  
 آستینیں چڑھائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جس شخص  
 نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی وہ کہتے تھے کہ گویا  
 میں ابھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنیوں کی  
 سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے انہیں کھولا۔ پھر اس پتھر کو خود ہی  
 اٹھالائے اور قبر کے سرانے رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ  
 اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگانا ہوں اور  
 انہیں کے پاس اپنے فوت ہونے والے گھر والوں

اليه من مات اهلي (ابوداؤد) کو دفن کروں گا۔ (رواه ابوداؤد)  
 روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون ہی کے قریب حضور پرفور  
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شہزادہ حضرت ابراہیم اور اپنی شہزادی  
 حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دفن فرمایا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔  
 کتاب عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء جامعہ مدنیۃ الاسلام، الینڈیہ  
 ۵ دسمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

## بے نمازی کی نماز جنازہ

مسئلہ ۸۷۳: امین قرآن، نوری مسجد۔  
 ۸-۵-۱۴۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ مسلمان جس نے جان بوجھ  
 کر اپنی نمازوں کو چھوڑا، روزوں کو ترک کیا مگر مسلمانیت کا دعویٰ کرتا رہا یا آخر  
 اس نے خود کشتی کر لی کیا اس کے جنازہ کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے؟ بعض علماء اور  
 مفتیان کرام کا کہنا ہے کہ اس کے جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہئے۔ صحیح مسئلہ سے  
 آگاہ کریں۔ المستفتی: امین قرآن، نوری مسجد۔

۹۲۶ الجواب بعون الستار الوهاب: کثیر صحابہ کرام اور ائمہ حنبلیہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم کے نزدیک بے نمازی کافر ہے اور اس کے کفر کی تائید میں درجنوں صحیح  
 حدیثیں ہیں۔ لیکن ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بے نمازی کافر تو نہیں  
 البتہ فاسق فاجر مستحق عذاب نار و غضب قہار میں گرفتار اور سخت سزاؤں کا سزاوار  
 ہے۔ اس نے اپنی شامت اعمال کی وجہ سے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ مسلمانوں کو کیا  
 پڑی ہے کہ اپنا فرض چھوڑ دیں مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ اس کو غسل و کفن دیں۔  
 نماز جنازہ پڑھیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ درمختار باب صلوة  
 الجنائز میں ہے۔ ہی فرض علی کل مسلم مات، خلاف اربعة بغاۃ  
 وقطاع طریق اذا قتلوا فی البحر،، ومکات فی مصر لیلًا، وخنق



خفق غیر متروکہ الا ہر مسلمان مردہ کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے سوائے چار آدمیوں کے، یعنی، ڈاکو جبکہ ڈکیتی کی حالت میں ماسے جائیں، راتوں کو شہر میں غنڈہ گردی کرنے والا، اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی بار گلا گھونٹ کر لوگوں کو مار ڈالا ہو۔ علماء کرام اور مفتیان اسلام بقرض زحیر و تنبیہ بے نمازیان خود اس جنازہ میں شریک نہ ہوں مگر عامۃ المسلمین کو جنازہ سے نہ روکیں تو اس میں حرج نہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالواجد قادری غفرلہ ۸، جمل ۱۴۰۸ھ

## نماز جنازہ اور دفن کے بعد دعا کرنا

مسئلہ ۸۷۲ :- فیصل ننھے خاں۔ آمسٹرڈم  
۱۵-۵-۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جنازہ کی نماز ہو جانے کے بعد اسی میت کے لئے خصوصاً دعا کرنی اور پھر میت کے دفن کرینے کے بعد قبر کے ارد گرد کھڑے ہو کر یا کچھ دور چلنے کے بعد اسی میت کے لئے خصوصاً دعا کرنی از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے تو پھر جنازہ کے بعد پھر دفن کے بعد پھر کچھ دور چلنے کے بعد بار بار دعا کرنا عبث بلکہ خدا کی رحمت سے ناامیدی پر دل ہے۔ برائے مہربانی شرعی دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں نوازش ہوگی۔  
فیصل کیراؤن مسجد نوری آمسٹرڈم، ہالینڈ۔

۹۲ الجواد اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

دعا وہ خصوصی عبادت بلکہ مغز عبادت ہے کہ اس کا حکم و جواز زمان و مکان اور تعداد کی قید و بند سے آزاد ہے "وَ اَلْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" کسی آیت و حدیث، اجماع و قیاس سے مقامات مذکورہ میں دعا کرنا ممنوع نہیں بلکہ ان مقامات پر دعاؤں کے عموم و شمول کی تائید صریح ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ شرح الصدور مصری ص ۱۲۴ میں فرماتے ہیں۔

قد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت و دلیلہ من القران قوله تعالیٰ "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ" متعده حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ بیشک دعاء میت کو نفع دیتی ہے اور اسکی دلیل قرآن پاک سے یہ ارشاد خداوندی ہے۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت سیدنا ملا علی قاری علیہ الرحمہ "شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۱۸" میں فرماتے ہیں ان دعاء الاحیاء للاموات نفع لهم۔ بیشک زندوں کی دعائیں مردوں کے لئے نفع بخش ہیں۔

وقد توارث السلف و اجمع علیہ الخلف۔ سلف صالحین اور خلف راشدین سب کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔

اتفق اهل السنة ان الاموات ینفعون من سعی الاحیاء (استدلال کثیرہ کے بعد فرمایا) کہ اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زندوں کی سعی (دعا استغفار) سے نفع اٹھاتے ہیں۔

بالفرض اگر دعاء سے متعلق یہ سب تصریحات ہمارے اسلاف کرام کے یہاں نہیں ہوتیں تو بھی ہمارے عمل کے لئے اسی قدر کافی ہوتا کہ اس کی ممانعت شرع شریف میں وارد نہیں ہے لیکن اندھے معترض کے اعتراض کو سامنے رکھتے ہوئے ان حقائق کا انکشاف ضروری معلوم ہوا جس سے ہمارے اسلاف کا دستور مسلم معلوم ہو جائے.... ورنہ معترض کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ دعاء کی تکرار و تعدد و تکثیر بہر حال مطلوب شرع ہے۔ ورنہ صرف دو رکعت نماز میں اپنی جگہ سے ہٹنے اور سلام پھیرنے سے پہلے بار بار کلمات دعاء کا ورد کیا جانا کیا معنی رکھتا ہے؟

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دعاؤں کی ترغیب و تاکید فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شب و روز صبح و شام، ہر ساعت و آن دعاؤں میں مصروف رہا کرتے۔

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "کشف الغمہ مصری" ص ۴۲ میں فرماتے ہیں۔  
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو  
 علیہ وسلم یحث علی الدعاء ان دعاؤں، صدقوں اور نیکیوں کا شوق و ذوق  
 والصدقة والقرب المهدات دلایا کرتے جو اموات کے لئے بطور ہدیہ ان کے  
 للاموات من اقا ربهم و اخوانهم و رشتہ داروں اور بھائیوں کی طرف سے بھی جاتی تھی  
 یقول ان ذلك ینفعهم۔ اور فرماتے تھے بیشک یہ سب انہیں نفع دیتا ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زندوں کی دعائیں  
 مردوں کے لئے نہایت نفع بخش اور مشکل کشا ہیں لیکن اب وہ دلائل شرعیہ مطالعہ  
 کیجئے جن کی روشنی میں نماز جنازہ کے بعد خصوصی دعاء کا ثبوت واضح ہوتا ہے۔  
 سنن ابی داؤد، ابن ماجہ اور بیہقی شریف میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَي الْمَيِّتِ فَاخْلَصُوا  
 لَهُ الدَّعَاءَ  
 جب میت پر نماز پڑھو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔

بدائع الصنائع ص ۳۱۱ میں ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے وہ  
 تنہا نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ جنازہ چونکہ موجود تھا  
 اس لئے سیدنا فاروق اعظم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ دوبارہ نماز جنازہ  
 پڑھنا چاہی تو نبی کریم رؤف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم آقائے ارشاد فرمایا۔

الصَّلَاةُ عَلَي الْجَنَازَةِ لَا تَعَادُ وَلَكِنْ  
 ادع للمیت واستغفر له  
 میت کے لئے دعاء و استغفار کر لو۔

علامہ سرخسی کی مبسوط ص ۶۶ مصری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس اور حضرت  
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک جنازہ پر قدرے تاخیر سے تشریف لائے کہ نماز جنازہ ہو چکی  
 تھی تو جنازہ کے قریب تشریف فرما ہو کر اس کے لئے دعاء استغفار فرمایا۔ نیز اسی مبسوط

میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا فاروق اعظم  
امام العادلین کے جنازہ میں تاخیر سے حاضر ہوئے تو حاضرین سے فرمایا۔

ان سبقتونی بالصلوة علیہ آپ لوگوں نے نماز جنازہ میں مجھ سے پہل کر لی تو  
فلا تسبقونی بالدعاء لہ ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے پہل مت کیجئے۔

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد تنہا یا اتفاقاً دعائیں نہیں کی جاتی تھی بلکہ نماز جنازہ ہی  
کی طرح اہتمام اور جماعت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دعا فرماتے تھے۔

علامہ ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں رقمطراز ہیں کہ حضرت سیدنا مولیٰ علی  
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

تقرمشى حتى اتاه وقال اللهم بھر چل کر میت سے نزدیک تر ہوئے اور عرض کیا  
عبدك و ابن عبدك نزل بك بارالہا! یہ تیرا بندہ اور بندہ کا بیٹا ہے آج تیری بارگاہ

اليوم فاغفر له ذنبه ووسع میں حاضر ہوا تو اس کے گناہوں کو بخش دے اور  
مدخله فاننا لانعلم منه اس کی قبر کو کشادہ فرمائے میں اسکی بھلائی کے سوا

الخير وانت اعلم به۔ کچھ نہیں جانتا اور تو اسکے احوال سے زیادہ باخبر ہے۔

نماز جنازہ کے بعد جس طرح احادیث کریمہ سے مکرر دعا کرنے کا ثبوت ملتا ہے  
اسی طرح دفن میت کے بعد بھی احادیث پاک اور نصوص فقہیہ سے دعا خاص کرنے

کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن جو عمل ہی نہیں کرنا چاہے تو آپ اس کو ہزار سمجھائیے اور دلیل  
پر دلیل پیش کرتے رہئے اسے عمل نہیں کرنا ہے نہیں کرے گا۔ بلکہ عمل کرنے والوں

کو ورغلانے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو شیطانی  
تزویر اور بد مذہبوں کی فریب کاریوں سے بچائے آمین۔

ابوداؤد شریف ص ۱۳۱، بیہقی شریف ص ۵۶، مستدرک ص ۳۴ میں بجملاء  
مقاربتی عبارت ہے مگر یہ کلمات بیہقی کے ہیں۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم حب سيد عالم صلى الله تعالى عليه وسلم کسی میت کے  
اذا فرغ من دفن الميت قال دفن سے فارغ ہوتے تو ارشاد فرماتے اپنے میت

استغفروا لمیتیکم و سلوالہ کیلئے استغفار کرو اور اسکے ثابت القول رہنے کیلئے خدا سے  
التثبیت فان الآن یسئل۔ سوال کرو۔ اسلئے کہ وہ ابھی ابھی سوال کیا جائے گا۔

سراج المنیر شرح جامع الصغیر میں "التثبیت" کا معنی ہے ای اطلبوالہ  
منہ ان یثبت لسانہ وجنانہ لجواب الملکین "یعنی تم سب مل کر  
دعا کرو کہ نیکیرین کے سوالوں کا جواب دیتے وقت اس کی زبان لڑکھڑانے سے  
اور دل متوحش ہونے سے محفوظ رہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت صحیح مسلم شریف ص ۱۶ میں  
محفوظ ہے کہ

ثم اقیموا حول قبری و تدر دفن کے بعد میری قبر کے گرد اگر داتن دیر تک  
ما تنحرجزور و یقسم لحمها۔ ٹھہر رہنا کہ اونٹ نحر (ذبح) کیا جائے اور اس کا  
حتى استانس بکم و انظر گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تمہارے ساتھ انس حاصل  
ماذا اراجح بہ رسل بہ۔ کرتا رہوں۔ اور دیکھ لوں کہ منکر نیکر کو کیا جواب دیتا ہوں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں "استانس بکم" کی شرح اس طرح ہے "ای  
یدعائکم و اذکارکم و قرائتکم و استغفارکم" یعنی تمہاری  
دعاؤں، ذکروں، قرآن خوانی اور کلمات استغفار سے۔ ان احادیث کریمہ سے روشن  
ہوا کہ دفن میت کے بعد عزیز و اقارب خصوصاً دعا و درود خوانی، قرآن خوانی، اور  
کلمات استغفار میں اتنی دیر تک مشغول رہیں کہ سوالات نیکیرین ہو جائیں اور اس کا  
اندازہ وہی ہے جو وصیت بالا میں ارشاد فرمایا گیا۔

پھر یہ کہ صرف اسی وقت دعا کرنے کو کافی نہ سمجھ لے بلکہ مسلسل میت کی بخشائش  
اور بلند کی درجات کے لئے دعا کی جاتی رہے تاکہ مردوں کی دعا سے زندے اور  
زندوں کی دعا سے مردے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہنگ

## قبر پر اذان کہنا

۸۷۵ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ہم سوریائی مسلمانوں میں نسلاً بعد نسل یہ ہوتا آیا ہے کہ اپنے مردوں کو دفنانے کے بعد عام لوگ فاتحہ پڑھ کر رخصت ہو جاتے ہیں مگر ایک دیندار آدمی ٹھہر جاتا ہے جو چند منٹوں کے بعد قبر سے قریب کھڑے ہو کر اذان پکارتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اب جبکہ پاک و ہند سے کچھ مسلمان یہاں ہالینڈ آ کر مقیم ہو گئے ہیں اس اذان پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بدعت و ناجائز ہے۔

المستفتی :- ابراہیم سدل معرفت حاجی فاروق، اینڈ ہون

۹۲ جواب :- شریعتِ مطہرہ سے ہرگز اذانِ قبر پر پمانعت کی کوئی دلیل نہیں اور کسی امر سے شریعت کا منع نہ فرمانا اس امر کے جواز کی دلیل ہے۔ پس جو حضرات دفنِ میت کے بعد قبر پر اذان کہتے ہیں وہ اپنے مردوں کو نفع پہنچاتے اور اپنے نامہ اعمال میں ثواب کا اضافہ کرتے ہیں۔ جو اذان نہیں کہتے وہ کسی فرض و واجب کے تارک نہیں۔ البتہ فوائدِ نافعہ اور ثواب سے محروم ہوتے ہیں اور جو منع کرتے یا روکتے ہیں وہ مداخلت فی الشرع اور زبانِ کوبے لگام چھوڑنے کی وجہ سے شرعی گرفت میں آتے ہیں۔ امام اہلسنت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان نے اذان علی القبر کے جواز و استحسان پر احادیثِ کریمہ سے پندرہ اور عباراتِ فقہیہ سے درجنوں دلائلِ قاہرہ باہرہ پیش فرما کر اس کے فوائدِ کاملہ نامہ کو واضح فرمایا بلکہ آج سے سو سال پہلے خاص اسی مسئلہ کے استحسان و فوائد پر ایک رسالہ "ایذان الابر فی اذان القبر" تحریر فرما کر عوام اہلسنت پر احسانِ عظیم فرمایا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً اکاملاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء نوری دارالافتاء

۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء

## بغیر وضو کے اذان دینا

۸۷۶ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ بغیر وضو کے اذان کہنے میں کوئی شرعی حرج ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے بے وضو کے اذان دیدی تو کیا اس اذان کو لوٹانا چاہئے؟ کیا اذان دینے کے لئے عالم ہونا شرط ہے؟

بیتوا و توجروا المستفتی: کریم الشیخ تیارم بن ابی غنایط اسپین

۹۱۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

بغیر وضو کے اذان کہنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ اور جو اذانیں کراہت کے ساتھ ہوئیں ان کا اعادہ شرع کو محبوب ہے۔ حضرت شیخ علامہ حسن بن علی شرنبلالی علیہ الرحمہ نے نور الایضاح میں لکھا "ویکرة التلحین و اقامة المحدث و اذانه" کہ گاگا کر اذان کہنا اور بے وضو کی اقامت و اذان مکروہ ہیں۔ علامہ سید احمد طحاوی حنفی علیہ الرحمہ نے "طحطاوی علی مرقی الفلاح" حاشیہ نور الایضاح میں عبارت بالاکئی تائید میں یہ حدیث پاک پیش کی "لا یؤذن الا متوضی" یا وضو شخص ہی اذان دے۔

فقہاء کرام علیہم الرضوان نے جہاں جہاں مطلقاً لفظ کراہت استعمال فرمایا ہے عموماً اس کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے اور جو عمل کراہت مطلق کے ساتھ انجام دیا گیا ہو اس کو لوٹایا جائے گا۔ وهو المطلوب عند الشرع۔

اذان کہنے کے لئے مؤذن کا عالم دین ہونا شرط نہیں ہے البتہ اسے اوقات نماز کا عالم ہونا چاہئے یعنی وہ جانے کہ مثلاً نماز فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے۔ نماز ظہر کا وقت کب نکل جاتا ہے وغیرہ۔ فاسق کی اذان بھی مکروہ ہے خواہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو اور اسکی کہی ہوئی اذان بھی لوٹائی جائے گی۔ حاشیہ شامی باب الاذان میں ہے

ویکرة اذان فاسق ولو عالماً: فاسق کی اذان مکروہ ہے اگرچہ وہ عالم ہو۔ (عبارت درمختار)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن۔ نیدرلینڈز

## مسجد کے اندر اذان پکارنا

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان اول مسجد میں دینا کیسا ہے؟ خطبہ کے وقت کی اذان پہلی یا دوسری تیسری صف میں کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا مفتی اشرف قادری صاحب جو بہت دنوں تک پاراماری بو (سرینام) میں رہ چکے ہیں وہ خطبہ کی اذان مسجد میں کہنے کو شدت سے منع کرتے ہیں کیا ان کا منع کرنا صحیح ہے؟

سائل :- حاجی جھام، پوتریخت ہالینڈ۔ جامعہ مدنیۃ الاسلام دین باخ

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

احادیث کریمہ اور فقہ اسلامی کی روشنی میں کوئی بھی اذان خواہ پنجوقتہ نمازوں کی ہو یا جمعہ و خطبہ کی مسجد میں دینا خلاف سنت یعنی مکروہ ہے۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ خلافت میں صرف خطبہ جمعہ کے وقت نماز جمعہ سے پہلے ایک اذان ہوتی تھی اور وہ اذان مسجد نبوی کے دروازے پر ہوتی تھی۔ تحویل قبلہ کے بعد جب دروازہ سمت مخالف میں بنایا گیا جب بھی وہ اذان دروازہ مسجد کریم ہی پر ہوتی تھی۔ ابو داؤد شریف حصہ اول کتاب الصلوة باب النذایوم الجمعة ص ۱۶۲ میں ہے۔

عَنْ النَّابِ بْنِ يَزِيدَ قَانَ كَانَتْ يَوْمَ ذِي بَيْنِ يَدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمَنبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَابْنُ بَكْرٍ وَعُمَرُ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر تشریف فرما ہو جاتے تھے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی تھی اسی طرح حضرت سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ خلافت میں بھی ہوتا رہا۔

پھر جب مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو جمعہ کے خطبہ سے پہلے مدینہ شریف کے بازار میں (مقام زورا) ایک اور اذان کا اضافہ ہوا۔ اور اس کے افانہ



کا حکم حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ دور عثمانی سے آج تک وہ اذان ہوتی آرہی ہے کسی صحابی کسی تابعی کسی مجتہد کسی امام یا کسی عالم دین نے اس کے مشروع ہونے کا انکار نہیں کیا۔ لہذا وہ سنت متوارثہ قرار پائی۔ اب اسے اذانِ اول کہا جاتا ہے۔ ابو داؤد شریف ہی میں ہے۔

اخبرني السائب بن يزيد ان  
الاذان كان اوله حين يجلس  
الامام على المنبر يوم الجمعة  
في عهد النبي صلى الله عليه  
وسلم و ابى بكر و عمر فلما  
كان خلافة عثمان و اكثر  
الناس امر عثمان يوم الجمعة  
بالاذان الثالث فاذن به على  
الزوراء فثبت الاعلى ذلك  
مخبری حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے  
کہ پہلے پہل وہی اذان ہوتی تھی جبکہ امام خطبہ جمعہ  
کے لئے منبر پر بیٹھ جاتا تھا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
کے زمانہ مبارکہ میں۔ پھر جب خلافت عثمانی کا  
دور آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے جمعہ  
کے دن مقام زوراء پر تیسری اذان کا حکم دیا۔  
پھر اسی پر عمل ہونے لگا۔۔ الخ  
يَوْمِنَا هَذَا۔

واضح رہے کہ حدیث سائب میں اذانِ اول کو تیسری اذان کہا گیا ہے یہ دراصل  
اقامت کے حساب سے ہے یعنی اقامت نماز سے متصل ہونے کے اعتبار سے اذانِ  
اول ہے اور اذانِ ثانی ہے اور اس سے پہلے کی اذانِ ثالث یعنی  
تیسری اذان ہے۔ وہو اعلم۔

فقہ کی درجنوں قابل اعتبار و اعتماد کتابوں میں اذانوں کے خارج مسجد ہونے  
کا حکم اور داخل مسجد ہونے کی ممانعت و کراہت موجود ہے۔ بندہ ناچیز نے ۱۹۵۸ء  
میں ایک مختصر رسالہ بنام "احیاء سنت" ترتیب دیا تھا جس میں فقہ حنفی کی معتد علیہا کتب  
فتاویٰ کے حوالوں سے کسی بھی اذان کا خصوصاً اذانِ خطبہ کا داخل مسجد ہونا خلاف سنت  
(مکروہ) واضح کیا تھا جس کو بعد میں مخلص حضرات نے بڑے اشتہار کی شکل دے کر  
ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا۔

مختصر یہ کہ اذانِ خطبہ یا کسی بھی اذان کا پہلی یا دوسری تیسری صف میں ہونا یا حد و مسجد کے اندر ہونا مکروہ ہے۔ ہدایہ کی شرح فتح القدر جلد دوم باب صلوة الجمعة ص ۲۹ میں علامہ امام ابن الہمام کمال اللہ والدین لکھتے ہیں۔

کراهة الاذان في داخله : كرمسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت العلامة مولینا مفتی اشرف قادری زید مجدہ اشرف اللہ تعالیٰ فی الدارین ایک جید سنی عالم دین اور مرشد طریقت ہیں وہ اگر مسجد میں اذان کو منع فرماتے ہیں تو احادیث و فقہ اسلامی کی روشنی میں منع فرماتے ہیں اور وہ اس منع کرنے میں مُصیب و مُثاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق گوئی کی دولتِ عظمیٰ ہر مسلمان خصوصاً علماء دین کو نصیب فرمائے آمین یا رب العالمین بركة النبی الکریم الامین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافئدة مدنیۃ الاسلام، دی ہیگہ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ - ۱۸ ستمبر ۱۹۹۲ء

## کیا ہر اذان کا جواب واجب ہے؟

مسئلہ ۸۷۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔ کیا ہر اذان کا جواب دینا چاہئے یا صرف ان اذانوں کا جو نمازوں کے لئے دی جاتی ہیں؟ اس مسئلہ کو کئی مولویوں سے ہم نے دریافت کیا تو مختلف جواب ملتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اذانوں کا جواب عملی طور پر دینا واجب ہے۔ یعنی اذان سن کر مسجد کے لئے روانہ ہونا، یا اذان کے بعد نماز میں مصروف ہو جانا۔ لیکن آندھی کی اذان یا نولود کے کانوں میں اذان یا بعد دفن عند القبر کی اذان کے بعد چونکہ کوئی نماز یا جماعت نہیں ہے لہذا اس کا جواب بھی نہیں سوال یہ ہے کہ یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ محمد شبیر خدابخش ہاردرویک، ہالینڈ

۹۷۸ الجواب — هو الہادی الی الصواب —

جواب اذان سے متعلق احادیث متبرکہ اتنی عام ہیں کہ ان کا ظاہری تلفظ تمام

افانوں کے جوابوں کو کبھی ثابت کرتا ہے۔ اور جواب اذان کا وجوب عند الفقہاء قولی طور پر بھی روشن ہے چنانچہ بحر الرائق ص ۲۹۵۔ در مختار ص ۳۷ اور عالمگیری ص ۲۹ وغیرہ کتب فتاویٰ میں ہے والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول الخ کہ ظاہر مذہب یہی ہے کہ اذان کے جواب کا وجوب قولی طور پر ہے جیسا کہ حدیث پاک کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ "جب تم مؤذن کی آواز سنو تو ویسے ہی کہو جیسا کہ وہ کہتا ہے۔"

بہر حال یہ حکم وجوبی ہو یا استجبابی لیکن کسی خاص اذان کے ساتھ مقید نہیں ہے تو بے دلیل شرع اسے اذان نماز کے لئے مستعین کر دینا بے اصل ہے۔ ہمارے معتمد علیہم مفتیان کرام کی آرا یہی ہے کہ خواہ آندھی کے وقت کی اذان ہو یا نومولود کے کانوں میں دیکھانے والی۔ یا پھر دفن میت کے بعد کہی جانے والی اذانیں سب کا جواب دینا اس شخص پر ہے جو مؤذن کی آواز سن رہا ہے۔

فتاویٰ شامی ص ۳۶۹ میں ہے۔

هل يجيب اذان غير  
الصلوة كالاذان للمولود  
لمارة لا تمتنا والظاهر  
نعم ولذا يلتفت في  
حيعلنتيه كما مر  
وهو ظاهر الحدیث

کیا نماز کے علاوہ والی اذانوں کا بھی جواب دینا ہے جیسے بچہ کی ولادت کے وقت کی اذان کا؟ میں نے اپنے ائمہ کرام کا اس سلسلہ میں کوئی ارشاد نہیں دیکھا۔ لیکن ظاہر یہی ہے کہ ان سب کا بھی جواب دینا چاہئے اور اسی طرح ہر اذان میں حتیٰ علی الصلوة اور حتیٰ علی الفلاح کے وقت دائیں بائیں مڑنا چاہئے

یہی ظاہری الفاظ حدیث کا مفاد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد الواحد قادری، نوری دارالافتاء، نوری مسجد امپورٹوم، محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

## اذان سے قبل درود و سلام

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یورپ کی اکثر مسجدوں میں اذان پکارنے سے پہلے مؤذن " الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ بلند آواز سے کہتا ہے۔ مسجد میں موجودہ حضرات بھی مؤذن کا ساتھ دیتے ہوئے ان کلمات کی تکرار کرتے ہیں..... پھر اس کے بعد مؤذن اذان پکارتا ہے جس کا جواب حضار مسجد دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اذان یا تکبیر اقامت سے پہلے مذکورہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا کیا از روئے شرع درست ہے یا ناجائز و حرام؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اذان کا جواب صرف مسجد میں موجود لوگوں پر ضروری ہے یا دوسرے مسلمان پر بھی؟

بینوا و توجروا  
محمد الیاس بولن اینڈ ہونز۔ ہالینڈ

۹۲۶ الجواب ————— هو الھادی الی الصوام

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ گرامی میں مطلقاً درود و سلام پڑھنے کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس حکم میں کسی خاص ہمت یا وقت کی ممانعت نہیں ہے۔ اور حکم مطلق کو اپنی طبیعت سے مقید کر دینا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔ اذان و اقامت کے وقت درود و سلام پڑھنے کی اباحت و جواز کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کی ممانعت شرعی میں نہیں۔ اور اباحت و جواز حسن نیت کی وجہ سے استجاب کے دائرہ میں آجاتا ہے لہذا اس کے کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اذان سے پہلے یا بعد میں درود و سلام کا پڑھنا یا تکبیر اقامت سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔

جو اس کے عدم جواز یا حرام ہونے کا مدعی ہے دلائل و براہین کا پیش کرنا اس پر لازم ہے۔ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدْعِيِ الْهَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

اذان کا جواب صرف مسجد میں حاضر باش مسلمانوں ہی پر نہیں بلکہ جو بھی مسلمان اذان کے کلمات سنیں سب پر جواب دینا ضروری ہے۔ ہاں اگر متعدد دائرہ مسلسل اذانوں کی آوازیں آرہی ہوں تو صرف پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے اور بس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## نام اقدس سنکرانگوٹھا چومنا

مسئلہ ۸۸۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان یا اقامت میں نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنکر صلوة و سلام پڑھنا اور انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا از روئے شرع شریف جائز و درست ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اس پر عامل ہیں اور بعض حضرات منع کرتے ہیں دونوں میں کون صحیح ہے؟ حالت نماز یا حالت خطبہ میں اگر نام مبارک سُنا جائے تو سننے والوں کو درود شریف پڑھ کر انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بعض لوگ فاتحہ اور ایصالِ ثواب کے وقت جو قرآن مقدس کی مختلف بافضیلت آیات مبارکہ پڑھی جاتی ہیں اس میں نام مبارک آتا ہے اُس وقت نام مبارک سنکر درود پڑھنے اور انگوٹھوں کو چومنے آنکھوں سے لگانے کو منع کرتے ہیں کیا یہ منع کرنا صحیح ہے۔ امید کہ ہر ایک سوال کا علیحدہ علیحدہ جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

سائل:- عبدالرؤف نورانی، پچھم بیورکھ، بلجیم، ۲۶ رجب ۱۳۲۳ھ

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواد

(ع) اذان و اقامت کے کلمات میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ سنکر درود و سلام پڑھنا پھر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا نہ صرف جائز و درست بلکہ مستحب و مندوب اور ہمارے اسلاف علیہم السلام کا محبوب عمل ہے۔

فتاویٰ شامی باب الاذان کتاب الصلوة میں ہے۔

يستحب ان يقال عند سماع  
الاولى من الشهادة "صلى الله  
عليك يا رسول الله" وعند الثانية  
منها "قرت عينى بك يا رسول  
الله" ثم يقول "اللهم متعني  
بالسمع والبصر" بعد وضع ظفري  
مستحب یہ ہے پہلی بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ  
اللّٰهِ سننے وقت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ  
اور دوسری بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ  
سننے وقت قُرْتُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہے  
پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو دونوں  
آنکھوں پر رکھ کر اللّٰهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ

الَابْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاتَّهَ وَالْبَصْرِ كَيْهَ جَوَائِسا كَرَّهَ كَا حَضْرًا قَدْسِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَائِدًا إِلَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّ فَرَمَا يَأْكُرْ فِي اسْكِي قِيَادَتِ الْجَنَّةِ" (ص ۲۹۳ رشیدیہ) فرماؤں گا جنت کی طرف جانے میں۔۔

اگر آپ کو اس کا تفصیلی جواب چاہئے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ "تقبیل الابهامین" کا مطالعہ کیجئے جو فتاویٰ رضویہ شریف میں شامل ہے

(۲) جو حضرات نام اقدس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سنکر درود پاک پڑھتے انگوٹھوں کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں وہ بشارت ہالا مذکورہ کے انشاء اللہ تعالیٰ مستحق ہوں گے۔ قیامت کے دن دخول جنت کے لئے مالک جنت ساتی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی قیادت فرماتے ہوئے جنت میں لے جائیں گے اور جو اس سے منع کرتے ہیں وہ بشارت ہالا سے محروم رہیں گے صحیح وہ ہے جو اسلاف کرام ممنوع علیہم حضرات کی روش برچل رہا ہے۔ اور غلط وہ ہے جو ان کا مخالف ہے۔

(۳-۴) حالت نماز، تلاوت قرآن پاک، خطبہ جمعہ وغیرہ میں خاموش رہنے اور قراۃ کو سننے کا حکم ہے۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ جب قرآن پاک کی تلاوت کی جائے تو اسے غور سے سنا اور خاموش رہو تاکہ رحم کئے جاؤ۔۔۔۔۔ اذ اخرج الامام (رای للخطبة) فلا صلوة ولا كلام خطیب جب خطبہ دینے کے لئے منبر پر آجائے تو اس کے بعد نہ کوئی نماز ہے نہ ہی کوئی بات چیت ہے۔

اگر کوئی شخص تلاوت کے وقت یا حالت نماز میں درود و سلام پڑھنے لگا پھر انگوٹھوں کو چومنے اور آنکھوں سے لگانے لگا تو قرآنی حکم کے خلاف عمل ہوا جو حرام ہے۔ یہی کام اگر خطبہ کے درمیان واقع ہوا تو حکم شرع اور آداب خطبہ کے خلاف ہوا جو ناجائز ہے لہذا جہاں جہاں ممانعت شرعی موجود ہے وہاں درود و سلام پڑھنے اور تقبیل ابہامین سے گریز کیا جائے گا اور جہاں شرع نے منع نہیں فرمایا وہاں اس پر عمل ہوگا کہ مستحب ہے۔

جو لوگ قل شریف کے وقت یا خطبہ کی اذان کے وقت یا خطبہ و نماز کے دوران ان باتوں سے روکتے ہیں صحیح کرتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ ہی نے منع فرمایا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۵ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

## کھاتے وقت اذان کا جواب دینا

۸۸۱ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر اذان کے وقت کوئی مسلمان کھانا کھانے، افطاری کرنے، یا بیت الخلاء کے اندر قضاے حاجت میں مصروف تھا تو اس اذان کا جواب کس طرح اور کب دینا چاہئے۔ یا اُسے اذان کا جواب دینے کی حاجت نہیں؟ جواب باصواب دیکر شکر یہ کا موقع دیں۔

نور الاسلام بٹ، آسٹریڈم اوسٹ ہالینڈ

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی انصواب

یہ سب اعذار شرعی ہیں لہذا ان لوگوں کو اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ ہاں اگر کھانا کھانے، افطاری کرنے اور قضاے حاجت سے وہ اذان کے فوراً بعد فارغ ہو گئے ہوں تو جواباً کلمات اذان کو کہہ لیں اور اگر دیر سے فارغ ہوئے ہوں تو جواب دینے کی حاجت نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے درمختار کی شرح ردالمحتار میں لکھا۔

هل يجب بعد الفراغ من هذا  
المذكورات ام لا ينبغي انه ان  
لم يطل الفصل فنعروا ان  
طال فلا۔ (ردالمختار کتاب الصلوة بالاذان)

اعذار شرعی کے ختم ہونے کے بعد کیا معذورین  
جواب دیں گے یا نہیں؟ جواباً فرماتے ہیں کہ اگر  
اذان ہوئے، زیادہ دیر نہیں گزری تو جواب  
دیں گے۔ اور اگر زیادہ دیر گزری تو جواب  
نہیں دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ، مجلس علماء نیدرلینڈ

۵ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

## تکبیر اقامت بیٹھنے سے یا کھڑا ہو کر؟

۸۸۲ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی و مفتیان ربانی کثر اللہ تعالیٰ امثالہم۔ اس مسئلہ میں کہ سورنیام سے ہم لوگ ہالینڈ آکر مقیم ہو گئے ہیں لیکن سورنیام یا ہالینڈ میں سنیوں حنفیوں کی کسی مسجد میں ہم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ تکبیر اقامت کے وقت امام یا مؤذن نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ سبھی حضرات حتیٰ علی الصلوة سننے کے بعد کھڑے ہوتے ہیں اور اختتام تکبیر سے پہلے اپنی صفوں کو درست کر لیتے ہیں۔ پھر بھی امام صفوں کی درستی کی تاکید فرما کر نماز شروع کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔ ادھر چند برسوں سے جبکہ ہم لوگوں نے ہندوستان آنا جانا شروع کیا ہے تو وہاں دیکھا کہ سنیوں کی بعض مسجدوں میں تکبیر اقامت کے وقت امام و مقتدی بیٹھے رہتے ہیں اور حتیٰ علی الصلوة کے وقت نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور بعض مسجدوں میں دیکھا کہ امام و مقتدی سب ہی تکبیرات سے پہلے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں بلکہ جب تک امام اپنی جگہ پر کھڑا نہیں ہوتا ہے اس وقت تک تکبیر شروع نہیں کی جاتی ہے۔ ان لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرات بھی سنی ہیں قادیانی یا غیر مقلد نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سنی حنفی ہونے کے اعتبار سے ہم لوگوں کا عمل صحیح ہے یا ہندوستان میں بعض مدعیان سنی کا؟ اگر دلائل شرعیہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں تو ہمارے وثوق و اطمینان قلبی کا زیادہ باعث ہوگا۔ ویسے آپ مفتی ہیں ہاں، نہ میں بھی جواب دیکر سبکدوش ہو سکتے ہیں اور ہمیں مطالبہ دلیل کا حق نہ ہوگا۔

فقط المستفتی حاجی محمد ابراہیم عبّ دل  
صدر "انجمن" فیض الاسلام دی ہیک ہالینڈ

۹۲۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب

ضابطہ شرعیہ، عبارات فقہیہ اور سنت سنیہ حضرات صحابہ کرام و اسلاف عظام کے مطابق آپ لوگوں کا عمل صحیح و مستحب ہے اور جن مدعیان سنیہ کا اپنے ذکر کیا ان کا عمل غیر صحیح اور مکروہ ہے۔

جہاں تک مسئلہ مذکورہ کے دلائل شرعیہ و عقلیہ کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں



در جنوں کتابیں دلائل شرعیہ سے معمور ہیں۔ بندوناچیز نے بھی "احیاء سنت" نامی رسالہ میں اس مسئلہ کو مدلل کیا ہے۔ من شاء فلیرجع الیہا

تکبیر اقامت کہنے کی مختلف صورتیں ممکن ہیں جیسے مکبر و امام ایک ہی شخص ہو یا مکبر امام کے علاوہ ہو (اور گونا گویا ایسا ہی ہوتا ہے) پھر یہ کہ تکبیر کے وقت امام مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر، پھر تکبیر کے وقت امام مصلیٰ امامت پر مصلیوں، مقتدیوں کے سامنے سے آتا ہے یا پیچھے یا اعلیٰ بغل سے یہ ساری صورتیں ممکن ہیں۔

اگر مکبر و امام ایک ہی شخص ہے تو جب تک تکبیر کے کلمات پورے طور پر ختم نہ ہو جائیں نہ امام مصلیٰ امامت پر بٹھے اور نہ مقتدی نماز کے لئے کھڑے ہوں۔

فتاویٰ ہندیہ جز اول مطبوعہ کوئٹہ پاکستان ص ۵۷ میں ہے۔

وان کان المؤذن والامام واحدًا  
فان اقام فی المسجد فالقوم  
لا یقومون ما لم یفرغ من  
الاقامة  
اگر مؤذن اور امام ایک ہی شخص ہو اور وہ تکبیر اقامت مسجد کے اندر کہہ رہے تو حاضرین اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک وہ تکبیر اقامت سے فارغ نہ ہو جائے۔

اور اگر مکبر و امام علیحدہ علیحدہ دو شخص ہیں تو تکبیر کے وقت امام مسجد میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود نہیں ہے اور تکبیر شروع ہو گئی پھر امام مصلیٰ امامت پر حاضرین کے سامنے سے آیا جیسا کہ مسجد نبوی شریف وغیرہ مساجد میں اس کا اہتمام ہے۔ تو جیسے ہی امام پر حاضرین کی نگاہ پڑے سارے حاضرین کو بیک وقت کھڑا ہو جانا چاہئے۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی بدائع الصنائع میں تحریر فرماتے ہیں۔

ثم ان دخل الامام من قدام  
الصفون فكلما راوه قاموا  
لانہ كما دخل المسجد قام  
مقام الامامة  
پھر اگر امام صفوں کے سامنے سے داخل ہو تو جس وقت مقتدی امام کو دیکھیں کھڑے ہو جائیں اسلئے کہ جب امام مسجد میں داخل ہو گیا تو وہ امامت کی جگہ پر پہنچ گیا۔

اور فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ کوئٹہ پاکستان الجزء الاول ص ۵۷ میں ہے۔

وان كان الامام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما راوا الامام الخ  
اور اگر امام مسجد کے اندر صفوں کے آگے سے داخل ہوا تو سارے مقتدی کھڑے ہو جائیں جیسے ہی امام کو دیکھیں۔

پھر اگر امام اور مقتدی سب ہی مسجد میں موجود ہیں اور مکبر نے تکبیر کہنا شروع کر دیا تو ابتداء تکبیر کے وقت کھڑا ہونا نہیں چاہئے بلکہ جب مکبر حی علی الصلوة یا حی علی الفلاح پر پہنچے تو امام و مقتدی سب ہی کو نماز کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئے یہی عبارات فقہیہ کا مفاد یہی ضابطہ شرعیہ اور یہی صحابہ و اسلاف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت سننیہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری المعروف فتاویٰ ہندیہ جزء اول ص ۵۵ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان میں ہے۔

وان كان المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علماءنا الثلاثة وهو الصحيح۔  
اور اگر مؤذن (اور تکبیر اقامت کہنے والا) امام کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے اور سارے نمازی امام کے ساتھ مسجد ہی میں موجود ہوں۔ تو تمام مقتدیوں کے ساتھ امام نماز کیلئے اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن (مکبر) حی علی الفلاح کہے۔ ہمارے تینوں علماء (امام اعظم ابوحنیفہ قاضی الاسلام امام یوسف مدون مذہب امام محمد) کے نزدیک اور وہی صحیح ہے.....

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے۔

والقيام لامام ومؤتمحين قيل حي على الفلاح خلافا لزر فعنده عند حي على الصلوة  
امام و مقتدی کا قیام (کھڑا ہونا) اس وقت ہے جبکہ حی علی الفلاح کہا جائے۔ امام زفر اس کے خلاف ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حی علی الصلوة کے وقت کھڑا ہونا ہے۔

فقہ کی معتمد و مستند کتاب "ملتقى الابحر" اور اسکی شرح "مجمع الانهر" میں ہے

واذا قال المؤذن في الاقامة حي على الصلوة قام الامام والجماعة عند علماءنا الثلاثة هـ  
جب مؤذن اقامت میں حی علی الصلوة کہے تو اس وقت امام اور جماعت کے لوگ کھڑے ہوں ہمارے تینوں اماموں کا یہی مذہب ہے۔

کنز الدقائق میں اس عمل کو مستحب کہا گیا ہے۔

قوله والقيام لانه امر به يستحب  
المسارعة اليه اطلقه فيشمل  
الامام والماموم ان كان الامام  
بقرب المحراب ۱

یعنی حتیٰ علی الفلاح پر کھڑا ہونا اس لئے ہے کہ اقامت  
کہنے والے نے اقامت کا حکم دیا ہے تو کھڑے ہونے  
کیلئے اس وقت امام و مقتدی کو جلدی کرنا مستحب ہے حکم  
اس وقت ہے جب امام مصلیٰ امامت کے قریب موجود ہو۔

اور اگر مقتدی حضرات مسجد میں موجود ہیں مگر امام موجود نہیں ہے اور تکبیر اقامت شروع  
ہوگئی پھر امام مقتدیوں کے پیچھے یا اغل بغل سے مسجد میں داخل ہوا تو ایسی صورت میں  
کھڑے ہونے کیلئے تکبیر کے ختم ہونے یا مکبر کے حتیٰ علی الصلوة یا حتیٰ علی الفلاح  
کہنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا بلکہ امام جس جس صف سے گزرتا ہوا مصلیٰ امامت پر  
پیچھے گا ان ان صفوں کے مقتدیوں کو امام کو دیکھتے ہی کھڑا ہو جانا چاہئے۔

در مختار کتاب الصلوة میں ہے۔ فيقوم  
كل صف ينتهي اليه الامام  
على الاظهر۔

اگر امام مسجد میں نہیں ہے بلکہ اقامت کے وقت باہر  
سے مسجد میں داخل ہوا تو جس صف کے قریب سے گزرتا جائے  
اس صف والوں کو چاہئے کہ کھڑے ہو جائیں۔ قول اظہر یہی ہے

اور بدائع الصنائع کتاب الصلوة مطبوعہ مصر ص ۲ میں ہے۔

وان دخل من وراء الصفون  
فالصحيح انه كلما جا وزصفا  
قام ذلك الصف ۱

اور اگر امام تکبیر اقامت کے وقت صفوں کے پیچھے  
سے مسجد میں داخل ہوا تو صحیح یہ ہے کہ جس صف  
کے پاس گزرے اس اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں

انہی میں دو باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اجمالی طور پر یہی مگر جواب مکمل  
ہو جائے اور سائل کی سمجھ میں پوری طرح بات آجائے۔

۱ بعض ائمہ احناف کے نزدیک حتیٰ علی الصلوة کے وقت کھڑے ہونے کا حکم ہے  
جبکہ بعض ائمہ احناف کے نزدیک حتیٰ علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کا قول ہے۔۔۔۔۔ ان  
دونوں قولوں میں درحقیقت کوئی اختلاف و مغائرت نہیں ہے۔ بلکہ حتیٰ علی الصلوة پر کھڑا  
ہونا شروع کرے اور حتیٰ علی الفلاح پر پوری طرح کھڑا ہو جائے پس دونوں قول پر عمل

ہو جائے گا۔ اگر اٹھنے میں جلدی ہوگئی جب بھی صحیح مذہب پر عمل ہوا اور تاخیر ہوگئی جب بھی۔  
 ۲۔ اگر کوئی نمازی مسجد میں اس وقت داخل ہوا کہ تکبیر نے تکبیر کہتی شروع کر دی ہے  
 تو آیا وہ دوسرے نمازیوں کے اٹھنے کا انتظار کھڑے کھڑے کرے یا بیٹھ جائے اور دوسرے  
 نمازیوں کے ساتھ حتیٰ علی الصلوة یا حتی علی الفلاح پر کھڑا ہو؟ اس سوال کے جواب میں  
 فقہاء اسلام نے فرمایا کہ اسے کھڑے کھڑے نماز کے شروع ہونے کا انتظار کرنا مکروہ ہے  
 اسے چاہئے کہ ایسی صورت میں وہ مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی بیٹھ جائے اور جب تکبیر  
 حتیٰ علی الصلوة پر پہنچے تو وہ کھڑا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ پاکستان جزا اول ص ۵۷ میں ہے۔

اذا دخل الرجل عند الإقامة  
 يركع له الانتظار قائماً ولكن  
 يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن  
 قوله حتى على الفلاح كذا في  
 المصنعات۔  
 اگر کوئی نمازی مسجد کے اندر تکبیر اقامت کے وقت  
 داخل ہوا تو اس کے لئے نماز کے شروع ہونے کا انتظار  
 کھڑے ہو کر کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر اس وقت  
 کھڑا ہو جب مؤذن تکبیر میں حتیٰ علی الفلاح کہے  
 ایسا ہی مصنعات میں ہے۔

میں نے آپ کے سوال کے جواب میں یہ بھی کہا ہے کہ تکبیر اقامت کے وقت بیٹھے رہنا  
 اور حیلان کے وقت کھڑا ہونا سنتِ سلف اور سنتِ صحابہ ہے اس کا سنتِ سلف ہونا  
 تو عبارت فقہیہ بالا سے ثابت ہے۔ باقی رہا سنتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہونا تو اس سلسلہ  
 میں عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الاذان۔ باب صتی يقوم الناس مطبوعہ بیروت  
 ص ۱۵۳ جلد ۵ کی یہ عبارت سامنے ہوتی چاہئے فرماتے ہیں۔

وكان النس رضی اللہ عنہ يقوم  
 اذا قال المؤذن قد قامت  
 الصلوة۔  
 کہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے  
 لئے اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن  
 قد قامت الصلوة کہتا تھا۔

یہ وہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے مسلسل دس سال تک  
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے کا شرف حاصل کیا اور

آپ کے شانہ یوم مہولات کے فیضیاب ہوتے ہے۔ ان سے ایک ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں روایت ہیں۔ صرف بخاری و مسلم نے ان سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں لینے کا فخر حاصل کیا ہے۔ یہی وہ صحابی رسول ہیں جن کی آل اولاد حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقبول دعاؤں کی چھاؤں میں بھلتی بھولتی رہی۔ آپ کے سامنے آپ کی اولاد کی تعداد تقریباً سو تھی۔ آپ بصرہ میں مقیم وہ آخری صحابی ہیں جن کی وفات ۱۹ھ میں ہوئی جن سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار ملاقات کا شرف حاصل فرمایا۔ (تہذیب، تذکرۃ الحفاظ)

عمدة القاری شرح بخاری کے اسی صفحہ کی ایک اور عبارت ذہن نشین کیجئے۔  
فرماتے ہیں۔

وفی المصنف کرة هشام یعنی اور مصنف میں ہے کہ حضرت ہشام بن عسروہ  
ابن عروہ ان یقوم حتی یقول مکروہ سمجھتے تھے۔ اقامت کے وقت قد قامت  
المؤذن قد قامت الصلوة۔ الصلوة سے پہلے کھڑے ہونے کو۔

مختصر یہ کہ صحابہ کرام سے لیکر ائمہ متاخرین بلکہ صاحبانِ فتاویٰ حضرات تک کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ تکبیر اقامت کے شروع ہی سے نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اور یہ بھی نہیں کہا کہ حتی علی الصلوة یا اس کے بعد کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں یہ ضرور کہا گیا ہے کہ تکبیر اقامت کے وقت امام اور مقتدی بیٹھے رہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حتی علی الصلوة یا حتی علی الفلاح سے پہلے یا قد قامت الصلوة سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے..... اس کراہت سے بچنے کے لئے ان تینوں قولوں میں سے کسی ایک پر عمل کر لینا گویا استحباب کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں دیوبندی مذہب کے لوگ کچھ زیادہ ہی شدت برت رہے ہیں کیونکہ ان کے بعض مولویوں نے صفوں کو سیدھی کرنے کا بہانہ بنا کر تکبیر اقامت کے شروع وقت سے ہی کھڑے رہنے کی اجازت دیدی ہے۔ جیسا کہ مولوی اشرف علی کے بعض فتاؤں۔ مولوی محمد شفیع دیوبندی کے ”رفع الملامہ عن القیام عند اول الاقامة“ اور مولوی رشید احمد لدھیانوی کے ”ارشاد الانام بحواب ازالة الادہام“ رسالوں سے

ظاہر و باہر ہے۔ لیکن میں دیوبند مدرسہ کے ایک سابق مفتی اور استاذ الادب مولوی اعزاز علی دیوبندی کی ایک ایسی عبارت پیش کر دوں جو ”مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری“ ثابت ہو اور دیوبندیوں کے لئے راہ فرار مسدود ہو جائے۔

نورالایضاح مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

قوله والقیام ای ومن الادب قوم اور امام اگر محراب کے قریب ہیں (یعنی قیام القوم والامام ان کان حاضرًا) مسجد میں موجود ہیں، تو ادب میں سے یہ بقرب المحراب وقت قول ہے کہ وہ اقامت کہنے والے کے قول حتیٰ علی المقیم حتیٰ علی الفلاح لان المقیم فی ضمن قوله هذا امر بالقیام فیجاب پس اس کا جواب دو (عملاً)

خدا کا شکر ہے دیوبند مدرسہ کے استاذ الادب کوئی علی الفلاح کے وقت امام و مقتدی کے کھڑے ہونے کو ادب (مستحب) کہنے کی توفیق تو ملی۔ کاش کہ اسی ادب کو حاصل کرنے کے لئے اس مسئلہ کے اختلاف کو ختم کر دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ الموفق الی الصواب۔

کنند عبدالواجد قادری غفرلہ، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

## مسجد اور اس کے متعلق مسائل

۸۸۳ء سئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ مسلم آبادی کے درمیان ایک چھوٹی سی مسجد تھی لیکن آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی اور نمازیوں کے لئے مسجد تنگ ہوتی گئی، برسات اور گرمی کے موسم میں نمازیوں کو ادائے نماز میں بیحد تکلیف ہونے لگی اور آبادی ایک جانب اتنی بڑھ گئی کہ وہ مسجد آبادی کے کنارہ پر آگئی، مسلمانوں کی متفقہ رائے سے موجودہ آبادی کے درمیان ایک وسیع و عریض

مسجد کی بنیاد ڈال دی گئی ہے اور اس کی تعمیر بھی شروع ہو چکی ہے۔ یہاں کی مسلم آبادی کو مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات شرعی طور پر درکار ہیں اور یہ کہ پہلی فرصت میں مدلل جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

۱۔ ایک مسجد کے ہوتے ہوئے اگرچہ وہ نمازیوں کے لئے تنگ ہو دوسری مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ پرانی مسجد (جو تنگ اور ناکافی ہے) کو شہید کر کے اس جگہ دینی مدرسہ یا اسکول یا بنچایت گھر کی تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔ پرانی مسجد کے کارآمد اور بوسیدہ سامانوں کو بیچنا، خریدنا اور اپنے مکان وغیرہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ فروخت شدہ سامان کی رقم نئی مسجد یا اسلامی مدرسے میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

۵۔ نئی مسجد میں جو الیکٹریک پنکھے اور روشنی کا انتظام کیا گیا ہے کیا اس کے پنکھے اور دوسرے سامان ضرورت کے وقت امام صاحب یا مسجد کمیٹی کے دوسرے افراد اپنے گھر لیجا کر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مبینا و توجروا

محمد سمیع الزماں خان شیب پور، جہوڑیہ الہند

۹۸۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب

۱۔ مسلمانوں کے اعداد و شمار اور اسکی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ایک آبادی میں متعدد مسجدیں تعمیر ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس بات کا خیال ہمیشہ رکھنا چاہئے کہ دوسری مسجد کی تعمیر کہیں پہلی مسجد کی ویرانی کا سبب نہ بن جائے۔ خدا نخواستہ اگر ایسا ہو تو دوسری تیسری مسجدوں کی تعمیر حرام ہوگی کہ یہ مسجدیں پہلی مسجد کی ویرانی و خرابی کا سبب بن گئیں

قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجدوں میں ذکر الہی سے منع کرے اور اس کی خرابی میں کوشش۔

وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا" ویرانی میں کوشش کرنا، کی تفسیر معتمد علیہم مفسرین کرام کے نزدیک یہ ہے کہ یا تو مسجد کو منہدم کر دیا جائے یا اسے نمازیوں سے محروم (معطل) کر دیا جائے۔ چنانچہ تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی میں ہے "وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا

ای بالہدم اوالتعطیل" وہو اعلم  
 ۲ جب کوئی جگہ ایک مرتبہ مسجد شرعی کے حکم میں آگئی تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جاتی ہے اب اس کو ویران کرنا، اسے مسمار کر کے اس جگہ کوئی دوسری عمارت بنانا خواہ وہ عمارت مدرسہ و خانقاہ کے نام سے ہو یا اسکول و پنچایت کے نام سے حرام بد انجام ہے۔ چنانچہ ہدایہ، فتح القدیر، درمختار، شامی اور فتاویٰ عالمگیری (یروج) (یہ عبارت درمختار کی ہے)

ولو خرب ما حوله واستغنى عنه اور اگر کسی مسجد کا ماحول (دارگرد) ویران  
 یبقی مسجداً عند الامام ہو جائے (مسلمانوں سے خالی ہو جائے) پھر بھی  
 ابداً الى قيام الساعة و امام اعظم کے نزدیک اسکی مسجدت تا قیام قیامت  
 بہ یفتی اھ باقی رہے گی۔ اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

سوالنامہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس آبادی میں مسلمانوں کی کثرت ہے لہذا پُرانی  
 مسجد کے ماحول میں جو مسلم آبادی ہے ان پر لازم ہے کہ وہ پنجوقتہ نمازوں سے اس کو  
 آباد و معمور رکھیں۔ ورنہ اس سزا کا انتظار کریں جو مسجد کو ویران کرنے والوں سے متعلق  
 قرآن پاک میں بتائی گئی۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي  
 الآخرة عذابٌ عظیمٌ۔ ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور  
 آخرت میں بڑا عذاب۔ وہو اعلم

۳ صحیح حدیث پاک میں اضاعتہ المال (مال کو برباد کرنے) سے منع فرمایا گیا ہے  
 (بخاری ص ۹۵۸) لہذا پُرانی مسجد کا جو استعمال شدہ پُرانا سامان ہے، یا جو مال بوسیدہ  
 ہو گیا ہے اگر کوئی مسلمان اسے خرید کر کسی پاک جگہ میں لگانا چاہے تو خرید بھی سکتا ہے اور  
 مقام اہانت سے بچ کر اسے لگا بھی سکتا ہے۔ اور نیت خیر کے ساتھ مسجد کی نفع رسانی کے  
 لئے اسے بیچا بھی جاسکتا ہے۔



لیکن مسجد کے سامانوں کی خرید و فروخت کوئی فرد واحد اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ کام مسجد کی کمیٹی کے ایسی صلاح و مشورے سے ہو یا قاضی شہر کی اجازت سے اگر قاضی شہر نہ ہو تو اعلم علماء بلد کی اجازت سے۔ پھر اگر فروخت شدہ اشیاء سے حاصل شدہ رقم کی ضرورت پُرانی ہی مسجد کو ہو تو اولاً اس رقم کو پرانی ہی مسجد میں لگائی جائے اور اگر اس رقم کی حاجت پُرانی مسجد کو نہیں ہے تو اس کو نئی مسجد میں بھی لگا سکتے ہیں۔

فتاویٰ شامی ص ۵۳ جلد ۳ میں ہے۔

فیباع نقضہ باذن القاضی تو مسجد کا پُرانا سامان قاضی کی اجازت سے  
ویصرف ثمنہ الی بعض بیچ دیا جائے اور اس کی موصولہ قیمت مسجد  
المساجد میں لگادی جائے۔

ہدایہ مع فتح القدر در محنت اربع ردالمحتار میں ہے۔

وان تعذرا عاده عینہ الی اشیا مسجد کا استعمال اگر ان ہی جگہوں میں دوبارہ  
موضعہ بیع و صرف ثمنہ ممکن نہ ہو تو فروخت شدہ اشیاء کی قیمت اسی  
الی الحرمة صرفاً للبدل مسجد پر صرف کی جائے کہ یہ حکم انہی اشیاء کا صرف  
الی المبدل۔ کرنا ہے کیونکہ بدل مبدل عنہ کا عوض ہوتا ہے۔

۴ اگر پُرانی مسجد کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو نئی مسجد کو دی جاسکتی ہے جیسا کہ  
ابھی فتاویٰ شامی ص ۱۱۱ سے گذرا۔ ہاں اگر موصولہ رقم کے خورد برد ہو جانے کا اندیشہ ہو اور پُرانی  
مسجد کو اسکی حاجت نہ ہو تو مدرسہ اسلامی کی ضروریات میں بھی اس رقم کو خرچ کیا جاسکتا  
ہے یا مدرسہ کے ارباب حل و عقد کے ذریعہ وہ رقم مدرسہ کو دی جاسکتی ہے۔

ردالمحتار میں ہے

ینبغی متابعة المشائخ المذكورین مشائخ مذکورین مثلاً علامہ ابوشجاع اور امام حلوانی  
فی جواز النقل بلا فرق بین وغیرہما کی اس باب میں پیروی کرنی چاہئے کہ ایک  
مسجد اور حوض کما انتی مسجد کی اشیاء فروخت شدہ کی رقم دوسری مسجد  
به ابوشجاع والامام یا حوض میں لگانا جائز ہے جیسا کہ انہوں نے

الحلوانی

یہی فتویٰ دیا ہے۔۔

جب وقت ضرورت حوض میں اس رقم کے لگانے کا جواز ہے تو مدرسہ اسلامی میں کیوں نہ ہوگا؟ وہو اعلم

۵ نہیں ہرگز نہیں۔ مسجد کا کوئی سامان امام یا مسجد کمیٹی کے افراد اپنے گھر لے جا کر استعمال میں نہیں لاسکتے کہ یہ حرام ہے اور مسجد میں بھی اتنی ہی دیر تک استعمال کر سکتے ہیں جتنی دیر عام نمازیوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر امام نے مسجد کے اندر درس و تدریس کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے تو مسجد کا پنکھا یا مسجد کی روشنی صرف اتنی ہی دیر استعمال کر سکتا ہے جتنی دیر عام نمازی استعمال کر سکتے ہیں۔

بحر الرائق ص ۲۵ جلد ۵ میں ہے۔

متولی المسجد لیس له ان یحمل مسجد کے متولی کے جائز نہیں ہے کہ وہ مسجد کا چراغ سراج المسجد الی بیتہ۔ ۱۰ اپنے گھر میں لے جائے۔

اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے

ان اراد انسان ان یدرس اگر کوئی شخص مسجد کی روشنی میں کسی کتاب کے الکتاب بسراج المسجد (الی ان پڑھانے کا ارادہ کرے۔ تو ایسا کرنے کی اجازت قال، وفی ما زاد علی ثلث اللیل لیس لهم تاخیر الصلوة مستحب کا آخری وقت ہے تو اسکے بعد مسجد کی فلا یکون لهم حق التدریس ۱۰ روشنی میں اسے پڑھانے کا حق نہیں ہوگا۔

اور یہ حکم صرف مسجد کی روشنی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر وہ سامان (مال و متاع) جو مسجد کی ملکیت ہے اس میں ذاتی مفاد کے لئے کوئی تصرف نہیں کر سکتا ہے۔ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ۔

واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۸۔ جمیع ۱۴۲۲ھ

## عورتوں کا مسجد وغیرہ میں جانا

۸۸۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمانہ موجودہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو خواہ جوان ہوں یا بوڑھی نماز جمعہ و عیدین ادا کرنے کے لئے مسجدوں میں جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عورتوں کو مسجدوں اور عید گاہوں میں جانے کی اجازت تھی بلکہ جس عورت کے پاس اور ہنسی یا حجاب کے کپڑے نہیں ہوتے وہ اپنی سہیلیوں سے اودھار مانگ کر استعمال کرتیں اور مسجد نبوی یا عید گاہ میں جاتی تھیں۔ موجودہ زمانہ میں ہماری بہو بیٹیاں حسب ضرورت دکانوں، بازاروں میں جایا کرتی ہیں۔ بلکہ اسلامی محافل (جلسہ سیرت النبی، جلسہ میلاد النبی، تبلیغی جلسہ دعوت اسلامی، حلقہ ذکر، اسلامی درس، اور اعراض بزرگان دین وغیرہم) میں بے روک ٹوک جایا کرتی ہیں بلکہ بعض جلسہ و جلوس میں انہیں دعوت دیکر بلایا جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ صرف اداۓ نماز کے لئے مسجدوں سے انہیں روکا جاتا ہے؟ جبکہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے "لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ" (کتاب الجمعہ، اللہ تعالیٰ کی بندوں کو مسجدوں سے مت روکو۔

امید ہے کہ کافی نشانی جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

سائل۔ محمد فیصل مدرن۔ دینتہ۔ ہالینڈ

۹۱ الجواد۔ ہوالہادی الی الصوام

حکم شرع تو آپ بعد میں سماعت فرمائیں گے چونکہ آپ نے ایک حدیث پاک یاد دلادی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ احادیث کریمہ ہی کی روشنی میں پہلے اپنے سوال کو جواب سمجھ لیجئے پھر ائمہ اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان احادیث مبارکہ سے جو عطر کشید فرمائی ہے اس کی خوشبو سے مشام ایمان کو معطر کرنے کی سعی کروں گا۔ وبالله التوفیق صحیح بخاری۔ باب الجمعہ۔ باب هل علی من لا یشہد الجمعة میں ہے۔

① لَا تَمْنَعُوا أُمَّاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ اللہ کی بندویں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔

ابوداؤد شریف کتاب الصلوة - باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد میں ہے۔

② لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كَمَا الْمَسَاجِدُ مسجدوں سے اپنی عورتوں کو منع مت کرو۔ اور

بیوتہن خیر لهن ان کے گھرانے کے لئے بہتر ہیں۔

ابوداؤد شریف کتاب الصلوة - باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد میں ہے۔

③ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

قال صلوة المرأة فی بیتها افضل تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کا اپنے گھر میں

من صلواتها فی حجرتها وصلواتها نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور

فی محض رہا افضل من صلواتها کمرے کے گوشہ (چھوٹی کوٹھری) میں اسکا نماز پڑھنا زیادہ

فی بیتها۔ افضل ہے اسکے گھر (کمرہ) میں نماز پڑھنے سے۔

ابوداؤد شریف کتاب الصلوة باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد کی ایک

روایت یہ بھی ہے۔

④ قَالَ لَا تَمْنَعُوا أُمَّاءَ اللَّهِ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی باندویں کو مسجدوں

میں آنے سے مت روکو لیکن وہ اپنے عام استعمال

وہن تفلات (میلے کچیلے) کپڑوں میں نکلیں۔

مسلم شریف جلد اول کتاب الصلوة۔ باب خراج النساء الی المسجد میں ہے

⑤ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عَلِیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدَتْ أَحَدٌ مِّنْ كُنْ کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو

الْمَسْجِدِ فَلَا تَمْسُ طَيِّبًا۔ خوشبو کو ہاتھ نہ لگائے۔

مسلم شریف کتاب الصلوة ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

⑥ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

إِنَّمَا امْرَأَةٌ أَصَابَتْ بِمَخُورٍ فَلَا تَشْهَدُ کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ

مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔

اور اخیر میں ایک اور حدیث پاک سماعت کر لیجئے جس کو صحیح مسلم شریف نے کتاب الصلوة میں حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

⑤ تَقُولُ لَوَاتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحَدَتْ النِّسَاءَ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ جدت (بناؤ سنگھار) کو ملاحظہ فرمائیے تو ان کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔

ان تمام احادیث مبارکہ کو اگر سامنے رکھئے تو موجودہ زمانہ کی عورتوں (الاما نسا اللہ) کا جو حال اور نت نئے فیشنوں کا جال ہے آپ کا دل خود پکار اٹھے گا کہ ائمہ اسلام نے ان پر جو ممانعت کا پہرہ بٹھایا ہے وہ اجازت استحبابی اور نہی تنزیہی کے مقابلہ میں زیادہ ضروری تھا۔

جیسا کہ اس کا کامل احساس صدر اول ہی میں حضرت ام المؤمنین سیدہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ اور خلیفہ ثانی امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ہو چکا تھا اور انہوں نے اجازت نبوی کے وجود اس زمانہ مبارکہ کی ان عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکا جو عورتیں اسلامی پیکر کا نمونہ تھیں اور صحبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلا واسطہ فیضیاب ہو چکی تھیں کیونکہ حضرات مانعین کے سامنے احادیث کریمہ کی وہ روایتیں بھی تھیں جن میں عورتوں کو ملوث کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد لوگ جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیکر ہم پر سبقت لے گئے ہیں ہم یہ ثواب کس طرح پائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو عورت گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پالے گی۔ (روح المعانی جلد ۲)

آج کل عورتیں جس قدر دیدہ زیب بلکہ نظر فریب لباسوں میں ملبوس ہو کر اور دلکش خوشبوؤں سے معطر ہو کر تقاریب، محافل اور بازاروں کے لئے نکلتی ہیں اگر خدا نخواستہ یہی حال زمانِ سعادت نشان میں بھی ہوتا تو کیا انھیں مسجدوں اور عید گاہوں میں جانے کی اجازت ہوتی۔ ہرگز نہیں جیسا کہ سیدہ طیبہ طاہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنا اظہار خیال فرمایا..... پھر یہ کہ نماز کا مقصد رضائے الہی اور ثواب کا حصول ہے جو عورتوں کو مسجد سے زیادہ اس کے مکان کے صحن میں اور صحن سے زیادہ مکان کے اندر اور مکان سے زیادہ خاص کمرہ میں اور کمرہ سے زیادہ کمرہ کے کسی گوشہ میں حاصل ہے پھر خواہی نخواستہ ہی اسے مسجد ہی میں جانے کی کیا حاجت ہے؟ باقی رہا حصول علم دین کے لئے کسی مسجد کسی مدرسہ اور مکتب وغیرہ میں جانا اور کسی دیندار معلم سے علم دین حاصل کرنا یہ تو صرف جائز و مباح ہی نہیں بلکہ مسلمہ عورتوں کے لئے بھی ویسے ہی واجب ہے جیسے مردوں کے لئے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمة" علم دین کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری ہے۔ اور جہاں تک سینما اور تھیٹر ہاؤس وغیرہ میں جانے کا تعلق ہے تو یہ فاسقات عورتوں کا شیوہ ہے۔

ضرورت شرعی کی وجہ سے عورتیں بغیر محرم کے اپنے محلے، اپنے شہر و آبادی اور بازار میں جا سکتی ہیں۔ ہاں حالتِ مسافرت میں اسکے ساتھ شوہر یا کسی محرم کا ہونا لازمی و ضروری ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

## مخضّب اللّٰحیة و امامتہ

۸۸۵ مسئلہ: ما قولکم ایہا العلماء الدین المتین وحامل الفتیاء الشرع المبین رحمکم اللہ عزوجل فی ہذہ الامر

ان امامنا الصلوة الجمعة خاصة . وهو يعمل في معمل  
النصارى ويخضب اللحية بالسوداء في كل الاسبوع . وهو  
يترك صلوة الظهر والعصر عموماً ويترك صلوة المغرب  
احياناً لعمل المعمل . ولكن اذا جاء في الدار فيصلى صلوات  
الفوائت كلها قبل صلوة الوقتية .

فهل لنا صلوة الجمعة و صلوة الوقتية باقتدائه

صحيح جائز امر لا ؟ بينوا وتوجروا

عيسى بن ابان مغربي رباطي مقيم بالامستردام ، هولند

٤٨٦  
٩٢ الجواب هو الهادي الى الصواب

الاختصاب بالسواد جائز للمجاهدين فقط ولغيرهم حرام  
كما ثبت مع صحة الحديث بتحريمه لغير اهل الجهاد .  
فله الاختصاب بالسواد حرام . وترك الصلوة بغير عذر  
حرام وتاركها فاسق . والعمل في معمل النصارى اهل الخسارة  
ليس بعذر عند الشرع . فالامام المذكور مرتكب الحرام عمداً  
متوالياً فوجب اهانتة على المسلمين شرعاً . وفي تقديمه  
للامامة تعظيمه وهو حرام . كما قال الامام العلامة لابن  
العابدين شامى في فتاواه جلد ١ ص ٥٢٣ " لان في تقديمه  
للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم الاهانة شرعاً " وفي  
الغنية اضافه عليها " وفيه اشارة الى انهم لو قد صوا  
فاسقون يا ثمنون "

فيا ايها الاخي السائل لاتصل باقتدائه صلوة الجمعة  
وغيرها من صلوات الخمس لان اقتدائه اثم وفي هولندة  
صحة الصلوة الجمعة مشكوكة لفقد الشرط من شرائطها

كعدم السلطان وبلد الاسلام۔ فعليك صلوة الظهري اخي!  
وان اديت صلواتي اقتدائه فوجبت اعاتها والتوبه  
على من صلى خلفه - والله تبارك وتعالى اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء مسجد نوری امرڈم

۲۱ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ

## پندرہ سال کے حافظ کی امامت

۸۸۶ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا گذشتہ سال جامعہ سے حافظ قرآن ہوا۔ قرآن پاک بہت ہی صحت کے ساتھ پڑھتا ہے نماز کا بھی پابند ہے۔ ابھی اس کی عمر پندرہ سال نو مہینہ کی ہے لیکن اس کو ایک سال پہلے سے احتلام ہوتا ہے جیسا کہ خود اسی حافظ کا بیان ہے۔ البتہ اب تک اس کے چہرے پر ڈاڑھی کا آغاز نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کی امامت کی صحت میں لوگوں کو شک ہے۔ خود ہمارے امام صاحب کا کہنا ہے کہ نماز تراویح کے لئے اس کی امامت درست ہے لیکن فرض و واجب نمازیں وہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ حافظ مذکور کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو صرف نماز تراویح میں یا فرض و واجب تمام نمازوں میں؟ خلاصہ جواب سے مشکور و ممنون فرمائیں۔  
اسحق روزن - تیل بیورخ - ہالینڈ

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

سوال نامہ کے مندرجات سے یہ بات متحقق ہوگئی کہ حافظ مذکور عند الشرع بالغ ہے کہ اس کی عمر پندرہ سال مکمل ہو چکی اور یہ کہ وہ محتلم بھی ہے اور شریعت کے نزدیک ان دونوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا بالغ ہونے کے لئے کافی ہے۔ اگر وہ صحت تلاوت کے ساتھ ساتھ مسائل طہارت و صلوٰۃ سے بھی واقف ہے تو وہ صالح امامت ہے۔ ہر ایک نماز کی وہ امامت کر سکتا ہے۔ اس کی امامت پر لوگوں کا اعتراض جہالت نادانی





لگایا جائے۔ علامہ شامی اپنے فتاویٰ ص ۵۲۵ میں لکھتے ہیں۔

الظاہر انہا تنزیہیۃ ایضاً اور کی امامت کا مکروہ ہونا قول ظاہر کے  
الظاہر ایضاً کما قال السحمتی مطابق مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ علامہ  
ان المراد بہ الصبیح الوجہ رحمتی نے فرمایا کہ مرد سے مراد حسین و جمیل  
لانہ محل الفتنة (وفیہ ایضاً) چہرہ والا ہے کہ محل فتنہ ہے۔ اور رد المحتاری  
علۃ الکراہۃ خشیۃ الشہوۃ میں ہے کہ کراہت کی وجہ شہوۃ کے غالب  
وہو الاظہر۔۔۔ ہونے کا خوف ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

اور فتح القدر جلد اول ص ۳۰۶ میں ہے۔

ومرجعہا... الی خلاف کراہت کا مرجع خلاف اولیٰ کی طرف ہے  
الاولیٰ مطلق کی طرف نہیں۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم کنتہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ  
۱۹۴۱ھ

## اسکرٹ کے ساتھ نماز

۸۸۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل عورتوں کی قمیص  
کا بازو ایسا بنتا ہے کہ پہننے کے بعد بازو کا ایک چوتھائی حصہ کھلا رہتا ہے اور اسکرٹ  
(SKIRT) میں بھی پنڈلی کا نیچلا حصہ کھلا رہتا ہے۔ ان دونوں لباسوں کے ساتھ نماز  
صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا  
سعیدہ رمضان علی۔ ہیلفرسوم ہالینڈ

۹۲ الجواب۔۔۔ ہوالہادی الی الصواب۔۔۔

پردہ عورتوں کے لئے واجب ہے خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، اس میں  
سستی کا ہلی جائز نہیں۔ اور خاص کر یورپ کے ملکوں میں مسلمان مرد اور عورتیں اسلام  
کاسقیب اور نمائندہ ہیں جہاں انہیں اسلامی بنیادی اصولوں کو عمدگی کے ساتھ پیش  
کرنے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کو ایسے لباس کے ساتھ نامحرموں کے سامنے جانے کی اجازت ہی نہیں جس سے بے پردگی ہوتی ہو۔ پھر حالت نماز میں تو اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جن لباسوں کا ذکر سوالنامہ میں ہے اور جس سے بازو اور پنڈلی کا کچھ حصہ عریاں رہتا ہے اگر اس کے اوپر سے کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے جو مکمل بازو اور پنڈلی کو ڈھانک لے تو اس قمیص کے ساتھ عورت کی نماز باطل ہوگی اور اس اسکرٹ (سایہ، لہنگا) کے ساتھ بھی۔ اور اگر اسی حال میں اس کو کسی غیر محرم نے دیکھ لیا تو گنہگار بھی ہوئی۔ ہاں اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جواز کا فتویٰ ہوگا۔ لقولہ تبارک وتعالیٰ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللّٰہ تعالیٰ کسی ذات کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (البقرہ) واللّٰہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلے اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ القرآن اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

## نمازی کے جیب میں اگر تصویریں ہوں

۸۸۸ مسئلہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور میں تصاویر سے الگ تھلگ رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ شاید بایں ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا کہ حالت نماز میں اس کے پاس تصویریں نہ ہوں۔ یورپ کی بات تو الگ ہے۔ مسلم ممالک کہلانے والے مثلاً پاکستان، سعودی عرب اور عرب امارات و ترکی وغیرم میں نوٹوں اور سکوں پر وہاں کے سربراہوں کی تصویریں ہوتی ہیں اور حالت نماز میں نمازیوں کے جیب اور منی بیگ میں وہ نوٹ اور سکے موجود ہوتے ہیں۔ لہذا پوچھنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ سرفراز گلزار۔ آسٹریڈم۔ ہالینڈ۔

۹۲۷ الجواب هو الہادی الی الصواد

تصاویر کھینچنے اور کھینچانے کی حرمت احادیث مشہورہ متواترہ سے ثابت ہے اور نصوص ممانعت کے ہونے ہوئے بغیر عذر شرعی کے اس کی اباحت کی کوئی صورت

نہیں بنتی ہے۔ لہذا جن نام نہاد اسلامی ممالک کے سربراہوں نے اپنی رضا سے تصویریں کھینچوائیں اور انہیں عام کیا وہ سب اس حرام کے مرتکب ہوئے۔ ہاں اگر وہ سب اس کی اباحت کے بھی قائل ہوں تو اس کا حکم نہایت سنگین ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ضروری کاغذات (نوٹ، ڈرائیونگ لائسنس، دوکانوں یا درآمد و برآمد کے لائسنس، پاسپورٹ اور ویزا وغیرہم) اور سب سے وغیرہ جن پر ملکی قانون کے مطابق تصویریں ہوتی ہیں، ان سب کو جیب یا پرس میں رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ان چیزوں کو ساتھ رکھنے پر مجبور ہے اس لئے اس کا کوئی اثر نماز پر نہیں ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

## حیض کی حالت میں نماز پڑھنا

۸۸۹ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورتوں کے لئے کلمات طہیات اور تسبیح و اذکار کا ورد جائز ہے یا نہیں؟ کوئی حائضہ عورت درجنوں عورتوں کے ساتھ، مسائل دینیہ سیکھنے کے لئے ایک مجلس میں شریک ہوئی۔ دورانِ اجلاس جب نماز کا وقت آیا تو عورتیں نماز میں مصروف ہو گئیں اور وہ حائضہ عورت بھی شرم و غیرت کی وجہ سے دوسری عورتوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئی اور اٹھ بیٹھ کرنے لگی۔ سوال یہ ہے کہ حائضہ کے لئے نماز میں شریک ہو جانا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

ہمیشہ محمد شفیق نورخاں، نوردیک، لائیدن

۸۸۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

بیشک حائضہ عورتوں کے لئے کلمات اسلام، درود و استغفار اور تسبیح و اذکار کا پڑھتے رہنا جائز اور وجہ ثواب ہے بلکہ قرآنی آیات دعائے بنیہ بنیت دعا، پڑھنا بھی جائز ہے۔ البتہ تلاوت کلام پاک پھر اس کا چھونا، مسجد سے گزرنا اور نماز پڑھنا حالت حیض میں حرام ہے۔ کیونکہ اس کی شدید ممانعت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اتى لا اجل المسجد الحائض ولا لجنب (رواه ابوداؤد)  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں مسجد کو نہ تو حائضہ عورتوں کے لئے حلال کرتا ہوں اور نہ ہی جنبیوں کے لئے۔

أَلَيْسَتْ إِحْدًا كَتَّ إِذَا حَاضَتْ لَا تَصُومُ وَلَا تَصَلِّي (بخاری)  
کیا ایسا نہیں ہے کہ تم میں کی کوئی عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو نہ وہ روزہ رکھتی ہے اور نہ ہی نماز ادا کرتی ہے۔

حضرت سیدہ طیبتہ ساہرہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

كُنَّا نَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتُؤْمَرُ بِقِضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقِضَاءِ الصَّلَاةِ (رواه البخاری والمسلم)  
عہد رسالت علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں جب ہم عورتیں حائضہ ہوتی تھیں تو ہمیں روزہ کے قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

حیض چونکہ عموماً ماہِ رماہ عورتوں کو آتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر خاص رحم و کرم فرمایا کہ اس سے نماز کا وجوب ختم فرما دیا تاکہ وہ مشقت میں نہ پڑیں البتہ روزہ بارہ مہینوں کے اندر صرف ماہِ رمضان المبارک میں فرض ہوتا ہے اس لئے برائے رحمت و مہربانی حیض کی حالت میں اس کو ساقط کر دیا اور بعد میں بحالت طہارت اس کے قضا کا حکم دیا۔

حائضہ عورتوں پر نماز روزہ مسجد سے گذرنا اور قرآن حکیم کو چھونا، پڑھنا وغیرہ حرام ہے۔ صرف شرم و حیا کی وجہ سے یہ حرام باتیں عورتوں کو حلال نہیں ہو جائیں گی۔ اِنَّ الْحَكْمَ الْاِلٰهِيَّ، حکم تو صرف شریعت کا چلتا ہے جس عورت نے شرم و غیرت کی وجہ سے دکھلائے کی اٹھک بیٹھک کی۔ اس نے شریعت کی دکی ہوئی رعایت و رحمت کا عملاً انکار کیا اور اپنے ہم جنبیوں کو دھوکہ دیا۔ وہ اپنے اس غلط فعل پر بارگاہِ الہی میں توبہ کرے اور معافی

طلب کرے۔ واللہ سبحانہ اعلم کہتے عبدالوہاب قادری غفرلہ، اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ، ۵، شمال المکرم ۱۲۲۱ھ

## نمازی کے آگے سے گذرنا۔

مسئلہ ۸۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین حاملانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے آگے قبلہ کی دیوار ہے اس کے اور دیوار کے درمیان کوئی سترہ نہیں ہے ایسی صورت میں ایک بچہ بار بار زید کے آگے سے آتا جاتا ہے۔ یا کوئی مصلیٰ اپنی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے زید کے آگے سے گذر جانا چاہتا ہے تو کیا شرع کی طرف سے اسے گذرنے کی اجازت ہے؟

مشتاق احمد بٹ۔ بلیمر پلین۔ آسٹریڈم زد، او۔ ہالینڈ

۷۸۶

۹۲ الجواد۔ ہوالہادی الی الصواد

شریعت کے نزدیک بچے، پاگل اور نیند میں سوئے ہوئے لوگ مرفوع القلم ہوتے ہیں یعنی ان پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔ اگر بچے کسی نمازی کے آگے سے گذر جائیں تو ان کے لئے معافی ہے۔ اور نمازی کی نماز میں بھی کوئی خرابی نہیں آئیگی..... اگر قبلہ کی دیوار اور زید (مصلیٰ) کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ خاشع مصلیٰ کی نگاہ حالت نماز میں عادتاً دیوار تک نہیں پہنچ پاتی ہے تو دیوار کی طرف سے کوئی بھی آدمی گذر سکتا ہے۔ اور اگر اتنا فاصلہ نہیں ہے بلکہ پلوں کو کشادہ کر دینے پر دیوار تک نظر آجاتی ہے تو نمازی اور دیوار کے درمیان سے گذرنا جائز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے۔

اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اپنے لئے چالیس (سال) تک ٹھہرے رہنے کو بہتر خیال کرے۔

لویعلم الما ربین یدی المصلی  
ماذا علیہ لکان یقف  
اربعین خیڑلہ من آن  
بمربین یدیہ

اس حدیث پاک سے کسی نمازی کے آگے سے گزرنے کی شناعیت معلوم کی جاسکتی ہے۔ محدثین کرام نے اربعین سے مراد اربعین سنۃ (چالیس سال) کیا ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم کہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ دارالافتاء مجلس علماء ائیدرلینڈ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

## خطبہ جمعہ اور اس سے متعلق مسائل

مسئلہ ۸۹۱: کیا حکم ہے شریعت اسلامیہ کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ اول و آخر عربی میں ہو مگر عوام مسلمان کو مسائل دینیہ سیکھانے کے لئے درمیان میں اگر مقامی زبان (مثلاً پُچ، انگلش، اردو، پنجابی وغیرہ) استعمال کی جائے تو شرعی طور پر اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ درمیان خطبہ سامعین کو کسی دینی بات کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ ایک نمازی ایسے وقت مسجد میں داخل ہو کہ خطبہ کی اذان ختم ہو رہی ہے اور خطیب خطبہ شروع کرنے والا ہے اور آنے والے شخص کو اسی وقت یاد آیا کہ آج اُس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو کیا وہ اسی وقت فجر کی قضا پڑھ سکتا ہے۔ امید ہے کہ تمیزوں سوالوں کا جواب باصواب عنایت فرما کر عند اللہ مشکور ہوں گے۔

سائل: مجیب الحق رجب

سختیپول (ایئر پورٹ) ولیٹ آمسٹرڈم

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب ————— ۸۶

خطبہ جمعہ میں کسی بھی غیر عربی زبان کی ملاوٹ سنت متوارثہ کے خلاف لعین مکروہ ہے۔ ہر خطیب کو اس سے بچنا چاہئے اور اسی روش پر چلنا چاہئے جس پر خیر القرون کے خطباء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلتے رہے۔

اگر مسائل دینیہ کی تعلیم صحیح معنوں میں مقصود ہے تو خطبہ سے قبل یا نماز کے بعد اس کا صحیح وقت ہے۔ جن حین دلوں میں دین کی وقعت و اہمیت ہوگی اور دین سیکھنے کا جذبہ ہوگا وہ خطبہ سے پہلے آجائیں گے یا نماز کے بعد ٹھہرے رہیں گے۔

۱ خطبہ سنتا بھی عبادت ہی ہے اسی لئے فقہاء اسلام نے درمیانِ خطبہ سلام، کلام یہاں تک کہ تلاوت کلام پاک اور نماز سے بھی منع فرمایا ہے۔  
منعہ الخالق میں ہے۔

یکرہ الکلام حال الخطبۃ وکذا  
قراءة القرآن وکذا الصلوٰۃ وکذا  
ما یشتغل عن سماع الخطبۃ۔  
اور شرح زاہدی میں ہے۔

خطبہ کے درمیان بات چیت کرنا، قرآن پاک کی تلاوت  
کرنا، نماز پڑھنا اور ایسے ہی ہر اس کام میں مشغول  
ہونا جو خطبہ سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے۔  
خطبہ سننے والے کے لئے ہر وہ کام مکروہ تحریمی  
ہے جو نماز میں مکروہ ہے خواہ وہ کام کھانے پینے  
سے متعلق ہو خواہ کھیل کود سے خواہ ادھر ادھر  
متوجہ ہونے سے اور فتاویٰ خلاصہ میں ہے کہ جو  
کام حالتِ نماز میں حرام ہے وہ سب خطبہ سننے  
کی حالت میں بھی حرام ہے۔

یکرہ لمستمع الخطبۃ ما  
یکرہ فی الصلوٰۃ من اکل  
وشرب وعبث والتفات و  
نحو ذلک (وفی الخلاصۃ)  
کل ما حرم فی الصلوٰۃ حرم  
حال الخطبۃ ۱۰

۲ خطبہ کے وقت ہر نماز کی ممانعت ہے۔ مگر قضا نمازوں میں ترتیب واجب  
ہے لہذا اگرچہ خطبہ ہو رہا ہو تو آنے والا شخص پہلے اپنی قضا نماز (نماز فجر) ادا کرے گا  
پھر خطبہ سنے گا۔ اور اگر آنے والا شخص بعونہ تعالیٰ صاحب ترتیب ہے تو جب تک وہ اپنی  
قضا نماز یا نمازوں کو ادا نہیں کرے گا خطبہ یا نماز جمعہ میں بھی شریک نہیں ہو سکتا ہے ہاں  
اگر ظہر کا وقت نکل جانے کا گمان غالب ہو تو ظہر کی نماز فرض پہلے پڑھے گا پھر بقیہ قضا  
پڑھے گا۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم ۱۰ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ ۱۰

۲۵، رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

## تراویح میں تین بار سورہ اخلاص پڑھنا

مسئلہ ۸۹۲ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اکثر میں نے ختم تراویح میں



دیکھا ہے کہ حافظ صاحب جس رات کو قرآن پاک ختم فرماتے ہیں تو سورہ اخلاص (قل ہو اللہ شریف) کو بسم اللہ کے ساتھ تین بار پڑھتے ہیں۔ چونکہ دوسری نمازوں میں ایسا نہیں دیکھا جاتا ہے اسلئے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟ جواب باصواب کے ساتھ تشفی فرمانے کی زحمت گوارا کریں۔

سائل: شیخ محمد شفیق۔ المیرہ ہائن۔ ہالینڈ

۸۶ جواب: هو الہادی الی الصواب

نماز تراویح چونکہ سنت ہے فرض نہیں۔ اور فرض و واجب نمازوں کے علاوہ میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی دوسری سورہ کی تکرار (بار بار پڑھنا) ناجائز و مکروہ نہیں بلکہ اس کے استحسان میں علماء کرام اور ائمہ اسلام کا اختلاف ہے۔ یعنی بعض علماء نے اسے مستحسن مانا اور بعض نے مستحسن نہیں مانا۔ لیکن مستحسن نہیں ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا ناجائز یا نادرست ہے۔ بلکہ صرف یہ کہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے۔

غیر فرض نمازوں میں کسی سورت کا بار بار پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ نفل کا معاملہ وسیع تر ہے۔

لا یکرہ تکرار السورۃ فی التطوع لان باب النفل اوسع

یہ اس میں ہے۔

ختم قرآن کے وقت سورہ قل هو اللہ احد کے تین بار پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن نہیں جانا۔ لیکن فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اہل علم حضرات اور ائمہ کرام نے اسے مستحسن جانا ہے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قراءة قل هو الله احد ثلاث مرّات عند ختم القرآن لم یستحسنها بعض المشائخ وقال الفقیہ ابواللیث هذا الشئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلا یأس به

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

# کتاب الزکوٰۃ

## (زکات کا بیان)

نصاب، حوالانِ حول، چند نصابوں کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے

مسئلہ ۸۹۳ :- حاجی محمد فاروق، اینڈ ہون، ہالینڈ

۱۹۸۶-۱-۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ اوزان (کیلو، کیلو گرام) میں کتنی چاندی یا کتنا سونا کا ایک نصاب بنتا ہے؟ حوالانِ حول سے شمسی سال مراد ہے یا قمری! اگر کوئی مسلمان چند نصابوں کا مالک ہو تو سونا چاندی میں اس کی زکوٰۃ کس حساب سے کتنی نکلے گی؟ پوری وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں تاکہ نیدرلینڈ کے مسلمانوں کی آسانی کے لئے میں اس کا ترجمہ ڈچ زبان میں کر دوں، اس طرح حضور کے ساتھ میں بھی ثواب میں شریک ہو جاؤں گا۔

آپ کا خادم: محمد فاروق، صبور علی

۹۲ الجوار اللہم ھدایۃ الحق والصواب

جو عاقل بالغ آزاد مسلمان (خواہ مرد ہو یا عورت) ساڑھے سات (۷/۸) تولہ سونا یعنی رائج الوقت وزن میں ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ (۳۷-۸۷) سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی (چھ سو گیارہ گرام باسٹھ پوائنٹ چاندی) کا تنہا مالک ہو۔ یا ان چاندی سونا دونوں میں سے کسی ایک کا مالک ہو وہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک "صاحب نصاب"

کہلاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ساڑھے ستاسی گرام سونا (تقریباً) کا ایک نصاب ہوتا ہے۔  
یونہی چھ سو ساڑھے گیارہ گرام چاندی (تقریباً) کا ایک نصاب ہوتا ہے۔ ایک  
نصاب کے کم سونا یا چاندی یا اس کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں۔ یونہی ایک نصاب کے بعد جب تک  
نصاب کے پانچویں حصہ تک سونا یا چاندی نہ پہنچ جائے اس کے درمیانی وزن پر زکوٰۃ  
معاف ہے۔ جیسا کہ آنے والے نقشہ سے ظاہر ہوگا۔

۲۵۵  
حولانِ حول سے مراد قمری سال ہے جس کا حساب چاندی سے ہوتا ہے عموماً تین سو  
بچھن دنوں کا ایک قمری سال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں شمس سال کا اعتبار نہیں  
ہے۔ ایک قمری سال گزر جانے کا نام حولانِ حول ہے۔ اور جب نصاب پر ایک قمری  
سال گزر جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت بھی نماز روزے کی طرح قطع ہے اس کا منکر عند الشرع کافر اور  
اگر منکر نہ ہو لیکن صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہ نکالے یا زکوٰۃ نکالنے میں تاخیر اور بہانہ  
بازی کرے تو وہ شریعت کے نزدیک فاسق و فاجر اور مستحق عذاب الیم ہے۔

عامۃ المسلمین کے سمجھنے کے لئے میں چاندی سونا کی زکوٰۃ کا ایک نقشہ پیش کر رہا  
ہوں تاکہ اہل نصاب حضرات کو چاندی سونے کی زکوٰۃ نکالنے میں آسانی ہو اس نقشہ  
میں دو مقداروں کے درمیان جو مقدار نہیں لکھی گئی ہے اس کی زکوٰۃ معاف ہے مثلاً  
نقشہ کے پہلے خانہ میں ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ سونا کی مقدار ہے جس کی زکوٰۃ  
دو گرام اٹھارہ پوائنٹ ہے اس کے بعد ایک سو چار گرام چوراسی پوائنٹ ہے جس کی زکوٰۃ  
دو گرام باسٹھ پوائنٹ ہے۔ اور ستاسی کے بعد ایک سو چار تک کوئی مقدار نقشہ میں  
نہیں ہے۔ لہذا درمیانی مقدار کی زکوٰۃ معاف ہے مثلاً کسی کے پاس ایک سو چار گرام  
سونا ہے تو اس کو صرف ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ سونا ہی کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔  
اسی طرح نقشہ میں جہاں جہاں دو مقداروں کے درمیان کسی مقدار کی وضاحت نہیں  
ہے اس میں پہلی والی مقدار ہی کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

## سونا کے ایک نصاب سے ایک کیلو سونا تک کی زکوٰۃ کا نقشہ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵

سونا کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ پوائنٹ گرام	سونا کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ پوائنٹ گرام	سونا کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ پوائنٹ گرام	سونا کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ پوائنٹ گرام	سونا کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ پوائنٹ گرام
۸۷-۲۷	۲-۱۸	۲۷۹-۵۳	۶-۹۹	۳۷۱-۷۱	۱۱-۷۹	۶۶۳-۸۸	۱۶-۶۰	۸۵۵-۸۳	۲۱-۳۰
۱۰۳-۸۳	۲-۶۲	۲۹۷-۱۷	۷-۳۲	۳۸۹-۱۸	۱۲-۲۳	۶۸۱-۳۳	۱۷-۳	۸۷۳-۳۱	۲۱-۸۳
۱۲۲-۳۱	۳-۶	۳۱۳-۳۸	۸-۸۶	۵۰۶-۶۵	۱۲-۶۷	۶۹۸-۸۱	۱۷-۳۷	۸۹۰-۷۸	۲۲-۲۷
۱۳۹-۷۸	۳-۲۹	۳۳۱-۹۵	۸-۲۰	۵۲۳-۱۲	۱۳-۱۰	۷۱۶-۸	۱۷-۹۱	۹۰۸-۲۵	۲۲-۷۱
۱۵۷-۲۵	۳-۹۲	۳۴۹-۳۲	۸-۷۳	۵۴۱-۵۹	۱۳-۵۳	۷۳۴-۵۵	۱۸-۲۳	۹۲۵-۷۲	۲۳-۱۳
۱۷۴-۷۲	۳-۳۷	۳۶۶-۸۹	۹-۱۷	۵۵۹-۶	۱۳-۹۸	۷۵۱-۲	۱۸-۷۸	۹۴۳-۱۹	۲۳-۵۸
۱۹۲-۱۹	۳-۸۰	۳۸۳-۳۶	۹-۶۱	۵۷۶-۵۳	۱۳-۳۱	۷۶۸-۳۹	۱۹-۲۱	۹۶۰-۶۶	۲۳-۲
۲۰۹-۶۶	۵-۲۳	۴۰۱-۸۳	۱۰-۵	۵۹۳-...	۱۳-۸۵	۷۸۵-۹۶	۱۹-۶۵	۹۷۸-۱۳	۲۳-۳۵
۲۲۷-۱۳	۵-۶۸	۴۱۹-۳۰	۱۰-۳۸	۶۱۱-۳۷	۱۵-۲۹	۸۰۳-۳۳	۲۰-۹	۹۹۵-۶۰	۲۳-۸۹
۲۴۴-۶۰	۶-۱۲	۴۳۶-۷۷	۱۰-۹۲	۶۲۸-۹۳	۱۵-۷۲	۸۲۰-۹۰	۲-۵۲	۱۰۱۳-۷	۲۵-۲۲
۲۶۲-۷	۶-۵۵	۴۵۳-۲۳	۱۱-۳۶	۶۴۶-۳۱	۱۶-۱۶	۸۳۸-۳۷	۲۰-۹۶		

## چاندی کے ایک نصاب سے ایک کیلو تک کی زکوٰۃ کا نقشہ

۱ ۲ ۳

چاندی کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ کی مقدار پوائنٹ گرام	چاندی کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ کی مقدار پوائنٹ گرام	چاندی کی مقدار پوائنٹ گرام	زکوٰۃ کی مقدار پوائنٹ گرام
۶۱۱	۶۲	۱۵-۲۹	۸۵۶-۲۶	۲۱-۳۱	۱۱۰۰-۹۰
۷۲۳	۹۳	۱۸-۳۵	۹۷۸-۵۸	۲۳-۳۶	X

نوٹ۔ اگر کسی کے پاس ستاسی گرام سینتیس پوائنٹ ہی سونا ہو تو صرف ایک نصاب

۲۶۱۸  
لی زکوٰۃ دو گرام اٹھارہ پوائنٹ نکالنی ہوگی۔ اور اس سے کم سونا کا وہ مالک ہے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح اگر چھ سو گیارہ گرام باسٹھ پوائنٹ سے کم چاندی کا مالک ہے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

نوٹ :- چاندی یا سونے پر جس دن سال پورا ہوگا اسی دن کے بازار نرخ کا اعتبار ہوگا۔ اگر سال کے اختتام سے پہلے یا بعد میں نکالی جائے تو ان دنوں کے نرخ کا اعتبار نہ ہوگا۔ مثلاً محرم ۱۴۲۳ھ کی بائیس تاریخ کو کوئی مسلمان صاحب نصاب ہو گیا تو اس نصاب پر ایک سال گزرنے کے بعد ۲۳ محرم ۱۴۲۵ھ کو زکوٰۃ واجب ہوگی اگر صاحب نصاب چاندی یا سونا ہی زکوٰۃ میں دینا چاہتا ہے جب تو بازار بھاؤ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہاں اگر کرنسی نوٹوں یا کسی دوسری اشیا میں زکوٰۃ دینا چاہے تو ۲۳ محرم ۱۴۲۵ھ میں چاندی، سونا کا عام بازار بھاؤ معلوم کرنا ہوگا اور اس دن جو چاندی، سونا کا نرخ ہوگا اسی حساب سے کرنسی نوٹوں کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الخطیب نوری مسجد آسٹرم

۲، رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

## بینک میں جمع شدہ نوٹوں کی زکوٰۃ

۸۹۲  
مسئلہ :- محمد عباس شیورتن فریدالاسلام  
۱۵-۱۰-۱۹۹۵ء  
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مسلمان کے پاس چاندی یا سونا کا نصاب نہیں صرف وہ کاغذی گڈروں (نوٹوں) کا مالک ہے لیکن اس کے کاغذی نوٹ ہمیشہ بینک میں رہتے ہیں۔ حسب ضرورت کبھی کبھی وہ کچھ گڈر بینک سے نکال بھی سکتا ہے لیکن کچھ گڈر میعاد کی طور پر (فیکس ڈیپوزٹ) جمع ہیں جس کو میعاد پوری ہونے پر نکال سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس مسلمان پر زکوٰۃ و فطر واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو وہ کس طرح اور کب زکوٰۃ نکالے گا۔؟

خادم۔ محمد عباس

## ۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والضوایب

اگر ایک سال سے اتنے گیلڈر (ہالینڈ کی کرنسی) بینک میں جمع ہیں جس سے چاندی کا ایک نصاب (یعنی چھ سو بارہ گرام چاندی) خریدا جاسکتا ہے۔ تو وہ مسلمان صاحب نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ و فطر واجب ہے۔ اور جب وہ حسب ضرورت بینک سے اپنی کچھ رقم جب چاہے نکال لینے پر قادر ہے تو سال تمام ہونے کے بعد ہی اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی بھی واجب ہو جائے گی۔ اور ادائیگی میں تاخیر ہونے پر گنہگار ہوگا۔

ہاں جو رقم کسی میعاد کی پابندی کے ساتھ جمع ہے کہ اس سے پہلے نکالنا ممکن نہیں یا ممکن تو ہے مگر نہایت دشواریوں کے بعد تو اس میعادی جمع شدہ رقم کے ہر سال کے اختتام پر زکوٰۃ واجب ہوتی جائے گی۔ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب وہ بینک سے روپیہ نکالنے پر قادر ہوگا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ کل رقم نکالنے کے بعد ہی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی بلکہ اگر نصاب کا ایک خمس نکالنے پر بھی قادر ہو گیا تو اس خمس کی زکوٰۃ کی ادائیگی اسی وقت واجب ہو جائے گی۔ والمسئلۃ کلھا فی کتب الاسفار کالذرر والغرر

ورد المحتار۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الانشا، جامعہ مدنیۃ الاسلام دی بنگ، ہالینڈ

## بدمذہبوں کو زکوٰۃ دینا

۸۹۵ مسئلہ، مولانا مطیع الرحمن اشرفی، گوپالپور  
۲۱-۳-۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ و فطر کی رقموں کو دیوبندی و ابی رافضی، خارجی، نیچری، قادیانی، مودودی، تبلیغی وغیرہم کے مدارس میں دینا درست ہے یا نہیں؟ اور دینے والوں کے ذمہ سے زکوٰۃ و فطرہ ادا ہوا یا نہیں؟ جو لوگ ان مدارس میں دیتے ہیں وہ یہ سوچ کر دیتے ہیں کہ وہاں بھی تو قال اللہ اور قال الرسول کی تعلیم ہوتی ہے۔ المستفتی: محمد مطیع الرحمن اشرفی گوپالپور ضلع سمستی پور۔

## ۹۱۶ الجواب بعون الملک الوہاب

جماعتِ مذکورہ فی السوال کے اکثر اکابر رہنما کے اقوال کفریہ خبیثہ پر علماء عرب نے عجز نے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا اور فرمایا جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی انہیں میں سے کافر و جہنمی ہے اور جماعتِ مذکورہ کے متبعین کا حال اب تک یہی ہے کہ وہ ان طواغیت کو اپنا ولی و رہنما اور دینی پیشوا گردانتے ہیں لہذا وہ سب کے سب فرقِ باطلہ میں سے ہیں۔ ان کی حمایت حرام اور اعانت نہایت بد انجام وجہ آتمام ہے۔ قال تعالیٰ عزوجل وَلَا تَعَاوَلُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝ ان کے یہاں قال اللہ کی تعلیم عظمتِ الہی کے لئے نہیں بلکہ اہانتِ الہی اور کذب باری تعالیٰ ثابت کرنے کے لئے ہے اور قال الرسول کا درس تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں بلکہ (معاذ اللہ تعالیٰ) انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور دیگر معظمین کے عیوب و نقائص تلاش کرنے کے لئے ہے جو حال اسرائیل کے یہودیوں، جیفر و ربوہ کے مزرائیوں کی تعلیم و تربیت کا ہے وہی حال ان گروہوں کی تعلیمات کا ہے۔ لہذا ان کے مدارس میں زکوٰۃ و فطر کی رقمیں دینا حرام اور ان کے دیئے سے فطرہ و زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی کیونکہ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے اور فقیر کا صاحب ایمان ہونا ضروری ہے اور وہاں تو ایمان ہی نہیں تملیک کیونکہ مستحق ہو؟ تنویر الابصار ص ۹۲ میں ہے لایجوز صرفہا لاهل البدع" واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء والقضاء مجلس علماء نیدرلینڈ

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ - ۱۳ جولائی ۲۰۰۱ء

## کرایہ پر چلنے والی کارپوریشن اور مکانات پر زکوٰۃ یا نہیں؟

۸۹۶ مسئلہ:۔ عابد علی، دی ہیگ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے پاس اپنی رہائش کے علاوہ اور بھی مکانات ہیں جو کرائے پر لگے ہیں۔ اور استعمالی کار کے علاوہ دیگر کاریں

بھی ہیں جو ٹیکسی (کرایہ) میں چلتی ہیں تو کیا ان مکانات کی مالیت یا کاروں کی قیمت پر بھی زکوٰۃ ہے؟ یا صرف ان کی آمدنیوں پر؟

المستفتی:- عابد علی بوساطت مجلس علماء، نیدرلینڈ

۷۸۶

الجواب

بعون الملك الوهاب

وہ مکانات یا کاریں جو کرایہ پر چلتی ہیں یا کرایہ پر چلانے کے لئے خریدی گئی ہیں ان کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں اگر اتنی آمدنی ہو جاتی ہے جس سے سونے یا چاندی کا ایک نصاب بن جائے اور اس آمدنی پر سال بھی گزر گیا ہو (حولانِ حول) تو اس پر زکوٰۃ ہے۔ رہائشی مکان یا استعمال کے لئے لی گئی کاروں پر یا اس کی مالیت پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## ہاشمی حضرات مصرفِ زکوٰۃ کیوں نہیں؟

۸۹۷

مسئلہ:- محمد عمران علوی مسجد عابدین آسٹریڈم

۱۴-۵-۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوٰۃ جن لوگوں کو دینے کی ممانعت ہے اس میں سرفہرست ہاشمی مسلمان اور کفار و مشرکین آتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ساداتِ کرام کو کفار کے ساتھ کیوں گنایا جاتا ہے۔ جبکہ ایک قابلِ تعظیم ہے اور دوسرا لائق تو ہیں؟ پھر زکوٰۃ کا مال ہاشمی سادات کو دینے سے کیوں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی؟

سائل:- خادم السادات محمد عمران علوی کیروف امام مسجد عابدین آسٹریڈم

۷۸۶

الجواب

خنزیر اور آدمی دونوں کا گوشت حرام ہے ایک انتہائے نجاست کی وجہ سے، دوسرا انتہائے کرامت کی وجہ سے۔ اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں آسکتی ہے تو تعجب ہے کہ آپ کا سوال پھر اس کا جواب آپ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دین کی اچھی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

زکوٰۃ یہ اصل مال کا میل کچیل ہے جس کے نکال دینے سے سارا مال پاک مانا



ہو جاتا ہے۔ یہ انہی لوگوں کو دینا چاہئے جو اس کے مستحقین ہیں اور جس کی تفصیل قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہاشمی حضرات نبی اعتبار سے پاک و صاف طیب و طاہر ہیں جنکے آباء و اجداد کی طہارت مسلم و مؤکد و مبتین ہے لہذا انہیں مال کا میل کچیل دیکر ان کے پاکیزہ خدو خال کو مندرجہ کرنے کی جرأت نہیں کی جائے گی۔ اسی لئے شریعتِ طاہرہ نے انہیں صدقاتِ واجبہ دینے سے منع فرمایا ہے اور یہ تاکید فرمائی ہے کہ اگر ہاشمی حضرات میں سے کوئی عسرت کی زندگی گزار رہا ہو تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے پاک مال اور پاک کمائی سے نہایت ادب و احترام کے ساتھ ان کی خدمتِ عالیہ میں نذر گزارنا چاہئے۔ اگر وہ اس نذر کو قبول فرمائیں تو ہمارے لئے سعادت دارین کا سبب ہے۔ و ہو تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ قادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

## صرف کاغذی نوٹوں پر زکوٰۃ و قربانی

۸۹۸ سئلہ :- عاشق حسین دہلی سلیوٹر سٹراٹ نر ۲۲-۱۲-۱۹۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حاملانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کاغذی کرنسی جسے ہالینڈ میں گولڈن گلڈر (موجودہ یورو) کہا جاتا ہے وہ سونا کے مثل ہے یا چاندی وغیرہ معدنی قیمتی اشیاء کے؟

اگر کسی کے پاس اتنے گولڈن ہیں جس سے کئی نصاب چاندی کے خریدے جاسکتے ہیں لیکن سونا کا ایک نصاب بھی نہیں خریدا جاسکتا تو ایسی صورت میں صرف کاغذی کرنسی رکھنے والا صاحبِ نصاب کہلائے گا یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ و قربانی اور صدقہ فطر واجب ہو گا یا نہیں؟ بتینوا و توجروا

۸۹۷ الجواب هو الہادی الی الصواب

سونا اور چاندی دونوں ثمن حقیقی و خلقی ہیں۔ جبکہ کسی ملک کی کاغذی کرنسی خواہ اس کا نام جو بھی ہو نہ ثمن حقیقی ہے نہ ثمن خلقی بلکہ موجودہ حالات کے تناظر میں زیادہ سے

زیادہ اُسے زرا اصطلاحی اور ثمن عرفی کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ بھی ایک مستند اور مقوم مال ہے جس کا خاص و عام میں لین دین ہوتا ہے۔ سونا چاندی سے متعلق امام اہلسنت مجدد دین و ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

لَا تَهْمَا خَلْقًا لِّلثَمَنِیَّةِ وَلَا تَبْدِیلِ چاندی، سونا ثمن ہونے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں  
لِخَلْقِ اللّٰهِ۔ (کفل الفقیہ) اور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدلی نہیں جاتی۔

اور کاغذی کرنسی سے متعلق اسی "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم" میں فرماتے ہیں۔

سلعة باصله لانه قرطاس و اصل میں یہ (نوٹ) ایک متاع ہے اسلئے کہ یہ کاغذ  
و ثمن بالاصطلاح لانه یعامل کا ایک پرچہ ہے اور ثمن اصطلاحی ہے۔ اس لئے کہ  
به معامله الاثمان وهذا اس کے ساتھ ثمن کا سامعاً کیا جاتا ہے۔ اور یہ رقم جو  
الرقوم المكتوبة علیه تقديرات اس پر مقوم ہیں یہ اس کی ثمنیت کا ثمن اصلی سے  
ثمنیۃ بالثمن الاصلی كما اندازہ ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا..... تو یہ  
علمت۔ فهو اصطلاح لامضائقة ایک ثمن اصطلاحی ہے اس میں کچھ بھی  
فیه الخ مضائقہ نہیں۔

مختصر یہ کہ نوٹ نہ ثمن حقیقی ہے نہ ثمن مثل ہے نہ ثمن دستاویزی وغیرہ ہے۔ اور نہ ہی سونا، چاندی یا کسی معدنی قیمتی اشیاء کے مثل و مشابہ ہے۔ ہاں وہ اپنے قدر و اہمیت کے اعتبار سے۔ سونا کے ساتھ مربوط کیا جاسکتا ہے۔ مگر شریعت مطہرہ کی نظر میں چونکہ چاندی بھی ثمن حقیقی ہے اس لئے خاص صدقہ فطر کے باب میں وہ شخص صاحب نصاب کہلائے گا۔ جو اپنی کرنسی نوٹوں کے ذریعہ چاندی کا ایک مکمل نصاب خرید سکتا ہو کیونکہ اس میں فقراء کا نفع ہے اور فقہاء کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ جس صورت میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہو اس کو اختیار کرنا النسب ہے۔

جب چاندی کا ایک نصاب ان نوٹوں سے خرید سکتا ہے تو وہ صاحب نصاب ہے۔ جولانِ حول کے بعد اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔

قربانی کے باب میں یہ دیکھا جائے گا کہ چاندی کے جتنے نصاب اس کے پاس ہیں اس کی زکوٰۃ کی رقم سے ایک چھوٹا جانور یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ خریدنا ممکن ہے یا نہیں اگر ممکن ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی ورنہ نہیں..... مثلاً کوئی شخص صرف اتنے نوٹوں کا مالک ہے جس سے چاندی کا الگ الگ دو نصاب (بارہ سو تیس گرام چوبیس پوائنٹ چاندی) خرید سکتا ہے جس کی زکوٰۃ تقریباً ساڑھے تیس گرام چاندی ہوتی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ۳۰ گرام چاندی یا اس کی قیمت سے ایک سالہ بکری یا کسی بڑے جانور (جس کی قربانی ہوتی ہے) کا ساتواں حصہ خرید جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر خرید جا سکتا ہے تو قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ، نوری مسجد، مشرڈم ۲۲/۸۶

## نوٹوں سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

۸۹۹ مسئلہ:- ذاکر نکتہ حنا، ویلی سلیوٹر سٹراٹ

۱۹۸۶-۱۲-۲۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی آدمی سونا کے نصاب کا مالک ہو مگر اس کی زکوٰۃ نوٹوں میں نکالنا چاہے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بتیواد توجروا

۸۶ جواب بعون الوہاب

جی ہاں نوٹ بھی مال متقوم، ثمن اصطلاحی و عرفی ہے لہذا نوٹوں کے ذریعہ بھی زکوٰۃ و فطر کی ادائیگی ہو جائے گی خواہ فقیر و مسکین (مستحقین زکوٰۃ) ان نوٹوں کو ابھی اپنے مصرف میں لایا ہو یا نہ لایا ہو۔ صرف ان نوٹوں پر قبضہ ہو جانے یا ملکیت تفویض کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے صرف اباحت کافی نہیں۔ لہذا زکوٰۃ نکالنے والوں پر ضروری ہے کہ مستحقین زکوٰۃ کو مال زکوٰۃ کا مالک بنا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ، نوری مسجد

## عشر بٹائی دار پر یا مالک زمین پر؟

۹۰۰ مسئلہ :- عن زيار الحسن، نيس فرانس  
۱۲-۲-۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ جن باغات اور کاشت کی اراضی کی پیداوار بٹائی پر منحصر ہے اس کا عشر یا نصف عشر مالک زمین پر ہے یا بٹائی کرنے والے کاشتکار پر؟ یا دونوں پر؟ ..... اور عشر یا نصف عشر کاشت کے سلسلہ میں کئے گئے اخراجات وضع کرنے کے بعد ہے یا کل پیداوار پر؟ واضح جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

۹۲ الجوار بع الوہاد  
ون

باغات اور کاشت کی زمین میں مزدوروں کی مزدوری، ہل، بیل اور مشین کا خرچہ اور اس کی سینیچائی کی اجرت، علاقائی اصول و ضوابط کا شتکاری کے مطابق زمین کے مالک یا بٹائی دار یا دونوں ادا کریں گے۔ البتہ عشر یا نصف عشر ان دونوں (مالک زمین اور بٹائی دار) پر اپنے اپنے حصہ کے مطابق نکالنا ضروری ہوگا۔

ہو سکتا ہے کہ مالک زمین مسلمان ہو اور بٹائی دار غیر مسلم، یا دونوں مسلمان ہو بہر حال دونوں پر عشر یا نصف عشر نکالنا واجب ہے تاکہ "وَمِمَّا زَقَفْتُمْ يُنْفِقُونَ" پر عمل ہو جائے کیونکہ ان دونوں میں سے اگر ایک عشر نکالتا ہے اور دوسرا نہیں تو زمین کے ذریعہ جس قدر رزق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس سب میں سے انفاق نہیں ہوا۔ اسی لئے فقہائے کرام نے ان سبھوں پر عشر یا نصف عشر واجب قرار دیا ہے جو زمین کی پیداوار میں حصہ دار ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

لا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وکری الاخهار وغیر ذلک فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجته الارض ..... ۱۱

مزدوروں کی مزدوری، ہل، بیل کا خرچہ، سینیچائی کی اجرت پیداوار سے محسوب نہیں ہوگی، زمین کی پیداوار سے جو کچھ حاصل ہوا ان سب میں عشر یا نصف عشر نکالنا واجب ہے۔

اور بدائع میں ہے

والعشر يجب في الخارج والمخارج پیداوار میں عشر واجب ہے اور جب پیداوار دونوں  
بیخما فیجب العشر علیہما۔ کے درمیان مشترک تو عشر میں ان دونوں پر واجب ہوگا۔  
پھر اس بدائع میں چند سطروں کے بعد ہے ولو عارها من كافر فكذلك  
الجواز (يجب العشر على المستعير الكافر) عند همالان العشر عندهما  
في الخارج على كل حال ۱۵ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ، نوری دارالافتاء، آسٹریڈم

## زکاۃ ہیں دی گئی رقم کا اگر کچھ حصہ گورنمنٹ واپس کرے

۹۰۱ مسئلہ: عابد علی بوساطت مجلس علماء نیدر لینڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صاحب نصاب نے شرعی  
حساب سے اپنی زکوٰۃ ادا کر دی۔ مثلاً ایک ہزار گلڈر پر پچیس گلڈر بطور زکوٰۃ نکال کر  
مستحقین زکوٰۃ کو دے دیا۔ تو اس پچیس گلڈر کا کچھ حصہ (۲۵٪) یہاں کا انکم ٹیکس آفس بغیر  
کسی مطالبہ کے واپس دیتا ہے۔ کیا صاحب نصاب گورنمنٹ کی اس واپس کردہ  
رقم کو لے سکتا ہے؟ جواب با صواب سے نوازیں۔

المستفتی: عابد حسین بیچن دی ہیگ

## ۸۶ جواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جو رقم یہاں کی گورنمنٹ یا انکم ٹیکس آفس نے اپنی خوشی  
یا قانون ملکی کے مطابق زکوٰۃ دینے والوں کو واپس کی، اس کا لینا صاحب نصاب کے  
لئے جائز و مباح ہے۔ اور اگر مطالبہ کے بعد ملے جب بھی جائز ہے۔ کما فی الہدایہ  
المال الذی حصل عن الحریمی (باقی طریق ای بلا عندہ)، فہو  
مباح عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء، مجلس علماء نیدر لینڈ

## شئی مرہون سے فائدہ اٹھانا

### قرض کی زکوٰۃ مقروض پر یا قرض دینے والے پر؟

۹۰۲ مسئلہ :- حاجی محمد حبیب انگریز، غنی پور، ترونی۔

۲۰۶-۱۳۲۱۵  
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک کاشت کی زمین زید نے بکر سے ٹھیکہ پر لی اور اس کے بدلہ میں دس ہزار روپیہ بکر کو دیا۔ بکر نے ٹھیکہ کی کوئی میعاد مقرر نہیں کی بلکہ زید سے کہا کہ جب تک تمہارا روپیہ میں نہ لوٹا دوں تم اس زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھاؤ۔ سوال یہ ہے کہ اس زمین سے نفع حاصل کرنا زید کے لئے از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کا روپیہ جو بکر کے پاس ہے اس کی زکوٰۃ زید پر واجب ہے یا بکر پر؟ بیٹنواؤ تو جروا۔ سائل: محمد حبیب انگریز، غنی پور، ترونی، بہار، انڈیا

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مسئلہ میں نہ ٹھیکہ ہے نہ بٹائی بلکہ یہ صورت قرض و رہن کی ہے۔ بکر کی زمین دس ہزار روپے کے عوض زید کے پاس رہن ہے اور رہن سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز نہیں، اور قرض کا فائدہ سمجھ کر بکر کی زمین سے کچھ حاصل کرنا بھی جائز نہیں کہ اس کو فقہاء کرام نے احادیثِ کرمیہ کی روشنی میں رہا شمار فرمایا ہے۔

زید کا روپیہ جو بکر کے پاس ہے اس کا مالک زید ہی ہے اس کی زکوٰۃ زید پر واجب ہوگی۔ لیکن ادائے زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب کل یا بقدر نصاب یا بقدر خمس نصاب رقم واپس ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبد الواجہ قادری خادم الافاضا، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## کسی جامعہ یا مدرسہ کو زکوٰۃ دینا

۹۰۳ مسئلہ :- شکور، دی ہیگ، ہالینڈ

۶-۲-۱۹۹۶  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت علامہ ارشد الفتاوری

صاحب زید لطف نے نہایت محنت و کاوش کے بعد ہالینڈ کے مشہور شہر دی ہیگ میں اپنے احباب و مخلصین کے تعاون سے ایک عظیم الشان عمارت خریدی جس میں جامعہ مدنیۃ الاسلام کے نام سے ایک دینی ادارہ کو قائم فرمایا۔ چند برسوں کے بعد موجودہ عمارت کو فروخت کر کے اس سے کہیں زیادہ عظیم الشان دوسری عمارت خریدی اور اس میں جامعہ کا کام وسیع پیمانہ پر چلنے لگا۔ ہالینڈ کے مختلف شہروں کے علاوہ بلجیم وغیرہ سے بھی حفظ و قرأت اور درس تفسیر و حدیث کے لئے طلباء کا داخلہ جامعہ میں لیا گیا، ملک بیرون ملک کے مدرسین و ملازمین کا تقرر ہوا۔ اب وہ جامعہ ایک کمیٹی کے ذریعہ چل رہا ہے۔ بیرونی مدرسین و طلباء کے قیام و طعام اور دیگر اسائش کا انتظام بھی جامعہ ہی کی طرف سے جامعہ میں ہوتا ہے۔ جو طلباء یہاں زیر تعلیم ہیں سب خود کفیل ہیں کیونکہ گورنمنٹ انہیں وظیفے دیتی ہے اور ان کے والدین بھی فقیر و مسکین نہیں ہیں۔ پھر ان طلباء کے کھانے پینے اور رہنے کا اہتمام جامعہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ و فطر کی رقم جامعہ مذکور میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی دیدے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ - سائل: شکر صاحب دین۔ دی ہیگ ہالینڈ

۹۲۶ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

کسی بھی اسلامی مدرسہ، جامعہ، انجمن کو زکوٰۃ و فطر کی رقم اس شرط پر دینی جائز ہے کہ اس کا مہتمم یا سکرٹری اس رقم کو خاص تملیک فقیر مسلم میں صرف کرے کیونکہ ادائے زکوٰۃ کے لئے کسی مسلمان فقیر یا مسکین کا اس مال زکوٰۃ پر قبضہ کرنا ضروری (شرط) ہے بالفرض اگر جامعہ کے مہتمم نے مال زکوٰۃ و فطر سے صرف مطبخ چلایا اور اس کا کھانا فقیر و مسکین طلباء کو کھلانا رہا پھر بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ کھلانے میں صرف اباحت کی صورت پائی گئی ملکیت کی نہیں اور یہاں ملکیت ضروری ہے۔ زکوٰۃ و فطر کی رقم سے جامعہ یا مدرسہ دینیہ کی تعمیر فرس کا انتظام اور ملازمین و مدرسین کی تنخواہیں نہیں دی جاسکتی۔ اگر مہتمم ناظم نے زکوٰۃ کے پیسے سے یہ سب کام کیا تو وہ سخت گناہ مستحقین عذاب نار ہوئے اس پر واجب ہے کہ توبہ کریں اور جس سے زکوٰۃ کی رقم لی ہے انہیں واپس کریں۔

زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی ہے جب تک کہ زکوٰۃ کی رقم مصارف زکوٰۃ میں نہ پہنچ جائے اور اس پر تمملیک فقیر ثابت نہ ہو جائے۔

اگر یہاں کے مسلمان اپنی قوتِ بازو سے جامعہ کا تعاون نہیں کر سکتے ہیں اور اس کو اچھی طرح چلانے کی سکت نہیں رکھتے ہیں تو اللہ و رسول جل وعلیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا مال بطریق حیلہ شرعی اس کی بقاء اور ترقی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے یعنی زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ صدقاتِ واجبہ کسی نیک صالح بندہ خدا کو جو مصرف زکوٰۃ بھی ہو بہ نیت زکوٰۃ دیکر اس کے ملک کر دیا جائے اور وہ بہ نیت ثواب غلہ جات یا کتابیں وغیرہ (جس جس چیز کی ضرورت جامعہ کو ہے) خرید کر جامعہ کے حوالہ کر دے یا بطور چندہ جامعہ کو نقدی دیدے۔ پھر اراکین جامعہ جس طرح اور جس جائز کام میں چاہیں اسے خرچ کریں۔ اس طرح زکوٰۃ والوں کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور یہ دونوں فریق بھی ثواب کے مستحق ہوں گے۔ المسئلة الحيلة منصوصة في الدر المختار و رد المحتار والمعتمدات الاسفار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء، ۱۹۶۷ء

## مسجد کے بکس میں زکوٰۃ کی رقم دینا

مسئلہ ۹۰۴:- فرہاد گمان، بلائیس سٹراٹ، آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ یورپ کے کسی ملکوں میں یہ رواج ہے کہ صاحبِ نصاب از خود فقرا، اور مساکین کو تلاش کر کے زکوٰۃ نہیں دیتے نہ ان کے گھروں پر کوئی زکوٰۃ لینے کے لئے آتا ہے بلکہ اکثر مسجدوں میں ایک زکوٰۃ و فطرہ کا بکس رکھا جاتا ہے اور دوسرا مصالح مسجد کے چندہ کے لئے۔ صاحبِ نصاب حضرات اپنی اپنی زکوٰۃ و فطرہ کی رقمیں اس بکس میں رکھ دیتے ہیں۔ اور عید الفطر کے بعد مسجد کے ارکان اپنی صوابدید کے مطابق اس رقم کو مدارس و دارالیتیمی وغیرہ کو بھیج دیتے ہیں، یا کسی معتد شخص کے ذریعہ جماعتِ فقرا، و مساکین کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں صاحبِ نصاب حضرات کی زکوٰۃ و فطرہ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟



اور یہ صورت شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ فرماؤ گمان، بلائیس سٹراٹ آسٹریڈم ہالینڈ۔

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

اداۓ زکوٰۃ کے لئے کسی معتد شخص کو یا کسی مسلم جماعت کو وکیل بنا دینا شرعاً جائز ہے لیکن زکوٰۃ اسی وقت ادا ہوگی جبکہ وہ رقم کسی مسلم فقیر کی ملک میں پہنچ جائے۔ جن جماعتوں کو یا معتد شخص کو اہل نصاب حضرات اپنی زکوٰۃ کا وکیل بناتے ہیں ان وکیلوں پر فرض ہے کہ جلد سے جلد زکوٰۃ کی رقم مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کر کے سبکدوش ہو جائیں مدارس و دارالیتامیٰ تک زکوٰۃ کی رقم بھیجنے میں اگر مزید خرچ ہو تو وہ خرچہ زکوٰۃ کی رقم سے وضع نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کمی کو وکیل اپنے پاس سے پورا کرے گا۔ زکوٰۃ میں صرف وہی رقم محسوب ہوگی جو مستحقین زکوٰۃ کے قبضہ میں آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری، جامعہ مدنیۃ الاسلام

۸/ صفر ۱۳۱۲ھ

## نابالغ بچیوں کے زیورات پر زکوٰۃ

۹۰۵ مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ماں باپ نے سونے کے زیورات بنا کر اپنی بیٹیوں کو ہبہ کر دیا تو ان زیورات پر زکوٰۃ ہے یا نہیں خلاصہ جواب دیکر مشکوٰۃ رہوں۔ حاجی گلاب، زولہ، نیدرلینڈ

۹۲ الجواب

اگر واقعی ماں باپ نے وہ زیورات بیٹیوں کی ملک میں دیدیئے تو اگرچہ وہ زیورات ہر ایک کی ملک میں بقدر نصاب یا اس سے زائد ہو اور اس پر سال بھی گزر گیا ہو ماں باپ یا نابالغ بیٹیوں میں سے کسی پر اسکی زکوٰۃ واجب نہیں۔ ماں باپ پر اسلئے نہیں کہ وہ انکی ملک نہیں ہے اور بیٹیوں پر اس لئے نہیں کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے احکام شرع کی وہ متحمل نہیں جب بالغ ہو جائیں گی تو زکوٰۃ کا حکم ان پر عائد ہوگا۔ واللہ اعلم

عبدالواحد قادری خادم الانشا، جامعہ مدنیۃ الاسلام۔ دی ہیگ

۸/ صفر ۱۳۱۲ھ

# سونے چاندی کی زکوٰۃ اسکی قیمت میں ادا کرنا

۹۰۶ مسئلہ :- رابعہ مصباح النساء، فرینک فورٹ  
۲۱-۱-۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی کے اتنے زیورات میرے پاس موجود ہیں جن کے پانچ لصاب بنتے ہیں، میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ یورپ کونسی میں نکالنا چاہتی ہوں۔ لیکن دریافت طلب بات یہ ہے کہ زیورات کی قیمت زکوٰۃ نکالنے کے وقت کی معتبر ہے یا زیورات بنوانے کے وقت کی؟ کیونکہ جب تک قیمت کا صحیح تخمینہ نہ ہو زکوٰۃ کی صحیح مقدار نکالنی مشکل ہے۔ امید کرتی ہوں کہ صحیح صحیح جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ رابعہ مصباح النساء، فرینک فورٹ، جرمنی

۹۲ الجوار اللہم ہدایۃ الحق والضواء

جی ہاں جب چاندی یا سونے کی زکوٰۃ کسی کرنسی میں ادا کی جائے گی تو چاندی سونے کی قیمت کا معلوم ہونا ضروری ہوگا۔ چاندی سونے یا اس کے زیورات کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کی قیمت عند الشرع معتبر نہیں اور نہ ہی خریدگی کے وقت کی قیمت معتبر ہے بلکہ جس دن اس پر قمری سال کا اختتام ہوگا اسی دن کی قیمت معتبر ہوگی۔ مثلاً کسی نے دس محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو اتنے زیورات خریدا جو ایک لصاب یا اس سے زیادہ ہے۔ آئندہ محرم سے پہلے پہلے اس شخص نے کچھ اور زیورات یا سونا خریدا تو ۹ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو ان تمام زیورات یا سونا کی جو قیمت ہوگی ان ساری قیمتوں کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالنا ہوگا۔ اگر اس نے سال تمام سے پہلے زکوٰۃ نکال دی ہے تو سال تمام کے دن حساب کر لے، کم دیا ہے تو پورا کرنے اور زیادہ دیا ہے تو آئندہ سال محسوب کرے۔

ہنکذا فی الفتاویٰ الترضویۃ وغیرہما من کتب الفقہ والفتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کنز عبد الواحد قادری خادم الافشاء، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ ۵ اپریل ۱۳۲۳ھ

# زکوٰۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر

۹۰۷ مسئلہ: عابد رضا، بھونیشور، اڑیسہ

۲۱-۱-۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مدرسہ یا کسی اسکول کی عمارت بنوانے کیلئے زکوٰۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

عابد رضا۔ عابدہ مڈل اسکول، ٹوڈیہ بھونیشور (انڈیا)

۹۸۶

## الجواب

اسکول و مدارس یا عیگاہ و مساجد میں تملیک کی اہلیت نہیں اور ادائے زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے لہذا ان عمارتوں میں زکوٰۃ کی رقم نہیں لگ سکتی ہے ہاں جہاں دینی ضرورت دائمی ہو وہاں حیلہ کیا جاسکتا ہے مثلاً مسجد مدرسہ کی عمارت کی شدید ضرورت ہے اور صدقات واجب کے علاوہ کوئی اور آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے تو کسی مسلمان فقیر کو زکوٰۃ کی رقم بربیت ادا کی زکوٰۃ دیکر یہ ترغیب دی جائے کہ وہ اس رقم سے مسجد یا مدرسہ بنوادے پھر وہ مسلم فقیر زکوٰۃ کی رقم کو اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد اسی رقم سے عمارت بنوادے تو زکوٰۃ دینے والے کے علاوہ فقیر بھی ثواب کا مستحق ہوگا اور مسلمانوں کا ایک اہم کام بھی ہو جائے گا۔ والعیلہ لہ ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر ثم یامدہ بعد ذلك بالصرف الیٰ ہذا الوجوہ لا ینکون للمتصدق ثواب الصدقة ولذالك الفقیر ثواب بناء المساجد والقنطرة ۱۷ (شرح شرح الاشباہ ص ۶۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ ۲۱ نومبر ۱۳۳۵ھ

# امام یا معلم کو بنام تحفہ، زکوٰۃ کی رقم دینا

۹۰۸ مسئلہ: میر حسن، سنوتیل بیو، بالینڈ

۸-۱۰-۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عید کے دن رشتہ داروں

یا پڑوسیوں کے بچوں کو عیدی کے نام پر کچھ روپے پیسے دیئے جاتے ہیں۔ یا امام و معلم کو تحفہ کے نام پر روپے پیسے دیئے جاتے ہیں۔ اگر دینے والا زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت کر لے تو اس طرح اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ جبکہ لینے والوں نے صرف عیدی یا نذرانہ خلوص سمجھ کر لیا ہو۔ مدلل جواب سے نوازنے کی زحمت گوارا کریں۔

سائل: میرن حسنوتیل بیورخ

۹۲ الجواب بعون اللہ الوہاب والیہ المرجع والمآب

بیشک وہ معلم و امام یا پڑوسی و رشتہ دار جنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ان کو بنام عیدی یا بنام تحفہ یا نذرانہ روپیہ پیسہ دینے اور ادائے زکوٰۃ کی نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ خواہ لینے والوں نے عیدی یا تحفہ ہی سمجھ کر لیا ہو۔

بلکہ اگر زکوٰۃ دینے والوں نے ادائے زکوٰۃ کی نیت کی مگر زبان سے عیدی یا تحفہ کہہ کر دیا جب بھی زکوٰۃ ہی ادا ہوگی۔ خاص کر وہ حضرات جو مصرف زکوٰۃ ہیں مگر شرم و غیرت کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے۔ لَا یَسْتَعْلَوْنَ الْتَّاسَّ الْحَاقَا انہیں بجائے زکوٰۃ کے تحفہ تحائف ہی کے نام پر دینا افضل ہے مگر نیت ادائے زکوٰۃ کی ہو۔ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے اور نا سمجھ بچوں میں قبضہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے اس لئے اگر زکوٰۃ کی رقم بچوں کو دی جائے تو ان کے کسی ولی اقریب کے ذریعہ مال زکوٰۃ پر ان کے لئے قبضہ ثابت ہو جانا چاہئے۔

خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الزکوٰۃ ص ۲۲۲ میں ہے۔

لو دفع علی صبیان اقاربہ دراہم  
فی ایام العید یعنی عیدی بنیۃ  
الزکوٰۃ (الی، اوالی المعلم  
بنیۃ الزکوٰۃ

ادا ہو جائے گی۔

غز العیون البصائر کتاب الزکوٰۃ ص ۲۲۱ میں ہے

العبرة لنیۃ الدافع لالعلم دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے جسے زکوٰۃ دی

المدفوع۔ جارہی ہے اسکے علم کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور رد المحتار کتاب الزکوٰۃ ہی میں ہے۔

لا اعتبار لتسمیۃ فلوا      نام لینے کا اعتبار نہیں۔ اگر کسی نے زکوٰۃ کے  
ستماہیۃ او قرضا      مال کا نام ہیہ یا قرض رکھ دیا تب بھی صحیح قول  
تجزیہ فی الاصح۔      کے مطابق زکوٰۃ ہی ادا ہوگی۔

پس صورتِ مسئلہ میں بیشک زکوٰۃ ہی ادا ہوگی چاہے مال زکوٰۃ کا نام کچھ بھی  
رکھ دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الوحید قادری غفرلہ، مسجد نوری آمسٹرڈم ۴

۲۱ فروری ۱۹۸۶ء

## یورپ کی زمین عشری ہے یا خراجی؟

مسئلہ ۹۰۹: سلیمان پشاوری نیس۔ فرانس۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرانس، جرمنی اور ہالینڈ وغیرہ  
یورپین ممالک میں لاکھوں ایکڑ زمین کاشت کی جاتی ہے جس کی کاشت عموماً غیر مسلم کرتے  
ہیں۔ لیکن کہیں کہیں مسلمانوں نے بھی کاشت کی کچھ زمینیں گورنمنٹ سے لے رکھی ہیں۔  
ان زمینوں میں سبزی، ترکاری اور مختلف اناج نیز پھل فروٹ وغیرہ کی کاشت کی جاتی  
ہے۔ دیگر کاشتکاروں کی طرح مسلمانوں سے بھی ان زمینوں کا سالانہ کرایہ گورنمنٹ  
وصول کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان ملکوں کی زمینیں عند الشرع عشری ہیں یا خراجی؟  
اور اسکی پیداوار پر عشر واجب ہے یا نصف عشر؟ کاشت کے ہر حصہ زمین کو سیراب  
کرنے کے لئے پانی کے نلوں کا گورنمنٹ کی طرف سے انتظام ہے جس کا پیسہ زمین کے کرایہ  
کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے۔ سائل: سلیمان، پاک گیرج نیس، فرانس۔

۹۲ الجواب بعون الوہاب

ان ملکوں کی زمینیں نہ عشری ہیں نہ خراجی۔ کہ نہ تو یہ زمین مسلمانوں کی مفتوحہ ہے  
نہ مسلمانوں کی ملکیت اس پر مسلم ہے۔ نہ ہی مسلمان بادشاہوں نے بطور حسن سلوک

غیر مسلموں کو لوٹائی ہے۔۔۔ بہرہ و صورت یہاں کی زمینوں کی پیداوار پر عشر واجب ہے کہ فرضیت عشر بے تقیید دلائل شرعیہ سے ثابت ہے "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" وقد صرحوا الفقهاء بان فرضیۃ العشر ثابتہ بالکتاب والسنة والاجماع وبانہ یجب فیما یسن بعشری ولا خراجی، کافی رد المحتار و فی فتاوی الرضویہ مگر زمین کی جو تفصیل سوال میں ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے زمین اور پانی کا کرایہ کاشتکار کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اس پیداوار پر عشر نہیں بلکہ نصف عشر ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم کہ۔۔۔ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ ۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

جامعہ مدنیۃ الاسلام ہالینڈ

## سودی آمدنی خلیفہ ہے اس پر زکوٰۃ نہیں

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان سودی کاروبار دینا ہے (جدا) کرتا ہے وہ مسلم وغیر مسلم سب سے دیئے ہوئے قرض پر مختلف شرح سے نفع حاصل کرتا ہے اور منافع کی رقم کا حساب الگ تھلگ بھی نہیں رکھتا ہے یعنی سود موردوں رقموں کو ایک ساتھ رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں منافع کی رقم پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے یا نہیں جبکہ منافع کی رقم ہر سال کسی نصابوں کو پہنچ جاتی ہے۔ ایسا جواب عنایت فرمائیے کہ ہم کم پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں آسانی آجائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اچھا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

سائل :- مختار (عبدل) یونی سیف اسٹریٹ 5NZ برمنگم (یو کے) U.K

۹۲ الجواد <sup>۷۸۶</sup> هو الہادی الی الصواب

ان ممالک میں بھی مسلمانوں کو قرض دیکر اس سے منافع حاصل کرنا اصطلاحی

سود (ربا) ہے جو عند الشرع حرام ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ حَضْرَتِ عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيمِ نَعْنِي

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ قَرْضٍ جَزْرٌ مُنْفَعَةٌ فَهُوَ رِبَا" (کنز العمال) حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا "ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کی جائے سود ہے" (کنز العمال)

اور رباً مالِ خبیث ہے جس کو لوٹنا واجب ہے۔ اس کا مالک مالک نہیں بلکہ غاصب ہے۔ اور جب ملکیت ثابت نہیں تو اس کی زکوٰۃ بھی نہیں۔ اگرچہ وہ مالِ خبیث نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب سے بھی زیادہ ہو جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے۔۔۔ شخص مذکور فی السوال پر تو بہ فرض ہے اور یہ بھی فرض ہے کہ جس جس مسلمان سے بنام منافع اس نے اپنے دیئے ہوئے قرض پر رقم وصول کی ہے۔ ان سب کو ان کی رقمیں واپس کرے اور اگر وہ لوگ نہ ملیں تو ان کے وارثوں کو حسب سہام شرعی دیدے اور اگر ان کے وارثین کا بھی اتہ پتہ نہ چلے تو ان تمام رقموں کو راہِ خدا میں صدقہ کر دے تاکہ ان کی روحوں کو ثواب پہنچے اور اس غاصب سود خور کے گناہ میں کمی ہو۔ علامہ محمد امین عابدین شامی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لان الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه" ہے۔ تو اس کے ایک حصہ کے صدقہ (زکوٰۃ) کر دینے کا کوئی فائدہ و مثله فی البرازيہ والقنية نہیں۔ اسی طرح یہ مسئلہ فتاویٰ بزاز یا اور قنویہ میں بھی ہے "اب اگر اس کے اپنے مال سے سود کی رقم کا علیحدہ کرنا خاصا دشوار ہے تو جب سے اس نے خبیث مال کو طیب مال میں ملایا اس وقت سے لیکر اب تک جس قدر سال اس پر گزرے ہر سال کی زکوٰۃ پورے مشترک مال پر واجب ہے۔ در مختار میں ہے۔

ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فنجب الزکوٰۃ۔ ۱۱ مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری خادم الافشاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## فرتج وغیرہ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ ۹۱۱: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کے گھر میں اپنی ضرورت کے لئے واشنگ مشین (کپڑا دھونے کی مشین) فرتج آئس بجس (کھانے پینے کے سامان کو ٹھنڈا رکھنے یا برف جمانے کی مشین) مائیکرو ویف (کھانا گرم کرنے کی مشین) وغیرہ موجود ہے۔ اور چاندی یا سونے کے زیورات کا نصاب بھی اس کے پاس موجود ہے تو کیا سامان مذکورہ کی بھی زکوٰۃ دینی واجب ہوگی؟ بینوا و توجروا  
سائل - خادم رسول - سوتر میر - ہالینڈ

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب  
فی زماننا سامان مذکورہ کا شمار ضروریات زندگی یا اثاث خانہ میں ہے جس کا استعمال متوسط گھرانوں میں عام ہو چکا ہے۔ مذکورہ سارے سامان مال تو ہیں مگر مال غیر نامی ہیں لہذا ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے اسکی ادائیگی

مسئلہ ۹۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے، مگر ابتداء سال میں وہ ایک مخصوص رقم علیحدہ کر لیتا ہے اور جب مستحقین زکوٰۃ میں سے کوئی آجانا ہے تو وہ اسی رقم میں سے اس کی مدد کرتا ہے اور جب کسی غریب مسلمان بچی کی شادی بیاہ ہوتی ہے تو وہ اسی رقم میں سے اسکا تعاون کرتا ہے اور جب سال تمام ہوتا ہے بقیہ رقم کو بھی مستحقین میں بانٹ دیتا ہے کیا اس طرح سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟ سائل: خادم رسول، سوتر میر، ہالینڈ

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب  
جب وہ صاحب نصاب ہے تو سال تمام ہونے سے پہلے بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ مستحقین زکوٰۃ کی شادی بیاہ میں اشیاء خورد و نوش یا اشیاء خانہ و پیش



خرید کر اس کی ملکیت میں دے دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس طرح وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھی سبکدوش ہوتا رہتا ہے اور فقراء و مساکین کی بروقت مدد بھی ہوتی رہتی ہے۔

سال مکمل ہونے پر صدقہ کئے ہوئے پیسہ کا حساب کر لے۔ اگر زکوٰۃ کی رقم سے کم صدقہ کیا ہے تو اسے پورا کرے۔ اور اگر زیادہ صدقہ کر دیا ہے تو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں منہا کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء انڈیا ریلینڈ

۲۱ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

## مدیر یا انجمن کی رقم پر زکوٰۃ

۹۱۳ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی دارالعلوم یا مدرسہ یا انجمن میں عام مسلمانوں کی طرف سے امدادی فنڈ میں پیسے جمع ہوتے ہیں اس میں زکوٰۃ و صدقات اور نفلی تبرعات کے علاوہ مدرسہ و انجمن پر وقف شدہ مکانات و اراضیات کی آمدنی بھی جمع ہوتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مدرسہ و انجمن کی جمع شدہ رقم پر (جن سے سیکڑوں نصاب بن سکتے ہیں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا اسحاق دوست علی کامپن ہالینڈ

۹۱۴ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

مدرسہ و انجمن اور ان جیسے دوسرے فلاحی اداروں کی رقموں پر کوئی زکوٰۃ نہیں کیونکہ اس جمع شدہ مال کا کوئی مالک نہیں ہے۔ اور جب کوئی مالک نہیں تو زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ وہ رقم تو نیکی کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے جس کی حیثیت راہِ خدا میں وقف کردہ اموال کی ہے اور مال موقوف پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ

خادم اسلامک فونڈیشن ہالینڈ

## بینک کے منافع پر زکات کی صورت

۹۱۴ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے بینکوں میں جو میعاد کی یا غیر میعاد کی روپے جمع کئے جاتے ہیں ان روپیوں سے بینکوں کے ذریعہ مختلف قسم کی تجارت ہوتی ہے اور صنعت کے کارخانے چلائے جاتے ہیں۔ پھر اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ مختلف کارندوں اور مالکوں پر فیصد کے حساب سے تقسیم ہوتا ہے اور جس نفع کا مختصر حصہ بینک میں جمع کرنے والے حضرات کو بھی ملتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی کی اتنی مالیت بینک میں جمع ہے جس سے ایک نصاب مکمل ہو جاتا ہے تو اس مال پر جو منافع سال کے اخیر میں ملا، کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ عثمان علیخاں۔ روٹرڈم۔ ہالینڈ

۹۱۴ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

سوال میں معاملہ کی جو صورت بیان کی گئی ہے اسے مضاربہ کہا جاتا ہے جس کا منافع کارندہ اور مالک مال دونوں کے لئے حلال ہے۔ سال کے اختتام سے پہلے جو نفع ملے گا نصاب کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ نفع کی رقم پر سال کا گزرنا واجب زکوٰۃ کیلئے ضروری نہیں ہے۔ مثلاً نصاب کا سال یکم محرم کو تمام ہوتا ہے مگر ذی الحجہ کی ۲۹ تاریخ کو ہزار روپیہ نفع کا آگیا تو یکم محرم کو نصاب کے علاوہ اس ہزار روپیہ نفع کی بھی زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## بعض زمین کی زکوٰۃ واجب ہے

۹۱۵ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اس لئے زمین خرید کرتا ہے کہ جب قیمت زیادہ ہو جائے گی تو اس کو بیچ کر نفع حاصل کیا جائے گا۔ اب اگر ایسی کوئی زمین دو سال چار سال تک خریدنے والے کے پاس

رہ گئی تو اس زمین کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا  
عثمان علیخاں، روٹرڈم، ہالینڈ

۹۱۶ الجواب — ہوالہادی الی الصواب

جی ہاں جو زمین فروخت کرنے کے لئے خریدی گئی ہو وہ مال تجارت ہے اور سال تمام ہونے کے بعد مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ اگر وہ زمین دسیوں سال تک فروخت نہ ہو تب بھی ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے گی اور اس بات پر اجماع ہے کہ نقدی یا مال تجارت کی زکوٰۃ سالانہ ڈھائی فیصد (۲ ۱/۲) واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ، القرآن، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۳۲۵ھ

## مہر کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۹۱۶ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی زید سے ہوئی جس کی مہر ایک سونے کا کنگن (۵ گرام) اور پانچ سو ایر و نقد (یورپین کرنسی) مقرر ہوئی۔ کنگن مہر مہر مہر میں زید نے اپنی منگوتہ کو نکاح کے بعد دیدیا اور نقدی چونکہ مہر مہر مہر تھی اس لئے اب تک اس کی ادائیگی نہیں ہوئی ہے۔

کنگن کے علاوہ کوئی اور زیور یا نقدی ہندہ کے پاس نہیں ہے اگر اس کو مہر مہر مہر کی رقم مل جائے تو وہ صاحب نصاب ہو جائے گی۔ واضح ہو کہ نکاح کو ایک سال سے زائد ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مہر کی ملکیت بہر طور بیوی کو حاصل ہے مگر مہر کا کچھ حصہ اس کے پاس ہے اور کچھ حصہ شوہر کے قبضہ میں ہے تو کیا سال گذر جانے پر ہندہ کے اوپر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے گی؟

سائل: محمد ایوب، ریاست علی، کامپن، ہالینڈ

۹۱۶ الجواب — ہوالہادی الی الصواب

بیشک مہر بیوی کا حق ہے مگر جس قدر مہر پر فی الحال اس کا قبضہ ہے وہ نصاب کو نہیں پہنچتی اور جو رقم اُسے صاحبِ نصاب بنا لے وہ اس کے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ دین ضعیف میں مستغرق ہے۔ پھر وہ اپنے شوہر (زید) کو اس کی ادائیگی کے لئے مجبور نہیں کر سکتی۔ پس صورت مسئلہ میں ہندہ پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ صاحبِ نصاب نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ شامی اور تنویر الابصار وغیرہ میں مبسوط کے حوالہ سے ہے۔ دین ضعیف وہو ما یكون بد لاعما لیس بمال کاملہ و بدل الخلع الی اور قاضی خاں میں ہے

وفی الدین الضعیف لا تجب الزکوٰۃ ما لم یقبض ماتی جب تک اس میں سے بقدر نصاب پر قبضہ نہ ہو جائے اور اس پر سال نہ گزر جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء انیدر لینیٹہ

۹ رجب المرجب ۱۲۲۳ھ

## فساق و فحشا کو زکوٰۃ دینا

۹۱۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ کوئی ایسا مسلمان جو شراب اور ہیروین کا عادی ہے۔ اپنی بیوی تک کی جائز کمائی کو ہیروین میں خرچ کر دیتا ہے۔ اگر اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بیسوا وتوجروا

سائل:- محمد رفیق منگل۔ اینجل دونک۔ آمسٹرڈم

۹۲ الجواد <sup>۷۸۶</sup> هو الہادی الی الصواب

اگر وہ مسلمان مستحقین زکوٰۃ میں سے ہے یعنی فقیر مسکین وغیرہ ہے تو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے اور جب وہ پائی گئی تو مشروط کا وجود یقینی پایا جائے گا

لیکن ایسے شخص کو جو گناہ کبیرہ کا عادی ہو اور غالب گمان ہو کہ زکوٰۃ کی رقم کو بھی وہ اسی میں صرف کرے گا تو زکوٰۃ دینا لائق و مناسب نہیں بلکہ دینے والا گنہگار ہوگا۔ قَالَ تَعَالَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ ارشادِ الہی ہے۔ گناہ اور نافرمانی پر کسی کی مدد مت کرو۔  
 طحاوی علی المراقی الفلاح ص ۴۳۵ میں ہے۔

لَا يَنْبَغِي رَفْعُهَا لِمَنْ عِلْمٌ  
 أَنْتَ يَنْفِقُهَا فِي سُرُوفٍ أَوْ  
 مَعْصِيَةٍ أَوْ  
 زکوٰۃ ایسے شخص کو نہیں دینا چاہئے جس  
 کے متعلق علم ہو کہ وہ اُسے اسراف یا  
 گناہ کے کاموں میں خرچ کرے گا۔  
 وَاللَّهُ تَعَالَىٰ عِلْمٌ كَتَبَهُ عَبْدُ الْوَاكِلِ قَادِرِي عَفْرَلَهُ الْقُرْآنُ، اسلامک فونڈ ریسنہ  
 نیدرلینڈ۔ ۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ۔ ۱۵ ستمبر ۲۰۰۲ء



# کتاب الصوم

## (روزوں کا بیان)

### روزہ اور عیدین کا تعین: تاریخ شمسی سے

مسئلہ ۹۱۸ :- حاجی عبدالقیوم، انٹورپ، بلجیم  
۱۸-۲-۱۹۹۵ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بلجیم اور ہالینڈ کی کچھ مسلم تنظیمیں (جن میں اکثریت انڈونیشین، مغربی اور کچھ ترک مسلمانوں کی ہے) یہ سب روزے اور عیدین کے سلسلہ میں سعودی عرب کے اعلانات پر عمل کرتی ہیں۔

اور کچھ تنظیمیں (جن میں اکثریت سورینیائی، ہندوستانی مسلمانوں کی ہے) ہالینڈ کے مقامی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلوں پر عمل کرتی ہیں۔ اور چند جماعتیں (جن میں کچھ سورینیائی اور اکثر پاکستانی مسلمان ہیں) آبزرویٹری اور انگلینڈ میں مقیم علماء کرام کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہیں اور شمسی تاریخوں کے مطابق روزے اور عیدین کے ہفتوں، مہینوں قبل ان کا تقرر کر دیا کرتے ہیں۔ مثلاً فلاں تاریخ کو پہلا روزہ یا عید ہے اور فلاں تاریخ شمسی کو بقر عید ہے۔

مذکورہ تینوں قسموں میں سے شریعت اسلامیہ کے مطابق کون سی تنظیم یا جماعت ہے جو اب دیکر مشکور و ممنون فرمائیں۔ ارکان نور الاسلام، انٹورپ، بلجیم۔

۸۶ جواب ہوالہادی الی الصواب

ہمارے علماء نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ ماہ رمضان یا عیدین

کی آمد کے لئے ستاروں کے ماہرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، کیونکہ روزہ کا وجوب حدیث نبوی کے مطابق ماہ شعبان کے اکمال یعنی تیس دن پورے ہونے پر یا انتیس شعبان کو ماہ رمضان کا چاند ثابت ہو جانے پر موقوف ہے، صرف چاند کی ولادت (نیومون) یا بجملہ دیگر "الفصال شمس و قمر" کا علم ہو جانے پر نہیں ہے۔ چنانچہ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب رکن المحتار (العلامة الشامی لابن عابدین میں ہے۔

صريح به علمائنا من عدم  
الاعتماد على قول اهل النجوم  
في دخول رمضان لان ذلك  
مبني على ان وجوب الصوم  
معلق بروية الهلال لحديث  
"صوموا لروية"

ہم اے علماء نے صراحت فرمائی کہ دخول ماہ رمضان کے سلسلہ میں اہل توقیت کا قول قابل اعتماد نہیں کیونکہ روزے کا وجوب انتیسویں شعبان کو چاند کی رویت بصری پر موقوف ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔

حدیث شریف میں روزہ رمضان کا وجوب رویت ہلال پر موقوف و مبنی رکھا گیا ہے تولید ہلال یا علم ہلال کی سرے سے کوئی بات نہیں ہے۔ پھر بھی ہمارے بعض جدت پسند حضرات نے غالباً خارجی اثر کے دباؤ میں آکر یہاں رویت کا معنی علم فرمایا اور اس بات کی کوشش کی کہ چلئے اگرچہ رویت ہلال (چاند کا سر کی آنکھوں سے دیکھنا) متحقق تو نہیں ہو سکا لیکن آبرو و ٹیڑھی کے ذریعہ نیومون (قران شمس و قمر) کا علم تو حاصل ہو گیا کہ دنیا کے کسی بھی خطہ ارض کے افق پر چاند کی پیدائش ہو چکی ہے اس طرح حدیث نبوی صوموا لروية ای صوموا لعلمه پر تو عمل ہو گیا۔ الامان والحفیظ۔

گر ہمیں ست مکتب و ملا کا طِفلاں تمام خواہد شد  
فقیر اقم الحروف عنی اللہ عنہ اہل علم حضرات کی بارگاہوں میں تو کچھ عرض کرنے کی  
جسارت نہیں رکھتا ہے۔ البتہ سائل کی معلومات میں غالباً اضافہ کے لئے یہ بتانا

ضروری سمجھتا ہے کہ احکام شرع میں خصوصیت کے ساتھ استعمال ہونے والے الفاظ کے وہی معنی و مفہوم حجت ہوتے ہیں جو قرن اول سے آج تک جمہور علماء کے درمیان متعارف ہیں۔ ورنہ دور کیوں جائے؟ جس صوم کے وجوب کا رویت پر انحصار و وقف ہے اس صوم کا معنی شرعی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے اپنے آپ کو باز رکھنا ہے۔ لیکن صوم صرف اسی معنی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے دوسرے معنی بھی لغتوں میں موجود ہیں یہاں تک کہ قرآن عظیم میں بھی صوم کا معنی عدم تکلم (نہ بولنا) ہے تو کیا کوئی مسلمان شرعی معنی سے چشم پوشی کر سکتا ہے جو قرن اول سے آج تک عند العلماء متعارف ہے۔ حاشا وکلاً۔ اسی طرح صلوة حج، زکوٰۃ وغیرہ اصطلاحات شرعیہ کا حال ہے کہ اگر انہیں دوسرے معنوں میں محمول کیا جائے تو نظام شریعت ہی تتر بتر ہو جائے گا۔ گویا وہ ایک موم کا کھلونا ہے جب چاہا جیسا چاہا بنا لیا پھر بگاڑ دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ہاں رویت کا معنی علم بھی ہوتا ہے مگر اس وقت جبکہ اس کے بعد دو مفعول موجود ہوں کیونکہ ایسی صورت میں رویت افعالِ قلوب میں شمار ہو کر متعدی بدو مفعول ہوتی ہے۔ اہل علم کے نزدیک یہ قاعدہ اگرچہ مشہور و معروف ہے مگر سائل کے سکون قلب کے لئے ایک معتمد علیہا حوالہ بھی حاضر خدمت ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں۔

قوله رُوِيَ تَهُمَا (بِضْمِ الرَّاءِ) رُوِيَ تَهُمَا میں رَأَيْتُ کے ساتھ اور ہمزہ جزم کے وسکون الهمزة) وهو من رَأَيْتُ بِالْعَيْنِ فَيَعْدِي إِلَى مَفْعُولٍ وَاحِدٍ وَإِذَا كَانَ بِمَعْنَى الْعِلْمِ يَتَعَدَّى إِلَى مَفْعُولَيْنِ۔

رُوِيَ تَهُمَا میں رَأَيْتُ کے ساتھ اور ہمزہ جزم کے ساتھ ہے (رُوِيَ) جس کا معنی سر کی آنکھوں سے دیکھنا ہے کیونکہ متعدی ایک مفعول ہے (جیسے کہ رُوِيَ تَهُمَا میں صرف ایک مفعول ہے) اور یہی رَأَيْتُ کا معنی جاننے کے بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ متعدی بدو مفعول ہو۔ (عمدة القاری شرح بخاری ۱۰ ص ۲۹۵)

لہذا جو حضرات صوم والرویت میں رویت کا معنی علم سمجھتے ہیں وہ دکھلائیں کہ اس میں دو مفعول کہاں پوشیدہ ہے؟ اور ہرگز نہیں دکھلا سکتے تو



تو اسلاف کرام کا منہ کیوں چڑھاتے ہیں۔

شمسی تاریخوں سے قمری مہینوں کا تعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دونوں کا مستقر و منزل ایک نہیں ہے اس لئے ارشاد ہوا "لَا الشَّمْسُ يَنْتَبِغِي لَهَا أَنْ تَدْرِكَ الْقَمَرَ" پس جو لوگ قمری مہینوں کی ابتداء و انتہا کا حساب شمسی تاریخوں یا آبروٹیری کی اطلاعات پر رکھتے ہیں وہ شریعت کو نہیں اپنی طبیعت کو امام و معتدا بنااتے ہیں۔

سعودی "ام القریٰ" کلینڈر کے مطابق اپنے روزے اور عیدین نیز دیگر تعطیلات کا تقرر کرتی ہے۔ تعطیلات کا تقرر کلینڈر کے مطابق کرنا یہ اس کی مجبوری ہو سکتی ہے لیکن روزے کی ابتداء و انتہا پھر عیدین سعیدین کا تقرر علم ہیبت کے ذریعہ بنائے گئے کلینڈر کے مطابق کرنا اسلامی شرع کے خلاف ہے۔ لہذا مذکورہ دونوں صورتیں (آبروٹیری کے اعلان و اطلاع کے مطابق یا سعودی اعلان کے مطابق) قمری مہینوں کی ابتداء و انتہا اور اس کا تعین، شرعی طریق پر عمل کے قابل نہیں۔

رویت ہلال کمیٹی نیدر لینڈ کا ایک شعبہ مجلس علماء بھی ہے جو بعض امور دینیہ اور رویت ہلال کا فیصلہ کرتی ہے۔ اگر وہ فیصلے حدود شرع میں رہ کر ہوتے ہیں تو وہ قابل تعریف و عمل ہیں۔

سائل نے ہالینڈ کی مسلم تنظیموں کو تین قسموں پر منقسم کیا ہے۔ اب جواب بالا کی روشنی میں اُسے خود فیصلہ کرنا ہے کہ کون کون سی تنظیم اسلامی اصولوں کے مطابق چل رہی ہے اور کون کون نہیں۔ جو تنظیمیں اسلامی اصولوں کے مطابق چل رہی ہوں یقیناً وہی حق پر ہیں اور انہیں کے ساتھ رہنے میں بہتری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء مدینۃ الاسلام ہالینڈ

جہاں چھ ماہ کے دن ہو وہاں روزہ کس طرح رکھیں

۹۱۹ مسئلہ: محمد حسین سلیم، آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ از روئے شرع اسلامی روزہ نام ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے بچنے کا۔ لیکن نظام شمسی کے تحت جن علاقوں (نور تھ پول یا ساؤتھ پول) میں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے وہاں روزہ رکھنا کیونکر ممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکماء اسے عالم کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے بعض خطے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ علاقہ میں اگر مسلم آبادی ہو یا کسی غرض سے مسلمان وہاں پہنچ جائے تو اس پر ماہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو وہ روزہ کس طرح رکھے گا؟ بیٹنوا بالدلیل وتوجروا عند الجلیل۔ حسین سلیم رضوی مسجد امٹھ ڈم

۹۲ الجواب اللہم ھذا بیۃ الحق والصواب

اسلام کی وسعت سائے جہان کو محیط ہے لیکون للعلمین نذیراً جس فرض کا شریعت اسلامیہ میں کوئی بدل ہے اور مکلف فرض کی ادائیگی سے معذور ہے تو اسے بدل کی اجازت ہے۔ مثلاً نماز پڑھنے کے لئے حدیث والوں کو غسل یا وضو فرض ہے لیکن اگر وہ پانی کے استعمال سے معذور محض ہو یا پانی ہی میسر نہ ہو تو اس کا بدل تیمم ہے۔ اسی طرح ایسا مریض جس کے شفا یاب ہونے کی امید نہ ہو یا ایسا ضعیف و ناتواں جس کی طاقت رفتہ کے لوٹنے کا امکان نہ ہو تو ان کے روزوں کا بدل فدیہ ہے

”وَالَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ طَعَامٌ مِّسْكِينٍ“

مقامات مذکورہ میں جو مسلمان ماہ رمضان میں موجود ہوں یا وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائیں اور عاقل و بالغ بھی ہوں تو ان پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ لقولہ عزوجل

”فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ“ اور جب کسی عاقل بالغ مکلف مسلمان نے ماہ رمضان پایا تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ حضرت امام بخاری کی مبسوط فتاویٰ میں ہے ان الصوم قد لزمہ لشہود الشهر اور اگر روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو ہر روزہ کے بدلے میں ایک فدیہ مسکین، فقیر کو دیتا ہے اور جب ایسا موقع میسر آجائے کہ اب روزہ رکھ سکتا ہے تو ان دنوں کے روزوں کی قضا رکھ لے....

دوسری صورت اس کی وہی ہے جو نمازوں کی ہے یعنی اقرب الايام یا اقرب البلاد کے شب و روز کا صحیح اندازہ لگا کر سحری اور افطاری کا صحیح وقت معلوم کریں اور روزے رکھیں۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے کتاب الصلوٰۃ ۸۲۳ء کا مطالعہ کیجئے۔ ویسے اس مسئلہ کی تائید و وضاحت فتاویٰ شامی ص ۲۳۸ اور مطاوی علی الدر المنار ص ۵۰ میں بھی ہے

”يقدر ون في الصوم ليلهم باقرب بلد اليهم  
يمسكون الى المغرب باقرب بلد اليهم على  
ما قاله الزركشي وابن العمار“  
والله تعالى اعلم

کتب عبد الولجد قادری غفرلہ خادم الافشاء جامعہ

مدینۃ الاسلام۔ دی ہیک۔

## جن راتوں میں عشاء کا وقت نہیں آتا ان میں سحری۔

۹۲۰ مسئلہ :- مولانا اسرار الحق صاحب اشرفی دی ہیک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالینڈ اور ملحقہ ممالک میں گرمی کے موسم میں سورج ڈوبنے کے بعد تقریباً آٹھ راتوں میں سورج اٹھا رہے درجہ سے نیچے نہیں ہوتا یعنی ان ممالک میں شفق ابھرنے سے غروب نہیں ہونے پائے صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے ماہ رمضان کے ان ایام میں امساک عن الاکل والشرب لصوم (سحری) کا حکم کیا ہوگا؟ یعنی کب تک سحری کا شرعی وقت رہتا ہے؟

سائل (مولانا قاری) اسرار الحق اشرفی خطیب جامعہ المدینہ فیض الاسلام دی ہیک

۹۲۱ الجواب هو الهادی الى الصواب

ان مخصوص راتوں کے لئے علمائے اہلسنت نے عشاء کا جو آخری وقت اندازہ سے مقرر فرمایا ہے وہی آخری وقت سحری کا بھی آخری وقت ہے۔ کیونکہ وتر اور سحری نالوج ہے عشاء کے اس سے پہلے نہ وتر صحیح ہے اور نہ سحری۔ لیکن جن راتوں میں سورج اٹھا رہے گرمی سے نیچے نہیں جاتا کہ مائل بطلوع ہو جاتا ہے تو جس وقت سورج دونوں اٹھا رہے

ڈگریوں کے درمیان آجائے تو اس وقت ماہ بطلوع ہونے سے پہلے سحری سے فارغ ہو جانا چاہئے۔ اور احتیاط اس میں ہے کہ اگر ان ایام میں سحری نہ کریں تو زیادہ بہتر ہے جو کچھ کھانا پینا ہے سورج کے بارہ ڈگری پر پہنچنے سے پہلے (شفقِ احمر ختم ہونے سے قبل) کھاپی لیں اور بس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری - نوری دارالافتاء - آسٹریڈم

۹ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ

## ہندؤں کے سامانِ افطاری سے افطار کرنا

۹۲۱ مسئلہ :- کلیم الدین انصاری، ترونی قلعہ گھاٹ

۱۴-۸-۱۴۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف کے دنوں میں بعض ہندو روزہ دار مسلمانوں کی بہت عزت کرتے ہیں بلکہ افطاری وغیرہ کا اہتمام بھی اپنی سمجھ میں بہت احتیاط سے کرتے ہیں پھر افطاری کا سامان یا تو مسجد میں بھیجتے ہیں یا چند روزہ دار مسلمانوں کو اپنے یہاں بلا کر افطاری کراتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہندؤں کے یہاں کے بنے ہوئے سامان سے افطار کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور افطاری کا اہتمام کرنے پر ان ہندؤں کو کچھ ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ کلیم الدین انصاری ترونی بازید پور

۹۲۲ جواب بعون الملك الوهاب

إِنَّمَا الْمَشْرُكُونَ نَجَسٌ سے مراد ان کے عقیدے کی نجاست ہے جس سے بچنا مسلمانوں پر اہم ترین فرض ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ عموماً مشرکین کا غسل جنابت ترکِ فرض کی وجہ سے نہیں اترتا تو اس وجہ سے بھی ان کے جوٹھے وغیرہ سے پرہیز کرنا احتیاط کا تقاضا ہے لیکن ان کی بنائی ہوئی چیزوں کے استعمال یا اشیاء خوردنی کے کھانے میں کوئی حرج و ممانعت نہیں اور نہ ان کی بھیجی ہوئی چیزوں سے افطار کرنے کی ممانعت ہے باقی رہا ثواب تو عند الشریع ثواب اہل ایمان کے ساتھ مختص ہے۔ قال تعالیٰ "وَمَا لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ" وہو تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۳ شعبان ۱۴۱۴ھ

## روزہ اور ذیابیطیس (شوگر)

۹۲۲ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مجھے شوگر (ذیابیطیس) کا عارضہ ہے جس کی وجہ سے انسولین کا انجکشن روزانہ چار بار لینا پڑتا ہے اور ماہ رمضان بالکل قریب ہے، ڈاکٹروں نے تو روزہ رکھنے سے روک دیا ہے مگر مجھے آپسے شرعی حکم معلوم کرنا ہے کہ کیا میں ماہ رمضان کا روزہ رکھوں؟ اگر میں روزہ رکھنے میں ہلاک ہوگئی تو اس کا وبال میرے سر تو نہیں ہوگا؟ اور اگر میں روزہ نہ رکھوں تو ترکِ فرض کی وجہ سے جہنمی تو نہیں ہو جاؤں گی؟ امید کہ شافی جواب سے شاد کام فرمائیں گے۔

ہمیشہ شاکر۔ شاردھا۔ آمسٹرڈم

۹۲۶ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

ماہ رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت قطعی ہے۔ لقولہ عزوجل  
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ " اور اس کی شدید تاکید احادیث  
کثیرہ سے ثابت ہیں۔

قواعد الدین ثلاثۃ علیہن  
اسس الاسلام۔ من ترک منہن  
واحدة فھو بہا کافر وحلال  
الدم شھادۃ ان لا الہ الا اللہ  
والصلوۃ المکتوبۃ وصوم رمضان  
ارشاد فرمایا کہ دین کے ستون تین ہیں (غیر صاحبِ  
نصاب وغیر مستطیع کیلئے) جن پر اسلام کی بنیادیں  
ہیں جس نے بھی ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیا وہ  
کافر ہے اور اس کا خون مباح ہے۔ پہلا کلمہ توحید  
کی شہادت دینا ہے، دوسرا نماز پجکانہ اور  
تیسرا رمضان شریف کا روزہ رکھنا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع  
فرضہن اللہ فی الاسلام فمن جاء  
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں  
کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر فرض فرمایا ہے جو ان

بثلاث لم یغنین عنہ شیئاً حتی میں سے تین کو بجالائے وہ انکو کچھ بھی فائدہ  
یاتی بہت جمیعاً الصلوٰۃ والزکوٰۃ نہیں دیں گے یہاں تک کہ سب کو بجالائے  
وصیام رمضان وحج البیت۔ وہ نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کا روزہ اور کعبۃ اللہ

(مسند امام احمد بن حنبل) کاج ہے۔

اس وعید شدید کے سننے کے بعد کوئی مسلمان بغیر عذر شدید کے روزہ  
رمضان چھوڑنے کی جرات نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ ڈاکٹروں کے کہنے پر بھر سہ مت  
کیجئے خود تجربہ کر کے دیکھئے اگر روزے رکھنے سے مرض میں شدت پیدا ہوتی ہے تو  
یہ روزہ نہ رکھنے کے اعذار میں سے ہے آپ روزہ نہ رکھیں بلکہ ہر روزہ کے بدلے  
ایک فدیہ ایک فقیر و مسکین کو دے دیں۔ ایک فدیہ ایک صدقہ فطر کی مقدار ہے۔ اور  
اگر روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے تو ضرور روزہ رکھئے کہ روزہ صحت  
جسمانی کا بھی ضامن ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روزہ کے طفیل صحت بھی مل جائے گی۔ لقولہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "تصوموا تصحوا" (روزہ رکھو صحت حاصل کرو)

المعجم الاوسط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتا عبد الواجد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

## مسافت سفر اور روزہ نہ رکھنے کی نخصت

۹۲۳ مسئلہ :- محمد شریف دین بوس۔ نیدرلینڈ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رمضان المبارک  
کی صبح میں روزہ دار بیدار ہوا، لیکن اسے کسی کام سے امر سفورٹ جانا ضروری تھا  
اس آدمی نے ایک امام صاحب سے مشورہ لیا جو امام صاحب بنگلہ دیش سے تشریف  
لائے ہوئے ہیں اور ان کے پاس عالم، فاضل، ادیب اور مفتی کی سندیں بھی ہیں۔  
امام صاحب نے کہا کہ اس مقام سے امر سفورٹ ساٹھ پنسیٹھ کیلومیٹر ہے لہذا وہاں

جانے کے لئے شرع نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ۶۰/۶۵  
 کیلومیٹر کے سفر کا اگر ارادہ ہو تو کیا وہ مسافر ہو جائے گا؟ پھر اگر اس شخص نے امام صاحب  
 کے کہنے پر روزہ توڑ دیا تو اس کے لئے اور دنوں میں اس کی صرف قضا ہے یا قضا  
 و کفارہ دونوں ہے؟ بینا و توجروا محمد شریف دین یوس، نیدرلینڈ۔

۹۷ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ جس طرح رمضان المبارک میں بے عذر  
 شرعی روزہ توڑنا حرام اور ماہ مبارک کی حرمت کو پامال کرنا نہایت بد انجام ہے اسی  
 طرح کسی مسلمان کا روزہ توڑنا بھی اشد حرام اور مستحق عذاب الیم و آلام ہونا ہے۔ اگر  
 اسلامی آئین و قوانین یہاں بذریعہ امارت نافذ ہوتے تو ایسے جاہل اماموں کو تعزیراً  
 موت تک کی سزا دی جاسکتی تھی۔ پھر بھی مسلمانوں کو رضا کارانہ طور پر اسلامی آئین  
 کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اگر سماجی طور پر اسے تاویسی سزا نہیں دے سکتے تو قطع تعلق  
 تو کر سکتے ہیں۔ یعنی ایسے نام نہاد اماموں سے اسلامی تعلقات ختم کر دیں۔ ہاں اگر وہ  
 صدق دل سے توبہ کر لے، اور امامت کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے اس شرط پر امام  
 بنا سکتے ہیں کہ اب وہ بے تحقیق کے کوئی مسئلہ نہیں بتائے گا۔

قرآن کریم نے ان لوگوں کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے جو حالت سفر  
 میں ہیں یہ ہرگز نہیں ہے کہ ابھی سفر شروع نہیں ہوا اور روزہ کھانے کا اختیار ہو گیا۔  
 العیاد باللہ "لقولہ تعالیٰ: وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ  
 آیاتہم اُخْرُ اور سفر کی حالت میں بھی روزہ رکھنا ہی افضل ہے، سوائے مجاہدین اسلام کے  
 خشکی راستے سے سفر کی مسافت ۲۵۰ میل انگریزی ہے جو موجودہ ناپ  
 میں تقریباً ۹۲ کیلومیٹر بتاتا ہے۔ اس سے کم دوری کا سفر کرنے میں آدمی ہرگز مسافر  
 نہیں ہو سکتا۔ شخص مذکور فی السؤال نے اگر امام مذکور کے کہنے سے روزہ توڑ دیا ہو  
 تو اس پر ایک روزہ قضا کے ساتھ دو مہینے لگاتار (۶۰ دن کا) کفارہ کا روزہ رکھنا اور روزہ  
 رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور ایک

روزہ قضا کا رکھنا۔ اگر شخص مذکور مسافت سفر پر بھی جائے گا ارادہ کر کے روزہ توڑ دیتا جب بھی اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے۔

خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۵۴ میں ہے "المقیم اذا نوى السفر ثم افطر  
تجب الكفارة" اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے المسافر اذا تذكر  
شيئا نسبه في منزله فدخل فافطر ثم خرج قال عليه الكفارة  
والله تعالى اعلم كتبه عبد الواجد قادری غفر له قائد الخطیب بید طیبہ آمسٹرم

۸ ماہ رمضان ۱۳۱۲ھ

## افطار کی دعاء کس وقت پڑھنی چاہئے؟

مسئلہ ۹۲۳ :- نثار علی بسنو وغیرہ - آمسٹرم

۳-۹-۱۳۰۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ افطار کی دعاء ماثورہ (اللَّهُمَّ  
لَكَ صُمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ)،  
کس وقت پڑھنا چاہئے؟ ہالینڈ، جرمنی، بلجیم، انگلینڈ، فرانس اور یورپ کے بیشتر ممالک  
میں افطار سے پہلے اکثر مسجدوں میں جہاں افطاری کا اہتمام ہوتا ہے وہاں افطار سے  
پہلے فاتحہ خوانی ہوتی ہے پھر اجتماعی دعائیں ہوتی ہیں اور انہیں اجتماعی دعاؤں کے  
انخیر میں افطاری کی مذکورہ دعاء پڑھ کر افطار کر لی جاتی ہے پھر افطاری کے بعد نماز  
مغرب سے پہلے کھانا کھانے کے بعد کی دعاء پڑھی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ افطاری کی مذکورہ دعاء افطاری سے پہلے یا افطاری کے وقت  
یا افطاری کے بعد کس وقت پڑھی جائے؟ امید کہ واضح جواب سے مشرف فرمائیں گے کیونکہ  
اس بارے میں یہاں روزے داروں کے درمیان اختلاف ہے۔

نثار علی بسنو، محمد علی سدل، نظام سوکھانی، آمسٹرم، ہالینڈ

۹۲۳ جواب اللہم ھدایہ الحق والصواب

اس سوال کا کافی دوانی و شافی جواب فتاویٰ رضویہ شریف میں موجود ہے



تفصیلی دلائل وہاں سے معلوم کر لین چاہئے۔ مختصر جواب یہ ہے کہ تینوں صورتوں کو علماء اسلام نے اپنی اپنی تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کسی پر بھی عمل کرنے میں شرعی مواخذہ نہیں ہے روزہ بہرہ صورت ہو جائے گا۔ البتہ اگر روزہ دار اس دعا کے ذریعہ استجاب بلا اتباع سنت کا بھی ثواب حاصل کرنا چاہے تو افطاری کے فوراً بعد اس دعا کو پڑھے کہ دعا کے تمام الفاظ بعد افطاری پڑھنے کے متقاضی ہیں۔ اور شرع شریف کا اصول ہے کہ الفاظ منصوصہ کو بے ضرورت شرعی و مجبوری معنی غیر پر محمول نہیں کیا جاتا ہے۔ اس دعا کے الفاظ ماضی پر دلالت کرتے ہیں مثلاً صَمْتُ (میں نے روزہ رکھا) اَصَمْتُ (میں نے ایمان لایا) تَوَكَّلْتُ (میں نے بھروسہ کیا) اَفْطَرْتُ (میں نے افطار کی).... اگر اس دعا کو افطاری سے قبل پڑھی جائے تو واقعہ کے خلاف ہوگا کہ ابھی افطاری کی نہیں اور روزہ رکھ کر رہا ہے کہ میں نے افطار کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ دعا احادیث پاک میں اس طرح مروی ہے ① اِذَا افْطَرَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آعَانِي فَصَمْتُ وَرَزَقَنِي اَفْطَرْتُ ② اِذَا افْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَمْنَا وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْنَا ③ اِذَا افْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ اِنِّى لَعِنِي بِرَجْمِكَ پھلے شرط پھر جزاء۔ اور شرط پر جزاء مقدم نہیں ہو سکتی اس سے روشن ہو کہ افطاری پہلے ہے دعا بعد میں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ كَتَبَ عَبْدُ الْوٰجِدِ قَادِرِي غَفَلَ خَادِمُ الْاِفْتَاءِ نُوْرِي مَسْجِدِ اَمْرُوْمَه

۳، رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

## روزہ اور انجکشن

۹۲۵ مسئلہ :- منعیلم فیضی، برسنگم، انگلینڈ

۲۱-۱۲-۲۰۰۱ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ کے دنوں میں انجکشن یا ٹیکہ لینے سے جبکہ انجکشن کے ذریعہ دوا بدن میں داخل کی جائے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ اگر ٹوٹ جائے گا تو صرف قضا واجب

ہے یا قضا و کفارہ دونوں؟

اور اگر بذریعہ پائپ یا انجکشن کی سوئی کے سوراخ کے ذریعہ غذا معدہ میں پہنچائی جائے تو روزہ رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ اور ٹوٹنے کی صورت میں صرف قضا ہے یا قضا و کفارہ دونوں؟ امید ہے کہ ہر دو سوالوں کا مدلل و مفصل جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

منیر عالم فیضی برمنگم، انگلینڈ۔

۹۲۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

فہم جواب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں چاہئے کہ روزہ کارکن کھانے پینے اور جماع سے باز رہتا ہے اور روزہ کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے۔ اب اگر روزہ کا کوئی رکن فوت ہو جائے تو یقیناً روزہ بھی فوت ہو جائے گا لان انتقاض الشئی عند فوات رکنہ امر ضروری و ذلک بالاکل والشرب والجماع۔ (بدائع الصنائع) اب سوال یہ ہوتا ہے کہ انجکشن یا ٹیکہ ارکان روزہ میں سے کس رکن کو توڑتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ جماع تو ہے نہیں تو اب اکل و شرب کا معاملہ رہ جاتا ہے اگر تحقیقاً یہ بات ثابت ہو جائے کہ انجکشن یا ٹیکہ اکل و شرب ہے یا کھانے پینے کا اطلاق اس پر صحیح ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اکل و شرب کا اطلاق اس پر صحیح نہیں تو روزہ ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

اکل و شرب کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جو کس منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ تک پہنچے اور اسے فائدہ پہنچائے۔ ہدایہ، فتح القدر اور شامی میں ہے ”وصول ما فیہ صلاح البدن الی الجوف“ اور جوف (معدہ) تک پہنچنے کے اصلی اور قدرتی پانچ ہی راستے ہیں۔ حلق، کان، ناک، صبرز (پاخانہ کا راستہ) مبال المرأۃ (عورت کے پیشاب کا راستہ) اور شریح البدن کے مطابق جوف (معدہ) اور دماغ کے درمیان چونکہ قدرتی راستہ ہے تو جو چیز دماغ میں پہنچتی ہے وہ معدہ میں بھی پہنچ جاتی ہے۔ پس جو چیز دماغ کے خلا میں پہنچے گی وہ معدہ میں بھی پہنچ جائے گی۔ جیسا کہ بحر الرائق اور شامی وغیرہ میں ہے والتحقیق ان بین

جوف الرأس وجوف المعدة منفذاً أصلياً فما وصل إلى جوف الرأس وصل إلى جوف البدن، "تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جو کھانے پینے کی چیزیں منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں پہنچ جائیں وہ مفسد صوم ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پائپ یا انجکشن کی سوئی کا اندر دینی خود ساختہ سوراخ منفذ کے حکم میں ہے یا نہیں؟ تو جزئیات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرتی پانچوں راستوں کے علاوہ جائفہ اور اتمہ کی طرح اگر کوئی اور راستہ بن جائے جس کے ذریعہ اصلاح بدن کی چیزیں دماغ یا معدہ میں پہنچائی جائیں تو ان سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ کثر، تبیین اور کبیر وغیرہ میں ہے "داوی جائفہ اوامة بدواء ووصل الدواء الى جوفه او دماغه افطر"

دجائفہ اور اتمہ ایسے زخم ہیں جس زخم کے سوراخ معدہ اور دماغ تک پہنچ جاتے ہیں کہ جب زخم کے سرے پر دوا رکھی جائے تو وہ دوا معدہ یا دماغ میں سوراخ کے ذریعہ پہنچ جائے،

انجکشن اور ٹیکہ کی دوا میں نہ تو کسی منفذ کے ذریعہ معدہ میں پہنچتی ہیں اور نہ دماغ میں تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ ہاں مسام کے ذریعہ جسم اور معدہ و دماغ میں بھی سرایت کر جاتی ہیں تو مسام کے ذریعہ کھانے پینے یا اصلاح بدن کی چیزیں اگر جسم بلکہ معدہ میں سرایت کر جائیں تو شرعاً اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر بالفرض اس سے روزہ فاسد ہو جانا تو ہر متوضی و غاسل کا روزہ فاسد ہو جانا کہ پانی بہر حال مسام کے ذریعہ جسم بلکہ معدہ تک میں سرایت کرتا ہے۔ اسی لئے فتح القدر میں اس کی وضاحت موجود ہے "المفطر الداخل من المنافذ كالمدخل والمخرج لا من المسام"

واضح ہو کہ انجکشن یا ٹیکہ لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اگرچہ معدہ ہی میں انجکشن یا ٹیکہ کیوں نہ لگوایا ہو۔ اور جب روزہ فاسد نہیں ہوا تو نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ پائپ یا انجکشن کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزیں معدہ میں پہنچانا یا سگریٹ و

چرس کا دھواں دماغ میں پہنچانا یقیناً مفسدِ صوم ہے اگر بحالتِ غدر و مجبوری طبیب  
 حاذق کے کہنے کے مطابق پائپ یا سوراخ دار سوئی کے ذریعہ معدہ میں کھانا پینا یا دوا  
 پہنچائی گئی تو اس روزے کی قضا ہے کفارہ نہیں۔ کما فی احکام القرآن  
 واختلفوا فيما وصل الى الجوف من جراحة جائفة او امة  
 فقال ابو حنيفة والشافعي عليه القضاء و سگریٹ یا چرس  
 اگر عمدًا پیا ہو تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ قائم الافشاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۱ دسمبر ۲۰۰۱ء

## مختلمہ بھی بالغہ ہے

۹۲۶ مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے یہاں ایک  
 بارہ سال کی بچی رہتی ہے جس کے جسم پر بالغ ہونے کی کوئی نشانی ظاہر نہیں ہوئی  
 ہے اور نہ ہی اسے حیض آتا ہے۔ البتہ اس نے دو ایک بار ایسا خواب دیکھا جس  
 کی وجہ سے اسے احتلام ہو گیا۔ تو کیا ایسی صورت میں اس پر ماہِ رمضان کا روزہ  
 رکھنا فرض ہو جائے گا؟  
 احمد روزن۔ آمسٹرڈم

۹۲۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

صورتِ مسئلہ میں وہ بچی جسے احتلام ہونا شروع ہو گیا ہے وہ عندالشرع  
 بالغہ کے حکم میں ہے حیض کا نہ آنا یا علامتِ شباب کا ظاہر نہ ہونا اس کی بلوغت  
 کے لئے مانع نہیں ہے۔ اس پر نماز روزے فرض ہو چکے ہیں۔ اگر بارہ سال سے  
 کم عمر میں بھی احتلام ہونے لگے یا جاگتے میں خواہش کی وجہ سے انزالِ منی ہونے لگے  
 جب بھی ایسی بچیاں بالغہ کے حکم میں آجائیں گی اور ان پر احکامِ شرعیہ کا نفاذ ہونے  
 لگے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ

۱۴ رجب ۱۴۲۳ھ

## روزہ اور حیض و استحاضہ

۹۲۷ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ماہِ رمضان میں میاں بیوی کو رات میں کس وقت تک ہمبستر ہونے کی شرعی اجازت ہے؟ اگر کسی عورت کا حیض صبح صادق سے پہلے بند ہو جائے مگر سورج نکلنے کے بعد وہ غسل کرے تو کیا اس پر اس دن کا روزہ ماہِ رمضان میں فرض ہو جائے گا؟ ایام حیض سے اگر زیادہ دنوں تک خون آتا رہے تو ان زیادہ دنوں کا روزہ بھی رکھنا فرض ہے یا اس کی قضا کرے گی؟ تینوں سوالوں کا جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔

سعود حجت۔ آلمیرہ سات۔ ہالینڈ

۹۲۷ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

۱۔ صبح صادق شروع ہونے سے پہلے پہلے میاں بیوی کے درمیان مجامعت کی شرعی اجازت ہے۔ قَالَ تَعَالَى اللَّهُ تَعَالَى نَشَأُ فَرَمَايَا۔

اب تمہیں اپنی بیویوں سے مباشرت کی اجازت ہے۔  
 اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے مقدر فرما دیا ہے اس کو تلاش کرنے کی... تو تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگا (صبح صادق) سیاہ دھاگے (صبح کا دن) سے تمیز ہو جائے۔

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہوا کہ ماہِ رمضان المبارک میں بیوی سے ہمبستری کی اجازت صبح صادق (اختتامِ سحری) تک ہے۔ وہو اعلم

۲۔ آیت مذکورہ ہی سے معلوم ہوا کہ اگر صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے اگر کوئی مسلمان جنبی اور ناپاک ہو پھر بھی اس پر روزہ رکھنا فرض ہے لہذا جس حالت میں عورت کا حیض صبح صادق ہونے سے پہلے منقطع ہو گیا ہو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا فرض ہے۔ ہاں تاخیر سے غسل کرنے کی وجہ سے نماز فجر قضا ہوئی جس کا گناہ اس پر ہوگا۔ وہو اعلم

۳ جب عادت سے زیادہ آیام گذر جائیں اور خون کا سیلان بند نہ ہو تو وہ استحصاضہ ہے اور استحصاضہ کی حالت میں نہ تو نماز معاف ہے اور نہ روزوں کی قضا کی اجازت ہے۔ لہذا عورت مذکورہ فی السؤال عادت کے آیام گذارنے کے بعد غسلِ طہارت کرے، ماہ رمضان کا روزہ رکھے اور ہر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد تازہ وضو کر کے فرض و واجب و نوافل جس قدر چاہے اسی ایک وضو سے پڑھے۔

واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم کتبتہ عبد الواجد قادری عفتلہ، خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۷ جمادی الآخرة ۱۴۲۲ھ

## روزہ دار اور سونگھنے والی دوا

۹۲۸ مسئلہ شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ ایک شخص برونخیتس (نمونیا) کا شکار ہو گیا اور ڈاکٹر نے اس کے لئے ایک قسم کے نسوار کا انتخاب کیا جو دن میں کئی بار منہ یا ناک کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے۔ اگر ماہ رمضان شریف میں اس کا استعمال کیا جائے تو روزہ رہے گا یا فاسد ہو جائے گا؟ جو اسے نواز کر میری مشکلات کو آسان فرمائیں۔

اسماعیل الہی بخش، دی ہیگ، ہالینڈ

۹۲۷ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

نمونیا کے مریضوں کے لئے ہالینڈ کے ڈاکٹر حضرات جن دواؤں کا عموماً انتخاب کرتے ہیں ان میں "VENTOLIN" وغیرہ ہوتی ہے جس کو سانس کے ذریعہ جسم کے اندرونی حصہ میں پہنچائی جاتی ہے۔ لیکن وہ دوا نہ کھانے کی ہے نہ پینے کی اور نہ ہی اس پر کھانے پینے کا اطلاق صحیح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ دوا معدہ یا دماغ میں بذریعہ سانس نہیں پہنچائی جاتی ہے بلکہ پھیپھڑوں تک پہنچانے کی سعی کی جاتی ہے۔ تو کھانے پینے کی نالیوں سے یہ دوا شکم کے اندر نہیں جاتی بلکہ ہوا کی نالیوں کے ذریعہ پھیپھڑے تک پہنچ جاتی ہے۔

تو اس کی مثال زیادہ سے زیادہ اُس ڈراپ کی سی ہے جو احلیل (پیشاب کا راستہ)

کے ذریعہ پیکائی جاتی ہے۔ یا اس انجکشن کی سی ہے جو گوشت میں دی جاتی ہے جو معدہ تک نہیں پہنچتی اور اگر بالفرض وہ معدہ تک بھی پہنچ جائے تو وہ کسی منفذ کے ذریعہ نہیں پہنچی ہے۔ لہذا جس طرح انجکشن اور اھلیل کے ذریعہ پیکائی گئی دو مفسدِ صوم نہیں۔ دوا مذکورہ کا استعمال بھی مفسدِ صوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۱ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

## روزہ اور مانعِ حیض دوائیں

۹۲۹ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ ماہِ رمضان میں روزہ کی وجہ سے ایامِ حج میں طواف اور مسجدِ حرام میں داخل ہونے کی وجہ سے، یا زیارتِ اقدس کے وقت مسجدِ نبوی میں داخل ہونے میں رعایت کی وجہ سے اگر کوئی عورت ایسی دواؤں کا استعمال کر لے جس کی وجہ سے حیض نہ آئے تو کیا حسنِ نیت کی وجہ سے ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے؟

سائلہ: زریعت الرسول معرفت فرحت فاطمہ اسلامک انسٹیٹیوٹ عظیم آباد۔ بہار انڈیا

۹۲۷ الجواد ————— هو الہادی الی الصواب

جہاں تک مانعِ حیض دواؤں کے جائز و ناجائز ہونے کا تعلق ہے تو چونکہ شریعت میں اس کی ممانعت یا اس کے عدم جواز کا کوئی جزئیہ نہیں ہے اس لئے اس کا استعمال ناجائز و گناہ تو نہیں ہوگا۔ البتہ تقدیر الہی میں مداخلت اور بعض بیماریوں کو دعوت دینے کے مترادف ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا زیادہ مناسب ہے۔ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اس عارضہ میں مبتلا ہوئیں تو حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلٰى كَرِيْمٍ اَيْسَى جِزْبَةٍ جَسَّ كَوَاللّٰهُ تَعَالٰى نَعَىٰ حَضْرَتِ بَنَاتِ اٰدَمَ

آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔

اگر عورتیں حیض کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکیں یا طوافِ زیارت نہ کر سکیں تو وہ عند اللہ جواب دہ نہیں ہوں گی اسلئے کہ یہی تقدیر الہی ہے اور مانع حیض دوائیں عورتوں کے رحم اور بچہ دانی پر بُرا اثر ڈالتی ہیں اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبتہ عبدالواجد قادری غفرلہ اسلاک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۳ جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ

## جہاں افطاری کے بعد صبح صادق ہو جاتی ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی و مقنیان ربانی اس اہم مسئلہ میں کہ ماہِ جون، جولائی میں یورپ کے اکثر ملکوں میں سورج غروب ہونے کے بعد شفقِ ابیض یا تو طلوع نہیں ہوتی اور بعض ملکوں میں طلوع ہوتی ہے تو اس کے غروب سے پہلے صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت حال میں روزہ کی ابتداء صبح صادق سے (تقریباً ایک بجکر پچیس منٹ پر) ہو جاتی ہے اور اس کا اختتام غروبِ آفتاب (تقریباً دس سوا دس بجے) کے بعد ہو جاتا ہے۔ اس طرح روزہ تو مکمل ہو جاتا ہے لیکن نمازِ عشاء، تراویح اور سحری کا صحیح وقت نہیں ملتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ غروبِ آفتاب کے بعد اگر فوراً صبح صادق طلوع ہو جائے تو ان ایام میں روزہ کس طرح رکھا جائے گا؟ تفصیل کے ساتھ جواب باصواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔

سائل: افضل کمال۔ بروسیلز۔ بیلجیم

۹۲۶ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب۔

جب ان ملکوں میں رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو یہاں رہنے والے مسلمان مرد و عورت بالغ، مقیم، صحتمند پر پورے ماہ رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے لقولہ تبارک و تعالیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ  
تو اے مسلمانوں! تم میں جو اس مہینہ کو پائے  
فَلْيَصُمْهُ۔  
اسے چاہئے کہ اس کا روزہ رکھے۔



سائل نے جن ملکوں کا ذکر کیا ہے مجھم تبارک و تعالیٰ ان ملکوں میں ہر چوبیس گھنٹے میں صبح و شام ہوتی ہے جس میں روزہ مکمل ہوتا ہے اور بعونہ تعالیٰ یہاں کے مسلمان باشندے روزے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ ان مہینوں میں بندہ ناچیز نے بھی یہاں روزے کی لذت پائی ہے اور نومبر، دسمبر کے روزوں سے زیادہ لطف اٹھایا ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

نماز عشاء اور تراویح سے متعلق یہاں مقیم علماء کرام نے اپنے اکابر کی مدد سے اور اپنے مسلسل تجربات کی روشنی میں نمازوں کا ٹائم ٹیبل (اوقات الصلوٰۃ) ترتیب دیا ہے ہر ملک کے مسلمانوں کو اپنے اپنے علماء کے ترتیب دیئے ہوئے اوقات الصلوٰۃ کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اگر کسی بات میں شبہ ہو تو مرکزی دارالافتاء کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔ جن ملکوں میں دس ساڑھے دس بجے رات میں سورج غروب ہوتا ہے اور ایک بجے رات کے بعد صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے ان ملکوں میں افطاری کے بعد بھی کھانے پینے کا اچھا موقع مل جاتا ہے۔۔۔۔۔ مگر جن ملکوں میں سورج ڈوبتے ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے وہاں کے مسلم حضرات روزہ رکھنے کے معاملہ میں مریض کے حکم میں ہیں کہ شرعاً خوفِ ہلاکت بھی مرض کی طرح مبیح افطار ہے۔ چنانچہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے۔

و خوف ہلاکت و اذیۃ تصکان اعذار مبیحہ میں سے ہلاکت کا خوف اور عقل عاقل و لو ببطش او جوع میں کمی واقع ہونا بھی ہے اگرچہ یہ بات پیاس اور بھوک کی شدت سے پیدا ہو۔

شدید۔

اور فتاویٰ عالمگیری ہندیہ میں ہے۔

ومنہا العطش والجوع کذا اذا اور اعذار مبیحہ میں سے بھوک پیاس ہی کی طرح  
اخیف منها الهلاک الخ ہلاکت کے خوف کا طاری ہونا بھی ہے  
لہذا وہاں کے باشندے اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو روزے کی طاقت  
تو رکھتے ہیں لیکن نہایت کمزوری واقع ہونے یا ہلاکت کا خوف ہے تو وہ ان دنوں  
کی قضا معتدل ایام میں کریں۔ قال تعالیٰ ارشاد الہی۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخْرَىٰ  
تم میں جو بیمار ہو یا حالتِ سفر میں تو ان ایام کی

قضا وہ دوسرے دنوں میں کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبدالواجد قادری غفرلہ وارد حال نوری مسجد آمسٹرڈم

خادم الانشاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ۔ ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ

## اکتیسواں روزہ

۹۳۱ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان اپنی تھپی گزارنے کے لئے ماہِ رمضان شریف میں انڈیا آ گیا۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ دہلی میں گزارا۔ ۲۹ رمضان کو شام کے وقت اُس نے عید الفطر کا چاند دیکھا اور اسی رات میں تقریباً ایک بجے انڈین ٹائم سے بذریعہ K.L.M طیارہ وہ ہالینڈ کے لئے روانہ ہوا اور تقریباً چھ بجے وہ ہالینڈ پہنچ گیا، جبکہ ہالینڈ کے مسلمان اُس وقت سحری کھا رہے تھے کیونکہ ان دنوں میں سحری کا آخری وقت ساڑھے چھ بجے پونے سات بجے تک تھا۔ ہالینڈ کے حضرات علماء کرام و مفتیانِ عظام نے اس کی شہادتِ رویت کو تسلیم نہیں کیا۔ ایسی صورتِ حال میں اس شخص کو تیسویں رمضان المبارک کا روزہ رکھنا ضروری ہے یا اپنی رویت کے اعتبار سے پہلی شوال کا روزہ رکھنا حرام ہے؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب دیکر مابجور ہوں۔

باقر حسین حسین علی۔ ہاردرویک۔ ہالینڈ

۹۳۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواد

جب شخص مذکور اپنے وطنِ اصلی میں پہنچ گیا اور ابتداءً روزہ کا وقت پالیا تو اُس پر اُس دن کا روزہ رکھنا فرض ہو گیا کیونکہ ایسی صورت میں عامۃ المسلمین کی موافقت ضروری ہے۔ ترمذی شریف میں ہے۔

الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفترون والاضحیٰ یوم  
روزہ کا دن وہی ہے جس دن عام مسلمان روزہ  
کھتے ہیں اور عید الفطر اور قربانی کا بھی دن وہی ہے

تصحیح ۱۱  
 اس مضمون کی حدیثیں سنن بیہقی ص ۲۵۲، سنن ابی داؤاد ص ۲۱۸، اور ابن ماجہ شریف ص ۱۲ وغیر ہم کتب احادیث میں بھی ہیں۔ اور ان تمام حدیثوں کا مفاد یہی ہے کہ منفر و شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہ بنائے بلکہ اپنے آپ کو اجتماعیت میں ضم کر دے چنانچہ فتح القدر ص ۱۲۹ میں ہے۔

ان الصوم المفروض یوم یصوم الناس والفطر المفروض یوم یفطر الناس اعنی بقید العموم ۱۱  
 روزہ رکھنا اس دن فرض ہے جس دن عامۃ المسلمین روزہ رکھتے ہیں اور عید الفطر اس دن واجب ہے جس دن عامۃ المسلمین عید مناتے ہیں یعنی عامۃ المسلمین کی قید ملحوظ خاطر ہے۔

فقہاء کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ عام منفر و مسلمانوں کی تو بات الگ ہے اگر مسلمانوں یا سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کردہ قاضی اسلام یا ملک بھر کی مساجد کا امام الائمہ بھی اپنے سر کی آنکھوں سے ماہ شوال کا چاند دیکھ لے جب بھی وہ مسلمانوں کو عید الفطر کا حکم نہیں دے سکتا ہے اور اگر اسکے مقتدیوں نے اس کے کہنے پر عید کر لی تو سب فرض کے تارک اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے  
 لورائی الامام وحده او القاضی وحده هلال شوال لا ینخرج الی المصلی ولا یأمر الناس بالخروج ۱۱  
 اگر شوال کا چاند صرف امام شہر یا صرف قاضی شہر نے دیکھا تو وہ صرف اپنے دیکھنے کی بنیاد پر نماز عید ادا نہیں کرے گا اور نہ لوگوں کو عید گاہ جانے کا حکم دے گا۔

بہر حال صورت بالائیں اس شخص کو تیسویں ماہ رمضان کا روزہ رکھنا ہوگا اور اگر اس کا تیس روزہ ہو چکا ہو تو اکتیسواں روزہ بھی رکھے کیونکہ ہالینڈ کے علماء کرام کے نزدیک نصاب شہادت پوری نہ ہونے کی وجہ سے ابھی ماہ رمضان شریف کا خروج متحقق نہیں ہوا ہے اور جب ماہ رمضان موجود ہے تو روزہ رکھنا فرض ہے۔  
 بحر الرائق ص ۲۶۶ اور تبیین الحقائق ص ۳۱۹ میں ہے۔

ان المنفرد برأية هلال رمضان شخص واحد اگر ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا  
 اذا صام واكمل ثلثين يوماً شروع کیا یہاں تک کہ تیس روزے پورے ہو گئے پھر بھی  
 لم يفطر الا مع الامام وہ افطار نہ کرے مگر امام شہر (قاضی) کے ساتھ۔

والله تبارك تعالیٰ علم کتب عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۵ - ۲ - ۱۴۱۷ھ

## سحری کے لئے جگانے کا اہتمام

۹۳۲ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ  
 ہمارے شہر میں مدتِ مدید سے اختتامِ سحری سے پہلے روزہ داروں کو سحری کے لئے اٹھانے  
 کا رواج ہے۔ جس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر کا چلن عام نہیں ہوا تھا اس وقت لوگ ٹینہ بجا کر  
 یا لاٹھی زمین پر مار کر سحری کے لئے لوگوں کو بیدار کرتے تھے۔ پھر اس میں حمد و نعت کے  
 ترانے بھی گائے جانے لگے۔ اور جب لاؤڈ اسپیکر کا چلن عام ہو گیا تو محلہ محلہ کی مسلم  
 کمیٹیوں نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ خوابیدہ لوگوں کو بیدار کرنا شروع کیا پھر اسی لاؤڈ اسپیکر  
 پر حمد و نعت اور ماہِ رمضان کی منظوم فضیلت بھی پڑھنا شروع کیا۔ بعض لوگ اس  
 طریقہ کو سراہتے ہیں اور بعض لوگ اس کو بدعتِ سیئہ یعنی ناجائز سمجھ کر روکنا چاہتے ہیں  
 سوال یہ ہے کہ از روئے شرع موجودہ طریقہ بیداری جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ جواب با صواب  
 کا منتظر۔ سائل :- نور الحسنین محلہ بھگیو۔ در بھنگہ۔ بہار۔ انڈیا

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

کسی اچھے کام کی انجام دہی کے لئے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر خواب سے بیدار کرنے  
 کی سعی کرنا اچھا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے "تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ  
 التَّقْوَىٰ دُنْیَا دُنْیَا اور پرہیزگاری پر مسلمانوں کی مدد کرو) اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا  
 فرمان عالیشان ہے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ  
 فَلْيَنْفَعْ دُنْیَا دُنْیَا جو مسلمان بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہئے

نفع پہنچائے، نماز تہجد عام مسلمانوں کے لئے واجب یا فرض نہیں ہے پھر بھی زمانہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں نماز فجر کی اذان سے پہلے ایک اذان دی جاتی تھی جس کو سنکر مسلمان نماز تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے تھے اور انہی بنیادوں پر مسلم ممالک میں افطار و سحر کے لئے مسلمانوں کو بذریعہ سائرن یا بذریعہ توپ وغیرہ کے باخبر کرنے کا رواج ہے جس کو آج تک کسی مولوی نے ناجائز بدعت سنیہ نہیں کہا۔

صورتِ مسؤلہ میں سائرن یا توپ کی گھن گرج نہیں ہے بلکہ حمد و نعت اور جائز نظموں پر مشتمل مسلمانوں کی آوازیں ہیں جس کو بدعت سنیہ کہنے کی جرأت وہی کرے گا جس کو حمد و نعت شریفین سے لٹھی دوری ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) ہاں قافلہ والوں کو اس بات کا اچھی طرح خیال رکھنا ہوگا کہ آوازیں ضرورت سے زیادہ بلند نہ ہوں کہ بیماروں، طالب علموں اور غیر مکلفین کو اذیتیں محسوس ہوں۔ اَلْحَمْدُ اِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۝ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ، قوری دارالافتاء، لوزی سجدہ آمسٹرڈم

۱۴ سوال المکرم ۱۳۰۵ھ

## شب قدر وغیرہ میں چراغاں

۹۳۳ مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء ہدیت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ شب قدر، شب برات، شب معراج اور شب ختم تراویح وغیرہ میں مسجدوں کے اندر یا عام شاہراہوں پر چراغاں کرنا، فضول خرچی میں شامل ہو کر ناجائز و حرام ہے یا اہم راتوں کی اہمیت کا اظہار کر کے مباح و باعث اجر و ثواب ہے؟ بینوا و توجروا  
ایس۔ ایم ریاض الحسن۔ البرٹ کیپ۔ آمسٹرڈم

۹۲۶ الجواب۔ هو الہادی الی الصواد

معمول سے زیادہ روشنی کے متعدد وجوہات ہیں ① کسی جگہ لوگوں کی بھڑ بھار جیسے جلسہ و جلوس اور بارات وغیرہ کا ہونا ② لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت

ہونا جیسے بازاروں اور دوکانوں کا سینٹر وغیرہ ③ کسی اہم واقعہ کا اظہار مقصود ہونا جیسے عید میلاد النبی، شب معراج، شب برأت، شب قدر ختم قرآن پاک، یوم آزادی، بزرگوں کا ایام عرس وغیرہم ④ کسی اہم معاملہ کی اہمیت کا اظہار و اعلان مثلاً علماء کی دستار فضیلت اور حفاظ و قراء کی دستار کا جلسہ اگر رات میں ہو اور نکاح کا اعلان اگر رات میں ہو وغیرہ ⑤ اپنے مال و دولت یا اپنی بڑائی کا اظہار بذریعہ روشنی کرنا۔۔۔۔۔ پانچویں صورت اسراف میں داخل ہو کر ناجائز و حرام ہے مگر اول الذکر صورتوں کے جائز و مباح اور باعث اجر و ثواب ہونے میں کسی عامی کو بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ مانعین حضرات اور بدعت کا وظیفہ پڑھنے والے ان تمام مواقع پر چراغاں کرنے میں سینوں سے کم نہیں ہیں۔

شب میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں چراغاں کے جائز ہونے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ خود سید کائنات علیہ افضل الصلوات نے ارشاد فرمایا کہ :  
میری ولادت کے وقت ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ میری والدہ نے اس روشنی میں ملک شام کے محلات کو دیکھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب فضل رید المسلمین علیہم السلام)  
مخصوص راتوں میں مسجدوں یا مسلمانوں کی آمد و رفت کے راستوں کو چراغوں سے منور کرنا نہ صرف مباح بلکہ حسن نیت کی وجہ سے باعث اجر و ثواب ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں ابن عساکر سے نقل کیا اور انہوں نے اسمعیل بن زیاد علیہم الرحمہ سے تخریج کی کہ

متر علی ابن ابی طالب علی  
المسجد فی رمضان وفیہا  
القنادیل فقال نور اللہ  
علی عمر فی قبرہ کما نور  
علینا فی مساجدنا۔  
حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک کے مہینے میں مسجدوں کے قریب سے گزرے جن میں تندیلیں روشن تھیں تو حضرت عمر کو انہوں نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ عمر کی قبر کو روشن فرمائے جیسا کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا۔

یہ ہیں سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

زمانہ مبارک میں مسجدوں کے اندر ماہ رمضان میں چراغاں ہوتا تھا جس کو عام صحابیوں کے علاوہ خلیفہ راشد باب العلم فاتح خیر یدنا مولیٰ علی نے دیکھا اس کی تصویب فرمائی اور چراغاں کرنے والے کو دعا دی۔

حضور انور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد گرامی فرماتے ہیں۔  
**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء تم پر میرا اور خلفاء راشدین کا طریقہ**  
**الاشدین۔** لازم ہے۔

**نوٹ:**۔ مخصوص راتوں میں آرائش وزینائش کے لئے یا مسلمانوں کو سہولت پہنچانے کے لئے مسجدوں یا شاہراہوں پر جو روشنی ہوتی ہے وہ مسلمانوں کے عام چندہ سے ہونا چاہئے جو اسی کام کے لئے وصول کیا گیا ہو۔ مسجدوں، قبرستانوں اور مسلم تنظیموں کی رقمیں جو کسی اور کام کے لئے اکٹھی کی گئی ہوں۔ چراغاں میں صرف نہ کیا جائے۔ کیونکہ چندہ کی رقم اسی کام میں لگانا ضروری ہے جس کام کے لئے وصول کیا گیا ہے۔

چراغاں سے اگر کسی دینی غرض کا حصول نہ ہو یا چراغاں حد اعتدال سے باہر ہو تو پھر اس کا حکم کچھ اور ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 حکمہ عبد الواحد قادری غفرلہ، نوری دارالافتاء، نوری مسجد، مسٹر ڈومہ

۲۷ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ

## ماہ رمضان میں اعلانیہ کھانا پینا

مسئلہ ۹۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض مسلمان اپنے دفتروں میں عیسائیوں، یہودیوں کے سامنے رمضان شریف کے دنوں میں بے جھجک کھاتے پیتے رہتے ہیں ان کے بارے میں اسلامی شریعت کا کیا حکم ہے؟

ہارون رشید۔ وارد حکال سلیم

۸۶

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

ایسے لوگ شعارِ اسلامی کی کھلے عام توہین کرنے والے اور دین کا مذاق اڑانے والے ہیں۔ ایسے لوگ اگر بے عذر شرعی ماہِ رمضان کے دنوں میں روزے کھاتے ہیں تو حکومتِ اسلامیہ پر فرض ہے کہ انہیں قتل کر دے یا عمر قید کی سزا دیدے۔ کما فی الدر المختار فی کتاب الصوم۔

ولو اکل عمدًا شہرۃً اگر کوئی مکلف مسلمان جان بوجھ کر ماہِ رمضان کے دنوں میں علی الاعلان کھائے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ بلا عذر یقتل۔

حدود و قصاص کی طرح ضروریاتِ دین کے منکرین و موہنین کی شرعی سزا حکومتِ اسلامیہ میں قاضی کی جانب سے جاری ہوتی ہے۔ جہاں اسلامی حکومت نہیں وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے اسلامی قطع تعلق کریں تاکہ اس کے ساتھ وبال و نکال میں مبتلا نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کنز عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافناء والقضاء، مجلس علماء بنیدر لینڈ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

## شش عید کے روزے

۹۳۵ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ماہِ رمضان شریف کے بعد شوال کے چھ روزے کا رکھنا واجب ہے یا فرض؟ اگر یہ روزے چھوٹ جائیں تو اس کی قضا آنے والے مہینوں میں رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ واضح جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیں۔

المستفتی:۔ (حافظ) سجاد علی قادری خطیب الغوثیہ اسلامک سنٹر مغربی امرٹرم لینڈ

۸۶

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

ماہِ شوال کے چھ روزے (جس کو شش عید کے روزے بھی کہتے ہیں) نہ فرض ہیں نہ واجب بلکہ سنت ہیں جس کی ترغیب و فضائل احادیث کریمہ میں بہت



ہیں رسول اکرم سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد گرامی فرمایا  
 ”جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد ماہ شوال کے چھ روزے  
 رکھے تو گویا اس نے سال بھر کا روزہ رکھا،“ (مشکوٰۃ المصابیح)

ان روزوں کا ماہ شوال میں مسلسل یا فصل کے ساتھ دونوں طرح رکھنا درست  
 ہے۔ ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی، یہ روزے چونکہ سنت ہیں اور سنت کے چھوٹ جانے  
 کی قضا واجب نہیں۔ ہاں اگر کسی نے ماہ شوال کے بعد ان روزوں کو رکھا تو اس  
 کا شمار نفل روزوں میں ہوگا۔ شش عید کے روزوں کی فضیلت وہ نہیں پائے گا۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ خادم الافشاء، القرآن

اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۲۱، سوال المکرم ۱۴۲۳ھ



# کتاب الحج

## حج و زیارت کا بیان

### بغیر محرم کے عورتوں کا سفر حج پر جانا

۹۳۶ مسئلہ: محمد عبد الحکیم بٹ بون، جرمنی

۱۳-۴-۱۹۹۰ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ کے لئے یا اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں جانے کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز دو چار گھنٹوں کا سفر بغیر محرم کے کرنا عفت مآب عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک محرم یا شوہر نے اسے ایک ایئر پورٹ کے اندر تک پہنچایا۔ اور دوسرے ایئر پورٹ پر جہاز اترنے کے بعد اسے دوسرا محرم مل گیا۔ درآنحالیکہ راستہ میں امن و سکون اور جہاز میں حفاظت کا پورا انتظام ہے۔ اگر از روئے مذہب حنفی اس مسئلہ میں رخصت کی گنجائش ہو تو ایسی صورت نکالی جائے کہ عورتوں کا بغیر محرم کے دینی مفاد کے لئے سفر کرنا جائز و مباح ہو۔

سائل: محمد عبد الحکیم بٹ۔ اشاعت الاسلام جرمنی

۷۸۶

الجواد هو المحیب الوہاب

مسافت سفر پر عورتوں کا بغیر محرم یا شوہر کے سفر کر کے تنہا جانا یا فاسق و فاجر محرم کے ساتھ جانا، یا نابالغ محرموں کے ساتھ جانا یا بقول بعض عورتوں کی جماعت کے ساتھ جانا، یا بے نفس ساٹھ ستر سال کے متدین بزرگوں کے ساتھ جانا سب ناجائز و حرام نہایت بد انجام خلاف مذاہب اسلام ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت بعض فناویوں کے علاوہ فقیر کاتب الحروف نے اپنی کتاب ”حج کے مسائل“ اور ”حیا مفسر اعظم“

میں کر دی ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهِمَا۔ یہاں ہوائی جہاز کے ذریعہ عورتوں کو بغیر محرم کے سفر کرنے میں جو مفاسد ہیں ان میں سے بعض مفاسد کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ احادیثِ کریمہ میں عورتوں سے متعلق وارد ممانعت کی عظیم حکمتیں ظاہر ہوں، ھُوَ الْوَلِيُّ التَّوْفِيقِ

① شوہر یا محرم بیوی یا محرمہ کو سفر پر رخصت کرنے کے لئے ایئر پورٹ (ہوائی اڈہ) تک گیا، سیکورٹی نے ایئر پورٹ کے گیٹ پر ٹکٹ دیکھا اور مسافر کو اندر جانے کی اجازت دی۔ شوہر یا محرم وہاں سے واپس ہو گیا اب اندر کے تمام حلوں سے اسے بغیر محرم کے گزرنا پڑے گا، اور اجنبیوں کے ساتھ اس کا بات چیت کرنا ناگزیر ہوگا۔

② اور اگر فرض کر لیں کہ شوہر یا محرم اس کے ساتھ ایئر پورٹ کے اندر چلا گیا جہاں اس نے سامان کی جانچ کے بعد اسے بک کر دیا۔ سیٹ نمبر کنفرم ہو گیا، گیٹ پاس بھی مل گیا تو کیا اب ایئر لائن والے اس شوہر یا محرم کو بغیر اسی وقت کے ٹکٹ اور گیٹ پاس واپس پورٹ کے وینگ روم کی طرف جانے کی اجازت دے دیں گے؟ اب تو وہ اجنبیوں کے درمیان تنہا رہ گئی۔

③ فرض کیجئے ایئر لائن والوں نے بھی اسے آگے جانے کی اجازت دے دی اور وہ وینگ روم میں اپنی بیوی یا محرمہ کی عصمت کی حفاظت کرتا رہا اور کسی افتاد کی صورت میں وہ اس کا محافظ ثابت ہو سکتا تھا مگر کیا اب وینگ روم سے جہاز میں بھی جانے کی اسے اجازت مل جائے گی؟ تو اب وہ عورت کس کی نگرانی میں جہاز کے اندر داخل ہو کر اپنے سیٹ تک پہنچی؟

④ یہ بھی فرض کیجئے کہ اسے جہاز میں شوہر نے پہنچا دیا وہ اطمینان سے سیٹ پر بیٹھ گئی اور شوہر واپس آ گیا۔ اب یہ کیا ضروری ہے کہ اس کے اگلے بغل کی سیٹیں خالی جائیں یا خواہی نہ خواہی ان سیٹوں پر عورتیں ہی آئیں۔ لہذا منطوق ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے پہلو بہ پہلو سفر کرے۔

⑤ اگر یہ بھی فرض کیجئے کہ ان کے اگلے بغل شریف عورتوں ہی کو بیٹھنے کی جگہ ملی تو بھی

یہ کیا ضروری ہے کہ جو جہاز روانہ ہو چکا ہے وہ اپنی منزل پر پہنچ ہی جائے وہ کسی ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے لوٹ بھی سکتا ہے اور بعض غیر مانوس مقامات پر اتر بھی سکتا ہے اس وقت کی پریشانیوں اور عصمت و عفت کی حفاظت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

⑥ چلے مان لیجئے کہ حفظ و امان کے ساتھ مقرر ہوائی اڈہ تک جہاز پہنچ گیا، کوئی فضائی خرابی نہ ہونے یا حادثاتی روکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے جہاز خیریت کے ساتھ لینڈ بھی کر گیا۔ اب جو محرم اسے لینے کے لئے آنے والا تھا وہ کسی ناگہانی حادثہ کے سبب سے ایئر پورٹ نہیں پہنچ سکا۔ اس وقت اس کی کمپری کا کیا حال ہوگا؟ اگر غور کیجئے تو اس طرح کی درجنوں حکمتیں سامنے آجائیں گی۔

عورتوں کے لئے محرم کے بغیر سفر کرنے کی ممانعت کی حکمتیں جان لینے کے بعد حضور پر نور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم اور قرآن پاک کے تَبْيَانِ الْكُلِّ شَيْءٍ کا اندازہ و یقین ہوتا ہے۔ لوگ حج اور شاعتِ دین کا نام لیکر عورتوں کے سفر کی رخصت تلاش کرتے ہیں۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام حج ہی میں ممبر اقدس پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا لَا تَسَافِرْ امْرَأَةُ الْاِمْعِ ذِي مَحْرَمٍ "کوئی عورت سفر نہ کرے مگر محرم کے ساتھ۔"

یہاں دنوں کی قید نہیں ہے بلکہ مطلقاً سفر سے منع فرمایا گیا ہے اور منع فرمانے میں جو حکمتیں ہیں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سائل نے رخصت کی راہ نکالنے کی فہمائش کی ہے۔ سائل کے اندر یہ حیرت

اس لئے پیدا ہوئی کہ علماء کہلانے والے حضرات نے شریعت میں اس قدر بیوند کاریاں کی ہیں کہ عوام نے بیوند کاریوں کے مجموعہ کا نام شریعت سمجھ لیا ہے ورنہ یہ پڑھی لکھی عوام بھی جانتی ہے کہ منصوص مسائل تغیر و تبدیل کے اثرات قبول کرنے سے پاک ہیں

وہ زمان و مکان کے بدلنے سے نہیں بدلتے بلکہ زمان و مکان کے احوال کو بدل دیتے ہیں۔ الاسلام یعلو ولا یُعْلٰی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتب عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء جامعہ منبجہ الاسلام



جواب میں یہ کہتے ہیں۔

لَا لَبِيكَ لَأَسْعُدِيكَ حَتَّى تَرْضَى  
 مَا فِي يَدِيكَ وَحَجَّكَ مَرْدُودٍ  
 عَلِيكَ (ارشاد الباری)

نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت مقبول۔ جب  
 تک حرام مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس نہ  
 کر دے۔ تیرا حج تجھی پر مردود ہے۔

جب حلال کمائی اس قدر اس کے پاس نہیں کہ حج کر سکے اور وہ حج کرنا ہی چاہتا  
 ہے تو کسی سے بنیت ادائیگی قرض لیکر حج کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الافناء جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیگ

۸ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ

## عورتوں کا فرضی محارم کے ساتھ حج کرنا

۹۳۸ مسئلہ :- فیاض عالم، ولیف سین، ہالینڈ

۱۳۱۹-۱۱-۵

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حج کے موسم میں یہاں  
 کئی لوگ حجاج کرام کی جماعت کو حج و زیارت کے لئے لے جاتے ہیں۔ مسائل حج،  
 مقامات حج، مقامات زیارت وغیرہ سے حاجیوں کو آگاہ کرتے ہیں اور حج و زیارت  
 کا شرعی طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ حجاج کرام کی جماعت میں بوڑھے، جوان، عورت و مرد  
 سب ہی ہوتے ہیں۔ اکثر بوڑھی عورتوں کے ساتھ ان کے محارم یا شوہر نہیں ہوتے بلکہ  
 حج میں لیجانے والے حضرات ہی فرضی محارم بن جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی حج میں لیجانے  
 والوں کو اپنا بھائی کہتی ہے کوئی چچا اور بیٹا کہتی ہے۔ بس انہی سب ناموں کے ساتھ  
 وہ ویزا حاصل کر لیتی ہیں کہ میرے ساتھ مثلاً میرا فلاں بھائی یا فلاں بیٹا یا فلاں چچا وغیرہ  
 جا رہا ہے حالانکہ وہ حضرات نسبتاً بھائی ہوتے ہیں نہ بیٹا اور چچا وغیرہ۔ یہاں کے بیشتر  
 مسلمان اس دھوکہ دہی کو معیوب اور خلاف شرع سمجھتے ہوئے ان عورتوں اور حج میں  
 لیجانے والے حضرات سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح سے عورتوں کو حج  
 میں لیجانا، ان کا فرضی محرم بنا کر جانز ہے یا نہیں؟ جو لوگ ایسے حجاج کرام سے قطع

تعلق کرتے ہیں اور ایسی عورتوں سے بیزارگی کا اظہار کرتے ہیں وہ صحیح کرتے ہیں یا نہیں؟ ان عورتوں کا حج فرض یا نفل ادا ہوتا ہے یا نہیں؟

فیاض عالم منیر عالم، دلف بھین، بالینڈ

۹۲۶ الجواب واللہم ھدنا لیلۃ الحق والصلوٰۃ

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا کا ثواب ہے تَعْلَوْا  
عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ حج کے مسائل بتانا۔ مقامات حج کی معلومات فراہم کرنا اور زیارت  
کے آداب سکھانا مطلوب و محبوب شرع ہے۔ حج میں لیجانا، حجاج کرام کی خدمت کرنا،  
ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا بہت خوب بلکہ خوب سے خوب تر ہے۔

عورتیں جوان ہوں یا ستو سالہ بوڑھی پھر سفر دنیاوی ہو یا دینی بہر حال مسافت  
سفر طے کرنے کے لئے ان کے ساتھ محارم یا شوہر کا ہونا لازم و ضروری ہے جسکی ناکیدیا  
احادیثِ کریمہ اور کتب فقہ اسلامی میں آئیں (جسے تفصیلی معلومات درکار ہو وہ کاتب  
المحرف کی کتاب "مسائل حج" اردو اور ڈچ کا مطالعہ کریں)

فرضی محارم بنانا نہ صرف حکومت کو دھوکہ دینا ہے بلکہ حکم شرع کے ساتھ بھی غداری  
ہے جس کا وبال لیجانے والے اور جانے والیوں سب پر ہے۔ خدا اور رسول جلت و علی  
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان نافرمانوں سے قطع تعلق کرنا ہی چاہئے۔ ایسی عورتوں  
کا حج فرض تو اتر جاتا ہے مگر وہ قدم قدم پر گنہگار ہوتی ہیں اور حج نفل سرے سے تو  
ہوتا ہی نہیں کیونکہ نفل کی آرزو میں وہ حرام کا اقدام کرتی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ ان مسائل  
کی تفصیل فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت، اور فقہ اسلامی کی دوسری کتابوں سے معلوم کرنا  
چاہئے۔ واللہ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیڈرلینڈ۔ ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ

## بغیر احرام کے میقات سے گزرنا

۹۳۹ مسئلہ :- حبیب الرحمن نورسی۔ الکنار، بالینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بغرض تجارت

و ملازمت مکہ مکرمہ جانا ہے عمرہ یا حج کا ارادہ نہیں ہے ایسی صورت میں اسے میقات سے احرام کے ساتھ گزرنا چاہئے یا بغیر احرام کے بھی گزر سکتا ہے؛ اگر بغیر احرام کے گزر گیا تو مکہ شریف پہنچ کر اسے کیا کرنا چاہئے۔ حسیب الرحمن لوزکی، بزم رضا الکنار، نیدرلینڈ

۹۲ الجواد ۸۶

مکہ مکرمہ میں حاضری احرام کے ساتھ ضروری ہے خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت و ملازمت کا، یا کچھ بھی ارادہ نہ ہو۔ المبسوط میں ہے۔

لیس لاحد ینتھی الی المیقات  
اذا اراد دخول مکة ان یجاوزها  
الا باحرام سواء کان من قصده  
الحج والقتال والتجارة  
جس شخص نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی نیت  
کی خواہ حج و جہاد کی نیت ہو یا تجارت کی اسے  
بغیر احرام کے میقات سے گزرنا حرام  
نہیں۔

فتح القدر ص ۲۱ میں ہے۔

ان جمیع الکتب ناطقة بلزوم  
الاحرام علی من قصد مکة سواء  
قصد النسب اولا ۵  
تمام کتب فقہیہ میں وضاحت ہے کہ مکہ مکرمہ میں  
جانے کی نیت سے احرام میں ہونا لازم ہے خواہ مکہ  
شریف میں حاضری حج کے لئے ہو یا نہیں۔

اگر کوئی شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو گیا تو اس پر عمرہ یا حج لازم ہو جاتا ہے پھر  
اگر وہ شخص حج یا عمرہ کا احرام وہیں باندھ لے تو اس پر ایک دم لازم آتا ہے۔ اور اگر احرام کے  
لئے کسی میقات کی طرف لوٹ گیا تو دم ساقط ہو جائے گا مگر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے  
کی وجہ سے اسے توبہ کرنی ہوگی۔ وتفصیله فی البدائع۔ واللہ اعلم

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ، دارالافتاء القرآن، ۷ رذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

## پہنڈ طوافوں کی نماز ایک بار پڑھنا

مسئلہ ۹۲۰ :- منزل حسین فریدی، بریڈ فورڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کیا ہر طواف (ساتھ چکر) کے



بعد دو رکعت صلوٰۃ الطواف پڑھنا واجب ہے؛ یا چند طوافوں کو اکٹھا کر کے ایک ہی مرتبہ طواف کی نماز پڑھ لینا کافی ہے۔ اور کیا دو یا تین طوافوں کے بعد دو رکعت نماز طواف ہی کافی ہے؟ تینوں سوالوں کا جواب درکار ہے۔

منزل حسین فریدی، بریڈ فورڈ، انگلینڈ

۹۱۶ الجواب

جی ہاں ہر طواف کے بعد جب وقت مکروہ نہ ہو دو رکعت نماز طواف کا پڑھنا واجب ہے۔ چند طوافوں کو اکٹھا کر کے سب کی نماز ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے جبکہ وقت مکروہ نہ ہو اور اگر طواف وقت مکروہ میں کیا۔ مثلاً فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک یا عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک یا وقت استواء سے وقت زوال تک تو ان صورتوں میں جتنے طواف کئے گئے سب کی نماز طواف وقت مکروہ نکلنے کے بعد بیک وقت بالاجماع مکروہ نہیں۔ کما فی الشامی ص ۲۲۲۔ فتاویٰ شامی میں ہے۔

یکرہ عندہما الجمع بین اسبو کہ دو یا زیادہ طوافوں کی نماز کو جمع کرنا شیخین عین او اکثر..... وفيہ ایضاً۔ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور اسی شامی میں یہ... والخلاف فی غیر وقت الکراہۃ بھی ہے کہ یہ اختلاف غیر وقت کراہت میں ہے لیکن اتفاقاً خلافہ خلا بیکرہ بالاجماع ۱۱ وقت کراہت کی وجہ سے کسی طوافوں کی نماز کو ایک ساتھ پڑھنا بالاتفاق مکروہ نہیں

دو یا تین طوافوں کے بعد دو یا تین دو گنا پڑھنا واجب ہے ایک دو گنا سب کے لئے کافی نہیں۔ واللہ اعلم کہ عبد الولجد قادری جامعہ مدنیۃ الاسلام دی ہیگہ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

شہرہ یا محرم اگر درمیان سفوفت ہو جائے

۹۲۱ مسئلہ:۔ محمد شریف دل روشن، آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں مفتیان ربانی و علمائے حقانی اس عورت کے بارے میں

جو اپنے شوہر کے ساتھ ہالینڈ سے براہِ دمشق سفر حج پر روانہ ہوئی، دمشق پہنچ کر اس کا شوہر راہی ملک عدم ہوا اور قافلہ میں اس کا کوئی محرم بھی نہیں ہے جس کے ساتھ وہ سفر جاری رکھ سکے اور دمشق میں بھی کوئی آشنا نہیں جس کے یہاں قیام کر سکے تو ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟۔ یا کسی عورت کا محرم جدہ پہنچ کر مر گیا، کیا وہ جدہ سے واپس آجائے یا ادائے حج کے لئے مکہ چلی جائے؟

محمد شریف دل روشن دل محمد آسٹریڈم، نیدرلینڈ

۷۸۶

### الجواب بعون الملک الوہاب

مذکورہ دونوں عورتیں بلائے عظیم میں گرفتار ہو گئیں اللہ تبارک و تعالیٰ رحم فرمائے اور خلاصی کی راہ دکھلائے۔ پہلی عورت ایسی جگہ پہنچ گئی ہے جہاں سے دونوں جانب مسافت سفر ہے اور دونوں جانبوں میں سے کسی جانب کو سفر کے لئے بے محرم کے اختیار کرنا حرام ہے۔ اگر عزت و آبرو کے ساتھ دمشق میں رہنا میسر ہوتا تو اسے کسی محرم کے آنے تک یا دوسرا نکاح کرنے تک دمشق میں رہنے کا حکم دیا جانا مگر شہر دمشق میں اس کا کوئی آشنا نہیں تو اس مجبوری و ضرورت میں اسے مذہب غیر کی تقلید کی وقتی اجازت مل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق وہ اپنے قافلہ میں معتمد و ثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا وطن واپس آجائے۔ دونوں اختیار ہے۔

اور جو عورت جدہ پہنچ کر بے شوہر ہو گئی اسے بے محرم کے وطن واپس لوٹنا حرام ہے۔ البتہ مکہ معظمہ جدہ سے سفر شرعی کی دوری پر نہیں ہے لہذا مکہ معظمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں ٹھہرے تاکہ اس کا کوئی محرم اس کو لینے کے لئے وطن سے پہنچ جائے اور اگر محرم نہ ہو یا جانے آنے کے لئے تیار نہ ہو یا آنے جانے کے لئے تیار ہے مگر وہ بے خوف ہے دین کا کوئی پاس لحاظ نہیں ہے تو اس عورت کو چاہئے کہ کسی سے نکاح شرعی کرے اگرچہ صرف سفر طے کر کے اپنے گھر پہنچنے کے لئے۔ اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو پہلی عورت کی طرح بحالت مجبوری و ضرورت اسے بھی مذہب غیر پر عمل کرتے ہوئے اپنے وطن

آبانا چاہئے ..... جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

کما فی فتاویٰ الرضویہ۔ وکانت  
کن ابانہا زوجہا اومات عنہا  
ولو فی مصر ولیس بینہما و بین  
مصرہا ممدۃ سفر رجعت ولو  
بین مصرہا ممدۃ و بین مقصدا  
اقل مضت ۱۵  
ہیں تو سفر جاری رکھے۔

لیکن اس رخصت شرعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت  
مان لیا یا کسی عام مجبوری کو ضرورت مان لیا اور مذہب غیر پر عمل کر لیا۔ شرعی طور پر جب  
تک ضرورت مستحق نہ ہو مذہب غیر پر عمل جائز نہیں اگرچہ مذاہب اربعہ برحق ہیں لیکن  
جو جس مذہب کا مقلد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ  
۲۱ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

## شوہر کی اجازت کے بغیر حج میں جانا

مسئلہ ۹۲۲ :- سید نور اللہ بریڈ فورڈ۔ انگلینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پر حج فرض ہے  
مگر اس کا شوہر بے گورہ نہ اس کے ساتھ حج میں جانے کو تیار ہے اور نہ ہی اسے اس کے  
بھائی بھادج کے ساتھ جانے کی اجازت دیتا ہے۔ ایسی صورت میں عورت سوچتی ہے  
کہ اگر میں حج نہ کروں تو سخت گنہگار مستحق عذاب نارہنتی ہوں اور اگر بے اجازت شوہر  
سفر حج میں چل جاتی ہوں تو حج تو ادا ہو جائے گا مگر اس کے باوجود شوہر کی نافرمانی کی وجہ  
سے گنہگار اور مستحق نارہنتی ہوں۔ اب وہ عورت عجیب ٹمھہ میں ہے کہ کیا کرے کیا نہ  
کرے۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے وہ آپ کے دارالافتاء سے رجوع کرتی ہے اور

امید کرتی ہے کہ کوئی شرعی مناسب حل نکال کر شاد کام فرمائیں گے۔

المستفتی: سید تورالشاہ ابن سید عطاء اللہ شاہ، وارد حال بریڈ فورڈ انگلینڈ

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

واقعی عورت مذکورہ مجبورہ کا شوہر بے گورہ ہے کہ وہ فرائض الہیہ کی ادائیگی میں مداخلت کر رہا ہے۔ حج فرض ہو جانے کے بعد فوری طور پر اس کی ادائیگی واجب ہے اور تاخیر گناہ کبیرہ۔ اور شوہر مذکور اپنی بیوی کو گناہ کبیرہ کے دلدل میں ڈھکیلنے کی بھول کر رہا ہے پھر سن اتفاق سے اس عورت کو سفر حج کے لئے قریبی محرم بھی میسر ہے۔ معلوم نہیں آئندہ ایسا سنہری موقع ہاتھ آتا ہے یا نہیں اسلئے شوہر مذکور کو چاہئے کہ برضا و رغبت اپنی بیوی کو سفر حج میں جانے کی اجازت دیکر خود گناہ سے بچے اور اپنی بیوی کو گناہ سے بچائے۔ بالفرض اگر شوہر مذکور اجازت نہ دے تو حج چونکہ فرائض الہیہ سے ہے جسکی ادائیگی جلد از جلد واجب ہے اس عورت کو شرعی طور پر اجازت ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے ساتھ سفر حج پر چل جائے اور فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو، صورت مسؤلہ میں شوہر کی اجازت کے بغیر سفر حج کرنا گناہ و نافرمانی نہیں بلکہ حق شریعت مطہرہ نے اسے دیا ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لاطاعة لاحد فی معصیۃ اللہ نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے (مسند احمد بن حنبل)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں

”جبکہ عورت پر حج فرض ہے اجازت شوہر کی ہرگز حاجت نہیں“ فان الاصح

ان افتراض الحج فوری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری خادم الافناء جامعہ مدنیۃ الاسلام دی ہبگہ

۱۲، رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

معطر ماکولات و مشروبات اور محرم

مسئلہ ۹۲۳: محسدر فنیق۔ ہورن۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ منگہ شریف میں بحالت احرام ایک معلم صاحب کی دعوت میں میں نے شرکت کی۔ دسترخوان پر نواع بنوع کھانے اور مشروبات چنے ہوئے تھے جس کی زعفرانی و مشک خوشبو دسترخوان کے علاوہ ماحول کو معطر کر رہی تھی حجاج کرام نے شکم سیر ہو کر کھایا پیا۔ تو سوال یہ ہے کہ ان خوشبودار چیزوں کے استعمال سے محرم حضرات پر دم لازم ہوا یا نہیں؟ اور عمدًا کھایا پیا تو توبہ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

سائل :- محمد رفیق بنگالی ہورن، نیدرلینڈ

۹۲ الجواب بتوفیق الملك الوهاب

اگر مشروبات میں خوشبو ملا کر اُسے پکایا گیا ہو تو اس کا حکم بھی پکائے ہوئے کھانوں کی طرح ہے کہ محرم کے لئے اس کا پینا جائز اور پینے والے محرم پر دم یا صدقہ نہیں۔ اسی طرح جن کھانوں میں زعفران، عرق کلاب، عرق کیوڑہ وغیرہ خوشبو ملایا گیا ہو اور پھر اسے پکایا گیا ہو تو پکانے سے چونکہ اس کا وجود مختلط ہو کر ختم ہو گیا تو اب اس کے وجود کا اعتبار نہ رہا اور اس کا کھانا محرم کے لئے جائز و مباح ہو گیا۔

صورتِ مسؤلہ میں جو خوشبودار کھانا محرموں نے کھایا اس کی وجہ سے وہ شرعی مجرم نہیں ہوئے، نہ ہی ان پر کوئی صدقہ وغیرہ واجب ہوا۔ مشروبات میں اگر پھلوں کا جوز ہو یا پکایا ہو مشروب ہو تو اس کے پینے میں بھی کوئی راج واقع نہیں ہوا۔ البتہ پھل یا اس کے جوز کا خوشبو کیلئے سونگھنا منع ہے لیکن کھانے پینے میں خوشبو لینا مقصود نہیں ہوتا ہے اس لئے وہ شرعاً حرام نہیں ہے۔

شرح لباب مع ارشاد الساری، فصل فی اکل الطیب و شربہ ص ۲۱۲ میں ہے

الطیب اذا اخلطه بطعام قد  
طبخ فلا شیء علیہ اتفاقاً یوجد  
ریحہ اولاً۔ لانه بالخلط و  
الطبخ یصیر مستهلکاً فلا یعتبر  
وجودہ اصلاً۔

خوشبو اگر ایسے کھانے میں ملائی جسے پکایا گیا ہو تو  
اس کے کھانے سے بالاجماع محرم پر کوئی شے لازم  
نہیں ہوگی خواہ اسکی خوشبو باقی ہو یا باقی نہ ہو۔  
کیونکہ وہ ملنے اور پکے کی وجہ سے ہلاک (ختم)  
ہوگئی اب اس کے وجود کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

واللہ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۸، جمل ۱۳۱۹ھ

## حج ٹیکس اور اس کا حکم

۹۲۴ مسئلہ :- محشر نظامی، مکہ مکرمہ

۱۵-۱۰-۱۴۵

کیا فرماتے ہیں علمائے ربانی و مفتیانِ حقانی اس مسئلہ میں سعودی گورنمنٹ نے ہرجاجی پر ایک حج ٹیکس عائد کر دی ہے جسکی ادائیگی ہرجاجی پر لازم ہے بغیر اسکے ادا کئے ہوئے سعودی امبیسیاں ویزا نہیں دیتی ہیں.... سوال یہ ہے کہ مقدس عبادت کے نام پر مسلمانوں سے بالجبر ٹیکس وصول کرنا اور ٹیکس نہ دینے والے مسلمانوں کو حج کی سعادت سے محروم کرنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز یہ ٹیکس وجوب حج کے لئے ممانعت کا سبب تو نہیں؟

سائل :- محشر نظامی، شاعر خالد بن ولید، مکہ المکرمہ

۹۲۶

الجواب بعون الملک الوہاب

حافظ حقیقی، نجدی بلاؤں سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون رکھے آمین۔ فرض الہی کی ادائیگی کے لئے مسلمانوں پر ٹیکس لادنا مسلمانوں پر ظلم و جبر اور مسجد حرام نیز دیگر شعائر الہیہ کی زیارتوں سے روکنا ہے جو نہایت درجہ حرام اور عذاب قہار کو دعوتِ آمد دینے کے مترادف ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (کیا انہیں اطمینان ہے کہ اللہ ان پر عذاب نہ کرے گا حالانکہ وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں)

حجاز مقدس پر ظلم و جبر کے ساتھ غاصبانہ قبضہ کرنے والے نجدی درندے عنقریب جبار قہار مالک کی گرفت شدید میں آنے والے ہیں۔ کہ ایسوں کے لئے شہنشاہِ عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا میں موجود ہیں۔ مسلم شریف میں ہے

اللَّهُمَّ مَنْ وَلى مِنْ أَمْرَاتِي شَيْئاً أَلِىُّ مِىْرِ أُمَّتِ كَيْفَ نَامٍ بِرَجْوَى بَالِجِبْر حَاكِمِ بْنِ بِيْطَا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْتَقَّ عَلَيْهِ ... پھر اس ان پر شفقت ڈالی تو تو اس پر شفقت ڈال (آمین)

مسلمانوں پر حج ٹیکس لا کر واقعی اس نے مسلمانوں کو مشقت میں ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یہ آمدنی اس کے لئے حرام ہے۔ پھر بھی اگر ادائے فرض کے لئے باؤل ناخواستہ یہ ٹیکس مسلمانوں کو دینا پڑتا ہے تو مسلمان معذور ہے۔ کرم الہی سے امید ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس ٹیکس کا نفاذ اگرچہ وجوب حج کے لئے مانع نہیں مگر مسلمانوں کو ایک حج فرض کے بعد محتاط ہو جانا چاہئے کہ ایک بڑے گناہ کی جھولی میں جھوٹی نیکی ڈالنے کے لئے سعی نہ کریں اور اس طرح نجدیوں بد مذہبوں کا مالی تعاون بھی ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ مذہب اہلسنت کو مٹانے کی مسلسل نت نئی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مکرو فریب اور بد مذہبیت سے مسلمانان اہلسنت کو بچائے۔

کتبہ عبد الواحد قادری نوری دارالافتاء، آسٹریا

۱۵ شوال الکریم ۱۴۱۴ھ

## زیارت اقدس کا احسن طریقہ

۹۳۵ مسئلہ :- اشفاق احمد اولو

۱۳۱۶-۱۱-۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روضہ النور علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے وقت زائرین کو کتنی دوری پر کس طرح کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر سلام پیش کرنا چاہئے؟ روضہ النور کی مبارک سبز جالیوں سے چپک کر نجدی سپاہی کھڑے رہتے ہیں جو زائرین کو بوسہ لینے یا چومنے سے روکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا جالیوں کو چومنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

اشفاق احمد خاں - اولو، ناروے

۸۶۷ الجواد اللہم ھدنا ایۃ الحق والصواب

وہ مبارک سبز جالی جو روضہ مقدسہ کی جنوبی (سمت قبلہ) دیوار میں لگی ہے اس سے کم از کم دو میٹر کے فاصلہ پر اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ مزار پر الوار کی جانب زائر کا چہرہ رہے اور قبلہ شریف کی طرف پیٹھ رہے۔ پھر اس طرح اپنے دونوں ہاتھوں

کو باندھے جس طرح نماز کے لئے باندھتا ہے یعنی داہنے ہاتھ کی پھیلی یا میں ہاتھ کی کلائی پر رہے۔ آنکھیں شرم و ندامت سے جھکی ہوئی ہوں بلکہ گریاں ہوں۔ اور تصور میں سامنے رُوحِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت جلوہ بار و متوجہ ہوں۔ پھر نہایت شیریں آواز میں لجاجت کے ساتھ صیغہاے درود و سلام اپنی زبان پر جاری کرے اور یقین جانے کہ اس کا سلام کلام، اس کی حاضری، اس کی حالت ظاہری اور کیفیات باطنی سب کچھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الہی عزوجل سنتے دیکھتے اور جانتے ہیں۔ ارشاد الباری باب زیارة سید المرسلین ص ۲۳۸ میں ہے۔

انہ صلے اللہ علیہ وسلم عالمٌ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری بحضورک و قیامک و سلامک ای بل بجمع افعالک و احوالک وارتحالک و مقامک

تیرے قیام و سلام یعنی تیرے تمام افعال و احوال اور سفر و حضر سے باخبر ہیں۔

فناوی عالمگیری ص ۲۶۵ میں ہے

یقف کما یقف فی الصلوٰۃ حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور لباب و شرح لباب ص ۲۳۴ میں ہے

واضعاً یمینہ علی شمالہ دست بستہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔ جب تک ذوق و شوق ساتھ ہے درود و سلام کے نذرانے پیش کرتا ہے اخیر میں شفاعت کبریٰ اور بار بار حاضری کا سوال پیش کرے۔ پھر دست و احباب جنہوں نے سلام پیش کرنے کی ذمہ داری دی ہے ان سب کی طرف سے سلام و گذارشات پیش کرے۔

سبز جالیوں سے جو بے ادب پیٹھ لگائے کھڑے رہتے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ

زمین شور سنبل بر نیار د : دریاں تخم عمل ضائع مگرداں  
ہاں خود ان مبارک جالیوں کو اپنا گنہ گار ہاتھ یا ہونٹ لگانے کی جرأت نہ کریں



کر یہ بھی کمالِ ادب کے خلاف ہے۔ یہی کیا کم کر منوازی ہے کہ اپنے قربِ خاص میں بلا کر سلام و کلام کو سماعت فرمایا اور احوال و کیفیات کو دیکھا۔ پھر اس تعظیم و تکریم کا موقع عنایت فرمایا جس سے تعظیم کرنے والا بھی بے خبر ہے۔ فصلوات اللہ تعالیٰ

وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ ابْدًا سَرْمَدًا

اعلیٰ حضرت دریائے فضل و کرامت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اے شوقِ دل یہ سجدہ گراں کو رو نہیں :- اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

رَزَقْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی وَاَيُّكُمْ زِيَارَتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ مَعَ اِهْتِمَامٍ

الشرع و کمالِ الادب - واللہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری، غفرلہ، خادم الافناء، جامعہ مدنیۃ الاسلام دی ہبگہ

۱۳ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ

## مسجد نبوی اور پُرسوز اذانِ بلالی

۹۳۶ مسئلہ :- شیر علی حناں، آئس میر، ہالینڈ

۱۹۸۸ء - ۵ - ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ بالامقام اس واقعہ کے بارے میں کہ ایک مولوی مقرر صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد جب حضرت بلال نے شام سے آکر مسجد نبوی میں اذان پڑھی تو پورے شہر پاک میں کہرام مچ گیا اور اس اذان کو سنکر جو انسانِ مدینہ خواہ پردہ نشین ہی کیوں نہ ہوں سب اپنے اپنے گھروں سے باہر آگئیں۔ کیا یہ واقعہ تاریخ کی روشنی میں صحیح اور سچ ہے؟ اگر صحیح ہے تو حوالہ جات کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں اور اگر صحیح نہیں ہے تو ایسے مقرر مولوی کی کیا سزا ہونی چاہئے جو شہر رسول کی پردہ نشین عورتوں سے متعلق یہ بیان کرے؟

شیر علی حناں آئس میر

۸۶ الجواد

بعونِ الوقاد

جی ہاں تاریخ اسلام، کتب احادیث و سیر کی روشنی میں یہ واقعہ صحیح ہے۔ حضرت

امام ابن عساکر نے حضرت ابو دردا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس واقعہ کو روایت کیا۔  
 حضرت علامہ امام سبکی نے شفاء السقام میں، اور علامہ ابن حجر نے الجواهر المنظم میں  
 اس واقعہ مذکورہ کی سند کو تہید فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب  
 وصال محبوب علیہ السلام کے بعد اپنی مستقل سکونت ملک شام میں اختیار کر لی۔ تو ایک  
 شب خواب میں سرور کائنات رحمی لہ الفداء، علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت اقدس مشرف  
 ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ماہذہ الجفوة یا بلال اما اے بلال! یہ کیا جفا ہے؟ اے بلال! کیا ابھی  
 آن لل ان تزورنی یا بلال۔ تیرے لئے وہ وقت نہ آیا کہ تو میری زیارت کو حاضر ہو۔  
 اس خواب سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لرزاں و ترساں بیدار ہوئے  
 اور فوراً مزار پُر انوار کی زیارت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب  
 مشرفِ حنوری سے مشرف ہوئے تو قبر انور سے لپٹ کر رونے لگے اور اس کی خاک شریف  
 کو اپنے چہرہ پر مل کر اسے روشن و تابناک بنانے لگے۔ اسی اثناء میں دونوں شہزادے  
 (حضرات حسنین کرمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت بلال نے انہیں  
 سینے سے لگا کر پیار فرمایا۔ شہزادوں نے فرمایا ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں۔ حضرت  
 بلال تعبیل حکم کے لئے مسجد نبوی کی چھت پر اسی جگہ گئے جہاں سے زمانہ اقدس میں اذان  
 پکارا کرتے تھے۔ جس وقت اپنی پُرسوز آواز کے ساتھ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا پورے مدینہ  
 میں لرزہ پڑ گیا، اور جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو کنواری جوان  
 لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں۔ یہ سب بخودی اور وارفتگی شوق کے عالم میں ہوا۔  
 شفاء السقام میں ہے کہ انتقال پُر ملال کے بعد سے اب تک مدینہ منورہ میں ایسا  
 رونے اور بخودی کا سماں کبھی نہ بندھا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

کتبہ عبد الواحد قادری خادم الخطیب مسجد طیبہ آمسٹرڈم

## بعض حالات میں تصاویر موقوف کی اجازت

۹۳۷ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل پاسپورٹ، ویزا لائسنس اور امتحانات وغیرہم کے لئے ان تصاویر کو گورنمنٹ کے محکموں نے ضروری قرار دیا ہے جن سے پاسپورٹ ہولڈرز وغیرہ کی خاصی پہچان ہو سکے۔ اور بغیر تصویر کے کاغذات مذکورہ کا اجراء قانونی طور پر ممکن نہیں یا بہت مشکل ہے۔ ایسی صورت حال میں پاسپورٹ یا ویزا کے لئے یا مختلف قسم کے لائسنسز کے لئے کاغذی تصویر کی اجازت ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازنے کی زحمت کریں۔

سائل :- محمد شفیق کامل، بارسلونا، پاک محمدی مسجد اسپین۔

۷۸۶

### ۹۱۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

جاندار کی تصاویر کی حرمت و شاعت شرع اور اصول شرع سے واضح اور روشن ہے جس پر دلائل و براہین کثیرہ موجود ہیں۔ اور غیر جاندار کی تصویریں بنانی۔ اگر لہو و لعب کے قبیل سے نہ ہوں تو جائز و مباح ہے۔

علماء کا اختلاف دراصل اس میں ہے کہ جاندار کے جسم کے ایسے حصہ کی تصویر جو دوسرے حصوں سے علیحدہ ہو کر زندہ نہ رہ سکے جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کمر کے نیچے دونوں پاؤں کی تصویریں۔ سینے کے اگلے بغل سے دونوں ہاتھوں کی تصویریں جس کی ضرورت ڈاکٹروں کو علاج کے سلسلہ میں پڑتی ہے۔ اسکے جواز میں بھی شک نہیں کہ اگرچہ یہ آدمی (جاندار) کے جسم کے بعض حصوں کی تصویریں ہیں مگر یہ ایسے حصوں کی تصویریں ہیں جو جسم سے علیحدہ ہو کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں کے ساتھ سینے سے نیچے کی تصویر یا آدھے سینے سے چہرہ اور سر کی تصویر علیحدہ علیحدہ (مصور) زندہ نہیں رہ سکتے۔ اور جو حصہ جسم سے علیحدہ ہو کر زندہ نہیں رہ سکتے اس حصہ کی تصویر کی اجازت عند الحاجة ہونی چاہئے۔

جسم کے علیحدہ علیحدہ حصوں کی تصویروں کو ویڈیو کیسٹ کے ریز (ایلیکٹرونک

شعاعوں) پر قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ ان شعاعوں کا مقصود ہی مکمل جاندار کی تصویروں کا وجود میں لانا ہے۔

پاسپورٹ، ویزا وغیرہ کے لئے ایسے فوٹو استعمال کئے جاتے ہیں جو سر سے لیکر سینہ کے اوپری حصہ تک ہوتے ہیں۔ اگر انسان کو نصف سینہ سے کاٹ دیا جائے تو وہ انسان زندہ نہیں رہتا ہے تو گویا یہ فوٹو کسی بے جان جسم کا فوٹو قرار پائے گا جس کی شرع میں عند الحاجة اجازت ہے۔ جاندار کی تصویر کی حرمت بیان فرماتے ہوئے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

فاصنع الشجر وصالا  
نفس له  
تو شجر و حجر اور ایسی چیز کی تصویر بناؤ  
جس میں جان نہ ہو۔

اور صحیح مسلم ص ۲۰۲ و بخاری ص ۱۹۶ میں ہے۔

کل شیء لیس فیہ روح  
فتح الباری شرح بخاری ص ۳۲۲ میں جاندار کی تصویر کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا۔  
غیرت عن ہیاتھا اما  
بقطعہا من نصفہا او  
بقطع رأسہا۔ ۱۱  
ہر ایسی چیز کی تصویر جس میں روح نہیں ہے جائز ہے  
تصویر کی ہیت کو اس کے نصف زیریں کاٹ کر  
یا اس کے سر کو قلم کر کے بدل دیا جائے تو اس  
کا حکم حرمت بدل جائے گا۔

المصوّر ون کی شرح میں فیض القدر شرح جامع صغیر جلد ۲ میں ہے۔

لصورة حیوان تام۔  
وخرج بالحوان غیرہ ک شجر  
وبالتام مقطوع مخور اس  
مما لا یعیش بدونہ  
جاندار کی تصویر کامل حرام ہے  
جوان کی قید لگانے سے غیر حیوان کی تصویر نکل گئی جیسے درخت  
اور تام کی قید لگانے سے ایسے اعضاء بریدہ انسان کی تصویر  
کا حکم بدل گیا جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہتا ہے۔

حاجت اور بدلتے ہوئے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے معتمد علیہم علماء کرام نے مذکورہ ضروری کاغذات وغیرہ کیلئے تصاویر مقطوعہ کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس اجازت کو حدود حاجت ہی میں رکھنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ مجلس علماء انڈیا

## حج تمتع کے احرام کے بعد طواف وسعی

مسئلہ ۹۲۸ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حج کے موسم میں، میں گھر سے نکلا تو عمرہ کی نیت سے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ پہنچ کر میں نے عمرہ کیا اور احرام کھول دیا۔ پھر ۸ تاریخ ذی الحج کو صبح کے وقت حج کا احرام اپنے ہوٹل ہی میں باندھا اور منی شریف کے لئے روانہ ہو گیا۔ نماز ظہر کی اذان سے پہلے میں منی پہنچ گیا تو میرے دوستوں نے کہا کہ احرام میں داخل ہو جانے کے بعد تمہیں طواف وسعی یا کم از کم طواف کر کے منی آنا چاہئے۔ یہ تم سے غلطی ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ اس غلطی کے ازالہ کے لئے کیا کفارہ یا جبرانہ دینا ہوگا؟ واضح فرمائیں۔

اسرائیل توری۔ خرونگین ہالینڈ۔ وارد حال۔ مکہ شریف

۹۲۸ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

صورتِ مسئلہ میں آپ تمتع ہوئے یعنی ایک ہی سفر میں ایک احرام سے پہلے عمرہ پھر دوسرے احرام سے حج کیا۔ اور تمتع کے لئے احرام کے بعد نہ طواف ہے نہ سعی۔ بلکہ اس کے لئے صرف طواف زیارت ہے جو فرض ہے اور اس کی ادائیگی قربانی و حلق کے بعد ہوتی ہے۔ ہاں اگر کسی تمتع نے حج کے احرام میں داخل ہونے کے بعد ایک نفلی طواف اور اس کے ساتھ سعی بھی کر لیا۔ تو طواف زیارت (افاضہ) کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ فتاویٰ شامی میں ہے۔

لیس علی الممتع طواف قدوم تمتع حاجی پر طواف قدوم نہیں ہے۔  
اور جب آپ سے کوئی غلطی (جنابت) نہیں ہوئی تو کفارہ (دم، صدقہ، بدنہ) کا بھی سوال نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## چند نماز طواف کو جمع کرنا

مسئلہ ۹۲۹ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر بعد نماز فجر

وقت میں وسعت کی وجہ سے دو یا تین طواف کر لیا جائے اور واجب الطواف نماز وقت کراہت کی وجہ سے اذان کی جائے تو تینوں دو گانہ سورج نکلنے کے بعد ایک ساتھ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی کراہت تو نہیں آتی؟  
جواب کا منتظر۔ عبد الشکور براہمی بموریشیش۔ وارد حال مکہ مکرمہ

۷۸۶ الجواب هو الهدی الی الصوامع

نماز طواف۔ طواف مکمل ہو جانے کے بعد علی الفور واجب ہے جبکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ اور اگر اس کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو جب بھی پڑھے گا ادا ہی ہوگی قضا نہیں ہوگی کیونکہ اس کی ادا وقت کے ساتھ مؤقت نہیں ہے۔ وقت کراہت میں نمازیں مکروہ ہیں طواف نہیں۔ لہذا جو طواف وقت مکروہ میں کیا گیا اس کی نمازیں وقت کراہت نکل جانے کے بعد پڑھنا بالاجماع مکروہ نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ رد المحتار میں فرمایا

والخلاف فی غیر وقت  
الکراہۃ امانیہ فلا یکرہ  
بالاجماع  
غیر وقت کراہت کے چند طوافوں کی نمازوں کے جمع کرنے  
میں اختلاف علماء ہے لیکن وقت مکروہ کی چند طواف  
کو ایک ساتھ پڑھنا بالاجماع مکروہ نہیں۔

فتاویٰ شامی ص ۲۳۳ ہی میں ہے۔

یکرہ عندہما الجمع بین  
اسبوعین او اکثر۔  
حضرات نجین کے نزدیک دو یا زیادہ طوافوں کی نمازوں  
کو غیر وقت مکروہ میں جمع کرنا مکروہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کنت عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

## اذان فجر پہلے مزدلف سے گزرنا

منسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرفات سے بذریعہ  
بس مزدلف کے لئے ہالینڈ کے حاجیوں کا قافلہ روانہ ہوا جو آہستہ آہستہ مزدلفہ

کی طرف بڑھتا رہا۔ روشنی کی کثرت اور بھیر بھاڑ کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ مزدلفہ کب آیا اور گزر گیا اور نہ یہ پتہ چل سکا کہ صبح صادق صادق ہوئی یا نہیں ہوئی۔ البتہ جب قافلہ کی بس مہنی میں پہنچ گئی اور اکثر حاجی اپنی اپنی قیام گاہ میں آگے تو مہنی کی بڑی مسجد میں نماز فجر کی اذان ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں حاجیوں کا وقوف مزدلفہ ہوایا نہیں؟ کیا صورت مذکورہ میں وقوف مزدلفہ معاف ہے؟ یا دم دینا لازم آئے گا؟ خلاصہ جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیکھے۔

قاری فیض الرحمن قادری، سابق امام و خطیب مسجد طیبہ امرسٹرڈم، نزہت منی شریف

### ۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

مزدلفہ میں وقوف کا وقت صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد سے آفتاب نکلنے کے وقت تک ہے۔ اس درمیان اگر حد و مزدلفہ میں چند منٹوں کا بھی قیام پایا گیا یا وہاں سے گزرتے ہوئے چند منٹ لگ گئے تو قیام مزدلفہ متحقق ہو گیا۔ اور حاجی وقوف مزدلفہ سے بری الذمہ ہو گیا۔

اگر حاجیوں کی بس حاجیوں کو لیکر صبح صادق صادق کے بعد مزدلفہ کی وادیوں سے گزری ہو تو تمام سوار حاجیوں کا وقوف مزدلفہ پایا گیا۔ خواہ حاجیوں کو مزدلفہ یا صبح صادق کا علم ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ اس وقت حاجی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو یا خواب گراں میں بہر صورت وقوف متحقق ہو جائے گا۔

لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری ص ۱۴۷ میں ہے۔

الوقوف بہا واجب و اول	مزدلفہ کا وقوف واجب ہے۔ اس کا اول وقت
وقته طلوع الفجر الثاني من	دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق طلوع ہونے کے
يوم النحر و اخره طلوع الشمس	وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اور آخری وقت سورج
منہ فمن وقف بہا قبل طلوع	نکلنے تک ہے۔ تو جو شخص صبح صادق سے پہلے
الفجر و بعد طلوع الشمس	یا سورج نکلنے کے بعد وہاں ٹھہرا اسکے ٹھہرنے کا
لا يعتد بہ و قدر الواجب	کوئی اعتبار نہیں۔ وقوف مزدلفہ کی مقدار تھوڑی

منہ ساعة وركنه فكينونته دیر ہے۔ اور اس کارکن مزدلفہ میں موجود ہونا  
بمزدلفۃ بفعل نفسه او غیر ہے خواہ اپنے عمل سے یا غیر کے عمل سے۔ وقوف کی  
نواہ اولحمینو، علم بہا اولحریعلم نیت ہو یا نہ ہو۔ مزدلفہ کا علم اسے ہو یا نہ ہو۔  
مسنی شریف یا مکہ مکرمہ زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریمًا۔ کی مسجدوں میں اوقات  
نماز کے نقشوں کے مطابق اذانیں ہوتی ہیں۔ فجر کی اذان طلوع صبح صادق کے ساتھ  
ساتھ یا دو چار منٹوں کے بعد ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ قافلہ حجاج  
کی بس تقریباً آدھ گھنٹہ پیشتر مزدلفہ سے مسنی کی طرف گزری کیونکہ دسویں ذی الحجہ  
کی صبح کو مزدلفہ سے مسنی تک اس قدر بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے کہ بعض بعض بسیں دو تین  
گھنٹوں میں مسنی پہنچتی ہیں، پھر بالینڈ کے حاجیوں کی قیام گاہیں مسنی کے دروازے  
گوشوں میں ہوتی ہیں ان تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا شریعت مطہرہ  
کے مزاج سے زیادہ قریب ہے کہ اس قافلہ میں جتنے ندرست اور جوان لوگ تھے  
ان سب پر دم واجب ہے اور ان میں جو بہت بوڑھے، کمزور بچے اور کمزور دل  
عورتیں تھیں وہ سب معذور ہیں ان پر دم یا صدقہ واجب نہیں۔

اسی شرح لباب مع ارشاد الساری میں ہے۔

ولو ترك الوقوف بها فذبح ليلاً اور اگر مزدلفہ کا وقوف چھوڑ کر رات ہی میں حاجی واپس آگیا  
فعليه دم الا اذا كان لمرض او ضعف تو ایسی صورت میں دم لازم ہوگا ہاں اگر کوئی مرض ہو یا کبریٰ  
بينه من كبر او صفراً و يكون امرأة و کم عمری کی وجہ کمزور ہو یا ایسی خاتون ہو جو بھیڑ بھاڑ سے  
تخاف الزحام فلا شئ عليه۔ ۵۱ بہت ڈرتی ہو تو اب ان پر کوئی شے (دم، صدقہ) لازم نہ ہوگی۔  
واللہ تعالیٰ اعلم کذا عبد الواحد قادری غفرلہ، نزہۃ المکرمہ شامع خالد بن ولیدہ

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

## رئی جبار کے لئے نائب بنانا

مسئلہ ۹۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم حاجیوں کے قافلہ



کامیر قافلہ ایک صالح العقیدہ عالم دین ہے۔ عرفات و مزدلفہ کے وقوف کے بعد جب ہم لوگ منیٰ لوٹے تو بہت زیادہ تھک چکے تھے۔ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ تھک گئی تھیں۔ انہوں نے میر قافلہ کو رمی جمار کے لئے اپنا نائب بنایا اور میر قافلہ نے سب عورتوں اور بوڑھے مردوں کی طرف سے شیطانوں کو کنکریاں مار دیں۔ پھر ایسا ہی گیارہ تاریخ کو بھی کیا۔ مگر بارہ تاریخ کو عورتوں اور بوڑھوں نے بھی خود سے کنکریاں ماریں۔ اب یہ بتایا جائے کہ رمی جمار ادا ہوا یا نہیں؟۔ بیسوا و توجروا۔ حاجی ایف مدارن صدر فرید الاسلام آمسٹرڈم۔ نزہت القذافی الغزیزا مکہ شریف

### ۶۸۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

تھکاوٹ عذر شرعی نہیں ہے اور بغیر عذر شرعی کے رمی جمار کے لئے کسی کو اپنا نائب بنانا جائز نہیں ہے۔ عذر شرعی ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے کنکری مارنے کی طاقت ہی نہ ہو، یا بیہوشی کا طاری ہونا ہے، یا ایسا بچہ و دیوانہ جس کو کنکری مارنے کا شعور ہی نہ ہو۔

لیکن جس بیمار کو کسی سواری کے ذریعہ جمرات تک لیجایا جاسکتا ہے یا کندھے پر کوئی لے جاسکتا ہے اس کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ سواری یا کندھے پر جائے اور خود سے رمی جمار کرے یا رمی جمار کے لئے کسی سے مدد لے، مثلاً ہاتھ میں کنکری تولے سکتا ہے مگر کمزوری کی وجہ سے جمرہ پر مار نہیں سکتا ہے تو کوئی شخص اس کے ہاتھ کو پکڑ کر جمرہ کی طرف جھٹکا دے تاکہ کنکری جمرہ کو لگے یا جمرہ کے قریب پہنچ جائے..... امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا بیمار جو قیام و قعود پر قادر نہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اس کو رمی جمار کے لئے کسی کو اپنا نائب بنانا درست ہے۔ اور جو خود قیام و قعود کر سکتا ہو اسے اپنا نائب بنانا جائز نہیں کیونکہ وہ خود کنکریاں مار سکتا ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں شرح لباب سے ناقل ہیں۔

ان یرمی بنفسہ فلا تجوز النیابہ رمی خود کرے قدرت کے باوجود نائب بنانا عند القدرة و تجوز عند العذر درست نہیں ہاں عذر کے وقت جائز ہے اگر کسی

نے ایسے مریض کے کہنے پر رمی کی جو طاقت نہیں رکھتا۔ یا بیہوشی طاری تھی۔ اگرچہ اس نے رمی کا حکم نہ دیا ہو یا جس بچے کو شعور نہ ہو یا دیوانے کی طرف سے رمی کر دی تو جائز ہوگی۔ افضل یہ ہے کہ کنکری معذوروں کے ہاتھوں میں رکھ دیئے جائیں اور انکے دوست احباب رمی کر دیں۔ فتاویٰ حادی میں منتقی کے حوالہ سے حضرت امام محمد کی روایت ہے کہ جب مریض اس حال میں پہنچ جائے کہ نماز صبر بٹھک ادا کرنا ہو پھر کسی طرف سے کسی رمی کر دی تو اس پر کوئی نئے (صد یا دم) لازم ہوگی۔

فلورمی عن مریض لا یستطیع الرمی بامرہ او مغمی علیہ ولو بغير امرہ او صبی غیر ممیز او مجنون جائز۔ والافضل ان توضع الحصی فی اکفہم فیرمونہا ای رفقہا ہم ففی لحاوی عن المنتقی عن محمد۔ اذا کان المریض بحیث یصلی جالساً رمی عنہ ولا شیء علیہ ۱۵

پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ شرح لباب کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے تو اسکے لئے جبرات تک جانے کی قوت بھی ہوگی خواہ سوار ہو کر جائے یا کوئی اسے اٹھا کر لیجائے تو ایسی صورت میں اسکو اپنی طرف سے کسی کو نائب بنانا درست ہوگا

ولعل وجہہ انه اذا کان یصلی قائماً فلہ القدرة علی حضور المرمی را کباً او محمولاً فلا یجوز النیابة عنہ ۱۵

صورتِ مسئلہ میں نیابت صحیح نہ تھی لہذا نائب کا ان سب کی طرف سے جمار کرنا لغو و فضول ہوا۔ دس اور گیارہ تاریخوں میں جو عورت و مرد بے عذر شرعی رمی نہیں کر سکے وہ سب واجب کے تارک ہوئے اور ان سبھوں پر ایک ایک دم واجب ہوا۔ اگر بارہویں تاریخ کی رمی کے ساتھ ساتھ وہ سب دس گیارہ تاریخوں کی رمی کا اعادہ کر لیتے تو ثواب کا مستحق ہوتے۔ مگر دم کا وجوب ان کے سرس سے نہیں اترتا اس دم کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت اور تاریخ مقرر نہیں ہے جب بھی دم دیا جائے گا ادا ہی ہوگا قضا نہیں۔ البتہ دم کے لئے حد و حرم متعین ہے۔ دوسری جگہوں میں ہزاروں دم دیئے جائیں ادا نہ ہوگا۔ درمختار کتاب الحج ص ۱۸۳ میں ہے۔

یتعین الحرام لامنی ۱۵ دم شکر اور دم جبر کیلئے حرم شریف کی

ای لدم شکر وجبر الہ شرط ہے منیٰ کی نہیں۔  
 وضاحت :- دم شکر کے لئے تارخیوں کی قید ہے (۱۰، ۱۱، ۱۲، ذوالحجہ مگر دم  
 جبر کے لئے تارخیوں کی کوئی قید نہیں۔ دم شکر سے مراد قربانی اور دم جبر سے مراد  
 دم جنایات ہے جو واجبات حج کی خلاف ورزی پر پیش کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم  
 کتبتہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ وارد حال بمکان معلم عبدالرزاق وابسانہ۔  
 شایع خالد بن ولید مکہ مکرمہ۔ ۱۲ ذی الحجہ الحرام ۱۴۰۸ھ

## کیا ہرج حج کے بعد حاضری دربار اور چالیس وقت کی نمازیں ہیں

۹۵۲ مسئلہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان و پاکستان  
 کے ہزاروں آدمی مکہ، طائف، جدہ اور ریاض وغیرہ میں بسلسلہ ملازمت یا کاروبار  
 رہتے ہیں انہیں وقفہ وقفہ سے حج کرنے کا موقع بھی ملتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ کیا ہرج حج  
 کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری دینا اور  
 مسجد نبوی میں چالیس چالیس وقتوں کی نمازیں پڑھنا ضروری ہے؟ امید ہے کہ  
 جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

وجہیہ احمد خان - طائف ٹیلی فون نمبر 966.2.7324756

۹۲۶ الجواب هو الہادی الی الصواب

قرآن پاک میں اللہ رب العالمین جل جلالہ کا ارشاد۔ ارشاد مطلق ہے کسی  
 علاقہ یا کسی مسلمان کے ساتھ مقید نہیں ہے نہ اس میں حلق و حرم کا فرق ہے نہ عرب  
 و عجم کا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ  
 جَاؤُكَ فَاسْتَعْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ  
 لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ  
 تَوَّابًا رَحِيمًا

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب  
 وہ تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں  
 اور رسول انکی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت  
 توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں ہر مسلمان کے لئے اذن عام ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے بارگاہِ رسول علیہ السلام میں حاضر ہو کر پروانہٴ مغفرت و شفا بعت حاصل کرے خواہ وہ آفاتی ہو یا حرمی۔

پھر حضور اکرم سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی مکی و آفاتی سب کے لئے عام ہے من حج و لم یزرنی فقد جفانی کہ جس نے بھی حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کیا..... اب اگر حج میں تکرار ہے تو زیارت میں بھی تکرار ہے۔ لہذا جب جب کوئی مسلمان حج کرے گا تب تب جفا سے بچنے کے لئے زیارت کرنی ہوگی۔ اسی لئے علامہ فاکہی مکی ۱۹۸۲ء اپنی کتاب "حسن التوسل فی زیارة الرسل (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں فرماتے ہیں۔

ومنه فيما يظهر الزيارة  
للمستطيع كلما حج بناء  
على مقتضى هذا الخبر ونحو  
فيتاء كد على نحو المكي اكثر  
من تاكده على غيره ۱۰

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صاحب استطاعت جب بھی حج کرے تو اس حدیث اور دیگر احادیث کی بنا پر دربار نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں حاضری دے بغیر مکی لوگوں کی بہ نسبت مکی لوگوں کو اسکی زیادہ تاکید ہے (کیونکہ وہ پڑوسی ہے)

واللہ تعالیٰ اعلم کنتہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ مقیم شیکہ، مکہ مکرمہ ۱۰

۱۰، ۱۱ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ



# کتاب الضحیٰ

## قربانی کے جانوروں کی عمریں

۹۵۳ مسئلہ :- عبدالواحد، بزم رضا، الکنار، نیدرلینڈ  
۱۳۲۲-۵-۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عام مغربی مسلمان جو یورپ کے مختلف ملکوں میں مقیم ہیں بھیڑ اور دنبہ کی قربانیاں کرتے ہیں اور اکثر سوریانی مسلمان گائے اور بکرے کی قربانی دیتے ہیں۔ یہ ہم لوگ جانتے ہیں کہ قربانی کے لئے گائے، بیل، دو سال کے اور اونٹ پانچ سال عمر کے ہونے چاہئے، اور بھیڑ، بکرا بکری کم از کم ایک سال کے۔ یعنی اگر سال بھر ہونے میں دو ایک دن بھی کم ہے تو ان چھوٹے جانوروں کی قربانی نہیں ہوگی۔ لیکن ادھر دو چار سالوں سے یہ سننے میں آتا ہے کہ مغربی مسلمان چھ سات مہینوں کے بھیڑ، دنبہ اور بکرے کی بھی قربانی کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا بھیڑ، بکری کے چھ مہینے کے بچے کی بھی قربانی ہو سکتی ہے؟ اور کیا یہ حدیث شریف سے ثابت ہے؟

عبدالواحد، بزم رضا، الکنار، نیدرلینڈ

الجواب <sup>۸۶</sup> اللہ ما ھد فی الی الصواب

بیشک قربانی و عقیقہ کے لئے جانوروں کی جو عمریں آپ کو معلوم ہیں وہ شرعاً بالکل صحیح و درست ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ بھیڑ، بکری، بکرا کی عمر اگر سال بھر پورے ہونے میں چند گھنٹوں کی بھی کمی ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ تنویر الابصار، منخ الغفار، درمنار اور رد المنار میں ہے: ھو ابن خمس من الابل، و حولین من البقر و الجاموس۔ و حول من الشاة اھ لہذا بکرا ہو یا بکری بھیڑ ہو یا دنبہ حولانِ حول (مکمل ایک سال قمری) سے پہلے اس کی قربانی نہیں ہو سکتی

ہاں اگر زیادہ عمر ہو تو کوئی حرج نہیں بلکہ اچھا ہے۔ تنویر الابصار مع در المختار میں ہے  
 فلو ضحی لبسن اقل لایجوز و با کبر یجوز و هو افضل ۱۵  
 حدیث پاک میں جَذَعُ الضَّانِ (دنبہ کا شش ماہہ بچہ) کی قربانی کی اجازت بایں  
 شرط مشروط ہے کہ وہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو، یعنی اگر اسے سال بھر کے دنوں  
 میں ملا دیا جائے تو اس ریوڑ سے اس چھ مہینے کے بچہ کو نکالنا خاصا مشکل ہو، جیسا کہ  
 مسلم شریف، فتح الباری اور عینی وغیرہ میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 مرفوعاً روایت ہے۔

الضَّان، بھیڑ اور دنبہ دونوں کو کہا جاتا ہے جیسا کہ المنجد، منتہی الارب اور  
 صراح وغیرہ کتب لغت میں ہے اور جَذَعُ چوپایہ کے اس بچہ کو کہتے ہیں جس کی عمر  
 چھ ماہ سے دس ماہ تک اور ائمہ فقہاء کے نزدیک سال بھر یا اس سے زیادہ ہو۔ صرف  
 ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کے نزدیک جَذَعُ الضَّان سے مراد دنبہ  
 کا چھ ماہی بچہ ہے جو فریبہ ہو۔ اور حدیث پاک میں جَذَعُ الضَّان کے قربانی کی  
 خصوصاً اجازت ہے۔ فقہاء اسلام نے جَذَعُ الضَّان پر کافی بحث و تمحیص  
 اور اختلاف آرا کے باوجود یہ نتیجہ نکالا کہ جَذَعُ الضَّان سے مراد دنبہ کا نہایت فریبہ  
 وہ چھ ماہی بچہ مراد ہے جو سال بھر کا معلوم ہوتا ہے اور چونکہ جَذَعُ الضَّان معروف  
 بالام عہدی کی طرف مضاف ہے لہذا اسے عام خانہ میں لاکر مضاف الی المعز (بکری)  
 نہیں کیا جاسکتا ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فناوی میں فرمایا قید لانہ  
 لایجوز الجذع من المعز وغیرہ بلا خلاف کما فی المبسوط ۱۵

بھیڑ اور بکری یا بھیڑ اور بکرا دور سے پہچانا جاتا ہے کہ دونوں کی نوعیت میں  
 واضح فرق ہے لیکن بھیڑ اور دنبہ کی تمیز ذرا مشکل ہوتی ہے ہاں قریبے دیکھنے کے بعد  
 تمیز کرنا آسان ہوتا ہے ان دونوں میں خاص فرق یہ ہے کہ بھیڑ کی دم سیدھی اور قدرے  
 لمبی ہوتی ہے اور دنبہ کی دم پر گول ناچکتی ہوتی ہے جس کو عربی میں الیۃ کہتے ہیں  
 جس کی تشبیہ الیان اور جمع الایا ہے۔ در مختار ہی میں ہے کہ ویصیح الجذع

ذو سِتَّةِ اشْهَرٍ مِنَ الضَّانِ قَالَ صَاحِبُ الطَّحَاوِي الضَّانُ مَالُهُ  
الْيَتِيمَةُ اهـ جس الضان کے چھ ماہی بچے کی قربانی جائز ہے اسکے بارے میں امام طحاوی  
نے فرمایا کہ وہ وہ ہے جس کے چکے ہوتی ہے..... لیکن بھیڑیا بکرے کو چکے نہیں ہوتی  
تو اس کی قربانی بھی جائز و صحیح نہیں ہوگی۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ چھ سات مہینوں کے بچے خواہ بھیڑ بکری کے ہوں یا غیر فریبہ ذنبہ  
کے ہوں اس کی قربانی جائز و صحیح نہیں۔ اخوان المغارِبہ کا چھ ماہہ بھیڑ بکری کے بچوں کی قربانی  
کے لئے احادیث کریمہ سے جوازی سند لینا صحیح نہیں مغالطہ یا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری خادم الافاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۱-۵-۱۴۲۲ھ

## قربانی کے مذبوہ جانور کے پیٹ سے اگر تھو نکلے

۹۵۴ مسئلہ :- فیضان الرحمن سبجانی۔ کیرلا

۱۴۲۳-۵-۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے  
قربانی دی۔ اور گائے یا کسی جانور کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ برآمد ہوا تو اب زید کہتا ہے  
کہ اس کو کھانا جائز ہے اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتا ہے۔ فی حدیث ابی سعید  
الخدیری قال۔ قلنا یا رسول اللہ انا نحر الابل وندبح البقر  
والشاة فنجد فی بطنها الجنین۔ افنلقیہ ام ناکلہ؟ فقال رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا ان شئتم فان ذکاتہ ذکاة  
امہ۔ (رواہ ابوداؤد) تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا اور اس مردہ بچے کا حکم کیا ہوگا؟  
اور اگر بچہ زندہ ہے تو حکم شرع کیا ہے؟ المستفتی :- فیضان الرحمن سبجانی

شریعت کالج مرکز الثقافتہ السنیہ، کیرلا

۹۲۷ الجواب هو الہادی الی الصواب والیرجى المآب۔ زید کا دعویٰ کہ مذبوہ جانور

کے پیٹ سے جو مرا ہوا بچہ برآمد ہوا اس کو بغیر ذبح کے کھانا جائز ہے اور دلیل میں اس حدیث پاک کو پیش کر رہا ہے جس میں مردہ کا ذکر نہیں بلکہ مطلقاً "الجنین" کا لفظ ہے جس کا معنی پوشیدہ، روپوش، مدفون، رحم مادر میں پرورش پانے والا چھو پایہ کا بچہ وغیرہ ہے۔ یعنی یہ لفظ مردہ بچہ کے معنی میں منحصر نہیں تو زید کی دلیل خلاف دعویٰ ہوئی۔

چونکہ شریعت مطہرہ نے حاملہ جانوروں کی قربانی بھی جائز رکھی ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ ذبیحہ کے بعد مذبح مادہ جانور کے لطن سے بچہ برآمد ہو اور وہ بچہ زندہ یا مردہ دونوں ہو سکتا ہے۔ اسی لئے "الجنین" کا لفظ استعمال ہوا یعنی ایسا بچہ جو ابھی رحم مادر میں مدفون ہے اور ناظرین کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اگر وہ ذبح کے بعد برآمد ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ **سیدمصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کلوۃ ان شئتتم فان ذکاتہ ذکاة امہ** یعنی اسکے کھانے کو فرض و واجب، سنت و سبب قرار نہ دیکر طبیعت کے رجحان پر منحصر فرمادیا کہ دل چاہے تو کھاؤ نہ چاہو تو نہ کھاؤ۔ اور آگے کا جملہ بتا رہا ہے کہ "الجنین" زندہ ہے لہذا فرمایا "فان ذکاتہ ذکاة امہ" اگرچہ اس کا مفہوم حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے مگر وہ حکم الہی عزوجل کے خلاف ہوگا لہذا شارحین حدیث اور محققین حضرات نے اسکی تقدیریوں بیان کی "کما ان امہ تحتاج الی ذبح یحتاج الجنین الیہ" یا "کان التقدير ذکاة الجنین کذکوة امہ" یعنی جیسے اس کی ماں لائق اکل ہونے کیلئے ذبیحہ کا محتاج تھی ویسے ہی الجنین بھی لائق اکل ہونے کے لئے ذبیحہ کا محتاج ہے۔ یہ معنی اگرچہ جملہ مبارکہ کا تقدیری معنی ہے پھر بھی تقدیم و اولیت اس معنی کو ہونا چاہئے کیونکہ اس معنی میں حکم قرآنی اور اصول مذہب دونوں کی موافقت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے "انما حرم علیکم المیتة" اگر جملہ مذکورہ فی الحدیث کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے تو اس حکم ربانی کی مخالفت لازم آتی ہے کہ قرآن پاک نے تو مردار کو حرام کیا مگر حدیث پاک نے حلال کیا۔ پھر اصول مذہب مہذب "لا یكون ذکاة نفس ذکاة نفسین" کہ ایک جانور کا ذبیحہ دو



یا کسی باتوروں کے لئے کافی نہیں ہے۔" کی بھی مخالفت لازم آئے گی۔ اسلئے شارحین حدیث اور فقہائے کرام نے جس طرح حدیثوں کو سمجھا اس طرح سمجھنے میں سلامتی ہے ورنہ بقول حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ "الحدیث مضلّة الا للفقہاء" جو ہدایت کا سرچشمہ ہے وہی گمراہی کا ذریعہ ہو جائے گا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم من نفسیر بالرائے ومعرفة الاحادیث بالرائے۔"

رہی یہ بات کہ اگر الجنین مردہ ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ شرح احادیث اور کتب فقہیہ میں اس کا جواب احادیث کریمہ ہی کی روشنی میں موجود ہے..... جن فقہاء اور ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث مذکور کے جملہ مذکورہ کو حقیقت پر محمول کیا ہے ان کے نزدیک اگر مومن کی نفیس طبیعت اس کے کھانے پر مائل ہو سکے تو اسے کھائے اور طبیعت نہ چاہے تو نہ کھائے۔ اور جن فقہاء و ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس جملہ مبارکہ کو تشبیہ پر محمول فرمایا وہ قرآنی موافقت کو سامنے رکھتے ہوئے بغیر ذبیحہ کے اسے کھانا حرام فرماتے ہیں اور ذبیحہ کے بعد طبیعت کے میلان پر منحصر کرتے ہیں دل چاہے تو کھائے دل چاہے تو صدقہ کرے اور کوئی کھانے کو تیار نہ ہو تو ذبح کر دے اور اگر چاہیں تو بغیر ذبیحہ کے بھی زندہ صدقہ کر سکتے ہیں۔ وان خرج حیاً فذبح یوکل والیہ ذہب امام الائمہ ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ و اذا خرج میتاً لا یوکل بل هو حرام کما فی شرح البوداؤد و فی رد المحتار و در المختار و البہار و غیر ہا من کتب الاسفار و العلم عند اللہ الغفار و صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علی النبی المختار و علی آلہ واصحابہ الاحیاء

کتب عبد الواحد قادری، خادم الافناء، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ، ۱۲ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ

## چرم قربانی کسی انہن کو دینا

مسئلہ ۹۵۵:۔ حالہ رضات قادری دیکھنگے۔  
۲۴-۵-۱۴۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں کسی ایسی انجمن میں دے دینی جائز ہے یا نہیں جس انجمن کی طرف سے لاوارث اور مسافر مردوں کی تجہیز و تدفین میں ان کھالوں کی قیمت لگائی جاتی ہو۔ یا پھر ان پیسوں سے مسجدوں میں جائے نمازیں، بدھنے اور جھاڑو وغیرہ کا انتظام کیا جانا ہو یا پھر انہی پیسوں سے بارہویں گیارہویں شریف کے جلسوں کا اہتمام و انتظام کیا جانا ہو۔ امید کہ مدلل شرعی جواب سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ فقط سائل :- خالد رضا قادری، انجمن خدام ملت درہنگہ

### ۹۲۶ الجوار هو الموفق الى الصواب

قربانی کی کھالوں کا شرعی حکم وہی ہے جو اس کے گوشت کا ہے۔ جیسے اس کا گوشت خود استعمال کر سکتے ہیں، عزیز و اقرباء کو دے سکتے ہیں۔ دوست و احباب کو دے سکتے ہیں۔ مدرسہ انجمن اور مسجد کے امام و مؤذن کو دے سکتے ہیں اسی طرح اس کی کھال بغیر بدلے اور بیچے ہوئے اپنے مصرف میں لاسکتے ہیں، عزیز و اقرباء کو دے سکتے ہیں، مدرسہ مسجد اور انجمن کے منتظمین کو دے سکتے ہیں اب وہ لوگ اگر چاہیں تو بعینہ اس کھال کو اپنے مصرف میں لاسکتے ہیں یا اسے بیچ کر جس نیک کام میں چاہیں لگا سکتے ہیں۔ ہاں صاحبِ قربانی نے اگر گوشت یا کھال کو پیسے کے عوض بیچ دیا تو اس کی قیمت اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا ہے بلکہ اس قیمت کو فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا پڑے گا۔ قربانی کی کھالوں سے متعلق یہی شرعی اصول و ضابطہ ہے۔

کما فی الہدایۃ واللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح  
وفی الدر المختار فان بیع اللحم او الجلد بدراہم  
تصدق بثمانہ۔ اور صدقہ کا مصرف قرآن پاک میں واضح ہے انما  
الصّدقۃ للفقراء والمساکین (الآیۃ)

انجمن مذکورہ فی السؤال کو قربانی کی کھالیں دین جائز و درست اور ثواب ہے  
واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کتہ عبدالواجد قادری غفرلہ

خادم الافنا جامعہ مدنیۃ الاسلام دی ہیک۔ ۲۲، جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

# جرم قربانی مسجد میں دینا

مسئلہ ۹۵۶ :- (مولانا) محمد مطیع الرحمن گوپالپوری

۱۳۲۲ھ - ۳ - ۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں قربانی کے چمڑے کسی مدرسے میں دے دیئے جاتے ہیں اور مدرسہ والے اسے بیچ کر مدرسین کی تنخواہیں دیتے ہیں، مدرسہ کی عمارت کی مرمت کراتے ہیں یا جو غریب و امیر طلبہ مدرسہ کے دارالاقامہ میں رہتے ہیں ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں۔ کیا جرم قربانی کی رقم سے یہ سب کام کر سکتے ہیں؟

دوسرا ضروری سوال یہ ہے کہ یہاں کی مسجد مخدوش ہو چکی ہے۔ اتنا پیسہ چندہ سے اکٹھا نہیں ہوتا ہے کہ اس کی مرمت کرائی جائے۔ لہذا یہاں کے باشندوں کا خیال ہے کہ اس سال بھی لوگ اپنی اپنی قربانی کی کھال مسجد کے سکرٹیری یا امام کو دیدیں اور سکرٹیری صاحب اسی جرم کو بیچ کر مسجد کی مرمت کرا دیں۔ کیا از روئے شرع ایسا کرنا جائز ہے؟ - جواب کا منتظر :- بندہ مطیع الرحمن اشرفی

الجواب ۹۵۶

جرم قربانی کا حکم زکوٰۃ و صدقات واجبہ جیسا نہیں بلکہ قربانی دینے والے کو اختیار ہے خواہ بعینہ اسے باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے۔ مثلاً جائے نماز یا بچھونا وغیرہ بنائے یا کسی نیک کام کے لئے دیدے یا اپنے کسی دوست احباب کو ہدیہ کرے۔ اگر صاحب قربانی نے اپنی قربانی کے جانور کی کھال مدرسہ کو دیدی تو منتظمین مدرسہ سے فروخت کرنے کے بعد جس نیک کام میں چاہیں اس کی قیمت لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر قربانی کرنے والوں نے قربانی کی کھال مسجد کے سکرٹیری یا امام کو دے دیا تو امام و سکرٹیری اسے فروخت کر کے اس کی آمدنی سے مسجد کی مرمت کرا سکتے ہیں کیونکہ وہ صدقہ واجبہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی صاحب قربانی نے قربانی کے جانور کی کھال اپنی منفعت کے لئے بیچا تو اسکے لئے جائز نہ ہوا اور اس جرم میں اسے بدلہ میں

ملی ہوئی رقم کا صدقہ کر دینا ضروری ہوا۔ اور اگر کسی نیک کام میں لگانے کے لئے خود بیچا ہے تو گنہگار نہ ہوا البتہ اس رقم کو کسی بھی نیک کام میں لگا دے۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علمائے نیدرلینڈ

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

## خصی شدہ بکروں کی قربانی

۹۵۷ مسئلہ :- محمد مجیب، پچھم ویہار دہلی، انڈیا

۱۴۲۲-۶-۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانوروں کے جسم میں فوطہ ایک مستقل عضو ہے لیکن بعض بکروں یا بچھڑوں کے جسم سے وہ نکال دیا جاتا ہے۔ کیا ایسے بکروں یا بچھڑوں کی قربانی عند الشرع جائز ہے؟ اور کیا اس کے فوطوں کو نکال دینا اس کے لئے عیب نہیں ہے؟ اگر عیب نہیں ہے تو کیوں۔

طالب دعاء :- محمد مجیب۔ دہلی۔

۹۶ الجوار اللہم ھدایۃ الحق والصواب

اگر مذکورہ بکرے اوز بچھڑے مکمل سال یا دو سال کے ہیں اور کوئی عیب ان میں ایسا نہیں ہے جو مانع قربانی ہو تو ان بکرے اوز بچھڑے کی قربانی نہ صرف جائز ہے بلکہ عند الشرع افضل ہے۔ کما فی الھندیۃ عن الخلاصۃ۔  
والذکر منھا افضل اذا کان خصیاً۔ بکر کی قربانی افضل ہے جبکہ وہ خصی شدہ ہو۔ وھذا فی الدر المختار والھدایۃ و فی شرح الوقایۃ وغیرھا۔

فوطہ چونکہ کھایا بھی نہیں جاتا ہے کہ اس کا نکال دینا تفسیح مال قرار پائے، بلکہ نکال دینا نفع بخش ہے کہ اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور اس کا گوشت نسبتاً لذیذ ہوتا ہے اور تجربہ کی بنیاد پر اکثر خصی شدہ بکروں کا گوشت بھی بڑھ جاتا ہے جو مسکینوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔ علامہ خسی مبسوط میں فرماتے ہیں۔

وكان ابراهيم يقول يزداد في لخمه بالخصاء النفع  
 للمساكين مما يفوت بالانثيين اذ لا منفعة للفقراء في  
 ذلك ۵ اور جب فوطوں کا نکال دینا عموماً نقصان دہ نہیں بلکہ فائدہ مند ہے تو  
 اس کا شمار عیب میں نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 مکتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۲ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ  
 خادم الاقناء مجلس علماء نیدرلینڈ

## قربانی سے پہلے یا بعد میں حجامت ہوا سکتے ہیں

مسئلہ ۹۵۸۔ اسلام علاءین۔ آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اپنے نام کی قربانی سورینام  
 میں کرانا چاہتا ہوں لیکن میں بقرعید میں ہالینڈ کے اندر رہوں گا۔ اب یہ مجھے معلوم نہیں  
 ہے کہ قربانی دس ذوالحجہ کو ہوگی یا گیارہ بارہ تاریخ کو۔ سوال یہ ہے کہ مجھے حجامت کب  
 بنوانی چاہئے؟ آیا بارہ تاریخ کے بعد یا اس سے پہلے ہی؟ جواب دیکر میرے ذہنی  
 خلیجان کو دور کریں۔ والسلام۔ حاجی علاءین۔

۹۸۶ اجواب

قربانی دینے والوں کے لئے مستحب ہے کہ ماہ ذی الحجہ شروع ہو جانے کے بعد سے  
 نماز عید الاضحیٰ تک اپنا ناخن نہ ترشوائے حجامت نہ بنوائے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی  
 قربانی کے ذبیحہ کا انتظار کرے ہاں اگر نماز الاضحیٰ کے بعد خود قربانی کرے تو اس دن پہلی چیز  
 جو کھائے وہ اسکی اپنی قربانی کا گوشت ہو۔ لیکن جب آپ کی طرف سے ہالینڈ میں نہیں  
 بلکہ سورینام میں قربانی ہو رہی ہے تو اسی دن اسی وقت اس کا گوشت کھانا ممکن نہیں۔  
 بہر حال آپ کی قربانی چاہے کہیں بھی ہو جائز و درست ہے۔ آپ کو چاہئے کہ  
 بقرعید کی نماز کے بعد اپنی حجامت بنوالیں چاہے قربانی، قربانی کی تیئوں تالیخوں میں  
 سے جس تاریخ میں ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

البتہ حج کرنے والوں کے لئے منیٰ کی قربانی میں ترتیب واجب ہے کہ پہلے رمی ہو پھر قربانی پھر حلق یا قصر (بال منڈانا یا کتر وانا) اگر حاجی خلاف ترتیب عمل کرے گا تو دم واجب ہوگا۔ شاید اسی مسئلہ کی وجہ سے آپ کو ذہنی خلجان ہے لیکن غیر حاجیوں کے غیر منیٰ میں یہ پابندی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری مسجد نوری آمسٹرڈم ہالینڈ

۱۳ نومبر ۱۹۸۵ء

## قربانی کی کھال معلم کو عوض میں دینا جائز نہیں

۹۵۹ مسئلہ :- شکور بیچن ہارلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں بچوں کو پڑھانے لکھانے کے لئے ایک میاں جی کو رکھا گیا ہے اس شرط پر کہ گاؤں میں جتنی قربانی ہوگی ان تمام قربانی کی کھالیں آپ کو دیدی جائیں گی اسکے علاوہ بچوں کے سرپرستوں سے ہر ایک بچہ کے لئے پانچ روپیہ ماہوار آپ کو ملے گا۔ اس سوال کا جواب معلوم کرنا ہے کہ قربانی کی کھالیں میاں جی مذکور کو دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

شکور بیچن ہارلم ہالینڈ

۹۲ الجواد

قربانی کی کھالوں کا وہی حکم ہے جو اس کے گوشت کا ہے کما فی الہدایۃ واللحم بمنزلۃ الجلد صحیح قول پر قربانی کے گوشت کا وہی حکم ہے جو فی الصحیح اس کی کھال کا۔

اور قربانی کا گوشت کسی کام کے عوض میں دینا جائز نہیں۔ گاؤں کے لوگوں نے میاں جی کو قربانی کی کھال دینے کی شرط پر رکھا ہے یہ شرط باطل ہے۔ اگر یہ شرط نہ رکھی جاتی اور یونہی استحساناً گاؤں والے اپنی قربانیوں کی کھالیں انہیں دیدیتے تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ مسجد نوری آمسٹرڈم ہالینڈ

## چرم قربانی کی رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے

سئلہ ۹۶۰۔ نورالدین بھوانی امر فورٹ ہالینڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی قربانی کی کھالوں کو بیچ ڈالا ہے اب اس رقم کو کیا کرے آیا اپنے مصرف میں لے آئے یا صدقہ خیرات کر دے

نورالدین بھوانی۔ امر فورٹ

یا صدقہ خیرات کر دے

الجواب

چرم قربانی بیچ کر اس کی رقم کو اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا۔ وہ صدقہ کی جائیگی اور اس کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔ کما فی الذر المختار

فان البیع اللحم والجلد بدر اھم تصدق بثمانہ۔  
وقال تبارک وتعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکین (الآیتہ)  
واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء مدنیۃ الاسلامہ

دی ہیگ ۳ ستمبر ۱۹۶۷ء

## حاملہ گائے کی قربانی

سئلہ ۹۶۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے (حاملہ) گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

محمد علی گمان حسنو۔ پاراماری بو۔ سورینام۔ جنوبی امریکہ

الجواب۔ ہوالہادی الی القواد

اس حاملہ گائے کی قربانی جس کے بچہ میں ابھی تک جان نہیں پڑی ہے۔ بالاتفاق جائز و درست ہے۔ مگر جان پڑ جانے کے بعد اس کی قربانی امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

بہر حال قربانی دونوں صورتوں میں ہو جائے گی۔ لیکن اگر حمل کا علم پہلے سے ہو جائے تو اس جانور کی قربانی نہ دینا اولیٰ ہے۔  
فتاویٰ عالمگیری باب الذبائح میں ہے۔

شاة او بقرة اشرفت على الولادة  
قالوا يكره ذبحها لان فيه  
تضيع الولد وهذا قول  
ابى حنيفة... كذا فى  
فتاوى قاضى خاں۔  
بکری یا گائے جس کے جننے کا وقت قریب  
ہو گیا ہو۔ کہا کہ اس کا ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ  
اس صورت میں بچہ کو ضائع کر دینا ہے اور  
یہ قول حضرت ابو حنیفہ کا ہے۔۔۔۔۔ جیسا کہ  
فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

واضح رہے کہ اس کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔ کیونکہ فتاویٰ عالمگیری  
نے قول امام اعظم کو فتاویٰ قاضی خاں کے حوالہ سے پیش کیا ہے اور حضرت امام قاضی  
خاں قول ضعیف میں قالوا فرماتے ہیں، جیسے دوسرے شارحین و محشی حضرات  
قول ضعیف میں قیل، یقال وغیرہ فرماتے ہیں، پس یہاں یکرہ کو کراہت مطلقہ  
(تحریمی) پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الافئاد اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

## جس جانور کو پیدائشی دم نہ ہو

مسئلہ ۹۶۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری کی عمر ایک  
سال سے زیادہ کی ہے لیکن نہ اس کو دم ہے اور نہ کان تو کیا اس کی قربانی ہو سکتی  
ہے۔ اگر قربانی نہیں ہو سکتی تو کیا عقیقہ ہو سکتا ہے؟ بینوا و توجروا  
عطاء البنی۔ دیرنہ۔ دورن۔ ہالینڈ

۹۶۲ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب

پیدائشی طور پر دم یا کان کا نہ ہونا قربانی کے لئے عیب نہیں ہے کہ اسکی ممانعت



ہو۔ حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ ص ۲۸۲ میں فرمایا " ذکر فی الاصل عن ابی حنیفہ انہ یجوز " اصل میں حضرت ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ وہ جائز ہے اور علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں۔

والشاة اذ المرین لها اذنٌ بحرمی جس کو پیدائشی طور پر کان اور دم نہ ہو تو ولا ذنب خلقة یجوز قال محمد اسکی قربانی امام اعظم کے نزدیک جائز ہے۔ امام محمد نے لایکون هذا ولو کان لا یجوز الا فرمایا کہ ایسا ہوتا نہیں اور اگر ہو تو اسکی قربانی جائز نہیں حضرت قاضی خاں کا لایجوز پر یجوز کو مقدم کرنا ترجیح و اختیار کی دلیل ہے جیسا کہ قاضی خاں کے خطبہ میں تصریح فرما چکے ہیں۔ جس جانور کا عقیقہ ہو سکتا ہے اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ عقیقہ و قربانی کے جانور میں کوئی فرق نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ خادم الانشاء " القرآن " ۱۰  
اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۳ سوال المکرم ۱۴۲۳ھ

## قربانی کے جانور کو خرید کر بیچ ڈالنا

مسئلہ ۹۶۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک گائے خریدی۔ گائے فریہ اور خوبصورت تھی قربانی کرنے والوں نے زید سے کہا کہ اس گائے کو ایک سو پچاس روپیہ منافع لیکر میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اور اگر چاہو تو ایک یا دو حصہ اس میں تم بھی رہو۔ چنانچہ زید اس کے لئے راضی ہو گیا۔ منافع لیکر گائے کو بیچ ڈالا، اور اس گائے میں خود بھی دو حصہ رہ گیا۔ کیا اس صورت میں اس کی قربانی صحیح ہوگی؟ اور منافع لیکر اس کو فروخت کر دینا جائز ہوا؟ بینوا و توجروا

نصرت حسین علی رضا بستوی بمقیم شارع ناصر دوسری U.S.E

۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

گائے میں سات حصوں تک کی قربانی درست ہے۔ زید نے اس میں دو حصہ لیا اور بقیہ لوگوں نے پانچ حصے لئے تو سب کی طرف قربانی درست ہو جائے گی۔

خریدی ہوئی گائے کو نفع لیکر بیچنا بالکل جائز و درست ہے۔ لقولہ تعالیٰ  
 أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ۔ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کر دیا ہے۔ بلکہ اگر زید نے اس گائے  
 کو قربانی کرنے کیلئے بھی خریدا ہوتا ہے بھی اس کو منافع کے ساتھ بیچ ڈالنا اسکے لئے جائز ہوتا۔

کما فی المبسوط ص ۳۱۱ واذا اشتريٰ اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور خریدا پھر اسے بیچ ڈالا  
 اضحیہ ثم باعها فاشتريٰ مثلها اس کے بعد پھر اسی کی طرح دوسرا جانور خرید لیا  
 فلا بأس بذلك۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الانشاء، القرآن، اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ۔ ۹ ذی قعدۃ المحرم ۱۴۲۴ھ

## جس بکری کا دودھ سوکھ گیا، ہوا سکی قربانی

۹۶۲ مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری کو بچہ ہوئے  
 صرف چار مہینہ گزرا ہے مگر اس کا دودھ سوکھ گیا ہے۔ بکری کے مالک کا ارادہ ہے کہ اس  
 کی قربانی کر دی جائے۔ کیا از روئے شرع اسکی قربانی جائز و درست ہے؟

سائل: رشید احمد توری، برمنگم، وارڈھال آسٹریڈم

۹۶۲ الجواد۔ ہوالہادی الی الصواب

جی ہاں اس بکری کی قربانی جائز و درست ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۲۱ میں ہے  
 واللّٰتی لا ینزل لہا لبن من غیر علة۔ اس (گائے) کی قربانی درست ہے جس کا دودھ بغیر کسی  
 بیماری کے اترنا بند ہو گیا ہو۔ اور شامی ص ۲۸۳ میں ہے

و ذکر فیہا جواز اللّٰتی لا ینزل اور ایسے جانور کی قربانی کے جواز کا ذکر ہے جس کا  
 لہا لبن من غیر علة۔ دودھ بغیر کسی بیماری کے اترنا بند ہو گیا ہو۔

قربانی کا جانور جس قدر فریب اور بے عیب ہے اسی قدر وہ بہتر اور مستحب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم، القرآن، اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ۔ یکم ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

# کتاب النکاح

## نکاح و طلاق کا بیان

### کیا نکاح کی صحت کے لئے کفایت ضروری ہے؟

۹۶۵ء۔۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ نکاح کے لئے کفایت (برابری) ضروری ہے یا نہیں؟ یہ برابری لڑکی کے لئے چاہئے یا لڑکا کے لئے؟ بالغ کے لئے یا نابالغ کے لئے؟ کن کن باتوں میں برابری ضروری ہے؟ تفصیل سے جواب دینے کی زحمت قبول فرمائیں۔ المستفتی: خواجہ محمد الیاس تھری و عبدالقاریب، ہیم پورخ، جرمنی

۲۸۶ جواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب،

جی ہاں نکاح کی صحت و جواز کے لئے کفایت (میاں بیوی میں برابری) ضروری ہے کہ فقہاء کرام نے غیر کفو سے نکاح کو ناجائز و باطل قرار دیا ہے۔ کمانی البدرا مختار یفتی فی غیر الکفو بعد مجوزہ غیر کفو میں نکاح کے ناجائز ہونے کا فتویٰ اصلاً وہو المختار للفتویٰ دیا جائے گا فساد زمانہ کی وجہ سے اور فتویٰ لفساد الزمان الخ کے لئے یہی قول مختار ہے۔

کفو سے مراد یہ ہے کہ مرد عورت سے نسب، اسلام، پیشہ، حریت، دیانت اور مال وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح کرنا عورت کے خاندان والوں کیلئے ننگ عار اور بے عزتی کا سبب بن جائے۔ مذکورہ چھ باتوں میں سے اگر ایک بات کے اندر بھی مرد میں کمی فاحش ہے تو وہ اس عورت کا کفو نہیں ہوگا جو اس ایک بات میں مرد سے بہت زیادہ ہے۔ مثلاً باعتبار نسب۔ عورت عربی النسل ہے، مرد عجمی النسل ہے (غیر متدین عالم)

- ۱- باعتبار نسب عورت قریشی ہاشمی ہے۔ مرد غیر قریشی ہے
- ۲- باعتبار اسلام عورت باپ دادا سے مسلمان ہے۔ مرد خود مسلمان ہوا ہے
- ۳- باعتبار پیشہ عورت کا دادا بھی مسلمان ہے۔ مرد کا باپ مسلمان ہوا
- عورت کا باپ یا جری یا فیکٹری والا ہے۔ مرد یا مرد کا باپ چمڑا پکانے والا یا جوتا سینے والا ہے۔
- عورت کے یہاں عطر فروشی کا کاروبار ہے۔ مرد کے یہاں سڑکوں کی صفائی کا
- ۴- باعتبار حریت عورت کے خاندان میں غلامی نہیں ہے۔ مرد غلام ہے یا اس کے خاندان میں غلامی ہے
- ۵- باعتبار دیانت عورت کا خاندان اسلام کا پابند متقی و پرہیزگار ہے۔ مرد میں یا مرد کے خاندان میں فسق و فجور عام ہے
- عورت سنیہ یا اس کا خاندان سنی ہے۔ مرد کے یہاں مسلک مذہب کی پاسداری نہیں ہے

- ۶- باعتبار مال عورت کے ماں باپ مالدار ہیں۔ مرد فقیر اور مہر مجل دینے پر بھی قادر نہیں
- (لڑکے کا باپ ماں اگر مالدار ہے تو لڑکا بھی مالدار سمجھا جائے گا)
- مذکورہ باتوں میں اگر مرد عورت کی برابری کا نہیں تو ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ درمختار باب الولیٰ کی عبارت سے مفہوم ہوا۔
- کفالت صرف مرد کی طرف سے لی جاتی ہے عورت چاہے کم درجہ کی ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں اس کا نکاح جائز و صحیح ہوگا۔ اوپر کی مثالوں میں اگر عورت کی جگہ مرد اور مرد کی جگہ عورت فرض کیا جائے تو نکاح جائز و نافذ ہے۔

کفالت بالغہ اور نابالغہ دونوں کے لئے چاہئے اگر کسی بالغہ عورت کی اجازت سے اس کے کسی قریبی رشتہ دار یہاں تک کہ اس کے بھائی نے غیر کفو نکاح کر دیا تو فقہاء اسلام کا محتاط و مختار فتویٰ یہی ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ خیرہ میں ہے

باب الاولیاء والاکفیاء ص ۲۵

سُئِلَ فِي بَيْكْرٍ بِالْفِغَةِ زَوْجَهَا  
 اخوها من غير كفوء باذنها  
 اجاب تزويجه لها باذنها  
 كتزوجها بنفسها وهي مسألة  
 من نكحت غير كفوء بلا رضا  
 اولياءها افتى كثير بعدم انعقادها  
 اصلاً وهي رواية الحسن عن  
 ابي حنيفة ففي المعراج معزياً  
 الى قاضي خاں وغيره والمختار  
 للفتوى في زماننا رواية الحسن  
 سوال کیا گیا کہ کسی باکرہ بالغہ کا نکاح اس کے بھائی  
 نے اسکی اجازت سے غیر کفو میں کر دیا تو اس کا نکاح  
 صحیح ہو یا نہیں؟ سوال کے جواب میں صاحب فتاویٰ  
 نے فرمایا کہ لڑکی کی اجازت سے نکاح ایسے ہی ہے جیسے  
 لڑکی نے خود نکاح کیا۔ تو یہ مسئلہ لڑکی کا خود غیر کفو  
 میں اپنے اولیاء کی رضا کے بغیر کرنے کا ہوا۔ فقہاء اکرام  
 نے اس نکاح کے اصلاً منعقد نہ ہونے پر ہی فتویٰ دیا  
 اور اسکی بنا امام حسن کی وہ روایت ہے جو انہوں نے امام اعظم  
 سے کیا۔ معراج میں اس روایت کو امام قاضی خاں وغیرہ  
 کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ ہمارے زمانہ میں فتویٰ  
 کے لئے امام حسن کی ہی روایت مختار ہے۔

ہم اے اس دور انحطاط میں بھی عاتقہ المسلمین نے اس دین شرعی مسئلہ سے چشم  
 پوشی کی ہے جس کا نتیجہ ظاہر و باہر ہے کہ نکاح کے چند دلوں کے بعد ہی زوجین میں ناچاقی  
 و شکر رنجی شروع ہو جاتی ہے اور معاملہ تفسیح نکاح تفریق زوجین اور طلاق و علیحدگی  
 تک پہنچ کر غیر مسلم کورٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ خاص کر یہ و با یورپ امریکہ میں عام ہے  
 اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس و با مہلک اور بلائ مسموم سے بچائے آمین۔ وصلی اللہ  
 تبارک و تعالیٰ علیٰ العالین و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، ۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

نوری دارالافتاء، آسٹریڈم ہالینڈ

بھائی کے ہوتے ہوئے چچا ولی نہیں ہو سکتا!

۹۶۶ مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ ہے  
 مگر اس کے چچا نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح ایسی فیملی میں کر دیا جس

کی بد عملی، شراب نوشی، جوا بازی وغیرہ لوگوں میں مشہور ہے۔ جبکہ ہندہ ایک سنی  
نمازی گھرانے کی لڑکی ہے۔ ہندہ کا بھائی خالد بھی اس نکاح سے راضی نہیں ہے  
وہ چاہتا ہے کہ اس نکاح کو فسخ کر دے اور کسی اچھی فیملی میں اس کا دوسرا نکاح  
کر دے۔ کیا اسلامی شریعت کی رو سے اس کا نکاح ختم کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کا  
شوہر طلاق دینے کے لئے کسی طرح راضی نہیں ہو رہا ہے۔

المستفتی :- محمد خلیل داؤد، الجمعية الاسلامیہ بارسلونا (سپین)

۹۲ الجواب هو الهادی الی الصواب

بالغہ عورت پر چچا تو چچا بھائی کو بھی جبری ولایت حاصل نہیں۔ پھر بھائی کے  
ہوتے ہوئے بچا ولی نہیں ہو سکتا۔ پھر جس لڑکے سے نام نہاد نکاح ہوا وہ ہندہ  
کا کفو نہیں ہے۔ لہذا بر تقدیر صحت سوال نکاح مذکور منعقد ہی نہیں ہوا۔  
کنز الدقائق میں ہے۔

لا تجبر بک وبالغہ علی النکاح۔  
بالغہ باکرہ لڑکی پر کسی کو نکاح کے معاملہ میں  
ولایت اجبار حاصل نہیں۔

اور قاضی خاں ص ۱۵۵ فتح القدر ص ۱۸۴ اور رد المحتار ص ۴۰۸ کے علاوہ تنویر الابصار ص ۱۵۵  
والنظم من التنویر (ویفتی) فی عبارت تنویر الابصار کی ہے کہ غیر کفو میں اصلاً  
غیر الکفو، بعدم جوازہ اصلاً نکاح کے عدم جواز ہی کا فتویٰ دیا جائے گا اور  
وہو المختار للفتویٰ (فساد الزمان) فتویٰ کیلئے یہی مختار ہے فساد زمان کی وجہ سے۔  
لہذا صورتِ مسئلہ میں فسخ نکاح کی ضرورت نہیں نہ اس کے لئے قضا، قاضی کی  
ضرورت ہے۔ مظلومہ ہندہ مذکورہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے کفو میں  
نکاح کرے اور یہ نکاح اس کا دوسرا نہیں بلکہ پہلا نکاح ہو گا۔ کیونکہ نام نہاد نکاح  
مذکور نکاح ہی نہیں ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اجمعوا علی انه لا یجوز ذلک فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ دادا کے علاوہ  
من غیر الاب والجد ولا من غیر کفو میں کیا ہوا نکاح (خواہ بحکم قاضی نکاح

القاضی، کذا فی فتاویٰ ہوا ہو، جائز نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں : ۱۰

قاضی خاں میں ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری، نغزہ جامعہ مدینۃ الاسلام، دی ہیگ

۱۳۱۱ھ

کفو میں برادری کا اعتبار ہے یا نہیں؟

النصاری اور شیخ آپس میں کفو ہیں یا نہیں

مسئلہ ۹۶۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ساجدہ الفاریہ بانو نے اپنی مرضی سے اپنا نکاح بغیر اپنے ولی سے پوچھے ہوئے بطریق شرع محمدی ایسے لڑکے کے ساتھ کر لیا جو اسلام، دیانت، چال چلن اور پیشہ کے اعتبار سے اس کا کفو ہے مگر برادری کی حیثیت سے دونوں دوہین مثلاً ایک النصاری ہے دوسرا شیخ صدیقی ہے۔ اور اس النصاری و صدیقی ہونے کا ثبوت بھی کسی کے پاس نہیں ہے صرف طلاقاً و راج اور نام نہاد نام ہے اور ساجدہ مذکورہ نے یہ قدم اس لئے اٹھایا کہ اس کے سرپرست حضرات اس کا نکاح النصاری فیملی کے ایک ایسے گھرانے میں کرنا چاہتے تھے جس کا پیشہ گداگری ہے۔ سوال یہ ہے کہ برادریوں کے جو نام سماج یا کسی گورنمنٹ نے رکھا ہے وہ نکاح میں معتبر ہے یا کفو میں نسبت مراد کچھ اور ہے؟

النصاری اور شیخ آپس میں کفو ہیں یا نہیں؟ ساجدہ مذکورہ کا نکاح صحیح و لازم

ہوا یا نہیں؟ المستفتی: حبیب الحسن شیخ، فرینک فورٹ سینٹرل (جرمنی)

۹۶۷ الجواد

شرع پاک، رسم و رواج، آئین و قانون، حکومت و سلطنت پر راجح و غالب ہے۔ شرع پاک کا حکم ہی تاقیامت جاری و ساری ہے گا اسکے علاوہ سائے قانون اور رسم و رواج تتر بتر ہو جائیں گے۔ لقول عز وجل إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ

(حکم صرف اللہ ہی کا ہے) شریعتِ مطہرہ نے نسب میں قریش کے تمام خاندانوں کو ایک دوسرے کا کفو مانا ہے، قریش کے علاوہ عرب کی تمام برادریاں اور فیملیاں خواہ وہ انصار ہوں یا مہاجر ایک دوسرے کے کفو ہیں عجمی عجمی کا اور عربی عربی کا کفو ہے بلکہ عجمی النسل عالم عربی النسل کا کفو ہے کیونکہ شرافتِ علمی شرافتِ نسبی پر فوقیت رکھتی ہے جن کے قریش نسب ہونے کا کوئی ثبوت شرع نہیں بزع خود وہ فلاں فلاں شرافتِ نسبی کے حامل ہیں وہ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهِمْ مِنْ سُلْطٰنٍ کے زمرے میں ہیں۔ ان کی شرافت کا اندازہ انکی دیانت، پیشہ اور چال چلن سے لگایا جاسکتا ہے۔

شرع میں کفو کا معنی مذہب مہذب کی پابندی، نسب کی شرافت، پیشہ کی عظمت، چال چلن میں نیک نامی کے اندر برابری ہے۔ برادریوں کے نام پر سماج و سوسائٹی یا کسی گورنمنٹ نے قوموں کو تتر بتر کر دیا ہے اسمیں ان کی اپنی مصلحت و مفاد ہے۔ اسلام سے اس کا تعلق نہیں۔ اسلام نے خاندان و قبائل کو صرف دہم تعارف بنایا ہے یہ شرافت و ذلت کی بنیاد نہیں۔ شرافت و ذلت کی بنیاد تو تقویٰ و دیانت یا عدم تقویٰ ہے۔ لِقَوْلِهِ تَعَالٰی وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔

قریش کا جو بھی خاندان عجم میں ہے وہ ایک دوسرے کا کفو ہے۔ عجم میں جو بھی حضرات داخل اسلام ہوئے اور وہ سب عجمی النسل ہیں انہیں ایک دوسرے کا کفو ہونا چاہئے مگر وہ جن بزرگوں کے ہاتھوں پر ایمان لائے اور آپس میں ایک دوسرے کی ولاء کی وصیت کی تو وہ ایک دوسرے کے کفو ہیں، یورپ، امریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں چونکہ ذات پات نہیں ہے صرف فیملیوں کا اختلاف ایسی تعارف کا ذریعہ ہے لہذا یہ تمام عجمی ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ برصغیر میں ذات پات کا اختلاف بہت پرانا ہے اور وہاں والے شرافت و ذلت کا انحصار اسی پر رکھتے ہیں لہذا علاقائی حیثیت سے عرف کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ شرافت



ورذالت میں شریعت نے عرف کا اعتبار کیا ہے فلہذا جو قومیں اسلام لانے سے پہلے شریف سمجھی جاتی تھیں وہ سب اسلام لانے کے بعد بھی عرفاً شریف سمجھی جائیں گی۔ اور اسی طرح ان کی اولاد و امجاد بھی۔ لیکن دیانت و پیشہ وغیرہ میں وہ اگر اتنے کم ہو جائیں کہ ان سے نکاح کرنا عورتوں کے خاندان کے لئے وجہ ننگ و عار سمجھا جانے لگے تو وہ شریف زاد یوں کا کفو نہیں ٹھہریں گے۔ صورتِ مذکورہ میں ساجدہ کا نکاح صحیح و لازم ہو گیا اگر اس کے سرپرست حضرات اس کی مرضی کے خلاف اسی کی نام نہاد برادری میں نکاح کر دیتے تو شرعاً نکاح نہیں ہوتا۔

در مختار میں ہے

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ ولی کی مرضی کے بغیر بھی بالغہ آزاد کا نکاح بلا رضی ولی۔ ۵۱ نافذ ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ص ۲۸۶۔

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح شرعاً نافذ ہے۔

کتبہ عبدالواحد قادری خادم ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ

۱۳ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ وارد حال پاک محمدی مسجد جبرسن

## بیوی اگر عدت طلاق میں ہو تو اسکی بہن یا بہن کی بیٹی نکاح سے

مسئلہ ۹۶۸۔ سہیل انور، وارد حال پاک محمدی مسجد جبرسن

۱۳۱۵۵-۱۰-۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی زاہدہ کو طلاق دیدی اور ابھی وہ عدت طلاق میں ہے تو ایسی صورت میں زید زاہدہ کی بہن کی بیٹی یا زاہدہ کے بھائی کی بیٹی سے اپنا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ یا زید کی بیوی زاہدہ مرگئی جس کا ابھی چالیسواں بھی نہیں ہوا ہے تو کیا اس درمیان میں زید اس زاہدہ کی بہن کی بیٹی یا بھائی کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے نواز کرا حبر آخرت کے مستحق بنیں۔ سائل:- محمد سہیل انور

## ۹۶۹ الجواد هو الہادی علی الصواب

بن دو عورتوں کا بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جیسے دو بہنوں کو بھوپھی بھتیجی کو اور خالہ بھانجی وغیرہ کو اسکو عدت کے اختتام سے پہلے بھی نکاح میں لانا حرام ہے۔ لہذا زید کی مطلقہ زاہدہ جب تک عدت میں ہے اسکی بہن بھتیجی بھانجی سے زید کو نکاح کرنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ اجتماع نکاح کے مرادف ہے..... البتہ زید کی بیوی زاہدہ کے مرتے ہی نکاح کلیتہً منقطع ہو گیا اور مرد پر چونکہ عدت نہیں ہے لہذا زاہدہ مذکورہ کے مرتے ہی زید اس کی بہن بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے۔ عقود الدرر میں ہے۔

لعدم الجمع نکاحاً و لا عدتاً نکاح اور عدت میں جمع نہ ہونے کی وجہ سے  
اذ لا عدتاً علی الرجل کیونکہ مرد پر عدت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافتاء مدینۃ الاسلام دی بیگ

۲۱ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

## حرمیت مصاہرت

۹۶۹ مسئلہ :- نور العین عباسی بر مسنگم  
۱۵-۱۱-۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی سالی کے ساتھ زنا کر لیا۔ اب اسے سخت ندامت و پشیمانی ہے۔ اس نے بعض علمائے دین کے حضور حاضر ہو کر توبہ و استغفار بھی کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی یا اس کے نکاح سے نکل گئی؟ یا اسے کچھ کفارہ دینا پڑے گا تا کہ وہ اسکی بیوی رہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ یورپ میں قریبی رشتہ دار عورتوں سے اظہار محبت کے لئے بوسہ لینا یہاں کی تہذیب میں داخل ہے۔ اگر آپس میں بوسے نہ لیں تو دلوں میں کدورت بٹھیتی ہے اور شکوہ شکایت کا موقع ملتا ہے۔ ایک نوجوان نے

اپنی ادا میرے ساس یا تقریباً جوان خلیہ ساس کا ایسا لیا لیکن پورے لینے کے بعد اس کے چہرے پریشانی ظاہر ہوئی، دوستوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ساس اور خالہ ساس دونوں کو بوسہ لیتے وقت میرے آلام میں انتشار ہوا اور مجھے لذت محسوس ہوئی اب میں سوچتا ہوں کہ یہ کسی بڑے گناہ کا سبب تو نہیں ہوا؟ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ساس کو بوسہ لیتے وقت دالملا کی جو یہ کیفیت ہوتی کہیں اس فعل سے اس کی بیوی حرام تو نہیں ہوگی۔ امید کہ واضح جواب سے لوازم کی سنی فرمائیں گے۔

سائل: نور العین عباسی برہنگم۔ انگلینڈ

### ۷۸۶ الجواد اللہ مہدایۃ الحق والضواب

سالی سے زنا شدت مسلم نہایت بلا خجاست ہے لیکن اس بد فعلی کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی نہ اس کے نکاح سے نکلی اور نہ ہی اس پر کچھ کفارہ دینا آتا ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور دوبارہ اس کام کا خیال تک دل میں نہ لائے جب اس نے ظلماً بگو گواہ بنا کر توبہ کر لیا (اگرچہ اس کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اسے ایسا کرنا بھی نہیں چاہئے تھا) تو رحمت خداوندی سے امید ہے کہ اس کے گناہ دھل گئے ہوں گے۔ الْقَائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (الحدیث)

آل میں انتشار ہونا یا لذت محسوس ہونی شہوت کی نشانی ہے اور بحالت شہوت ساس کو صرف چھو لینے سے بھی حرمت معاہرت ثابت ہو جاتی ہے بوسہ تو شہوت رانی کا ایک اہم حصہ ہے۔

لہذا صورت سوال میں اس نوجوان کی بیوی ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہو گئی لیکن جب تک متاثر نہ ہو کر عدت نہ گزر جائے وہ دوسرا تکلیف نہیں کر سکتی۔ اس نوجوان پر واجب ہے کہ اپنی اس بیوی سے متاثر نہ کرے جس کی ماں کو شہوت کے ساتھ چھو یا بوسہ لیتے وقت لذت محسوس کیا۔ متاثر نہ کرے کہ وہ اپنی بیوی کو کہہ دے کہ میں نے تیرے چھو دیا۔ اب تو دوسرے نکاح کے لئے آزاد ہے۔ اور اگر وہ شخص متاثر نہ کرنے

راضی نہ ہو تو اس کی بیوی کو چاہئے کہ وہ کسی قاضی اسلام یا مرجع عالم دین کے پاس اس معاملہ کو لیجائے۔ ہذا المسئلة کلہا فی کتب الفقہ

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ جامعہ مدینۃ الاسلام دیہریگ

۵/ ذی قعدۃ الحرام ۱۴۱۵ھ

## یورپی ساس کو شہوت سے چھوना

### بارہ سالہ سوتیلے بیٹے کو شہوت سے چھوना

مسئلہ ۹۷۰:- ہارون رشید جبلی پوری

۱۳۲۱-۱-۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ساس یا دادی ساس کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی ہے کہ نہ اسے جماع کی خواہش رہی نہ ہی شہوت آتی ہے ایسی صورت میں اگر اس کے داماد یا پوتا داماد نے شہوت کے ساتھ اسے چھولیا یا یورپ کے رسم و رواج کے مطابق ملنے کے وقت اسے بوسہ لے لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو کر اس ساس کی بیٹی داماد پر حرام ابدی ہو جائے گی یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ زید کی دوسری بیوی اپنے بارہ سالہ سوتیلے بیٹے کے ساتھ ایک ساتھ سوتی ہوئی تھی اور بچہ کی بے خبری میں اس کے آلہ پر ہاتھ رکھا جس کی وجہ سے آلہ میں انتشار پیدا ہوا حالانکہ وہ بچہ بھی نابالغ ہے پھر زید کی دوسری بیوی نے اپنے سوتیلے بیٹے کے آلہ تناسل کو چوسا بھی ایسی صورت میں وہ زید پر حرام ہوگی یا نہیں؟ امید ہے کہ مدلل جواب سے سرفراز فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

المستفتی:- ہارون رشید جبلی پوری، وارد حال امسٹرڈم ہالینڈ

۹۲ الجواب

حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے دونوں کا مشتبہا ہونا ضروری ہے اور جس عورت کا ذکر سوال نامہ میں ہے وہ عمر مشتبہا (نوسال) میں داخل ہو کر حد اشتہار کو اپنے اوپر ثابت کر چکی ہے لہذا اب خصوصاً اشتہار کا نہ ہونا اسے

مشتہاء سے الگ نہیں کر سکتی۔ پس صورتِ مسئلہ میں جب اس کے داماد نے شہوت کے ساتھ اسے چھولیا یا بوسہ لیتے وقت داماد کو شہوت انگیزی تو حرمتِ مہارت ثابت رہی اور اس کی بیٹی اس کے داماد پر حرامِ ابدی ہو چکی مگر نکاح سے متاثر کے بعد میں نکلتی گی۔ اور متاثر کے بعد عدت گزار کر ہی دوسرا نکاح کر سکے گی۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۵ میں ہے۔

ولو كبرت المرأة حتى خرجت عن حد المشتهاة يوجب  
الحرمة لانها دخلت تحت الحرمة فلم تخرج بالكبر.....  
..... كذا في التبيين اهـ وهو اعلم

بارہ سال لڑکا عند الشرع صاحب شہوت ہو جائے اور یورپ میں تو بارہ سال لڑکے کو ماہر بلوغ کو پہنچ جاتے ہیں لہذا صورتِ مسئلہ میں حرمتِ مہارت یقیناً ثابت ہو کر زید کی نابکار بیوی زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے۔ کما فی الہندیۃ۔ وان انتشرت التہ بذالك وان کان رفیقاً بحیث تصل حرارة المسوس ثبت (الحرمة) کذا فی الذخیرۃ اهـ

وفی الہندیۃ ایضاً "لا فرق فی ثبوت الحرمة بالمسس بین کونہ عامداً او ناسیاً او مکرهاً او مخطیاً کذا فی فتح القدر او نائمًا ہ کذا فی معراج الدراییہ۔ واللہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

## رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح

مسئلہ ۹۷۱۔ فیروز احمد خان

۱۴۲۱ھ - ۱ - ۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زینب نے زید کے ساتھ زید کی ماں کا دودھ پیا اب زینب بالغ ہو چکی ہے اس کے والدین چاہتے

ہیں کہ زید کے بڑے بھائی بکر کے ساتھ زینب کا اور زینب کی چھوٹی بہن کلثوم کے ساتھ زید کا نکاح کر دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ از روئے شرع ان دونوں نکاحوں کی اجازت ہے یا نہیں؟ - فیروز احمد خاں

کراؤف امام مسجد بلال آکسفورڈ ہالینڈ

۹۲

الجواب

زینب اور زید کے تمام بھائی بہن (خواہ عمر میں بڑے ہوں یا چھوٹے) آپس میں رضاعی بھائی بہن ہیں لہذا زید کے کسی بھی بھائی (حقیقی یا اختیائی و عسلی) سے زینب کا نکاح ایسے ہی حرام ہے جیسے اپنے حقیقی بھائی سے۔  
 یحرم من الرضاعة كما یحرم من النسب (المحدث)  
 وفي الهندية، كل من تحرم بالقرابة والمهرية تحرم بالرضاع كذا في المحيط الرضی۔ البتہ زید کا نکاح زینب کی کسی بھی بہن سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ ہو کیونکہ زید نے زینب کی ماں کا دودھ نہیں پیا۔ لہذا اس کی رضاعت ثابت نہیں۔ وَأَجَلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ آيَةٌ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

کتبہ عبد الواجد قادری اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ

۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

## بیوی کی رضاعی بہن سے نکاح

مسئلہ: - حاجی عبد القیوم جہاںگیر

۲۶-۱۰-۱۳۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا تقریباً دس سال گزر جانے پر بھی یہ دونوں صاحب اولاد نہیں ہو سکے تو ہندہ کے مشورہ سے زید نے فریہ کے ساتھ نکاح کر لیا دو تین برس گزر جانے کے بعد دوران گفتگو ہندہ نے کہا کہ فریہ کے بڑے بھائی نذر علی کے ساتھ میں نے

فریدہ کی ماں کا دودھ پیسا ہے۔ جب اس کی تحقیق کی گئی تو فریدہ کی ماں نے اس بات کی تصدیق کی۔ سوال یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں؟ اور فریدہ زید کے ساتھ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ خلاصہ جواب عطا فرمائیں۔

سائل:- حاجی عبدالقیوم دی ہیگ ہالینڈ

۹۸۶

الجواب

صورتِ مسئلہ میں فریدہ ہندہ کی رضاعی بہن ہوئی۔ اور رضاعی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ویسا ہی حرام ہے جیسا حقیقی بہنوں کو فائزہ لا یجمع بین اختین بنکاح ولا بوطی بملك یمین سواء کانتا اختین من النسب او من الرضاع ہذا فی سراج الوہاج۔

ہندہ سخت و شدید گنہگار ہوئی اس پر توبہ لازم ہے کہ اس نے زید کو حرام کاری میں پھنسا یا۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً فریدہ کو اپنے سے علیحدہ کر دے اور خود اس سے علیحدہ ہو جائے اگر بالفرض علیحدہ ہونے پر راضی نہ ہوں تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان دونوں کو حرام کاری سے روکنے کیلئے جدائی کر لیں اگر اس پر بھی وہ نہ مانیں تو ان سے وہ اسلامی مقاطعہ کریں۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، لین دین سب بند کریں۔ لقولہ تعالیٰ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

کتبہ عبد الواحد قادری۔ غفرلہ اسلامک فونڈیشن  
نیدرلینڈ۔ ۲۶ شوال ۱۴۲۲ھ

## باپ دادا نے اگر غیر کفو ہیں نکاح کر دیا

۹۷۳ مسئلہ:- محمد شفیق سائل

۱۸-۲۰-۲۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغ یا نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کب لازم و منعقد ہو جائے کہ نکاح ہو جانے کے بعد لڑکی اگر چاہے بھی تو اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی ہے؟ میرا یہ کوئی فرضی سوال نہیں ہے بلکہ ایک

شخص اس بات پر مصر ہے کہ اگر بالغ یا نابالغ کا نکاح کسی طرح بھی غیر کفو میں ہو جائے تو لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے اور اس اختیار کو کوئی چھین نہیں سکتا ہے۔  
سائل:- محمد شفیق سائیں، تیل بیورخ، ہالینڈ۔

۹۲ الجواد ۷۸۶

بالغ لڑکیاں اپنے نکاح کا اپنے کسی بھی ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہیں۔  
لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الا یحاق بنفسہا من ولیہا (مسلم ابوداؤد)  
لیکن جب بالغ یا نابالغ کے باپ دادا نے کفو یا غیر کفو میں اس کا نکاح مہر مثل یا کمی  
مہر (غبن فاحش) کے ساتھ کر دیا تو وہ نکاح لازم و نافذ ہو گیا۔ اب غیر کفو میں یا مہر  
میں غبن فاحش کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس نکاح کو نہ منکوحہ فسخ کر سکتی ہے اور  
نہ ہی قاضی شرع بشرطیکہ اسکے باپ دادا کا سوء اختیار (غلط روی) مشہور نہ ہو۔  
درمختار ص ۱۹۲ میں ہے۔

لزم النکاح ولو بغبن فاحش اگر باپ دادا نے اپنی ولایت میں نکاح کیا ہو  
بزیادۃ مہر او بغیر کفو، ان تو اگرچہ مہر میں فحش کمی ہو یا غیر کفو میں کیا ہو  
کان الولی اباً او جداً ولم یعرف بہر دو صورت وہ نکاح لازم و نافذ ہوگا بشرطیکہ  
منہا سوء الاختیار وہ دونوں پہلے ہی سے غلط روی میں مشہور نہ ہوں۔

شاید معترض کا یہ مطلب ہو کہ باپ دادا کے علاوہ اگر کسی دوسرے ولیوں نے  
بالغ یا نابالغ لڑکیوں کا نکاح غیر کفو میں یا کفو ہی میں مگر مہر میں غبن فاحش کے ساتھ  
کر دیا تو ان لڑکیوں کو بعد نکاح بھی بلکہ بعد دخول بھی فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے  
اور یہ اختیار چونکہ شرع شریف نے تفویض فرمایا ہے لہذا کوئی اسے چھین نہیں  
سکتا۔ اگر واقعی یہی مطلب ہے تو صحیح ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

ان کان المزوج غیر الاب و اگر باپ دادا کے علاوہ نے غیر کفو میں یا مہر  
ابیہ ولو الام لا یصح النکاح میں زیادہ کمی کے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح  
من غیر کفو، او بغبن فاحش بالکل صحیح نہیں ہوگا۔



اصلاً

(باب اولی) ص ۱۹۲

واللہ اعلم

عبدالواحد قادری۔ دارالافتاء (القرآن) آمسٹرڈم

۱۸ شوال الحکم ۱۴۲۰ھ

## فاسق، نمازی کی بیٹی کا کفو ہے یا نہیں؟

مسئلہ ۹۷۴ :- اشفاق حسین

۱۲-۳-۱۴۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا فساد ہوا اور زید نے نہایت غیض و غضب میں اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں ایک وقت بیک جملہ دیدیں۔ بعد میں دونوں ہی کو افسوس و ندامت ہوئی کیونکہ دونوں ہی بال بچے والے ہیں۔ ایک ماضی صاحب نے طلاق ثلاثہ واقع ہو جانے کا فتویٰ دیا اور بات طلاق کی آئی۔ چنانچہ ہندہ نے ایک شخص سے نکاح کر لیا اور دونوں میں شب باشی بھی ہوئی۔ شخص مذکور مسلمان ہے مگر نماز کا پابند نہیں ہے چہرہ پر داڑھی بھی نہیں رکھتا اور کبھی کبھی شراب بھی پی لیتا ہے مگر مطلقہ مذکورہ اگرچہ پنجوقتہ نماز کی پابند نہیں مگر نماز پڑھتی ہے اور ایک پرہیزگار مسلمان کی بیٹی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مطلقہ مذکورہ کا نکاح ثانی جو بطور طلاق شخص مذکور سے ہوا۔ وہ نکاح از روئے شرع صحیح ہوا یا نہیں اور اب وہ عورت دوسرے شوہر سے طلاق حاصل کر کے عدت طلاق گزار کر اپنے شوہر اول کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ صاف صاف آسان جملوں میں جواب تحریر فرمائیں کیونکہ اس معاملہ کو لیکر یہاں آپس ہی میں شدید اختلاف رونما ہو چکا ہے۔ بینوا و توجروا

سائل :- اشفاق حسین، ریٹائرڈ سی ایم، اوسلو، ناروے

۹۲ الجواد ۷۸۶

فاسق نہ تو صالحہ کا کفو ہے اور نہ ہی صالحین کی فاسقہ بیٹی کا۔ اور فاسق سے مراد فاسق معلن بھی ہے اور فاسق غیر معلن بھی۔ صورتِ مسئلہ میں شخص مذکور معلن ہے

جو مطلقہ ثلاثہ ہندہ کا کسی طرح کفو نہیں اگر ہندہ نے اپنی مرضی سے باپ کی اجازت  
صریح کے بغیر اس شخص سے نکاح کیا تو شرعاً نکاح صحیح نہیں ہوا اور نکاح صحیح کے بغیر  
شب باشی یا مجامعت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس طرح ہندہ اگر دسیوں بار نکاح  
کرے اور نام نہاد شوہر کے ساتھ صحبت کرے پھر بھی شوہر اول کیلئے حلال نہ ہوگی۔  
کیونکہ نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ سے حلال صحیح نہیں ہوگا۔  
در مختار میں ہے۔

لیس فاسق کفو، الصالحة  
او فاسقہ بنت صالح معلناً  
کان اولاً علی الظاہر  
اور ردالمحتار میں ہے

فاسق صالحہ کا کفو نہیں۔ نہ ہی صالح کی فاسقہ  
بیٹی کا خواہ وہ فاسق معلن ہو یا مخفی، ظاہر  
روایت پر یہی حکم ہے۔  
لا یكون الفاسق کفو، البنت  
"صالحین۔ کما فی الخانیة  
اور مطلقہ ثلاثہ کے نکاح ثانی سے متعلق تو یہ خاص جزیرہ در مختار میں موجود ہے  
یفقی فی غیر الکفو، بعدم  
جوازہ اصلاً فلا تحل مطلقہ  
ثلاثاً نکحت غیر کفوہ بلا رضی ولی  
بعد معرفتہ ایلاً فلیحفظ

ع الواجد قادری غفرلہ خادم الافناء اور لڈار ملاک مشن ہالینڈ

۱۱۲ ربيع الثانی شریف ۱۴۱۷ھ

پیشہ و روکیل کسی شہریت زد کا کفو ہے یا نہیں؟

۹۷۵ مسئلہ: عبدالشکور اصفہانی — نکیری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجمہ ایک دیندار سنی گھرنے

کی لڑکی ہے جس کی شادی کی بات چیت ایک ایسے آزاد خیال گھرانے میں ہوئی جہاں دین و مذہب کی پابندی نہیں ہے اس گھرانے کا کوئی لڑکا وکیل ہے، کوئی ڈاکٹر ہے اور کوئی انجینیئر جب منگنی کے موقع پر لوگ لڑکے والوں کے یہاں گئے تو معلوم ہوا کہ لڑکا ایڈووکیٹ وکیل ہے جب اس لڑکے سے بات چیت ہوئی تو اس کی باتوں سے پتہ چلا کہ وہ دینی معلومات بالکل ہی نہیں رکھتا ہے، نہ نماز پڑھتا ہے، نہ دارمی رکھتا ہے۔ غلط سلطہ ہر قسم کے مقدمات کی پیروی کرتا ہے۔

دینیات کے معاملہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ وہابی، رافضی، دیوبندی، مرزائی سب کو صحیح مانتا ہے۔ نیز اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو برحق جانتا ہے اسی طرح اور بھی باتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ وکیل مذکورہ کلمہ مذکورہ کا کفو ہے یا نہیں؟ ہجرت کے والد اور دادا فوت ہو چکے ہیں البتہ اسکے چچا بھائی اور ماں، ماموں وغیرہ موجود ہیں ان ولیوں کی مرضی کے بغیر اگر اپنی مرضی سے ہجرت وکیل مذکور سے نکاح کر لے تو از روئے شرع شریف نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟ اور اگر چچا، ماموں، بھائی کی مرضی سے کر لے تو نکاح صحیح ہو گا یا نہیں؟

عبدالشکور اصفہانی نیکیری، سورینام۔ جنوبی امریکہ۔

۸۶ الجواد اللہم ہدایۃ الحق والصواب

وکیل مذکور کے اندر ہجرت مذکورہ سے بہت ساری عدم کفایت کی باتیں موجود ہیں۔ عدم کفایت کی مذکورہ دسیوں وجوہات میں سے اگر ایک وجہ بھی اس کے اندر ہوتی تو وہ ہجرت مذکورہ کا کفو قرار نہیں دیا جاتا۔

کفایت تو بڑی بات ہے مذکورہ خرابیوں میں سے بعض خرابیوں کی علماء اسلام نے تکفیر فرمائی ہے۔ اور جب عند العلماء ایسے شخص کی تکفیر ثابت ہے تو کفو کا کیا سوال ہے؟ مرزائی، رافضی، دیوبندی، وہابی اپنے اپنے عقائد باطلہ کفریہ کی وجہ سے علماء عرب و عجم کے نزدیک کافر و مرتد اور جہنمی ہیں ان کے باطل مذہب کو صحیح کہنا کفر و عذاب جہنم کا سبب ہے۔

من شك في عذابه و جوہد مندوبوں کے عذاب و کفر میں شک کرے  
کفرہ کفر وہ بھی کافر ہے (حسام الحرمین)

اور شفاء شریف میں ہے ص ۲۱۲

نکفر من دان بغير ملة المسلمين دين اسلام کے علاوہ اگر کسی دوسرے مذہب  
اور وقف فيهم او شك او صح کو اپنایا۔ یا دوسرے مذہب کے باطل ہونے میں توقف و  
مذہبہم وان اظهر مع شك کیا یا ان مذاہب کو صحیح کہا تو ہم اسکی تکفیر کریں گے  
ذلك الاسلام واعتقده الخ اگر وہ اپنے لئے اسلام اور اسلامی معتقدات کا اظہار کرے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں وکیل مذکور پر پہلے توبہ کرنا اور کلمہ اسلام پڑھ کر داخل  
اسلام ہونا واجب ہے۔ اگر وہ اس سے انکار کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس  
سے اپنا اسلامی رشتہ منقطع کر دیں اور اگر وہ اپنے قول بدتر از بول سے رجوع کر کے  
کلمہ اسلام سے مشرف ہو جائے۔ پھر اپنی اصلاح اسلامی شریعت کے مطابق کر لے تو  
بخیر مذکورہ کا کفو ہو سکتا ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں جبکہ نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ ہی  
ڈاڑھی رکھتا ہے اور بھوٹے مقدمات کی پیروی کرتا ہے تو وہ بخیر مذکورہ کا کفو نہیں ہے  
اگر بخیر اپنی مرضی یا چچا، ماموں، بھائی کی مرضی سے موجودہ صورتِ حال میں وکیل مذکور  
سے نکاح کر لیتی ہے تو یہ نکاح مطلقاً اصلاً ناجائز ہوگا

ردالمحتار میں فتاویٰ خانہ سے ہے۔ ص ۳۲۰

لا یكون الفاسق کفو البنت الصالحین فاسق شرفاء، زادی کا کفو نہیں ہے۔  
اور درمختار میں ہے۔

یفتی فی غیر الکفو بعدم غیر کفو میں اصلاً نکاح کے ناجائز ہونے کا  
جوازہ اصلاً۔ فتویٰ دیا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۲ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ

نوری مسجد بیسٹریٹ آفسٹوم

# مشروط نکاح

۹۷۶ مسئلہ :- (مولانا) قس الزماں، مانچسٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کی آزاد دنیا میں عام گھرانوں کے اندر نکاح و طلاق کا اہم سنگین مسئلہ گویا ایک مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ نکاح کے چند دنوں کے بعد ہی زیادہ جوڑے بچھڑ جاتے ہیں کیونکہ رنگارنگ کلبوں کی آزاد زندگی ان کے لئے سرشام گھر آجانے سے زیادہ رنگین و لطف اندوز ہے۔ یوں تو صنفِ نازک کو مردوں کے مقابلہ میں یہاں زیادہ ہی آزادی حاصل ہے لیکن کچھ مسلم گھرانوں کی لڑکیاں اپنی خلقِ شرم و غیرت کی وجہ سے اندر ہی اندر تحلیل ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ لڑکے کسی ایک نکاح کا پابند ہو کر رہنا پسند نہیں کرتے لیکن بیشتر لڑکیاں آج بھی اسلامی آئین کی پابندی کرتے ہوئے ایک وقت ایک ہی نکاح بدمجبور ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی کے سرپرستوں کی طرف سے اکثر یہ مطالبہ ہوتا رہتا ہے کہ نکاح نامہ یا نکاح میں ایسی شرط موجود ہونی چاہئے کہ جب ناکح بدچلن ہو جائے، نشہ اور چیروں کا استعمال کرنے لگے یا گوری چمڑیوں کے چکر میں پھنس جائے تو منکوحہ ناکح کے رحم و کرم پر معلقہ بن کر نہ رہ جائے بلکہ اسے بھی اسلامی حدود میں اپنی زندگی گزارنے کیلئے کچھ مراعات چاہئے تاکہ وہ اس مسموم و آزاد دنیا میں کسی شرعی جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا نکاح نامہ میں یا بوقت نکاح ایسی کوئی شرط از روئے شرع رکھی جاسکتی ہے کہ بوقت ضرورت شوہر بے گوہر کی طرف سے طلاق نہ ملنے کی صورت میں وہ (منکوحہ) طلاق کے نافذ کر لینے کا محنت اہل ہو۔

باضابطہ یورپ میں اس کی ضرورت یوں بھی ہے کہ یہاں ترکی کے علاوہ تمام ملکوں میں غیر مسلم حکومتیں قائم ہیں جنکے غلبہ کی وجہ سے اسلامی عدالتوں کا قیام متعذر ہے۔

سائل :- قس الزماں مدیر الدعوة الاسلامیہ مانچسٹر

سکرٹیری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

## ۹۲ الجواب ۷۸۶

### اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بَاعِلٌ مِّنَ السَّائِلِ أَوْ كَمَا مَطَالَعَةُ فَقِيرٍ كَمَا  
مُقَابَلَةٌ فِي بَيْتٍ وَسِجِّ هِيَ. أَوْ جِهَانِ أَيْكَ بِالْغِ نَظَرٍ مَبْلَغِ اسْلَامٍ، مَدَبْرُوقَانْدُ، بِاصْلَاحِيَّتِ  
مَدْرَسِ أَوْ مَفْكَرْمَلَّتْ بِيْنَ وَهِيَ فِقْهٌ اسْلَامِيٌّ أَوْ فِئَاوِيٌّ رِضْوِيٌّ بِرَأْپِ كِيْ كَهْرِي نَظَرِيٌّ. اِكْر  
أَوْ تَلَاشٍ وَتَبِيحٌ فَرْمَايِيْ كِيْ تَوَاسُكِيْ جَوَازِيْ كِيْ شَكْلِيْنَ سَاْمِنِيْ اَكْبِيْ كِيْ. لِيَكِيْنِ اِنْ شَرَاطِ  
خِيَارِ كُوَقْبَلِ اِزْ نِكَاحِ طِيْ كَرْنَا بِيْ مَعْنِيْ رِيْ كِيْ كَا كِيْ طَلَاقِ تَابِعِ نِكَاحِيْ هِيَ. اِيْنَ تَعْلِيْقًا مَشْرُوْطًا  
كِيَا جَا سَكْتَا هِيَ. لِيَكِيْنِ اِسْ فِيْ طَلَاقِ صَرِيْحِ كِيْ اَلْفَاظِ هُوْنِيْ جَا بِيْ اَلْفَاظِ كِنَايَةِ سِيْ  
كَا مِ نِهِيْ طِيْ كَا كِيْوْنِكِيْ وَهِيْ وَاقْتِ زِيْ تُوْغْضُوْغُ وَغَضَبِ كَا هُوْتَا هِيَ نِيْ هِيْ مَذْكُوْرُهُ طَلَاقِ كَا اِسْلَمِيْ  
وَهِيْ اِيْ نِيْتِ كِيْ اِظْهَارِيْ خِيَانَتِ كَا شَكَارِ هُو سَكْتَا هِيَ. اِسِيْ طَرِيْحِ نِيْتِ طَلَاقِ كِيْ  
وَاصْحِ وَغِيْرِ مَبْهَمِ هُوْنِيْ جَا بِيْ مِثْلًا يِيْ نِيْ هُو كَرَا اِكْر فِيْ نِيْ فِلَا اِنْ كَا مِ نِيْ كِيَا تُو طَلَاقِ هِيَ اِيْ طَلَاقِ  
نَا فِذْ كَرِ لِيْنِيْ كَا اِخْتِيَارِيْ هِيَ كِيْوْنِكِيْ اِسْ جَمْلَةُ طَلَاقِ كِيْ نَسْبَتِ كِيْ سِيْ طَرَفِ نِهِيْ هِيَ كِيْ كَسْ كُو  
طَلَاقِ هِيَ اُوْر كَسْ كُو اِخْتِيَارِ نِفَاذِيْ هِيَ. لَانِ التَّفْوِيْضِ تَعْتَمِدُ الْمَلِكُ  
اَوِ الْاِضْاَفَةُ صُوْرَتِ مَسْئُوْلَةٍ فِيْ بُوْقْتِ ضَرْوَرَتِ بِيْهْرِ صُوْرَتِ يِيْ هِيَ كِيْ نِكَاحِ نَامِ  
فِيْ خِيَارِ طَلَاقِ كِيْ وَضَا حَتِ نِيْ هُو كِيْوْنِكِيْ نِكَاحِ نَامِ مُوْمَا اِيْجَابِ وَتَقْبُوْلِ سِيْ سِيْ اِيْ مَكْمَلِ كَرِيَا  
جَا نَا هِيَ (نِكَاحِ نَامِ كَارِ وَاِجِ اِكْر جِيْ حَا دِثِ هِيَ مَكْرَا كَثْرَ حَالَاتِ فِيْ مَفِيْدِ اُوْر فَنَصِيْلِ كِيْ  
بِنِيَا دِ بِنْتَا هِيَ اِسْلَمِيْ اِسِيْ بَدِيْتِ مَبَا حَرِ كِيْ سَكْتِيْ هِيَ)

بَلَكِيْ خِيَارِ طَلَاقِ كِيْ تَحْرِيْرِ اَلِكْسِيْ تَرْتِيْبِ دِيْ جَا بِيْ حَسْبِ فِيْ خِيَارِ طَلَاقِ صُوْرَتِ مَبْكَوْحِ  
كِيْ مَشِيْتِ پَرِ مَخْضَرِ هُو بَلَكِيْ اِيْكَ اَلْمِ دِيْنِ اُوْر دُو دِيْنَارِ حَضْرَاتِ (شَخْصِيَّتِيْنَ مَخْضَرِ هُوْنِيْ يَانِ  
هُوْنِيْ) كِيْ مَوْجُوْدِ كِيْ فِيْ اِنْ كِيْ رِضَا سِيْ عُمُوْمِ وَاقْتِ كِيْ سَاْمِنُهُ طَلَاقِ وَاقْتِ كَرِ لِيْنِيْ كَا اِخْتِيَارِيْ  
پِيْ خِيَارِ طَلَاقِ كِيْ تَحْرِيْرِ پَرِ دُو لِهَا كَا دَسْتِخْطَا، اُوْر اِسْ دَسْتِخْطَا كِيْ تَصْدِيْقِ پَرِ دُو مَعْتَبَرِ  
شَخْصُوْنِ كِيْ دَسْتِخْطَا هُوْنِيْ جَا بِيْ تَا كَرِ بُوْقْتِ ضَرْوَرَتِ اِيْ نِيْ دَسْتِخْطَا كَا مَكْرُ نِيْ هُو سَكْتِيْ  
كِيْوْنِكِيْ تَفْوِيْضِ طَلَاقِ كَا دَارِ مَدَارِ مَلِكِيَّتِ يَا اِسْكِيْ طَرَفِ نَسْبَتِ پَرِ هِيَ (رِضْوِيْ)

درمختار فصل فی المشیة ص ۲۲۹ میں ہے۔

تقید بالمجلس لانه تمليك  
الاذا زاد متى شئت ونحوه  
مما يفيد عموم الوقت فطلق  
مطلقاً۔  
مشتت مجلس کے ساتھ مقید ہوتی ہے کیونکہ یہ  
تمليك، لیکن اگر ”جب چاہے“ یا اسی کے مثل  
عموم وقت کیلئے موضوع الفاظ زیادہ کیا جائے تو مجلس  
کی قید کے بغیر مطلقاً طلاق واقع ہوگی۔

تفصیلات کے لئے فتاویٰ رضویہ کتاب الحج باب تفویض الطلاق  
کامطالعہ فرمائیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ ۵ ربيع الآخر ۱۴۱۲ھ

خادم الافناء ورلد اسلاک مشن ہالینڈ

## ملازمت پیشہ بیوی کا نان و نفقہ شوہر پر واجب یا نہیں؟

۹۷۷  
۵-۵-۱۴۱۲  
میسئلہ :- الفور شریف پوٹریخت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ وغیرہ ممالک یورپ  
میں میاں بیوی دونوں کو ایک خاص مدت تک کام کرنا چاہئے بے عذر طبعی یا  
بے امر امن جسمانی یوں ہی بیٹھ کر اپنی زندگی کے ایام نہیں گزار سکتے۔ ہاں اگر کام  
نہیں مل رہا ہے تو بات دوسری ہے۔ یورپ میں میاں بیوی دونوں کماتے ہیں  
اور اگر کام نہ ہو تو دونوں کو مشترکہ یا علیحدہ علیحدہ سوشل کی طرف سے یا خاک کی طرف سے  
یا پینشن کے محکمے سے اتنا پیسہ مل جاتا ہے کہ وہ دونوں آرام سے زندگی گزار سکتے  
ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں شوہر پر بیوی کا نان و نفقہ یا رہنے کے لئے  
مکان دینا واجب ہے یا نہیں؟ بعض لوگ میاں بیوی کا پیسہ الگ الگ حاصل  
کرنے کیلئے دو مکانوں میں رہتے ہیں اور پیسہ دینے والے محکموں میں یہ ظاہر کرتے  
ہیں کہ ہم لوگوں کے زن و شوہر کا تعلق ختم ہو چکا ہے اب ہم لوگ میاں بیوی نہیں  
ہیں..... کیا اس طریقہ کار سے طلاق شرعی واقع ہو جاتی ہے اور یہ دونوں اجنبی  
اجنبیہ ہو جاتے ہیں؟ جواب سے نوازیں۔ شریف الفور پوٹریخت

## ۹۸۶ الجواب

شریعت طاہرہ مطہرہ نے بیوی کا نان و نفقہ اور اس کا سکنا اس کے شوہر پر واجب فرمایا ہے۔ اور کبھی کبھی اس سے جماع کرنا بھی واجب کر دیا ہے تاکہ وہ غیروں پر نگاہ ہو س ڈالنے سے محفوظ رہے۔ گورنمنٹ اور اس کا انتظامیہ اگرچہ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے مگر دھوکہ دیکر اس سے ڈبل شوشل لینا حرام اور وجہ گناہ کبیرہ ہے۔ دھوکہ دہی کے ساتھ ساتھ جھوٹ بولنا گناہ پر گناہ ہے لیکن اس گناہ کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان طلاق واقع نہیں ہوگی۔ وہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اور دھوکہ دہی سے باز آنا چاہیے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من غشنا فلیس منا: جو مسلمان دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

ولقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

والکذب یهدی الی الفجور جھوٹ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور  
والفجور یهدی الی النار نافرمانی جہنم میں پہنچاتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دکتہ عبدالواجد قادری غفرلہ، نوری مسجد، سمرات آمسٹرڈم

۵/۵ ۱۴۱۲ھ

## شوہر اگر دو سال تک بیوی سے جدا ہے

۹۷۸ مسئلہ:۔ ایم، ایل، گمان آمسٹرڈم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بہت سارے ملازمت پیشہ حضرات جو سال دو سال کے لئے اپنے اہل و عیال سے دور رہتے ہیں۔ آیا وہ عند الشرح قابل گرفت ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ اپنی بیوی کا حق زوجیت ادا نہیں کر پاتے ہیں اس طرح ممکن ہے کہ ان کی بیویاں غلط روی



کاشکار ہو جائیں تو ایسی صورت میں شوہر یا خود ہو گا یا نہیں  
سائل:۔ ایم، ایل گمان، آسٹریڈوم، الیسنڈ

## ۹۲۶ الجواب

بعد نکاح باتفاق علماء (بالاجماع) بیوی سے ایک بار جماع کرنا واجب  
و ضروری ہے کیونکہ یہ حق زن ہے۔ اگر شوہر ایک بار بھی جماع نہ کرے تو زوجہ  
کو عند القضاء تفریق بین الزوجین کے مطالبہ کا حق شرعی طور پر حاصل ہو جاتا ہے  
ایسی صورت میں قاضی شرع مرد کو مزید ایک سال کی مہلت دے گا اگر ایک سال  
کے اندر اس نے جماع کر لیا تو قاضی کو بالجبر تفریق بین الزوجین کا حق نہیں اور اگر  
مہلت کے درمیان وہ جماع نہیں کر سکا تو زوجہ کے حسب مطالبہ قاضی تفریق  
کرے گا اور انقضائ عدت کے بعد وہ کسی طلال مرد سے اپنا نکاح کر سکے گی۔

لیکن یہاں معاملہ جماع یا عدم جماع کا نہیں بلکہ سال دو سال بیوی سے جدا  
رہنے کا ہے۔ اگر کاروبار یا ملازمت کے سلسلہ میں برضا طرفین یہ جدائی رہتی ہے  
تو چاہے جدائی کی مدت اور بڑھ جائے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں چار مہینے  
سے زیادہ کی جدائی بیوی کے اذن و رضا کے بغیر نہیں ہونی چاہئے کیونکہ بے عند شرعی  
یا بے عند صحیح چار مہینے تک ترک جماع جائز نہیں ہے۔

ردالمحتار ص ۲۹۸ میں ہے۔

اعلم ان ترک جماعها مطلقاً  
لا یحل له صرح اصحابنا بان  
جماعها احیاناً واجب دیانۃ  
لکن لا یدخل تحت القضاء  
والالزام الا الوطأة الاولى. ولم  
یقدر وافیہ مدۃ. و یجب ان لا یبلغ  
مدۃ الا یلاء الابرضاء و طیب  
واضح ہو کہ بیوی سے جماع مطلقاً ترک کر دینا  
حلال نہیں۔ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ کبھی کبھی  
بیوی سے جماع کرنا دیانۃً واجب ہے لیکن قاضی  
کو پہلے جماع کے علاوہ کوئی اور جماع شوہر پر لازم  
کرنے کا حق نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے دوسرے جماع  
کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں فرمائی، تاہم یہ مدت  
ایلا کے وقفہ (چار ماہ) تک نہیں پہنچنی چاہئے مگر یہ

نفسہا بہ اہ (بہذانی فتح القدر) کہ بیوی کے رضا و خوشی سے جب قدر و تقدیر ہو جائے۔  
 اگر بیوی غلط روی کا شکار ہوتی ہے تو عند اللہ اور عند الشرع وہ خود اس کا جوابدہ  
 ہے۔ شوہر پر اس کا وبال نہیں ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ. وَاللَّهُ عَالِمُ  
 كُنْتُمْ عَبْدَ الْوَاحِدِ قَادِرِي غَفَرًا نَزِيًّا مَسْجِدًا مَسْرُومًا  
 ، سوال المکرم ۱۳۰۷ھ

## بیوی کو ماں اور شوہر کو باپ کہنے سے ظہار ہو گا یا نہیں؟

مسئلہ ۹۷۹:۔ محبت الحسن نورانی (اسپین)

۲۳-۲۰-۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی کے درمیان  
 چھوٹی موٹی باتوں کو لیکر جھگڑا اور گالی گلوچ شروع ہو گیا۔ شوہر نے بیوی سے  
 کہا۔ آج سے تم میری ماں ہو میں تمہارا بیٹا ہوں اب تو چپ ہو جاؤ۔ بیوی نے  
 کہا ہاں ہاں تم میرے باپ ہو میں تمہاری بیٹی ہوں اب تو چپ ہو جاؤ۔ بہر حال  
 باپ بیٹی بننے کے بعد دونوں چپ ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ شوہر یا بیوی کے مذکورہ  
 جملے استعمال کرنے کی وجہ کر میاں بیوی ایک دوسرے پر حرام ہوئے یا نہیں؟ اور  
 اگر حرام نہیں ہوئے تو کوئی کفارہ ان پر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا  
 السائل:۔ محبت الحسن نورانی۔ روزنامت اسٹریٹ ۲۳ خزانہ (غزناطہ) اسپین

۹۲۶ الجواد

میاں بیوی دونوں جھوٹ کے مرتکب ہو کر گنہگار ہوئے۔ دونوں پر توبہ

لازم ہے۔ قَالَ تَعَالَىٰ عَزَّ وَجَلَّ

وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ  
 الْقَوْلِ وَزُورًا۔ (القرآن الکریم)

یعنی ان کی مائیں تو وہ ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا۔ اور بیٹا وہ ہے جسے جنم دیا  
 گیا۔ صورتِ مسئلہ میں نہ تو بیوی نے شوہر کو جنم دیا اور نہ شوہر اپنی بیوی کے لطن سے

پیدا ہوا۔ پھر بیوی نہ تو شوہر کے لطف سے ہے نہ شوہر کا لطف۔ اس کے وجود کا سبب بنا۔ لہذا دونوں نری تھوٹ بکتے ہیں۔ اس شدید جرم شرعی کے باوجود نہ تو وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہوئے اور نہ ہی ان پر کوئی کفارہ عائد ہوا۔ ہاں اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کی حقیقت کے مطابق اگر وہ فقراء و مساکین پر حسب استطاعت کچھ تصدق کر دیں تو قبولیت تو یہ کی زیادہ امید ہے۔ صورتِ مسئلہ میں بعض لوگوں کو ظہار کا شبہ ہوتا ہے۔ لیکن ظہار سے متعلق یہ کلیۃً ذہن میں رکھنا چاہئے کہ بیوی کو ماں بہن بیٹی وغیرہ کہنے سے ظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ بیوی کو یا اس کے مخصوص اعضاء جسم کو جس کو بول کر پورا جسم مراد لیا جاتا ہے۔ مثلاً سر، گردن، پیٹھ، شرمگاہ، کو یا بیوی کے جسم کے جزو شائع۔ مثلاً ثلث، ربع، نصف کو کسی محرم ابدی (ماں، بیٹی، بہن، دادی، نانی وغیرہ) سے یا اس کے اعضاء مخصوصہ سے تشبیہ دینا ہے۔ جب تک تشبیہ نہیں پائی جائے ظہار نہیں ہوگا۔ کما فی الدر المختار

ہو تشبیہ زوجته او ما یعبر بہ  
عنہا من اعضائها و تشبیہ  
جزو شائع منها بحر علیہ  
بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے  
ذات مراد لی جاتی ہو یا اس کے غیر معین حصہ  
جسم کو اپنے ابدی محرمات کے ساتھ تشبیہ  
دینا ظہار ہے۔

قابید (باب الظہار ص ۲۴۸)  
اور اگر بیوی اپنے شوہر کو یا اس کے مخصوص اعضاء بدن کو جسے بول کر پوری ذات مراد لی جاتی ہو یا اس کے غیر معین حصہ بدن کو اپنے محرم ابدی باپ، بیٹا، بھائی، دادا، وغیرہم سے تشبیہ دیدے تو بھی ظہار نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ اسے لغو اور بُری بات کہہ سکتے ہیں۔ کما فی الدر المختار

وظہارہا منہ لغو فلا حرمة  
وفی الہندیۃ ولا تکتون المرأۃ  
مظاہرۃ من زوجها عند محمد  
بیوی کا اپنے شوہر کو اپنے محرموں کے ساتھ تشبیہ  
دینا کلام لغو ہے اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔  
امام محمد کے نزدیک بیوی اپنے شوہر سے مظاہر

رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ والفتویٰ علیہ نہیں ہوتی۔ فتویٰ اسی پر ہے اور یہی صحیح  
وہو الصحیح کمانی السراج الوہاج ہے۔

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء اسلامک فاؤنڈیشن نیدرلینڈ

۲۳ صفحہ المنظر ۱۴۲۱ھ

## شوہر کی عدم موت و دگی میں چار سال کے بعد بچہ پیدا ہوا

مسئلہ ۹۸۰۔ طاہر حسین واجدگی، کیراؤف یونس واجدی بردوان (بنگال)

۱۸-۱-۱۴۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کلثوم کا شوہر محمد علی بسلسلہ  
ملازمت پر دیس چلا گیا۔ دو سال کے بعد اسے واپس وطن لوٹنا تھا لیکن فیکٹری کے  
آفیسروں نے ایسا چکر چلایا کہ وہ پانچ سال پورے ہونے پر وطن آسکا۔ ادھر محمد علی  
کے پر دیس جانے کے چوتھے سال میں کلثوم کو بچہ پیدا ہوا۔ بعض لوگ اس بچے کو ولد  
المحرام کہتے ہیں اور بعض لوگ ثابت النسب کہتے ہیں۔ خود محمد علی شش و پنج میں ہے  
کہ اس بچے کو کیا کرے۔ اور اس کی بیوی کلثوم اس پر حلال رہی یا محرام ہوگئی۔ واضح  
جواب دیکر شکر یہ کاموقع دیں نوازش ہوگی۔ طاہر حسین، کیراؤف یونس پان دوکان  
نوڈیہ مارکیٹ سن ریلے، آسنول ضلع بردوان

۹۲

الجوام

از روئے شرع شریف حمل کی اقل مدت چھ ماہ اور اکثر مدت کامل دو سال  
ہے کمانی سائر الکتب الفقہیہ متوناً و شروحاً وہ بچہ محمد علی ہی کا ہے۔  
اسے چاہئے کہ اپنے بچے کی صحیح پرورش کرے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "الولد  
للفراش وللعاہر الحجس" بچہ اس کا بچہ ہونا جس کا، یعنی جس سے نکاح صحیح  
ہوا، اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ یعنی بالفرض اگر وہ زنا کا چوزہ ہے تو زنا کار کے لئے  
بے فائدہ ہے۔ محمد علی مذکور اگر پچیس پچاس سال تک اپنی بیوی کلثوم مذکورہ سے  
دور رہتا اور اس مدت میں اس کی بیوی کلثوم کو بچہ پیدا ہوتا تو عطاءے رسول علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے مطابق اپنے باپ ہی کا کہلانا کیونکہ نکاح صحیح بچاس سال کے بعد بھی موجود ہے۔ شریعت مطہرہ نسب کی محافظت میں حد درجہ مبالغہ فرماتی ہے جبکہ عامۃ الناس کو اس کی پرواہ نہیں حالانکہ اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ واللہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

## نئی دلہن کے پاؤں کے دھون کا حکم

مسئلہ ۹۸۱۔ حاجی محمد رفیق گمان پارہ ماری بو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب نئی نوہلی دلہن شوہر کے گھر آتی ہے تو گھر کی بوڑھی بوڑھی پڑائی عورتیں پانی سے بھرے لگن میں اس کو پاؤں رکھواتی ہیں، اور وہ مستعمل پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوا دیتی ہیں۔ کیا یہ ہندو رسم و رواج ہے یا مسلمانوں کے لئے بھی ایسا کرنا جائز و مباح ہے؟ - بینوا و توجروا

پارا ماری بوسورینام

۹۸۱ الجواب هوالمجیب الوہاب

یہ رسم ہندوؤں کا مذہبی شعار نہیں ہے اور جو کسی دوسری قوم کا شعار نہیں اور ہماری شریعت اسلامیہ میں اس کے کرنے کی ممانعت بھی نہیں وہ مباح و عفو ہے۔ صاحب دلائل قاہرہ مؤید ملت طاہرہ سیدنا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں ارقام فرماتے ہیں۔ "دلہن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے ص ۵۹۵" اور اس پانی کو مستعمل کہنا بھی کلیتہً صحیح نہیں ہے کہ ممکن ہے دلہن با وضو ہو یا نابالغہ ہو، پھر یہ کہ پاؤں پانی میں ڈالا جانا از قبیل رسم و رواج یا از قبیل اعمال ہے نہ کہ از نوع عبادات و قربت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری - وارد مال جامع مسجد پاراماری بوسونیا

۵-۳-۱۹۸۴ء

## مانع حمل دواؤں کا استعمال

۹۸۲ مسئلہ :- ممتاز، المیرہ  
۲۵-۴-۱۹۹۳ء  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مانع حمل گولیوں  
یا ترکیبوں کا استعمال مسلمہ عورتوں کو جائز ہے یا نہیں؟ اور کسی بیماری وغیرہ کی  
وجہ سے اس کی شرعی اجازت مل سکتی ہے یا نہیں؟ منازہ سبڈل المیرہ

۹۸۶ الجواب

افزائش نسل منشاء قدرت ہے اور تکثیرات کے اسباب و وسائل اختیار  
کرنا نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چاہت لہذا مانع حمل گولیوں یا ترکیبوں  
کا استعمال مسلمہ عورتوں کو جائز نہیں اور نہ مردوں کو ایسی دوا و ترکیب کی اجازت  
ہے جس سے نسل کی تحدید ہو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے تزوجوا  
الولود الودود فانی مکاثر بکمال الامر یوم القیمة (وفی روایة) الانبیاء  
یوم القیمة۔ کثرت سے بچہ جننے والی اور خوب محبت کرنے والی عورتوں سے شادی  
کرو۔ میں تمہاری کثرت سے قیامت کے دن دیگر امتوں پر اظہار غلبہ فرماؤں گا۔ اور  
ایک روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اپنی امت کی کثرت ظاہر کروں گا۔ اس  
مشینی دور میں جبکہ دنیا کی ساری قومیں ایک رائے اور ایک زبان ہو کر اسلامی  
کردار و عمل کو دہشت گردی سے تعبیر کر رہی ہیں اور مسلمانوں کے نام نہاد سربراہان  
مملکت انہی قوموں کی چچہ گیری کر رہے ہیں، ایسی صورت حال میں امت مسلمہ  
کثرت کی محتاج ہے تاکہ وہ اجتماعی طور پر اسلامی کردار و عمل کا علی الاعلان مظاہرہ  
کر سکے اور دشمنوں کے مکرو فریب سے اپنی قوم کو بچا سکے۔ لہذا مسلمان عورت  
و مرد دونوں پر واجب ہے کہ مانع حمل گولیوں اور ترکیبوں سے اجتناب کریں کیونکہ

یہ ہمارے مخصوص و مشروع مسائل کے خلاف ..... ہاں اگر ضرورت اس کی متقاضی ہو مثلاً عورت کے رحم میں کوئی بیماری ہو یا حد سے زیادہ کمزوری ہو۔ یا آپریشن کی کثرت کی وجہ سے اب شکم یا رحم مزید آپریشن کا تحمل نہیں ہو سکے تو حسب ضرورت مانع حمل گولیوں یا نڈا بیر کا استعمال جائز ہے تاکہ اپنے آپ کو ہلاکت یا قرب ہلاکت سے بچایا جاسکے۔ لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ  
واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم کہتہ عبدالواحد قادری خادم شرعی امور در لڈ اسلامک مشن  
ہالینڈ۔ ۲۵/۷/۱۹۹۳ء

## رضعت کی وضاحت

۹۸۳ھ - محمد شریف، آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بھوپھی زاد بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر اس کے حقیقی بھائی بکر نے اسی بھوپھی کا دودھ اپنی ایک سال آٹھ ماہ کی عمر میں پی لیا ہے تو کیا زید کی شادی بکر کی رضاعی بہن سے ہو سکتی ہے؟ یا بکر کے تمام بھائی بہنوں پر اس بھوپھی کی اولاد ذکور و انات حرام ہو جائے گی؟  
بینوا و تو جروا۔ محمد شریف، آسٹریڈم نور تھ۔ ہالینڈ

۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

بکر نے اپنی جس بھوپھی کا دودھ عمر رضاعت میں پی لیا ہے وہ بھوپھی بکر کی رضاعی ماں ہوگی اور اس کے بیٹے بیٹیاں اس کے بھائی بہن نیز اس کا شوہر رشتہ کے اعتبار سے بھوپھی مگر دودھ کے اعتبار سے بکر کا رضاعی باپ ہو گیا۔ بکر کا نکاح اس بھوپھی کی کسی بیٹی پوتی سے نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اس کا بھائی یا رضاعی ماموں ہوگا۔ قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ (نسب جن جن کا شمار محرمات میں ہے وہ سب رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں) مگر بکر کے بھائی زید وغیرہ پر وہ رضاعت مؤثر نہیں ہوگی کیونکہ

رضاعت صرف دودھ پینے والے یا دودھ پلانے والی (مرضعہ) اور اس کی جو ذریت متفرع ہوتی ہے ان کے اندر ہی مؤثر ہوتی ہے۔ بکر کے بھائی زید یا اس کی ذریعات پر رضاعت بکر مؤثر نہیں لہذا زید کی شادی مرضعہ بکر کی بیٹی سے ہو سکتی ہے اگرچہ زید و بکر آپس میں حقیقی بھائی ہیں مگر اس مرضعہ بھوپھی سے زید کا کوئی رشتہ رضاعت نہیں۔ اور بھوپھی کی بیٹیوں سے نکاح طلال ہے۔ لقولہ تعالیٰ **وَاحِدًا لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ**۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ - ۱۱/۷ / ۱۹۸۸ء

نوری دارالافتاء، ہالینڈ۔

## یورپ کا پردہ

۹۸۲ مسئلہ :- الفرعازی - مغربی آمسٹرڈم  
۹-۳-۱۹۹۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ یورپ کے اندر مسلمان عورتوں کا پردہ ایک عوامی مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ اگر کسی مسلمان ملک سے مسلم عورتیں برقعہ یا سر پر اوڑھنی کے ساتھ ان یورپین ممالک میں داخل ہوتی ہیں تو کتے اسے دیکھ کر بھونکتے ہیں اور اوباشوں کی نگاہیں ان خواتین کا تعاقب کرتی رہتی ہیں۔ پھر خواہ برقعہ پوش خواتین دادی، نانی کی عمر کی کیوں نہ ہوں جو ان لڑکے اس سے ٹکرانے کے شوق میں ان خواتین کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں اگر مسلم عورتیں ان ملک میں داخل ہونے کے بعد اپنا برقعہ یا اوڑھنی اپنے بیگ میں ڈال لیں تو کیا اس کا یہ عمل اسلامی شریعت کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ امید کہ تشفی بخش جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

حاجی الفرعازی آمسٹرڈم اوسٹ، ہالینڈ۔

۹۲ الجوار هوالمجیب الوهاب

مسائل دینیہ شرعیہ جو مخصوص و مبہن ہوں ان پر زمان و مکان کے تغیرات



اور انسانیت سوز اخلاق ردیہ کے انجارات کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ ان کی وجہ سے مسائل شرعیہ منصوصہ میں کوئی لچک پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ دیندار، فرمانبردار اور نیکو کار لوگوں پر عزیمت کی پابندیاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔ میں تو دیکھنا ہوں کہ مالک مذکورہ میں وہی برقعے اور اوڑھنیاں کئی یورپین عورتوں کے لئے ہدایت کا سبب بن گئی ہیں۔ صحیح فرمایا مولانا روم نے۔ ع۔ مہ فشانہ نور و سگ عو عو کند۔ نکلتے ہوئے چاند کا کام نور بیزی ہے وہ نور بیزی و نور پاشی کرتا ہوا آسمان کے افق پر بلند ہو جاتا ہے اور چاندنی کی تاب نہ لا کر کتے بھونکتے رہ جاتے ہیں۔ احادیث مشہورہ مرفوعہ کے علاوہ قرآن پاک کی سورہ نور و احزاب کی متعدد آیات ربانی سے پردہ کی تاکید و اہمیت ثابت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ خیر القرون سے اب تک اسلام میں پردہ و حجاب کی خاص اہمیت رہی جسے فقہ کی زبان میں وجوب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں کہ اسی درمیان حضرت ابن مکتوم (جو نابینا تھے) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اے میان انتما؟ اَلَسْتُمَا تَبصُرَانِہ (صحیحین) کیا تم دونوں**

بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتیں؟ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ پردہ کے لئے صرف مردوں کو احتیاط کی ضرورت نہیں بلکہ عورتوں پر بھی احتیاط لازم ہے۔ کفار و مشرکین اور ملحد و مرتدین اگرچہ احکام خداوندی کے تحمل کی اہلیت نہیں رکھتے (باختلاف علماء) وہ شتر بے مہار کی طرح جس سر بیزی سے چاہتے ہیں چرچگ لینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں لیکن مسلمہ مومنہ عورتوں پر تو احکام الہی عزوجل نافذ ہوتا ہے۔ تو ان ملکوں میں مسلم عورتوں ہی کو اس کا لحاظ و خیال رکھنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے (النور، ۳۱)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ  
أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

اور مسلمان عورتوں سے کہئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

وَلَا يُدْنِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ  
 مِنْهَا وَالْيَضْرِبُ بِخُمْرِهِنَّ عَلَى  
 جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُدْنِينَ زِينَتَهُنَّ  
 إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِ  
 بُعُولَتِهِنَّ۔

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس  
 کے جو ظاہر ہے۔ اور اپنی گریبانوں پر اپنی  
 اوڑھنیاں ڈالیں۔ اور اپنے سنگھار کو  
 کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں  
 کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص کر اہل ایمان عورتوں کو  
 شرمگاہوں سے پہلے آنکھوں کی حد و حفاظت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ عصمت و  
 عفت کے مجروح ہونے کا سب سے موثر و بدترین ذریعہ آنکھیں ہیں۔ آنکھوں کے بعد  
 فتنہ میں مبتلا کرنے والی وہ زینت و محاسن ہیں جو ان کے گرد و پیش کو دعوتِ نظارہ  
 دیتی ہیں جن میں ان کا چہرہ مع لوازماتِ فتن اور گریبان کے اندر کا محسوس مد و جزر  
 سرفہرست ہیں لہذا حکم ربانی ہوا کہ وہ اپنی زینتوں کو سوائے شوہر و آباء کے کسی اجنبی  
 کے سامنے ظاہر نہ کریں اور اپنی گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔

قرآن کریم کے دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے۔ (الاحزاب ۵۹)  
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ جَاءَكَ  
 مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَبَنَاتِكَ  
 وَلِبَنَاتِكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 لے نبی مکرم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور  
 مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے  
 جسم پر اپنی چادریں لٹکالیا کریں۔

اس آیت کریمہ میں بجائے خمار (اوڑھن دوپٹہ) کے جِلْبَاب (تمیض یا چادر)  
 کا حکم ہے۔ لغتِ عرب میں جِلْبَاب اس کپڑے کو کہتے ہیں جو سر سے پاؤں تک  
 سائے بدن کو ڈھانپ لے تو اس سے مراد وہ چادر بھی ہو سکتی ہے جو بڑھیر ہندو  
 پاک میں عموماً عورتیں اوڑھ کر گھر سے نکلتی ہیں کہ اس سے سبھی ڈھکا ہوتا ہے چہرہ کا  
 اکثر حصہ بھی ڈھکا ہوتا ہے اور جسم کا نشیب و فراز بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

اور وہ تمیض بھی مراد ہو سکتی ہے جو مغرب۔ تو نیشیا، مصر وغیرہ ممالک میں تھوڑے  
 فرق کے ساتھ عورت و مرد دونوں استعمال کرتے ہیں۔ اس تمیض کی گردن کے اوپر

استے کپڑے کا بھی اضافہ ہوتا ہے جو سر، کان اور چہرے کے کچھ حصے کو اچھی طرح ڈھانک لے۔ لمبائی میں گردن سے پاؤں کے ٹخنے تک اور چوڑائی میں ایسا کشادہ کہ جسم کا زیر و بم محسوس نہ ہو۔

پر وہ سے متعلق تیسرا حکم قرآن پاک میں یہ ہے۔ (التورہ - ۶۰)

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي  
لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ  
جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ  
مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ  
يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ  
سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔

بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی خواہش نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے (خمار و جلباب) اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔ پھر بھی اگر وہ احتیاط کریں تو ان کے لئے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سنے جاننے والا ہے۔

آیہ مذکورہ میں ان عورتوں کو پردہ کی پابندیوں سے رخصت دی گئی ہے جو سن ایسا (حیض کا زمانہ ختم ہو چکا ہو) یا انہیں نکاح کی کچھ بھی رغبت و خواہش نہ ہو بعض علماء مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں وہ بوڑھی، اگر یہ صورت عورتیں مراد ہیں جنہیں مرد دیکھیں تو کراہت محسوس کریں۔ ایسی عورتوں کو رخصت دی گئی کہ اگر وہ گھر سے باہر نکلیں تو ان کے لئے برقعہ، چادر مخصوص تمیص یا اس اور طمسن کی ضرورت نہیں ہے جو پردہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ تاہم اگر وہ احتیاط سے رہیں۔ یعنی چادر یا اور طمسن کے ساتھ نکلیں تو وہ ان کے لئے بہت بہتر ہے۔

مذکورہ آیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے پردہ سے متعلق تین باتیں سامنے آئیں خمار یا جلباب کا استعمال یا ان دونوں سے رخصت، اور اس کی غرض و غایت بہر حال عصمت و عفت کی حفاظت اور حدود الہیہ کی پابندی ہے۔ نسوانی زندگی بھی تین احوال سے خالی نہیں۔ بلوغیت سے پہلے کا زمانہ، بلوغیت کا زمانہ، اور بلوغیت کے بعد ایسا کا زمانہ۔ بلوغیت کے زمانہ میں قدم رکھنے سے پہلے نوع نسوان کو خمار کا پابند یا اس کا عادی ہو جانا چاہئے۔ اور بلوغیت میں قدم رکھنے کے بعد سے سن ایسا

کا زمانہ آنے تک جلابیب کے ذریعہ اپنے حسن و جمال اُس شروتِ خدا داد کی حفاظت کرنی چاہئے جو صنفِ نازک کے لئے سرمایہٴ افتخار ہے۔ پھر خاص صورتوں میں سن ایس سے لیکر قبر میں جانے تک اگرچہ جامہائے حجاب کی پابندی ان پر ضروری نہیں مگر رخصت پر عزیمت کی برزری و فضیلت کی ترغیب دیتے ہوئے انہیں بھی احتیاط سے زندگی گزارنے کا سبق دیا گیا ہے۔ پس پردہ کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر مسلم خواتین کو اسے لازم پکڑنا چاہئے اور اپنی عزت و احترام کا آپ خیال کرنا چاہئے۔ یورپ و امریکہ میں اس وقت عورتوں کو مردوں نے کتوں اور بندروں سے زیادہ بے ستری کے ساتھ زندگی گزارنے کا خوگر بنا دیا ہے۔ خود کلبوں اور تفریح گاہوں میں فل پینٹ اور شرٹ و کوٹ کے ساتھ مرد بیٹھتے ہیں جبکہ انہی پہلو میں انکی ماں بیٹیاں عریاں اور تقریباً مادر زاد ہوتی ہیں، تماشہ دکھلانے والے مرد شرٹ اور فل پینٹ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جبکہ انہی کے ساتھ تھڑکنے والی عورتیں مادر زاد ننگی ہوتی ہیں۔ اسی حیوانیت کا نام یہاں آزادی نسواں رکھا گیا ہے۔ ایسے حالات میں مسلم عورتوں کو ان سے سبق لینا چاہئے کہ مبادا ان کی نام نہاد آزادی نسواں کے پتھر سے ان کی عفت و عصمت کا شیشہ چور چور نہ ہو جائے اور وہ خدائے جبار و قہار کی گرفت میں نہ آجائیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ و ایاھن۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ خادم امور شرعیہ ورلڈ اسلامک مشن

نیدرلینڈ ۴/۹/۱۹۹۲ء

## شہیدوں کی شہادت میں نکاح

۹۸۵ مسئلہ :- (مولانا) عبدالغفار نورانی۔ دی ہیگ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جو واقعہ مشہور ہے کہ دو

مجاہد کو دشمنوں نے گھولتے ہوئے گرم تیل میں ڈال دیا پھر اس کے ساتھی کسی اجنبیہ کو لیکر دشمن کے ملک سے نکل گئے تو وہی شہداء نمودار ہوئے تو انہوں نے اس اجنبیہ کا

نکاح اپنے ساتھی کے ساتھ باندھ دیا اور غائب ہو گئے۔ کیا ایسے نکاح از روئے شرع منعقد ہو سکتے ہیں؟

سائل: عبدالغفار نورانی  
سکرٹری جنرل مجلس علماء انڈیا

۹۲ الجواب بعون العلیما الوہاب

نکاح کے صحیح و منعقد ہونے کے لئے ایجاب و قبول اور حضور شاہدین شرط ہیں اور شاہد کے لئے مسلم عاقل بالغ آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ حضور مکانی اور مکلف ہونے کی بھی شرط ہے۔ درمختار اور البحر وغیرہما کتب فقہیہ معتدہ میں ہے ینعقد بایجاب و قبول و شرطہ حضور شاہدین حُرِّین اَوْ حُرِّ وَ حُرِّتِین مَکَلِّفِین سَامِعِین قَوْلَهُمَا فَقَبَّاهُ کَرَامَ نِے اللہ تبارک و تعالیٰ اور فرشتوں کی شہادت میں نکاح کو نہ صرف غیر صحیح و غیر منعقد فرمایا بلکہ شرع شریف کو پُر مذاق بنانے کی وجہ سے اسے کفر قرار دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت ہر شے اور ہر جگہ کو محیط ہے وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ فرشتے جب چاہیں جہاں چاہیں حاضر ہو سکتے ہیں۔ وہ ہمارے کلام کو سنتے، ہمارے عملوں کو دیکھتے ہیں یَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ط پھر بھی ان کی شہادت میں نکاح صحیح نہیں کیونکہ تکالیف شرعیہ کے وہ حامل نہیں۔ نہ ان پر حضور شاہدین کا اطلاق صحیح ہے تو حضرات شہداء کرام کی حیات اگرچہ نصوص شرعیہ قطعیہ سے ثابت ہے جس کا انکار بشرط عقل و شعور کوئی مدعی اسلام نہیں کر سکتا پھر بھی عند الشرع یہ بھی مسلم ہے کہ ذائقہ موت چکھ لینے کے بعد وہ تکالیف شرعیہ سے آزاد ہو جاتے ہیں تو جو شاہد مکلف ہی نہ ہو اس کی شہادت میں نکاح کیونکر صحیح و منعقد ہو سکتا ہے۔ جن کٹا بچوں میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے وہ صرف حکایت و روایت ہے جو ہماری شریعت طاہرہ مطہرہ کی بنیاد و سند نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ ۲۲/مفر ۲۰۲۲ - ۲۶ - ۳ - ۱۶۲۰۰۱

خادم الافئدہ مجلس علماء انڈیا

# نکاح کی شرعی حیثیت

۹۸۶ مسئلہ :- شکیل احمد لطیف، آمسٹرڈم  
۱۹-۳-۱۳۰۸ھ

حضرات علماء کرام سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ قرآن و حدیث میں اسلامی نکاح کے بارے میں کیا تفصیل ہے؟ اسلامی نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے بیان کیجئے۔ بغیر نکاح کے عورت و مرد کا ایک ساتھ رہنا اسلامی لحاظ سے کیوں ممنوع ہے؟  
شکیل احمد مسجد الکرم، آمسٹرڈم

۹۸۶ الجواب بعون الملک الوہاب

قدرت نے مرد و عورت میں افزائش نسل کے لئے جو شہوانی قوت و دینیت فرمائی ہے اس کو بجا طور پر استعمال کرنے کے لئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نکاح جیسی نعمت عطا فرمائی: "فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ" (الآیۃ) کتاب سنت میں نکاح کے تعلق سے کافی وافی تفصیل موجود ہے لیکن سائل کس طرح کی تفصیل چاہتا ہے وہ سوال نامہ میں واضح نہیں ہے یعنی فضائل نکاح سے متعلق یا نکاح کی اہمیت سے متعلق یا اس کے محلات و محرمات سے متعلق یا نکاح کی صحت و عدم صحت سے متعلق وغیرہ

ویسے اسلامی نکاح شاہدین کی موجودگی میں اس ایجاب و قبول کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان ہو اسی لئے یہ ایک عبادت کے علاوہ معاہدہ و معاملہ بھی ہے کہ اس میں حضور شاہدین اور ایجاب و قبول شرط و رکن ہیں "و شرطہ عند حضور الشاہدین و اما رکنہ فالایجاب و القبول کذا فی الہندیۃ و الکافی"

نکاح بعض حالات میں فرض، بعض میں سنت، اور بعض میں حرام و مکروہ ہے مثلاً شہوت کی زیادتی ہو اور زیادتی جوش کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو نکاح کرنا فرض ہے۔ سکون و اطمینان کی حالت میں جبکہ حقوق زوجیت ادا کرنے کی

داخل و خارجی صلاحیت موجود ہو تو نکاح کرنا سنت ہے۔ نامردوں اور مجبوروں کو جو وظیفہ زوجیت کے قابل نہ ہوں، نکاح کرنا حرام ہے۔ "لاضرر ولاضرر فی الاسلام" اور جو بیوی کے نان و نفقہ کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا یا ظلم و زیادتی کا اندیشہ ہو اسے نکاح کرنا مکروہ ہے۔ لان کسوتھا و نفقہا و سکینہا علیہ " ایسوں کو شرع مطہر نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ غلط اقدام سے بچ سکے۔

نکاح ایسی عبادت ہے جسکی ابتداء انسان اول حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام ہی سے ہوئی اور قرب قیامت تک رہے گی۔ نکاح ہی سے نسل انسانی کی بقا ہے، یہی صالحین، عابدین اور ذاکرین وغیرہم کی پیدائش کا ذریعہ ہے اسی لئے علمائے احناف کے نزدیک نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ بے نکاح کے جو چوزے برآمد ہوتے ہیں وہ شرافت نسبت سے دور مہجور ہوتے ہیں انہیں آدمی گردانا آدمیت کی توہین ہے۔ فلہذا ارشاد ہوا "الولد للفرش وللعاہل للحجس" شرافت نسب اور عظمت آدمیت کو برقرار رکھنے کے لئے نکاح صحیح لازمی و لایذی ہے۔ اور نکاح صحیح کے لئے ان ارکان و شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے جو صحت نکاح کے لئے شرع شریف نے وضع فرمایا مثلاً عورت کسی اور کی منکوحہ نہ ہو، از قسم محرمات نسبی نہ ہو، از قسم محرمات رضاعی نہ ہو، از قسم محرمات مشرکہ و کافرہ و مرتدہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ مہر و نکاح کے ذریعہ عورت و مرد کو ساتھ رہنے کا حکم دیتا ہے تاکہ فتنہ و فساد کا سدباب ہو سکے۔ "أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ" پھر کسی مسلمان کو یہ کب زریب دیتا ہے کہ وہ بے نکاح شرعی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہے۔ یا ایک ساتھ (SAMEN WONEN) زندگی گزارے..... بالفرض اگر کوئی مسلمان کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ یا کوئی مسلمہ عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ یا کوئی مسلمان مرد کسی مسلمہ و غیر مسلمہ مرد کے ساتھ یا کوئی مسلمہ عورت کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ عورت کے

ساتھ زن و شوہر کی طرح زندگی گزارے (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ عند الشرع حرام کارِ سخت و شدید گنہگار، لعنت و وجہاں میں گرفتار اور مستحقین عذابِ نار ہے۔ قَالَ تَعَالَى " وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى۔

نکاح کرنا انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے جس سے بے وجہ شرعی اعراض کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں اور بے نکاح کے ایک ساتھ عورت و مرد کا رہنا اس سنتِ جلیلہ بلکہ شعارِ انسانیت کو مٹانا ہے جس کے لئے سخت وعیدیں ارشاد ہوئیں اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ پھر نکاح چونکہ نسلِ انسانی کی محافظت کا واحد ذریعہ ہے جو صالحین، متقین اور انسانیت پسند سماج میں ابن آدم تا ایں دم جاری و ساری ہے لہذا اس کے خلاف کسی اجنبی مرد کا کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ بے نکاح کے رہنا حیوانیت کو پروان چڑھانا اور انسانیت کی نسل کشی ہے۔ اس لئے اسلامی شریعت نے ان طریقوں کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے اور اسے زنا و فواحش وغیرہ سے تعبیر کیا ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (القرآن) وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَرَسُولُهُ الْاَعْلٰی اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

خادم الافناء، جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہیک

## شادی کے موقع پر باجا گا یا

مسئلہ: ۹۸۷۔ عبّاس علی واجدی

۲۲-۱۰-۱۹۹۹ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شادی بیاہ کا اعلان دونوں کے ذریعہ کرنے کی اجازت ہے "اعلنوا النکاح بالذّف" تو کیا شادی بیاہ کی محفل (محفل رتجگاہ، محفل نکاح خوانی، محفل بارات) میں میوزک و مختلف





اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا زید کی امامت میں کوئی خرابی تو نہیں آئی؟ اور زید لائق امامت رہا یا نہیں؟ خلاصہ جواب سے نوازیں۔

المستفتی (مولانا) منصور عالم واجد کی خطیب مسجد الرضا ہیکروم سوئزرلینڈ

۹۲۶ الجواب

زید ہوا وہوس کے صید نے اپنے بیٹوں کو جس رقم کے عوض بیچا وہ رقم خبیث و ناجائز ہے۔ اس رشوت کے سبب زید گنہگار مستحق عذاب نار ہوا "التراشی والمرتشی کلیہما فی التار" شادی کے موقع پر دولہا کے سر پرستوں کو سلامی کے نام پر تیلک کے نام یا دیگر اخراجات کے نام پر کچھ نقدی دینا حرام ہے لینا دینا دونوں حرام ہے۔ لقولہ تعالیٰ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ زید مذکور کی امامت اُس وقت تک ناجائز ہے جب تک وہ لی گئی رقم واپس نہ کرے اور توبہ نہ کرے۔ توبہ سے پہلے جتنی نمازیں اسکے پیچھے پڑھی جائیں گی یا پڑھی گئیں وہ سب واجب الاعدہ ہیں۔ اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ واللہ اعلم

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۲۱ اگست ۲۰۰۲

## سَامَنُ وُؤْنٍ اَوِ مَعْنَدِهٖ كَانِ كَاح

۹۸۹ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی و مفتیان ربانی اس مسئلہ میں کہ بالینڈ کے اندر مسلمانوں کے ماحول میں نکاح و طلاق کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اسی لئے نکاح و طلاق دونوں کی کثرت ہے۔ معدودے چند ہی مسلمان مرد و عورت ایسے ہیں جو نکاح کو حدود الہی یا اسلامی عہد سمجھ کر پوری زندگی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ منکوہہ عورتیں شوہر کے ہوتے ہوئے تنہا یا دوستوں کے ساتھ زندگی گزارنے کو عار نہیں سمجھتیں۔ حکومت اور بعض تنظیمیں بھی ایسی عورتوں کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں اپنے نکاح اول کے ہوتے ہوئے کسی کوئی نکاح

کر لیتی ہیں اور آزادانہ زندگی گزارتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی میاں جی کسی غیر مطلقہ عورت کا نکاح پڑھا دے، یا عدت کے پورے ایام گزرنے سے پہلے نکاح پڑھا دے اور منع کرنے پر میاں جی کا یہ جواب ہو کہ بھائی وہ زنا میں مبتلا ہو چکی تھی تو کیوں نہ نکاح پڑھا دیا جائے تاکہ نکاح کے بعد زنا سے بچ جائے۔ کیا اس میاں جی کو امام بنانا اس سے میلاد پڑھوانا، نکاح کا قاضی بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

محمد شریف، دین بوس

۷۸۶ الجواب — هو الہادی الی الصواب

عورت و مرد کا بغیر نکاح شرعی کے ایک ساتھ رہنا (سامن ونون SAMEN WONON)

جیسا کہ بالینڈ میں اس کی قانونی اجازت ہے۔ وہ شریعت اسلامی کے نزدیک حرام حرام اشد حرام نہایت بد انجام ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا فرض ہے۔ منکوحہ عورتیں مسلمانوں پر حرام ہیں "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ" مسلمان عورتوں کو بیک وقت ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں کہ نسل انسانی کی محافظت نہیں ہو سکے گی۔ یعنی ایک بوتل مشروب کو کئی گلاسوں میں رکھنے کے بعد بھی وہ ایک مشروب رہے گا۔ لیکن چند طرح کے بوتلوں کے مشروب کو ایک گلاس میں رکھنے کے بعد امتیاز ناممکن ہو جائے گا اور اب وہ کسی ایک بوتل کی طرف منسوب نہ ہو سکے گا اس طرح نسل انسانی محرومیت نسب کا شکار ہو جائے گی جس کو اسلام پسند نہیں کرتا۔

..... میاں جی مذکور فی السؤال کی اسلام فروشی اور منع کرنے پر محبوزہ پردہ پوشی نہایت افسوس ناک ہے۔ اس نے زنا کارہ مذکورہ کو زنا سے بچایا نہیں بلکہ معاذ اللہ زنا کرنے اور زنا کرنے والی کو بچی سند دیدی جب تک وہ دونوں ساتھ رہیں گے میاں جی مذکور ان دونوں کے زنا میں شریک رہیں گے۔ بلکہ دونوں کے زنا کا مشترکہ گناہ میاں جی کے سر چڑھتا رہے گا اور وہ دونوں بھی اس گناہ سے بچ نہیں سکیں گے اگر میاں جی نے غیر مطلقہ یا معتدہ کا نکاح ایام عدت کے اندر حلال و جائز سمجھ کر کر دیا تو حرام قطعی (لَا تَعْزِمُوا عَقْدَ النِّكَاحِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ)

کو حلال جاننے کی وجہ سے وہ دین اسلام سے خارج ہو کر کفر کی حدوں میں داخل ہو گیا کفر سے توبہ کرنا اور کلمہ اسلام پڑھ کر اسلام میں داخل ہونا فرض ہے، اگر وہ بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ جب تک توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ ہو جائیں اسکی امامت، میلاد خواتی وغیرہ سب حرام ہے اس سے مسلمانوں کو قطع تعلق لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبتہ عبدالولجد قادری غفرلہ، ستمبر ۱۹۸۷ء

لوزی دارالافتاء

## حضانت (بچوں کی پرورش)

۹۹۰ مسئلہ :- محمد ایوب جہانگیر، آمسٹرڈم ۱۳۲۲ھ-۱۳۲۵ھ-۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ چھ سات ماہ قبل میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا۔ مطلقہ کے بطن سے میرے دو بیٹے ہیں، ایک کی عمر نو سال اور دوسرے کی عمر ایک سال چھ ماہ ہے۔ اب وہ اپنے بچوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے یہاں رہتی ہے۔ لیکن میری مطلقہ اور اس کے باپ ماں مجھے اپنے بیٹوں سے ملنے نہیں دیتے حالانکہ میں اپنے بچوں کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوں۔ کیا بچوں پر صرف اس کی ماں اور نانا نانی کا حق ہے میرا کوئی حق نہیں ہے؟ اگر ہے تو مجھے از روئے شریعت بچے دلوانے کی کوشش کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ مجھے میرے بچے کب تک ملیں گے؟

سائل :- محمد ایوب ولد عبدالکریم جہانگیر۔ برون سٹراٹ، آمسٹرڈم

۹۲ الجواب بعون المجیب الوہاب

از روئے شرع شریف مفتی بقول کے مطابق سات سال کی عمر تک بچے اپنی ماں کے زیر پرورش رکھے جائیں گے۔ بشرطیکہ بچہ کی ماں بچہ کے کسی اجنبی سے اس درمیان نکاح نہ کرے جیسا درمختار و رد المختار میں ہے۔ والامرا حق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقد رب سبع وبہ یعنی بچہ کی عمر سات سال ہو جانے کے بعد اس کے

باپ کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے بچہ کو اپنی تحویل میں لیکر اسکے نفقہ و سکنی اور تعلیم و تربیت کا اسلامی طور پر مناسب نظم کرے۔ رد المحتار ہی میں فتح القدر سے ہے یہ جبر الالب علی اخذ الولد بعد استغناؤه عن الأُمّ۔ بچہ کی عمر سات سال ہو جانے کے بعد اگر اس کا باپ اسکی ذمہ داری قبول نہ کرے تو حکومت (قاضی شرع) یا برادری کی پچائت اسے مجبور کرے گی کہ اس بچہ کو اسلامی طریق پر اپنے پاس رکھے۔ سات سال عمر ہو جانے کے بعد اگر بچہ کی ماں یا نانا نانی یا کوئی بھی رشتہ دار اسے اس کے باپ سے نہیں ملنے دے یا اسے اس کے باپ کے حوالہ کرنے سے انکار کرے تو یہ سراسر ظلم و زیادتی، لعنت الہی کا سبب اور خلاف شرع اقدام ہے جس سے مدعی اسلام کو بچنا لازم ہے۔

بچہ خواہ سات سال کی عمر کا ہو یا کم و بیش کا، اس کے دیکھنے سے اس کے باپ ماں کو روکنا لعنت کا سبب اور شرعاً ظلم و حرام بہت ہی بد انجام ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "مَنْ آذَى مُسْلِمًا فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ" (رواہ الطبرانی فی الاوسط) وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ " ماں باپ سے اس کی اولاد میں جدائی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ ان وعیدوں کے پیش نظر مطلقہ مذکورہ اور اس کے والدین وہی خواہان کو چاہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق ایوب مذکور کے جس بچہ کی عمر سات سال ہو چکی ہے اسے ایوب کے حوالہ کر کے اپنے آپ کو خدائے دو الجلال اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی و لعنت سے بچائیں اور جس بچہ کی عمر ابھی سات سال سے کم ہے اس کو دیکھنے اور اس سے ملنے جلنے کے لئے وقت اور ایام مقرر کر دیں۔ ساتھ ہی ساتھ محمد ایوب مذکور کو یہ دینی نصیحت کی جاتی ہے کہ جب اسے بڑا لڑکا (جسکی عمر سات سال سے زیادہ ہو چکی ہے) مل جائے تو اس کی ماں اور قریبی رشتہ داروں کو اس سے ملنے جلنے یا اس کے دیکھنے پر پابندی عائد نہ کرے۔ بلکہ ہفتہ میں دو ایک بار ملنے جلنے کی اجازت دیکر اپنے آپ کو لعنت الہیہ سے بچائے۔ عن ابی موسیٰ الاشعری قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صلى الله تعالى عليه وسلم لعنة الله من فرق بين الوالدة و  
ولدها (ابن ماجه) - والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء مجلس علماء نیدرلینڈ

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

## ڈبل سوشل لینا

۹۹۱ مسئلہ :- مولانا عبد الغفار سکرٹری مجلس علماء نیدرلینڈ  
۲-۲-۱۴۲۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص سوشل دینت  
کے پاس جا کر کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ نہیں ہوں اسلئے مجھے سوشل علیحدہ  
ملنا چاہئے۔ چنانچہ اس کا سوشل (وظیفہ بے روزگاری) علیحدہ اسے ملنے لگتا ہے اور کبھی  
یہی بات عورت جا کر کہتی ہے۔ کیا ایسی صورت میں ان دونوں کے نکاح پر کوئی شرعی  
اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے اس کا وہ پیسہ لینا کیسا  
ہے؟ مجلس علماء نیدرلینڈ

۹۹۲ الجواب بعون العليم الوهاب

کسی کورٹ، کچہری یا دفتر میں جا کر یہ کہہ دینا کہ "میں اپنی بیوی کے ساتھ نہیں رہتا  
ہوں" ہم دونوں الگ الگ رہتے ہیں" حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے یعنی وہ  
دونوں زن و شو ساتھ رہتے ہیں اور زن و شو کے تعلقات بھی بحال ہیں، صرف  
زر و وظیفہ کو المضاعف کرنے کے لئے اس قسم کی خلاف شرع حرکتوں کا ارتکاب عمداً  
کرتے ہیں۔ کچہری میں یا کسی دفتر میں غلط بیانی کی وجہ سے ان دونوں کے نکاح میں  
تو کوئی فرق نہیں آئے گا کیونکہ وہ جملے طلاق کے کسی باب سے متعلق نہیں ہیں۔ اگرچہ  
دفتر والوں یا دیگر سامعین نے اس سے یہی سمجھا ہو کہ یہ دونوں میاں بیوی آپس میں  
اجنبی ہو چکے ہیں۔ ہاں وہ تھوٹ اور دھوکہ دہی کا مرتکب ضرور ہوا جس کی وجہ سے اس پر  
توبہ لازم ہے۔ اور دھوکہ دیکر دو وظیفہ الگ الگ حاصل کرنا ناجائز و حرام ہوا۔ لہذا وہ

مال عند الشرع مال خبیث ہے جس کو نہ اپنی ذات پر خرچ کر سکتے ہیں نہ کسی کا خیر میں بلکہ اس کو لوٹا دینا واجب ہے۔ دھوکہ خواہ مسلم کو دیا جائے یا غیر مسلم کو حرام ہے۔

مَنْ عَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (الحديث) واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء مجلس علماء انڈر لینڈ

۲، ۲، ۱۳۲۲ھ

## مہر کی ادائیگی میں امتداد زمانہ کا اثر

۹۹۲ مسئلہ۔ نثار علی بسنو۔ آمسٹرڈم، ہالینڈ

۱۸-۱۱-۸۵۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بطریق شرع اسلامی ۱۹۳۷ء میں ایک سو پچیس گلوڈر کے ہوا جو اُس وقت کا رائج الوقت سکہ تھا۔ لیکن یہ مہر معجل نہیں تھا اس لئے اسی وقت ادا نہیں کیا گیا بلکہ مہر مؤجل تھا اور اب زید ۱۹۸۵ء میں اس مہر کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے۔ دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ آج ایک سو پچیس گلوڈر دیدینے سے مہر کی ادائیگی ہو جائے گی یا ۱۹۳۷ء میں اُن نوٹوں کی جو قانونی قیمت تھی (مثلاً ایک گلوڈر پانچ سینٹ پر گرام سونا تھا اور اب وہی سونا نو گلوڈر پچیس سینٹ پر گرام ہے) اُس قیمت کا لحاظ کرتے ہوئے مہر کی ادائیگی کی جائے گی۔ نثار علی۔ اسلامک کالج بریڈ فورڈ وارڈ حال آمسٹرڈم

۹۲ الجواب بعون اللہ الوہاب

نوٹوں کی حیثیت ثمن حقیقی و خلقی کی نہیں بلکہ زراعتی و مثلی کی ہے جیسا کہ امام ابہستت مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ الغنی نے اپنے فتاویٰ العطا یا النبویہ میں فرمایا۔

سلعة باصلہ لانہ قرطاس و ثمن بالاصطلاح  
نوٹ اصل میں ایک متاع ہے اس لئے کہ وہ ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے اور ثمن اصطلاحی ہے۔

اور فقہاء اسلام کے نزدیک اشیا مثلی میں اگر کوئی کمی و نقص پیدا ہو جائے تو

اس کی تلافی ضروری ہے..... پچاس سال کے زمانہ مدیدہ اور حوادث متنوعہ نے نوٹوں کی قیمت یقیناً کم کر دی جو زر مثلی کا نقصان و عیب ہے۔ ہدایہ میں ہے کل ما اوجب نقصان الثمن تاجروں کی نگاہ میں جو صورتیں نقصان ثمن فی عادة التجار فهو عیب کا باعث ہوں وہ عیب ہیں۔

اور عیب کا ازالہ عند الشرع مطلوب (لاضرر ولاضرر فی الاسلام) لہذا حقوق نسواں کی محافظت اسی میں ہے کہ عقد نکاح کے وقت کرنسی کی جو قیمت تھی مثلاً ایک گلڈر پانچ سینٹ پر گرام سونا تھا اسی قیمت کا لحاظ کرتے ہوئے آج تقریباً ایک سو اسی گرام سونا یا اس کی موجودہ قیمت مہر مذکور میں ادا کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد، آمستردم ۱۸-۱۱-۱۹۸۵

## مہر ہیں کاغذی کرنسی کو چاندی سونا کی مقدار میں متعین کرنا

۹۹۳ مسئلہ:- محمد عمران آمستردام

۱۲-۱۱-۱۹۸۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت جو مہر سکہ رائج الوقت کاغذی کرنسی میں مقرر ہوتا ہے۔ اگر وہ مہر موجد ہو تو اس مہر کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے اسے چاندی یا سونا میں متعین کر لینا درست ہو گا یا نہیں؟ تاکہ ادائیگی کے وقت فریقین میں سے کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔

عمران چندو آمستردم (جنوب مشرق) ہالینڈ

۷۸۶ الجواب بعون العلام الوہاب

کرنسی نوٹوں میں مہر کا تقرر جائز و درست ہے کہ وہ مال متقوم ہے کما فی فتاویٰ الرضویۃ لیکن کرنسی نوٹوں کی قدر و قیمت ملکی معاشی و اقتصادی حالات کے بدلنے سے عموماً تغیر پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اگر مدت گزر جانے یا حالات بدل جانے کے بعد کرنسی نوٹوں کی قدر و قیمت میں کمی آگئی تو اسی کرنسی نوٹوں میں مہر کی ادائیگی



کرنے پر حقوق نسواں کا استحصال ممکن ہے۔۔۔ لہذا عورتوں کے حقوق کا صحیح تحفظ اس طریقہ کار میں زیادہ ممکن ہے کہ عقد نکاح کے وقت مہر کی کرنسی نوٹوں کی قیمت کے مقابل سونا یا چاندی کے مقدار کا تعین کر لیا جائے۔ شرعاً اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی بلکہ حالات کے اعتبار سے مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ لوزی مسجد۔ ۱۲ نومبر ۱۹۸۵ء

## ٹیوب کے ذریعہ اولاد کا حصول اور اس کا نسب

۹۹۴ھ - مولانا حافظ محمد صدیق نعیمی دی ہیگ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان ذی احتشام اس مسئلہ میں کہ آج کل ڈاکٹروں نے انسانی افزائش نسل کے لئے ایک ٹیوب ایجاد کیا ہے جو ڈاکٹروں اور سائنسدانوں کی مشترکہ کامیاب کوشش ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مرد اور عورت کے مادہ منویہ کو حاصل کر کے ایک ٹیوب میں کچھ دنوں کے لئے رکھتے ہیں اور جب اس مشترک جوہر تولید میں حیات کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں تو اس مشترک جوہر منویہ کو عورت کے رحم میں منتقل کر دیتے ہیں جہاں اسکی حسب معمول تدریجاً پرورش ہوتی ہے اور وقت مقرر پر اس کی پیدائش بھی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس ترکیبی عمل کی فی الحاق تین چار کار آمد اور کامیاب شکلیں ہیں جس سے بے اختلاف مذہب و ملت لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

کار آمد شکلوں کا اجمالی حال یہ ہے

۱۔ دو اجنبی عورت و مرد کا مادہ تولید حاصل کر کے چند دنوں کے لئے ٹیسٹ ٹیوب میں رکھتے ہیں اور جب اس میں حیات کی رتق پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس مادہ تولید کو تیسری اجنبی عورت کے رحم میں داخل کر دیتے ہیں جہاں اسکی قدرتی طور پر تدریجی پرورش ہوتی ہے۔

۲۔ دو اجنبی مرد و عورت کا مادہ تولید لیکر ٹیسٹ کرنے کے بعد کہ اس مادہ میں

حیات کی رقی لینے کی صلاحیت ہے یا نہیں؟ اگر صلاحیت ہے تو اسے کسی منکوحہ عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جانا ہے جہاں سے مطلوبہ پرورش ہونے کے بعد اسکی قدرتی طور پر پیدائش ہوتی ہے۔

۳ کسی اجنبی مرد کا مادہ منویہ ٹیسٹ کے بعد منکوحہ عورت کے بیضۃ المنی کے ساتھ ملا کر (دونوں کے مادہ منویہ کو بغیر کسی ٹیوب میں رکھے اور بغیر رقی حیات کے انتظار کے) منکوحہ عورت کے رحم میں رکھ دیا جانا ہے جہاں سے قدرتی پرورش کے بعد وقت مقرر پر نومولود کی ولادت ہوتی ہے۔

۴ منکوحہ عورت و مرد کا بیضۃ المنی اور مادہ منویہ حاصل کر کے ٹیوب میں رکھا جانا ہے۔ اور کارآمد ہونے کی صورت میں اسی مختلط مادہ کو منکوحہ عورت کے رحم میں رکھ دیا جانا ہے۔ جہاں سے آٹھ نو مہینے پرورش پانے کے بعد بچہ کی ولادت ہوتی ہے۔

۵ منکوحہ عورت و مرد کا مادہ تولید ٹیوب میں چند دنوں کے لئے ٹیسٹ کی غرض سے رکھا جانا ہے اور جب اس میں حیات کی نمود ظاہر ہو جاتی ہے تو کسی تیسری عورت کے رحم میں اسے رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر آٹھ نو مہینے تک اس عورت کو مذکورہ عورت و مرد کی طرف سے طے شدہ اجرت دی جاتی ہے پھر بچہ جن دینے کے بعد وہ تیسری عورت اس بچہ سے لائق ہو جاتی ہے اور اس بچہ کی کفالت مذکورہ عورت و مرد کے اوپر آ جاتی ہے۔ اس طرح وہ بچہ اسی منکوحہ عورت و مرد کا مشہور ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح کچھ اور بھی شکلیں ہیں)

سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ (ٹیسٹ ٹیوب) کے ذریعہ اولاد کا حصول شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ صورت مذکورہ میں نومولود کا نسب کس سے متعلق ہوگا؟ نیز حرمت نکاح کی کیا صورتیں ہوں گی؟؟؟ بینوا و توجروا

المستفتی :- محمد صدیق نعیمی

خطیب و مدرس اشاعت الاسلام، دی ہیگ، ہالینڈ

۹۱۲ الجوامع بعون العلامة الوہاب  
 مذکور فی السوال ٹیوب کے ذریعہ تولیدی علاج و معالجہ میں کسی طرح کی قباحتیں اور شرم و حیا کے خلاف جراثیم ہیں۔ جو لطافتِ شرع کے خلاف ہیں۔ مگر بحالتِ حاجت و ضرورت شرع مطہر نے علاج و معالجہ کے سلسلہ میں اُمت کو رعایتیں دی ہیں۔ مثلاً دفع ضعف وغیرہ کی صورت میں سھنہ (ہر وہ دوا جو مریض کے مقعد (پاخانہ کا مقام) سے پیٹ صاف کرنے کی غرض سے چڑھائی جائے) کی اجازت کتب فقہ میں موجود ہے۔ یا کسی مہلک بیماری کا اندیشہ قویہ ہو تو اس کی جانچ کے لئے عضو مخصوص کی بے ستری کی اجازت ہے۔ لہذا عند الضرورة بلکہ اگر حاجتِ داعیہ بھی ہو تو ٹیسٹ ٹیوب مذکور کے ذریعہ علاج کرانے اور اولاد حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے جبکہ اپنے ہی مادہ تولید سے بچہ حاصل کیا جائے۔

یہ سوال کہ نومولود کا نسب کس سے متعلق ہوگا؟ خاصاً تفصیل طلب ہے۔ جس کو مختصراً یوں سمیٹا جاسکتا ہے کہ پہلی شکل میں نومولود کا نسب اجنبیہ عورت و مرد میں سے کسی کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ شرع شریف میں غیر حلال طریقہ سے جس کھیتی کو سیراب کیا گیا ہو اس پانی کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں ہے (کما جاء فی الحدیث الشریف) اس لئے زنا کے پانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں پہلی ہی شکل میں تیسری عورت جس کے رحم میں نومولود کی پرورش ہوئی اور اسی تیسری عورت نے نومولود کو جنم دیا وہ نومولود کی شرعی ماں ہے۔ لقولہ تعالیٰ "إِنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا الْإِثْمَاءُ وَلَدْنَهُمْ" لیکن محترمتِ نکاح میں چونکہ محترمتِ صہرہ کو بھی شرع نے شمار فرمایا ہے۔ اس لئے مذکورہ فی السوال اجنبیہ عورت و مرد اور اس کے نسب سے بھی محترمتِ نکاح کا ثبوت ہوگا۔۔

دوسری شکل میں بھی اجنبی مرد و عورت کے مادہ تولید کی وجہ سے نومولود کا نسب ثابت نہیں ہوگا کہ زنا کے پانی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں جس منکوحہ عورت نے جنم دیا وہ نومولود کی ماں ہے اور اس کا شوہر نومولود کا باپ ہے۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ و

السلام، "الْوَالِدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرِ" اسی طرح اُس نو مولود کا نسب منکوحہ مذکورہ جنم دینے والی عورت کے شوہر سے متعلق ہوگا۔ اور حرمت نکاح میں اجنبی مرد و عورت کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

تیسری شکل میں بھی اجنبی مرد سے اس نو مولود کا نسب ثابت نہیں ہوگا کما مَرَفِي الْحَدِيثِ الشَّرِيفِ اَيْفَا (وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرِ) الْبَيْتِ وَهُوَ مَنْكُوحَةٌ عَوْرَتِ حَسْبِ بَيْضَةِ الْمَنِيِّ سَعِ نُوْمُوْدُ كَا وَجُوْدُ وَنُوْدُ مَكْمَلٌ هُوَا اِسْ كِي شَرْعِي مَاا اُوْر اِس مَنْكُوحَةٌ عَوْرَتِ كَا شُوْهْرُ اُسْ نُوْمُوْدُ كَا بَاپْ هَيَ..... يِهَاا هَجِي حَرْمَتِ نَكَاحِ مِيَا اَجْنَبِي مَرْدٌ مَذْكُورٌ اُوْر اِس كِي نَسْبِ كَا اَعْتِبَارٌ هُوْكَا۔

چوتھی شکل میں نو مولود کا نسب اسی منکوحہ عورت و مرد سے ثابت ہے کیونکہ وہ دونوں میاں بیوی اور اہل فراش ہیں جن سے نو مولود کا وجود عمل میں آیا۔ البتہ صورت مذکورہ میں ایک غیر فطری عمل کا صدور ہوا جو ضرورت یا حاجت یا زینت (الْمَالُ وَالْبُنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) کی وجہ دائرہ جواز میں ہے۔ پانچویں شکل میں جس حلال پانی سے نو مولود کا وجود ہوا اور اس میں حیات کی نمود پائی گئی اسی پانی والوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا..... اور جس عورت نے اس کو جنم دیا وہ بھی اس کی شرعی ماں قرار پائے گی۔ اُس کے بے تعلق ہو جانے سے اُس کے شرعی حقوق زائل نہیں ہوں گے۔

احتیاط کا تقاضا نہیں ہے کہ جس جس کا مادہ تولید، بیضہ المنی، اور رحم کا عمل نو مولود کے وجود و نمود میں شامل ہے ان سب سے حرمت نکاح کا اعتبار کیا جائے۔  
واللہ سبحانہ اعلم کتہ عبد الواجد قادری غفرلہ، ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء نوری مسجد بالینڈ

## بالینڈ اور اسلامی نکاح و طلاق

۹۹۵ مسئلہ :- (مولانا) محمد شبیر دل محمد۔ ہارلیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بالینڈ

میں نکاح و طلاق کا معاملہ گورنمنٹ نے اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے عام لوگوں میں سے کوئی بھی کسی کا نکاح کر دینے یا توڑ دینے کا حق نہیں رکھتا۔ پھر بھی مسلمانوں نے اس حکومت میں رہنے کے باوجود نکاح و طلاق کا شرعی معاملہ ہالینڈ میں مقیم علماء دین یا ائمہ مساجد کے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ لیکن مسلمان گورنمنٹ کے قانون کا بھی احترام کرتے ہیں مثلاً پہلے مسلمانوں کے اجتماع میں اسلامی طور پر نکاح پڑھایا جانا ہے یعنی قاضی نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں دلہن سے زبانی و تحریری یا صرف زبانی ایجاب کرائتا ہے پھر دیگر مسلمانوں کے علاوہ ان دونوں مخصوص گواہوں کی موجودگی میں اسی مجلس کے اندر خطبہ نکاح پڑھتا ہے۔ دولہا سے کلمات اسلامی (عموماً تین کلمے) پڑھواتا ہے پھر زبانی و تحریری یا صرف زبانی نکاح قبول کروانا ہے اخیر میں دعا کرتا ہے اور صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے پھر اسی دن یا دو ایک دن کے بعد گورنمنٹ کے قانون کی رعایت کرتے ہوئے ان دونوں دولہا دلہن کا قانونی نکاح رجسٹرڈ ہوتا ہے جس کو (تورڈ ہونا کہتے ہیں) اسی طرح جب طلاق کا معاملہ آتا ہے تو پہلے گورنمنٹ کے شعبہ نکاح و طلاق کے ذریعہ رجسٹرڈ نکاح ختم کرایا جاتا ہے۔ پھر علماء کے ذریعہ طلاق یا فسخ نکاح کا حکم حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کوہ مطلقہ سمجھی جاتی ہے اور بعد عدت اس کا دوسرا نکاح ہوتا ہے۔ احوال مذکورہ کے پیش نظر چند سوالات کے جوابات درکار ہیں۔ امید کہ وضاحت کے ساتھ جوابات کی زحمت گوارا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

فقط شبیر احمد دل محمد ملوکس اسٹراٹ

آسٹریڈم۔ امام و خطیب جمیوعہ المسلمین ہارلم

۹۱۲ الجواب بعون العلام الوہاد

”اسلامک پرسنل لا“ میں مداخلت کئے بغیر انسانی زندگی کے تمدنی مسائل کو جو بھی گورنمنٹ اپنے تصرف و اختیار میں رکھتی ہے اس کے احترام کی شرعاً ممانعت نہیں بلکہ اس باب میں اس کا احترام کرنا ہی چاہئے۔

اسلام نے صحت نکاح اور وقوع طلاق کے لئے کچھ شرائط و قانون مسلمانوں کو

عطا فرمایا ہے۔ اگر نکاح و طلاق میں انہیں ملحوظ رکھا گیا تو شرعاً صحیح نکاح اور وقوع طلاق کا حکم نافذ ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ مثلاً صحیح نکاح کے لئے ایجاب و قبول اور حضور شاہدین کی شرطیں ہیں۔ ایجاب کا مطلب ہے نکاح کی پیش کش کرنا اور قبول کا مطلب ہے اس پیش کش کو قبول کر لینا۔

ایجاب و قبول، تحریری، تصویری یا خیالی، محض بیکار و بے اعتبار ہے۔ دونوں کے لئے تلفظ یا غیر مبہم اشاروں کے ساتھ ایسا ہونا کہ شاہدین کو سمجھنے میں کوئی التباس نہ ہے ضروری ہے۔

پس یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بولنے کی طاقت ہونے کے باوجود صرف نکاح نامہ پر دستخط کر دینا صحیح نکاح کے لئے کافی نہیں، برخلاف طلاق کے کیونکہ وقوع طلاق کے لئے شاہدین کا ہونا شرط نہیں بلکہ صرف شوہر کا اقرار طلاق کافی ہے۔ اسی طرح شاہدین کے لئے اسلام کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مجلس نکاح کو مجلس نکاح سمجھ رہا ہو۔ اور ان دونوں کے ایجاب و قبول کے مفہوم کو بھی سمجھ رہا ہو۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر نہراؤں غیر مسلم کی مجلس میں ایجاب و قبول ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط صحیح مفقود ہے۔

یہاں کے قانونی نکاح و طلاق سے متعلق یہ چند اصول کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے ۱۔ دولہا دولہن نے "تور و آفس" میں جا کر نکاح کے رجسٹر پر دستخط کر دیا کہ ہم دونوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا جائے۔ پھر گورنمنٹ کی طرف سے مقرر کردہ نکاح پڑھانے والے نے نکاح پڑھا دیا تو اسلامی شرع کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہوا۔

۲۔ مسلم دولہا دولہن "تور و آفس" میں گئے اور نکاح کے خواہاں ہوئے تو نکاح پڑھانے والے نے سیکڑوں عیسائی و یہودی کی موجودگی میں یا نہراؤں مشرکین کی نام نہاد شہادت میں نکاح پڑھا دیا تو اسلامی طور پر نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا۔

۳۔ مسلم دولہا دولہن نے "تور و آفس" میں ایجاب و قبول کے الفاظ بھی ادا کئے جس کو مذکورہ سیکڑوں موجودین نے سنا پھر بھی شرع اسلامی کے نزدیک نکاح

صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ فقہ کی زبان میں یہ نکاح فاسد کہلائے گا اگرچہ آفس والے ان دونوں کے نام میرج سرٹیفکیٹ اور نکاح بک جاری کر دیں کہ جب تک شرعی طور پر وہ نکاح صحیح نہیں کریں گے ان دونوں کے درمیان قربت حرام ہے گی اور اس نطفہ حرام سے جو اولاد ہوگی وہ اس کی وراثت سے محروم ہوگی۔ ایسی صورت میں ان دونوں میں سے ہر ایک کے سرپرستوں کو یہ شرعی حق پہنچتا ہے کہ اگر یہاں کوئی شرعی قاضی ہے تو ان سے نسخ کا مطالبہ کریں اور قاضی پر واجب ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق و علیحدگی کرادے۔ اور اگر قاضی شرع نہیں ہے تو اہل علم اہل بلد کی طرف رجوع کریں۔ نکاح فاسد میں جو تفریق و علیحدگی ہوگی عدت کا شمار اسی وقت سے ہوگا۔ نکاح فاسد میں کبھی مہر مثل واجب ہے۔ درمختار مع ردالمحتار میں ہے یجب مہر امثلہ فی النکاح الفاسد وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة و یثبت لكل واحد منهما نسخه ... یجب علی القاضی التفریق بینہما (خروجاً من المعصیة) و یجب العدة بعد الوطی من وقت التفریق الخ

شرعی طور پر نکاح صحیح ہو جانے کے بعد قانونی طور پر نکاح رجسٹرڈ کرانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ زوجین کے مفاد میں ہے لہذا یہاں شرعی نکاح کے بعد ہی ٹور و کرانا چاہئے۔ یہاں اس بات کا خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ شرعی نکاح کو ٹور و پر مقدم رکھے تاکہ شرعی طور پر میاں بیوی کو آفس آنے جانے کی رخصت مل جائے۔ ٹور و آفس میں اگر صحبت نکاح کے شرائط پائے، جائیں (جس کا ذکر اوپر ہوا) تو نکاح صحیح ہو جائے گا اگرچہ درمیان میں نکاح پڑھانے کے لئے عیسائی یا یہودی ہو۔ کیونکہ صحبت نکاح کے لئے ایجاب و قبول اور حضور شاہدین شرط ہیں۔ ملقن کا مسلمان ہونا شرط نہیں وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے البتہ اگر ملقن مسلمان، متقی و دیندار ہو تو بہتر ہے کہ اس میں نکاح با برکت ہوتا ہے اور اس کی دعائیں زوجین کے لئے نافع ہوتی ہیں۔ نکاح کی گروہ مردوں کے ہاتھ میں ہے "بیدک عقدۃ النکاح" جب تک

وہ نہیں کھولے گا دوسروں کے کھولے کھل نہیں سکتا ہے۔ پھر وقوعِ طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ شوہر کا اقرارِ طلاق ہی کافی ہے اگرچہ چھوٹا اقرار ہو۔ لہذا طلاق نامہ پر صرف دستخط کر دینے یا نشانِ انگوٹھا لگا دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی بشرطیکہ وہ طلاق نامہ کو طلاق نامہ جاننا ہو۔ ہاں بغیر اس کی مرضی کے وکیل یا کسی کورٹ کے غیر مسلم جج کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں۔ البتہ ناگفتہ بہ حالات اور انسدادِ ظلم و جبر اور رفعِ ضرر وغیرہ صورتوں میں قاضی شرع یا حاکمِ اسلام کو اختیارِ فسخ اور تفریق بین الزوجین حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلئے تو رُو توڑوانے کے بعد اگر قاضی شرع یا علمِ علماء بلد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو بہت اچھا ہے کہ عدالتِ شرعی سے صحیح فیصلہ کے صدور و نفاذ کا یقین ہے۔

سائل نے نمبر وار سوالات کو ترتیب نہیں دیا اس لئے نمبر وار جوابات نہیں دیئے گئے سائل اگر تشنگی محسوس کرے تو دوبارہ استفسار کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء جامعہ مدنیۃ الاسلام دکن ہنگ

۵ رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

## نابالغ یا اس کے وکیل کی طلاق

۹۹۶ مسئلہ (مولانا) مشتاق مکرانی (اوسلو ڈین مارک)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب نابالغ کا نکاح اس کے وکیل کے ذریعہ از رُوئے شرع صحیح و منعقد ہو جاتا ہے تو اسی وکیل کے ذریعہ طلاق واقع کیوں نہیں ہوتی؟ یا نابالغ طلاق دینے کا اختیار کیوں نہیں رکھتا؟؟

(مولانا) مشتاق مکرانی اوسلو رومپرا سٹراٹ 7516XC173

۹۸۶ الجواب — اللہمَّ اِهدِنِي اِلَى الصَّوَابِ

ائمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صغیر و صغیرہ کا نکاح بذریعہ ولی اقرب صحیح و منعقد ہے جیسا کہ ائمہ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت



میں ہونا تو اتر سے ثابت ہے اور نابالغ یا اسکے وکیل کی طلاق کا واقعہ نہ ہونا صحیح طہ ہے۔ قرآن پاک میں ہے "بَيْدَاً عَقْدَةَ النِّكَاحِ" نکاح کی گرہ کھولنے کا اختیار صرف شوہر کو ہے۔ ابن ماجہ شریف میں ارشاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح روایت ہے "اَتَمَّ الطَّلَاقِ لِمَنْ اخَذَ بِالسَّاقِ" یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو مجامعت کا حقدار ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "فَلَا يَقَعُ طَّلَاقُ الصَّبِيِّ وَانْ كَانَ يَعْقِلُ" نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اگرچہ وہ سمجھدار ہو۔ ان نصوص شریعتیہ سے بالکل واضح ہوا کہ طلاق دینے کا اختیار صرف شوہر کو حاصل ہے جبکہ زوہ سویا ہونہ پاگل ہو اور نہ ہی نابالغ ہو اور نہ ہی اس کا کوئی ولی طلاق دے سکتا ہے اور عقلی و فطری وجہ یا اس کی حکمت یہ ہے کہ "نکاح نفع ہے اور طلاق ضرر اور چونکہ یہ شریعت رحمۃ للعالمین کی شریعت ہے لہذا رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ ولی نفع کا ولی تو ہو سکتا ہے مگر ضرر کا نہیں اور خود بچہ بھی اس کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نفع و ضرر نہیں پہچان سکتا۔ اگر یہ حکمتیں اس میں نہ ہوتیں تو طلاق کا اختیار جس طرح شوہر کو دیا گیا ہے اس کی بیویوں کو بھی دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۶ رذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

## بلوغت کی عمر

۹۹۷ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بالینڈ یا یورپ کے دیگر ممالک میں لڑکے لڑکیاں بہت کم عمری میں بالغ و بالغہ ہو جاتی ہیں کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ساڑھے سات اٹھ سال کی لڑکیوں کو تھین آنے لگتا ہے اور نو دس سال کے لڑکے نہ صرف ہمبستر کی کرنے لگتے ہیں بلکہ اسے احلام بھی ہونے لگتا ہے اور جاگتے میں انزال بھی۔ سوال یہ ہے کہ نو ساڑھے نو سال کے لڑکے جس کو احلام ہوتا ہے اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو شرعاً طلاق ہوگی یا

نہیں؟ نیز اس عمر میں اس کی بیوی کے بچے ہوں تو وہ بچے ثابت النسب ہونگے یا نہیں؟  
المستفتی:۔ عبد الجلیل مقیم حال بارسلونہ اسپین پاک مسلم مسجد

۹۲۶ جواب اللہم اهدنی الی الصواب

لڑکا یا لڑکی کا بالغ ہونے کے لئے کوئی حتمی عمر مقرر نہیں ہے سوالنامہ میں جن لڑکیوں کے متعلق حیض کے آنے یا لڑکوں کے متعلق محتلم ہونے کو لکھا ہے وہ اپنی کم عمری کے باوجود عند الشرع بالغ ہیں اور علامات بلوغیت پائے جانے کے بعد اب وہ مرفوع القلم نہیں ہے ہاں اگر کسی ملک یا علاقہ میں پندرہ سالہ عمر ہونے سے پہلے یہ سب علامتیں نہ پائی جاتی ہوں تو پندرہ سال عمر ہو جانے پر بلوغیت کا حکم ہو جائے گا۔ در مختار مع الرد المختار میں ہے (بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل هو الانزال (الی ان قال) فان لم يوجد فيهما شيء فحتى يتقار لکل منهما خمسة عشرة سنة به يفى لقصر اعمار اهل زماننا۔ ۱۰

صورتِ مسئلہ میں اس لڑکے کی طلاق واقع ہو جائے گی جس کو انزال ہوتا ہے اگرچہ اس کی عمر نو سال ہی کی کیوں نہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ص ۴۸ "یقوع طلاق کل زوج اذا کان بالغاً عقلاً الخ اور وہ بچے سب بھی ثابت النسب مستحق میراث ہوں گے۔ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الولد للفراش وللعاهر الحجر" واللہ تعالیٰ اعلم کت عبد الواجد قادری غفرلہ ۲۲ صفر ۱۴۱۹ھ  
جامعہ مدینۃ الاسلام دارالافتاء

## حالتِ حمل یا ایک مجلس میں تین طلاق

۹۹۸ مسئلہ:۔ عبدالرفیق سوکھانی تیل بیورخ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی سہ ماہہ حاملہ بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین صریح طلاقیں دے دیں تو اس صورت میں طلاق رجعی

واقع ہوگی یا مغلظ؟ یا زید اس مطلقہ کو نکاح ثانی کے بعد اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بعض علماء مغاربہ اور علماء انڈونیشین نے یہ جواب دیا ہے کہ حالت حمل میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ لہذا زید بغیر نکاح کے اپنی بیوی کو گھر میں رکھ سکتا ہے اور بعض نے یہ جواب دیا کہ تین طلاق ایک مجلس میں دراصل ایک ہی طلاق ہے لہذا زید رجوع کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ دونوں ملکوں کے علماء کا جواب صحیح ہے یا نہیں؟

مستفتی: عبدالرفیق۔ سوکھائی آمسٹرڈم

۴۸۶ الجواب — اللہم لجعافی المصیب المصاب

اہل مغرب مسلسل اپنی بیویوں کو طلاقیں دیتے رہتے اور رجوع کرتے رہتے تھے جس سے عورتوں کی زندگی اجیرن بن چکی تھی۔ اسلام نے اہل عرب کے طریقہ طلاق پر قدغن بٹھایا اور اس کی اصلاح کی۔ فرمایا "الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" رجوع کرنے کا اختیار صرف دو طلاق (صریح) تک ہے۔ یعنی اب وہ بے راہ روی اور مطلق الغنائی ختم ہوگئی جو آیام جاہلیت سے چلی آرہی تھی کہ وہ مرد جتنی طلاقیں چاہتا تھا اپنی بیوی کو دیتا تھا اور پھر رجوع کر لیا کرتا تھا۔ اب رجوع کا اختیار صرف ایک طلاق صریح یا دو طلاق صریح تک ہے "فَامْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْمٌ بِاِحْسَانٍ" اور اگر کسی نے دو طلاق (خواہ ایک مجلس میں دی ہو یا دو مجلسوں میں) کے بعد ایک اور طلاق دے دی خواہ اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں تو اب شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں رہے گا ہاں اگر وہ رکھنا ہی چاہتا ہے تو حلالہ کے بعد نکاح کے ساتھ رکھ سکتا ہے ارشاد ہوا "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَيْثُ تَنكِحَتْ زَوْجًا غَيْرًا" یعنی الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے بعد اگر مطلقہ ثانیہ کو تیسری طلاق دیدی تو مطلقہ ثلاثہ اس شوہر بے گوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک حلالہ کی شرعی صورت ثابت نہ ہو جائے اور حلالہ کی شرعی صورت یہ ہے کہ مدت طلاق گزر جانے کے بعد طلاق دینے والے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے حلال مرد سے نکاح صحیح کرے پھر اس کے پانی کا مزہ چکھے (ہم بستر ہو) پھر وہ دوسرا شوہر اپنے ایک اسلامی بھائی کی مدد کرنے

کے لئے اپنی اس بیوی کو طلاق دیدے یا قضاء مر جائے تو مطلقہ یا بیوہ عدتِ طلاق یا عدتِ موت گزار کر پہلے شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے۔۔۔ ایک وہ دورِ جہالت تھا کہ ایک ایک طلاق بار بار دیکر مرد بے درد رجوع کرتا تھا اور ان کے یہاں طلاقوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی اس طرح عورتیں ماہی بے آب کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور تھیں۔ مذہبِ رحمت۔ اسلامی شریعت نے طلاقِ رجعی کی حد مقرر فرمائی۔ اور طلاقِ ثلاثہ مغلظہ دینے کی ایسی سزا مقرر فرمائی جو مردوں کی غیرت و حمیت کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔

لیکن آج کے سائنسی اُجالوں کا دور زمانہ جاہلیت کو بہت پیچھے چھوڑ گیا کہ اب ایک ایک مجلس میں تین تین نہیں بلکہ درجنوں طلاق دینے کے بعد رجوع کے خواہاں ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس ان حضرات پر ہے جو جمہور علماء و فقہاء بلکہ اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا راستہ چھوڑ کر عوامی مطالبات کے سامنے سپردال دیتے ہیں اور ایک مجلس کی درجنوں طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں یعنی اگر مجرم پر ایک مجلس میں حدِ زنا (سو کوڑے) یا حدِ قذف (اسی کوڑے) جاری ہوں تو اس کو ایک ہی کوڑا شمار کیا جاتا ہے۔

گر ہمیں است مکتب و ملأ ۛ کارطف لاں تمام خواہد شد

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاقیں خواہ ایک مجلس میں دی جائیں یا تین مجلسوں میں تینوں واقع ہیں کما بینہ و فصلہ و اوضحہ امام البراہین مقدم العلماء الراسخین مجدّد الملة والدين في فتاواه المباركة من شاء فليرجع اليها۔ علاوہ ازیں رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ ص ۸۰ المیزان للعلامة الشعرانی ص ۱۲۱ میں اجماعی اور اتفاقاً مسائل کے باب میں ہے ”و کذا لک جمع الطلاق الثلاث يقع مع التھی عن ذلك نھی تحريم عند بعضهم ونھی کراهة عند بعضهم“ (ایک مجلس میں تین طلاقوں کو بعض اماموں نے حرام

اور بعض نے مکروہ تحریمی فرمایا پھر بھی یہ اتفاق و اجماعی مسئلہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں)

آج کل لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ تین سے کم طلاق دینے پر طلاق ہوتی ہی نہیں۔ یہ شیطانی خیال ہے کیونکہ قرآن پاک تو طلاق کی حد دو بتاتا ہے اور دو طلاقوں تک شوہر کو عدت کے اندر لوٹا لینے کا اختیار دیتا ہے۔ لیکن اس حد کو فلاںک جانے والا قرآنی اصلاحات کا مخالف اور شیطانی توہمات کا موافق ہے اسی لئے شریعت مطہرہ نے تین طلاق بیک وقت دینے والے کو مرتکب حرام یا مرتکب کراہت تحریمی قرار دیکر گنہگار ٹھہرایا ہے۔ یعنی وہ گنہگار بھی ہوا اور اس کی دی ہوئی تینوں طلاقیں بھی واقع ہو گئیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص حرام شے یا حرام امر کا ارتکاب کرے اور اس حرام شے کا یا امر کا اثر اس پر نہ ہو۔ مثلاً کوئی مضطر شخص ضرورت سے زیادہ خنزیر کا گوشت کھائے یا شراب پئے تو صرف یہی نہیں کہ وہ حرام کا مرتکب ہو کر گنہگار ہوا (جسکی سزا اسے بھگتنی پڑے گی) بلکہ اس کا پیٹ بھی بھرے گا اور پیاس بھی جاتی رہے گی۔ اسی طرح تین یا اس سے زیادہ طلاقیں دینے سے خلاف شرع اقدام کی وجہ سے وہ حرام کار گنہگار بھی ہوا اور اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع بھی ہو گئیں، چونکہ طلاقوں کی آخری حد تین تھی لہذا تین تو واقع ہو گئیں اور بقیہ طلاقیں (اگر دی ہوں) وہ سب شوہر بے گوہر کے سر لگ گئیں۔ باقی رہی بیوی کا حاملہ ہونا تو عند الشرع حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہوتی ہے اور جائز بھی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ص ۴۶ میں ہے وَ طَلَاقِ الْحَامِلِ بِجُوزِ فَتَىٰ دُورَىٰ كِتَابُونَ مِیْنِ هِیْ وَ یَجُوزُ طَلَاقُ الْحَبْلِیٰ الْخِیْ وَ اِشَارَةُ النِّصِّ سِیْ هِیْ اِسْكَی وَ تَوَعُّ وَ جَوَازُ كَالْعِلْمِ هُوَ هِیْ. سُوْرَةُ الطَّلَاقِ اٰیٰتِ ۴ مِیْنِ هِیْ «وَ اَلٰیٰتِ الْاِحْمَالِ اَجَلَهُتْ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ» (اور حاملہ عورتوں کی عدت بچہ جننے وضع حمل تک)۔ مفسرین کرام نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال کریمہ کی روشنی میں اس عدت کو عدت طلاق اور عدت موت دونوں پر معمول کیا ہے

عدتِ موت میں اختلاف صحابہ (بعد العجلین یا مطلقاً وضع حمل) موجود ہیں جبکہ عدتِ طلاق میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اجماع صحابہ کے مطابق اسکی عدت وضع حمل ہے اب اگر فلاں صاحب یہ کہتے ہیں کہ حالتِ حمل میں طلاق واقع نہیں ہوتی تو قرآن پاک نے اسکے لئے عدت کیوں مقرر فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع کیوں ہے؟

صورتِ مسئلہ میں تین طلاق مغلظہ زید کی بیوی پر واقع ہو گئی اب نہ وہ رجوع کر سکتا ہے نہ ہی اس سے بدون حلالہ نکاح کر سکتا ہے وہ زید پر حرام ہو چکی ہے۔ جن لوگوں نے اسکے خلاف فتویٰ دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ جس مذہب کا پیروکار ہو اسی مذہب مہذب کی پیروی کرتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم  
کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن ریلینڈ

**مطلقہ ثلاثہ جب تک دوسرے شوہر سے ہم بستری نہ ہو پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں**

مسئلہ ۹۹۹ :- سلیمان اشرف امسٹرڈم فورٹھ

۸-۳-۱۳۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو اسکے شوہر زید نے کئی سال پہلے طلاق دیدی تھی۔ ہندہ نے اپنی عدت گزار کر دوسرا نکاح دوسرے مرد سے کر لیا۔ اب اس کا دوسرا شوہر انتقال کر چکا ہے ایسی صورت میں ہندہ عدتِ وفات گزار کر اپنے پہلے شوہر زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟  
محمد سلیمان اشرف شمالی امسٹرڈم ہالینڈ

۷۸۶

۹۲ الجواب ————— هوالمعین الی الصواب

سائل کبھی عمداً کبھی سہواً بعض ضروری باتوں کو حذف کر جاتا ہے جسکی وجہ سے جواب میں طوالت ہو جاتی ہے۔ سائل نے یہ نہیں لکھا کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاقِ رجعی دی تھی یا بائن؟ اور بائن میں بھی طلاقِ مغلظہ ثلاثہ تھی یا غیر ثلاثہ؟ اصول

افتاء کے مطابق ممکنہ شقوں کو قائم کرنا پھر ہر ایک کا جواب دینا خلاف مصلحت شرعیہ ہے لیکن سوال مذکور میں القیاس تزویر معلوم نہیں ہوتا اسلئے مختصر وضاحت کے ساتھ جواب حاضر ہے۔ اگر زید نے ایک یا دو طلاق صریح دی تھی یا طلاق کنایہ بنیت طلاق دی تھی اور ہندہ نے عدت طلاق گزار کر دوسرا نکاح کر لیا تو دوسرے شوہر نے اس سے ہمبستی کی ہو یا نہ کی ہو۔ پھر وہ مرگیا یا طلاق دیدی تو عدت موت یا عدت طلاق گزار کر وہ اپنے پہلے شوہر (زید) کے نکاح میں آسکتی ہے۔

اور اگر زید نے ہندہ کو تینوں طلاقیں دیدی ہوں چاہے ایک ہی مجلس میں دی ہو یا نکاح کی طویل مدت میں دی ہو اور اس طرح ہندہ مطلقہ مغلظہ یا مطلقہ ثلاثہ بائنہ ہو چکی ہو۔ پھر اس نے عدت گزار کر دوسرا نکاح صحیح کسی سے کر لیا ہو اور وہ دوسرا شوہر انتقال کر گیا یا اسے طلاق دے چکا تو جب تک اس نے صحبت نہ کی ہو اور ایک دوسرے کا مزہ نہ چکھا ہو ہندہ اپنے شوہر اول (زید) کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ہندہ اگر درجنوں صحیح نکاح کرے اور بغیر مجامعت کے وہ سب شوہر اسے طلاق دیتا جائے پھر بھی زید مذکور کے نکاح میں وہ نہیں آسکتی۔ یعنی طلاق کی صحت کی شرط دخول (مجامعت) ہے۔

قرآن پاک میں تو صاف ارشاد ہے۔ فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا۔ اور بخاری شریف میں ہے۔

ان رجلاً طلقته امرأته ثلاثاً  
فتزوجت فطلق فسئل النبي  
صلى الله عليه وسلم اتحل  
للاول قال لا حتى يذوق  
عسيلتها كما ذاق  
الاول۔ (ص ۹۱)

کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پھر اس بی بی نے جس سے نکاح کیا اس نے طلاق دیدی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ بی بی اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی؟ تو اپنے ارشاد فرمایا نہیں یہاں تک کہ دوسرا شوہر بھی اسے ہمبستر ہو جیسے پہلا شوہر ہمبستر ہوا

رحمۃ الائمۃ فی اختلاف الائمہ ص ۸۶ میں تو اس مسئلہ کو متفق علیہا لکھا کہ صحت

حلالہ کے لئے وطن و مجامعت شرط ہے بغیر اس کے نکاح بے معنی ہے طلاق کیلئے فرماتے ہیں۔

انفقوا علی ان من طلق زوجته ثلاثا لا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأها فی نکاح صحیح وان المراد بالنکاح هنا الوطی شرط فی جواز حلها للاول۔ (میزان شمرانی ص ۱۲۹) وطن ہے جو صحت طلاق کی شرط ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ

۸ ریح الاول شریف ۱۴۱۸ھ

## طلاق۔ اقرار کے وقت ہی واقع ہو جاتی ہے

منسئلہ ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میاں بیوی کے درمیان کشیدگی بڑھی، ہندہ اپنے میکہ چلی آئی اور شوہر کے یہاں جانے پر راضی نہیں ہوتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شوہر ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا ہے اور باہر سیڑھی سے ناجائز تعلقات ہیں جب زید سے پوچھا گیا تو زید نے کہا ہاں ہندہ کے ساتھ۔ اگر گزارہ نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ غیر مردوں سے تعلقات رکھتی ہے اسی لئے ایک سال قبل ہی میں نے اسے طلاق دیدی تھی مگر وہ میرے گلے پڑی ہوئی تھی۔ اچھا ہوا اپنے میکہ چلی گئی وہ جس سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں ایک سال پہلے سے طلاق مانی جائے گی یا جس وقت پوچھا گیا اس وقت سے اگر ایک سال قبل سے طلاق مانی جائے تو ہندہ کی عدت پوری ہوگی یا نہیں؟ اور اب اسے دوسرے نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟



سائل: فیصل شیر محمد خسرو نیکن، ہالینڈ

۹۲۶ جواب: هوالموفق الی الصواب

اگر بطریق شرعی گواہوں سے یا زید کے اعتراف سے یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی زید نے ایک سال پہلے طلاق دیدی تھی تو ایک سال پہلے ہی سے وقوع طلاق کا حکم ہو جائے گا اور اس درمیان میں اگر تین بار حیض اگر ختم ہو چکے ہیں تو عدت طلاق بھی مستحق ہوگئی۔ دریں صورت ہندہ کو دوسرے نکاح کی اجازت ہے۔ اور اگر گواہان عادل کے ذریعہ زید کا ایک سال پہلے طلاق دینا ثابت نہ ہو یا زید اس کا اعتراف نہ کرے تو زید کا دعویٰ عند الشرع ناقابل مسموع ہے۔ شریعت کے نزدیک ہندہ پر طلاق اسی وقت سے واقع ہوگی جس وقت زید نے اقرار کیا ہے۔ اور ایک سال پہلے کا دعویٰ تھوٹا ہے۔ کما فی الدر المنثور لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتویٰ انہا من وقت الاقرار الخ اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ وقال الرجل للقاضی كنت طلقتهما منذ سنة واقضت عدتها وحدث الطلاق لا يقبل قوله ۵۱ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ خادم الافشاء

والقضاء اسلامک فونڈیشن نیڈرلینڈ۔ ۱۸ ریح الآخر ۱۴۱۹ھ

## خون و جبر حرمت نہیں ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی جوان مرد نے سخت ضرورت کے وقت ہندہ کے علاج کے لئے کسی بار اپنے جسم کا خون دیا جس سے ہندہ تندرست ہوگئی۔ اب ہندہ چاہتی ہے کہ اسی محسن مرد سے اپنا نکاح کرے۔ کیا شریعت کے نزدیک ان دونوں کا نکاح جائز ہوگا؟ الطاف علی۔ نیوخیٹن۔ ہالینڈ

۹۲۷ جواب: بعون الملک الوہاب

اگر ان دونوں کے درمیان کوئی اور وجہ حرمت نہیں ہے تو صرف خون دینے کی

وجہ سے وہ آپس میں محرم نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں کے درمیان نکاح جائز و درست ہے۔ قَالَ تَعَالَى وَ أَجِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ (محرمات کے علاوہ سب عورتوں سے نکاح درست و حلال ہے) وَاللّٰهُ تَعَالَىٰ اَعْلَمُ

## دودھ ایام رضاعت میں وجہ حرمت ہے

سُنْئَلَهُ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ممانی کلثوم کا دودھ اس کی بیٹی عائشہ کے ساتھ ایک سال نو مہینے کی عمر میں پیا۔ اب زید یا زید کے دوسرے بھائیوں کا نکاح عائشہ مذکورہ کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟  
عمران عبداللہ۔ نور تھ آمسٹرڈم۔ ہالینڈ

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

زید مذکور اپنی ممانی کلثوم کا رضاعی بیٹا ہو گیا اب اس کا نکاح کلثوم مذکورہ کی کسی بیٹی پوتی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ رضاعت کے اعتبار سے کلثوم کی بیٹی، پوتی کا بھائی یا چچا ہوا اور عند الشرع بہن اور بھتیجی سے نکاح حرام ہے (کما فی آیات المحرمات) اور حدیث صحیح میں ارشاد ہوا۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعِ مَا بَشَكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ نِ رِضَاعَتِ سِ ان رِشْتُوں كُو حَرَّمَ مِنَ النِّسْبِ (ترمذی "ابواب الرضاع) حرام فرما دیا ہے جو نسب میں حرام ہیں۔  
ہاں زید کے دوسرے بھائی جنہوں نے کلثوم مذکورہ کا دودھ نہیں پیا ہے اس کا نکاح عائشہ مذکورہ سے ہو سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالَىٰ اَعْلَمُ۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء انیسٹرلینڈ

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

## فلموں میں جو نکاح ہوتے ہیں وہ منعقد یا نہیں؟

سُنْئَلَهُ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر ڈراموں اور فلموں

میں جو نکاح ہوتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ اس میں ایجاب و قبول بھی ہوتا ہے۔ مجلس بھی متحد ہوتی ہے اور درجنوں گواہ بھی ہوتے ہیں۔ فلم کی منکوہ لڑکی کا اگر نکاح کسی دوسرے لڑکے سے ہو تو یہ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟ اس مسئلہ کو لیکر ہم چند دوستوں میں شدید مخالفت ہو گئی ہے اسلئے الناس ہے کہ جلد سے جلد جواب دیکر ہمارے نزاعات کا فیصلہ کریں۔

عثمان حیدر سخاوت، اشاعت الاسلام فرینکفورٹ۔ جرمنی

۹۲ الجواب ۷۸۶ ————— هو الہادی الی الصواب

نکاح کے منعقد ہونے یا طلاق کے واقع ہونے کے لئے عزم و قصد شرط نہیں ہے۔ خواہ قصد و ارادہ کے ساتھ نکاح کرے خواہ ہزل و مذاح کے ساتھ۔ نکاح منعقد ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس مجلس میں دو عاقل و بالغ آزاد مسلمان مرد یا ایک مرد، دو عورتیں موجود ہوں۔

بلکہ اگر قاضی نکاح نے ایسے الفاظ کے ساتھ نکاح منعقد کیا جس کا معنی دولہا دولہن نہیں جانتے تھے جب بھی باختلاف علماء نکاح منعقد ہو جائے گا۔

التجنیس والمزید میں ہے۔

لو عقدنا عقد النکاح بلفظ  
لا يفهمان كونه نكاحًا هل  
ينعقد اختلاف المشايخ فيه  
قال بعضهم ينعقد لان  
النكاح لا يشترط فيه  
القصد اه

اگر عورت و مرد نے ایسے الفاظ سے نکاح منعقد کر لیا جس سے ان دونوں کو نکاح منعقد ہونے کا پتہ نہ چل سکا۔ تو کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟ اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ نکاح میں قصد شرط نہیں ہے۔

جب انعقاد نکاح میں قصد شرط نہیں تو ہزل (ہنسی مذاق) میں بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔ پس صورتِ مسئلہ میں فلم و ڈرامے میں کئے ہوئے نکاح شرعاً منعقد ہو جاتے ہیں۔

اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو جب تک ان دونوں میں تفریق یا تطلق واقع نہ ہو جائے وہ منکوحہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ۖ : اور حرام ہیں مسلمانوں کے لئے شوہر والی عورتیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتے عبدالواجد قادری غفرلہ، مجلس علماء نیدرلینڈ۔ واسلامک

فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ

## زانیہ کی بیٹی زانی کے نکاح میں؟

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے ربانی اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک بازاری عورت (طوائف) سے زنا کیا۔ پھر طوائف نے سچی توبہ کر لی، نماز روزہ کی پابند ہو گئی، حج بھی کر لیا، اور ایک صالح مسلمان سے نکاح بھی کر لیا جس سے ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئی اب وہ لڑکی بالغ ہو چکی ہے اور زید مذکور بھی اپنی بد کرداریوں سے توبہ کر چکا ہے اور ایک دیندار مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زبیدہ مذکورہ کو اپنے نکاح میں لاکر ایک مثالی مسلمہ خاتون بنائے۔ اس کے متعلق شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ کیا زبیدہ زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

سمیع احمد رحمانی۔ راندیری نزیل پیرس۔ فرانس

۹۲ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب ————— ۷۸۶

مزنیہ کی لڑکی خواہ کسی کے نطفہ سے ہو زانی پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۴ میں ہے۔

فمن زنی یا صراة حرمت علیہا وان علت و ابنہا وان سفلت ۱۵

اور مبسوط ص ۲۰۶ میں ہے۔

وتثبت حرمة المصاهرة

امام اعظم کے نزدیک زنا اور بوس و کنار بے شہوت

بالتزنا والمس ۱۱ سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔  
پس صورتِ مسئلہ میں زید مذکور کا نکاح زبیدہ مذکورہ کے ساتھ ہرگز  
نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم کنت عبد الواجد قادری عفا عنہ۔ القرآن اسلامک فونڈیشن  
نیدرلینڈ۔ ۱۲ جولائی ۱۹۲۳ء

## انڈیا میں مردم شماری اور ضبط تولید کا مسئلہ

مشئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہفتہ رواں میں  
مذہبی اعتبار سے انڈیا کی مردم شماری کا نتیجہ گورنمنٹ نے نکالا جس کی وجہ سے  
وہاں کے متعصب سیاسی گروہوں میں واویلا کا سیلاب آ گیا ہے کیونکہ مسلمانوں  
کی آبادی تناسب کے اعتبار سے تمام دھارمک گروہوں سے بڑھ رہی ہے اور  
اگر آبادی کے بڑھنے کا یہی تناسب رہا تو مستقبل قریب میں مسلمانوں کی آبادی سب  
سے زیادہ ہو جائے گی۔ اسلئے گورنمنٹ سیاسی گروہوں کے دباؤ میں آکر مسلمانوں پر  
فیملی پلاننگ کا قانون تھوپنا چاہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کثرتِ آبادی کے خوف سے  
یا اور کسی عذر سے مسلمانوں کو نسبندی یا بچہ دانی کا اخراج جائز و درست ہے یا نہیں؟  
واضح جواب دیکر شکر یہ کا موقع دیجئے۔

سائل :- محمد رفیق رحمت۔ بیلیم۔ آمسٹرڈم

۹۲۷ الجواد ————— ہوالہادی الی الصواد

ضبط تولید کی جو وجہ سوال نامہ میں ہے یعنی کثرتِ آبادی جس کی وجہ سے  
قلتِ خوراک و پوشاک کا مسئلہ یا بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت  
کی پریشانی وغیرہ۔ ان وجوہات سے ضبط تولید کی راہیں ہموار نہیں کی جاسکتیں  
اور نہ اس کے جواز و اباحت کا راستہ نکالا جاسکتا ہے کیونکہ یہ کتاب و سنت کی  
منشاء کے خلاف ہوگا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۱۵۲  
وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل

إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ  
إِيَاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ  
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَبَطْنَهُ

مت کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور  
انہیں بھی۔ اور افعال قبیحہ کے قریب مت جاؤ  
جو ان سے ظاہر ہوں اور چھپی ہوئی ہوں۔

ضبط تولید کے طریقوں میں سے کسی طریقہ پر قتل کا اطلاق صحیح ہے یا نہیں یہ ایک  
الگ بحث ہے۔ لیکن اس کے ہر طریقے کا مقصود آبادی میں کمی کرنا ہے۔ اور آبادی میں  
کمی کرنا منشاء قدرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس رزق کا خوف اور آمدنی کی کمی کی وجہ  
سے یہ سب پلاننگ ہے اس کا ذمہ تو کرم خداوندی نے لے لیا ہے۔

پھر ضبط تولید کی وجہ سے بے حیائی و بے شرمی بلکہ زنا کاری جس قدر عام ہو چکی  
ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو برس پہلے انہی فواحش  
کی طرف اشارہ فرما دیا تھا جن کا ظہور خلوت و جلوت میں آج ہو رہا ہے۔

سورہ اسراء آیات ۳۱-۳۲ میں قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةً  
إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ  
إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً ﴿۳۱﴾  
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ  
فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۳۲﴾

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے  
ہم ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمہیں بھی بیشک  
اولاد کو قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے اور بدکاری  
کے قریب بھی مت جاؤ بلاشبہ یہ بے حیائی ہے  
اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے انسانی آبادی کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ قتل تھا اور  
آج اس کے نئے نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں مگر مقصود وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے  
تھا۔ اور اسی مقصود کو قرآن پاک نے ”خِطَاً كَبِيراً“ کہا خِطَاً اس غلطی کو کہا جاتا  
ہے جو جان بوجھ کر کی جائے۔ اور اگر کوئی لغزش انجام دے میں واقع ہو تو اسی لفظ کو باب  
افعال (اِخْطَاء) سے استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں قَالَ الْاَزْهَرِيُّ  
يَقَالُ خَطِيٌّ يَخْطُؤُا خِطَاً اِذَا تَعَمَّدَ الْخَطَاءَ وَ اِخْطَاءٌ اِذَا لَمْ يَتَعَمَّدْ  
قرآن پاک نے نسل کشی کے تمام گورکھ دھندوں کو ”خِطَاً كَبِيراً“ کہا کیوں کہ یہ سب

عہد کئے جاتے ہیں۔ اور اس کا جو مال ہے وہ زنا و بے حیائی کی کثرت ہے اور حضور اقدس سید کائنات علیہ اہل الصلوٰۃ و اکمل التحیات ارشاد فرماتے ہیں  
 تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْمَوْلُوْدَ فَيَأْتِيْ . کہ محبت کرنے والی بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ  
 مَكَاتِرُ بِكُمْ الْاُمَمُ (رواہ ابو داؤد نسائی) میں تمہاری وجہ کثرت امت پر فخر کروں گا۔

یعنی قیامت کے دن مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہوگی کہ میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ جب کثرت آبادی کو روکنا منشاء قدرت و رحمت کے خلاف ہے تو مسلمانوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ضبط تولید کے طریقوں کو اپنا کر انسانی نسل کشی میں شریک ہو۔

اور جہاں تک بحالت عذر نسبی وغیرہ کا سوال ہے تو عذر اگر عند الشرع قابل قبول ہے تو اس کا لحاظ کیا جائے گا اور حسب ضرورت ضبط تولید کی اجازت دی جائے گی مثلاً اگر بار بار ولادت کی وجہ سے ماں بہت کمزور ہوگئی یا بچوں کو دودھ نہیں پلا پاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں بچہ دانی کے منہ کو بند کر دینے کی اجازت ہے  
 حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے۔

یباح لها ان تسد فم الرحم بیوی کے لئے جائز ہے رحم کا منہ بند کر دے  
 لثلا تحبل۔ تاکہ حمل قرار نہ پائے۔

اور علامۃ الفقہاء سید امین ابن عابدین نے اپنے فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں  
 ومن الاعذار ان ينقطع لبنها عذر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت کا دودھ بعد ظہور الحمل و لیس منقطع ہو جائے حمل ظاہر ہونے کے بعد اور  
 لابی الصبی ما یستاجر بہ بچہ کے باپ کی صلاحیت نہیں ہے کہ دودھ پلانے والی کو اجرت دیکر رکھے اور وہ بچہ کی ہلاکت سے ڈرتا ہے۔  
 الظئو و یخاف ہلاکۃ،

اسی قبیل سے اور بھی اعذار ہو سکتے ہیں۔ لہذا اگر عذر قابل قبول ہے تو ضبط تولید کے طریقوں میں سے کسی غیر مہلک طریقہ کو اپنانے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں انڈیا کی موجودہ صورت حال میں سوائے اعذار شرعیہ کے ضبط تولید کی

اباحت کی کوئی اور صورت نہیں ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ کتہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء انڈر لینڈ  
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ ۱۶ ستمبر ۲۰۰۴ء

## کن کن صورتوں میں فسخ نکاح ہو سکتا ہے؟

مسئلہ ۱۰۰۶ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ  
ہالینڈ کے اندر مسلم معاشرہ کو دیکھتے ہوئے اس کی حفاظت و اصلاح کے لئے علماء کے  
تعاون سے ایک تنظیم عمل میں لائی گئی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مسلم  
میاں بیوی کے آپسی نزاعات کا تصفیہ بذریعہ حکم یا تفسیح و تفریق بھی ہے۔ پوچھنا  
ہے کہ وہ کون کون سی صورتیں ہیں جن میں قاضی شریعت کو فسخ نکاح یا تفریق بین  
الزوجین کا اختیار حاصل ہے؟ امید کہ جواباً صواب سے مطلع فرما کر مسلم باشندگان  
یورپ خصوصاً اہالیان ہالینڈ پر احسان فرمائیں گے۔

سائلان۔ راقم گمان قادری خازن و عباس واجدی سکریٹری اسلامک فنڈیشن "القرآن"

### ۹۱۶ الجواب۔ ہوالہادی الی الصوام

تیس تیس سال قبل ہندوستان کے صوبہ بہار میں ملک بھر کے علماء اہلسنت  
سے استصواب رائے کے بعد ایک ممتاز ادارہ بنام دارالشرعیہ بہار کی دلخ بیل ڈالی  
گئی جس کا ایک اہم ترین شعبہ "دارالقضاء" ہے اور دارالقضاء میں مسلمانوں کے  
آپسی نزاعات خصوصاً نزاع بین الزوجین کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس شعبہ کا اہم کارنامہ  
مسلم ازدواجی زندگی کو اسلامی خطوط کے مطابق سنوارنا اور نزاع بین الزوجین کا  
تصفیہ ہے چنانچہ دارالقضاء کو اس بات کی ضرورت ہوئی کہ وہ کیا کیا صورتیں ہیں کہ  
اسلامی حدود میں رہ کر زندگی گزارنے کے لئے بیوی بیوی کے درمیان تفریق یا فسخ  
نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے

محسن اہلسنت میں القلم حضرت علامہ الحاج مفتی ارشد قادری صاحب دلم ظلنے



اپنے جامعہ فیض العلوم جمشید پور کے لائق و فائق استاذ فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا عبید الرحمن صاحب پورنوی زید مجتہد کو ان فقہی جزئیات کو جمع کرنے کا حکم دیا جو مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی مذہب کے نزدیک تفریق بین الزوجین یا تفسیح نکاح کی جانب رہنمائی کرتے ہوں۔

مجموعی طور پر ایسے بائیس یا چوبیس وجوہات سامنے آئے جن وجہوں سے نکاح توڑنے یا میاں بیوی میں شرعی طور پر علیحدہ کر دینے کا اختیار قاضی شرع کو حاصل ہوتا ہے پھر ان وجوہات کو جزئیات فقہیہ کے ساتھ مزین و مرتب کیا گیا اور اس وقت کے اکابر اہلسنت و جماعت کی خدمات عالیہ میں پیش کیا گیا جس کو مختصر حذف و اضافہ کے ساتھ منظوری دے دی گئی۔ جن بزرگوں نے اپنے اپنے دستخطوں سے اسے مزین فرمایا ان میں اہم ترین شخصیتیں یہ ہیں۔

- ① شہزادہ اعلیٰ حضرت مرجع العلماء حضرت علامہ الحاج شاہ مصطفیٰ رضا نوری رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم ہند)
- ② خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان اللہ حضرت علامہ الحاج شاہ برہان احمد صاحب (مفتی اعظم سی۔ پی)
- ③ سید العلماء حضرت علامہ الحاج شاہ سید آل مصطفیٰ صاحب بارہوی (صدر سنی جمیعۃ العلماء)
- ④ رئیس انٹارکین حضرت علامہ الحاج شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب فاروقی (رئیس اعظم اٹلیہ)
- ⑤ حافظ ملت منجیفیون حضرت علامہ الحاج الحافظ شاہ محمد عبدالعزیز مراد آبادی (بانی الجامعۃ الشریفہ)
- ⑥ امام النحو شیخ العلماء حضرت علامہ الحاج شاہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی (امام النحو)
- ⑦ سلطان المناظرین حضرت علامہ الحاج شاہ محمد رفاقت حسین صاحب (امین شریعت) مفتی اعظم کراچی
- ⑧ استاذ العلماء حضرت علامہ شاہ مفتی عبدالرشید صاحب ناگپور، رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم ناگپور)
- ⑨ خاتم الاکابر حضرت علامہ الحاج شاہ مفتی ابوسہیل انیس عالم صاحب (امین شریعت دوم)
- ⑩ حکیم الملّت استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی ثم الہ آبادی

اصل تحریر ادارہ شریعتیہ کے مرکزی دفتر واقع سلطان گنج پٹنہ میں محفوظ ہے۔ میں نے اس کی بار بار زیارت کی ہے اور اپنی یادداشت کے مطابق میں ان وجوہات تفریق و تفسیح کو یہاں نقل کئے دیتا ہوں تاکہ سیکڑوں کتب فقہیہ کی ورق گردانی نہ کرنا

پڑے اور مقصود حاصل ہو جائے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

- ① باپ دادا کی پیشگی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح ② حالت بالغیت میں غیر اب وجد کی وکالت میں نکاح کر دینا (خیار بلوغ) ③ مہر میں غیر معمولی کمی ہونا۔
- ④ شوہر کا لا پرواہ ہونا یعنی بیوی کے واجبی حقوق کو ادا نہ کرنا ⑤ شوہر کا مطلق الذکر یا قصر الذکر ہونا کہ وہ وطی پر قادر نہ ہو ⑥ شوہر کا کسی موزی مرض مثلاً برص و جذام کینسر وغیرہ میں مبتلا ہو جانا بشرطیکہ یہ امراض نکاح کے بعد لاحق ہوئے ہوں اور اگر پہلے سے ہو تو بیوی کو قبل نکاح اس سے بے خبر رکھا گیا ہو ⑦ شوہر کا مجنون ہونا جبکہ اسے علاج کی مہلت دی گئی ہو پھر بھی وہ اچھا نہیں ہوا اور اس کے جنون سے بیوی کے جسم و جان کو خطرہ ہو ⑧ شوہر کا مفقود الخیر ہونا یعنی اس کی حیات موت کی کوئی اطلاع نہ ہو ⑨ شوہر کا غائب ہونا یعنی زندگی کا علم ہے مگر پتہ کی تحقیق نہیں ہے ⑩ استطاعت کے باوجود بیوی کو نفقہ سے محروم رکھنا جبکہ بیوی کسی اور طریقہ سے نفقہ حاصل نہیں کر پاتی ہو نہ کوئی دوسرا شخص اس کے نفقہ کا کفیل ہو ⑪ شوہر کا بیوی کو نفقہ دینے سے عاجز ہونا اور عجز نفقہ کی وجہ سے بیوی کا فتنہ میں مبتلا ہو جانا مظنون ہو۔ ⑫ شوہر کی طرف سے بیوی کی تحقیر و اذیت یا سخت مار پیٹ۔
- ⑬ آپس میں شدید نفرت و شقاق کا پایا جانا اس میں اولاً تحکیم بعدہ تفسیق۔
- ⑭ عورت کو دھوکہ دیکر اس سے نکاح کرنا مثلاً اپنے خاندان، عقیدہ اور مالی حالت وغیرہ کے بارے میں عورت کو اندھیرے میں رکھنا ⑮ تفریق بسبب حرمت مصاہرت
- ⑯ فساد نکاح کی وجہ سے تفریق ⑰ ایلاء کی وجہ سے فرقت زوجین ⑱ ارتداد زوج کی وجہ سے تفریق (آخر الذکر ۱۸۱۷ء نمبرات کے قضاء قاضی شرط نہیں ہے۔
- ⑲ بغیر کسی عذر کے مسلسل ترک مجامعت ⑳ بیوی کو کالمعلقہ بنائے رکھنا

وغیر ہم (اور وجوہات فسخ ابھی مستحضر نہیں ہیں)

ادارہ شرعیہ بہار انڈیا کے دارالقضاء نے جب وجوہات مذکورہ بالا کی وجہ سے تفریق و تفسیح کا فیصلہ دینا شروع کیا تو ہندوستان کے طول و عرض سے مرافعات کا

آنا شروع ہوا۔ بلکہ دستخط کنندگان اکابر مذکورہ نے اپنے اپنے دارالافتاؤں سے ایسے  
 مراعات کو دارالقضاء ادارہ شرعیہ میں بھجوا یا جس کا تعلق فسخ نکاح اور تفریق سے تھا۔  
 مسلم باشندگان یورپ خصوصاً مسلمانان ہالینڈ کے لئے یہ بات نہایت خوش آئند  
 ہے کہ یہاں ایسی تنظیمیں رجسٹرڈ ہو رہی ہیں جن میں دارالقضاء، دارالافتا، اور دارالتبلیغ  
 وغیرہ کی ضروری شاخیں موجود ہیں۔ یورپ کے ہر ملک میں ایسی تنظیموں کی ضرورت  
 ہے اور ہر تنظیم کے زیر انتظام مختلف شہروں میں دارالقضاؤں کے قیام کی بھی ضرورت ہے۔  
 اگر وجوہات تفریق و فسخ نکاح سے متعلق جزئیات فقہیہ اور دلائل شرعیہ  
 کی آپ لوگ ضرورت محسوس کریں تو براہ راست دارالقضاء ادارہ شرعیہ بہار سلطان گنج  
 پٹنہ انڈیا سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حکمتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الانشاء جامعہ مدینۃ الاسلام دی بنگ

یوم الخمیس، جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ  
 ۱۷ جولائی ۱۹۹۹ء

## بعض حاملہ کا نکاح حالت حمل میں نہیں ہو سکتا

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کا ایک فوجی  
 لڑائی کی حالت میں پاکستانی فوجیوں کے ہاتھ آ گیا جہاں وہ کسی گناہم جاہ پر قید کر دیا  
 گیا۔ ادھر ہندوستان نے اس فوجی (زید) کے مرنے کی اطلاع اس کے گھر والوں کو  
 دیدی۔ اس کی بیوی (ہندہ) جو ان تھی کوئی بچہ بھی نہیں ہوا تھا لہذا عدت موت  
 گزارنے کے بعد اس نے دوسرا نکاح بکر سے کر لیا۔ دونوں میاں بیوی ازدواجی زندگی  
 گزارنے لگے۔ ایک سال کے بعد جب ہندو پاک کے درمیان حالات نارمل ہوئے اور  
 قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو زید مذکور بھی آزاد ہو کر اپنے وطن لوٹا۔ اور بیوی کے نکاح ثانی  
 کر لینے پر اظہار افسوس کیا۔ جب بکر کو اس بات کی اطلاع ملی تو بکر کو بھی افسوس ہوا مگر  
 بکر نے اپنے اسلامی بھائی زید کے جذبات کو استراہ کرتے ہوئے ہندہ کی مرضی سے ہندہ  
 کو طلاق دیدی تاکہ وہ طلاق کی عدت گزار کر زید سے دوبارہ نکاح کرے مگر ہندہ حاملہ



مل جائیں۔ واضح ہے کہ ہندہ نے زید سے علاحدگی اختیار کرنے کے بعد کسی سے شادی نہیں کی بلکہ صرف زید کے بیٹے کی پرورش کے خیال سے تنہا پڑی رہی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو ہندہ سے نکاح کرنے کے لئے اسلامی قوانین کی روشنی میں کیا کرنا ہوگا۔ بینواتوجروا۔ السائل: محمدی الدین حسنین

### ۹۸۶ الجواد ہوالہادی الی الصواد

ہندہ غالباً پہلے ہی "مشکرہ کر سچن تھی کہ اسلام لانے کے بعد بھی ثباتِ قدمی کی دولت سے محروم رہی اور طلاق کے بعد ہی مرتد ہو گئی، حالتِ اسلام میں جس قدر اسے خیرات و مہربانیاں کی توفیق ملی وہ سب اکارت و برباد ہو گئی، پھر اپنے آپ کو اس نے اس قدر مذلت میں گرا دیا جہاں سے توبہ خالص کے سوا دنیا کی کوئی رسی اسے نکال نہیں سکتی۔ کہ موجودہ صورت حال میں اس کا عقد نکاح کسی مسلم غیر مسلم، انسان غیر انسان سے ہو ہی نہیں سکتا ہے..... لیکن ابھی بھی اس کے لئے توبہ و استغفار اور اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فتاویٰ خیر بہ باب المرتدین میں ہے کافر تاب فتویٰ مقبولہ فی الدنيا والاخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سائر الانبیاء (ہر کافر کی توبہ دنیا اور آخرت میں مقبول ہے لیکن وہ جو انبیاء علیہم السلام کی توبہ (گالی دینے) کی وجہ سے کافر و مرتد ہوا اسکی توبہ قبول نہیں) ہندہ مذکورہ اگر اپنے ارتداد سے توبہ خالص کر لے اور استقامت علی الدین کا عملی مظاہرہ کرے تو بیشک کسی بھی مسلمان سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ہندہ مذکورہ چونکہ زید مذکور کی مطلقہ ثلاثہ ہے اس لئے اسلام لانے کے بعد بھی بغیر حلالہ صحیحہ کے وہ دوبارہ زید کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں ہے کہ وہ بدوین حلالہ بنقص قرآن زید پر حرام ہے "فَانْ طَلَّقَهَا فَلَا تُحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا" طلاق ثلاثہ کے بعد مطلقہ کو دوبارہ نکاح میں لانے کے لئے حلالہ مطلقاً فرض ہے۔ والاطلاق یجری علی العموم۔ والاعلم

کتب عبد الواجد تدری. خادم الافناء القرآن اسلامک فونڈیشن نیدر لینڈ

۸ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ - ۲۵ اگست ۲۰۰۴ء چہار شنبہ

# تحریری طلاق اکراه کی صورت میں

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حضرات مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی میں کسی بات پر شدید اختلاف ہوا۔ بیوی نے شوہر سے طلاق مانگا شوہر طلاق پر رضامند نہیں ہوا۔ پھر بیوی کے خاندان والوں میں سے کسی نے طلاق کا پورا کاغذ تیار کر کے شخص مذکور کو بلایا اور مجبور کیا کہ اس کاغذ پر دستخط کرو۔ پھر بھی وہ طلاق نامہ پر دستخط کرنے کے لئے راضی نہیں ہوا تو اسے مارنے کے لئے ٹیبل اٹھایا۔ اس وقت شخص مذکور نے طلاق کے کاغذ پر تین جگہ دستخط کر دیا۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طرح کرنے سے طلاق ہو جائے گی۔ واضح رہے کہ کاغذ کے اوپر تین طلاق دینے کا پورا مضمون درج تھا۔

بینوا و توجروا السائل :- محمد زعیم القادری، ۲۰ رجب ۱۴۲۵ھ

۹۲

الجواب هو الہادی الی الصواب

طلاق کے کاغذ پر دستخط کے لئے شوہر کو مجبور کرنا، اور بیوی کو طلاق دینے کے طلاق کے تلفظ پر مجبور کرنا دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ اگر تلفظ پر مجبور کیا گیا ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ کما فی تنویر الابصار۔

و یقع طلاق کل زوج بالغ ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق (تلفظاً) واقع ہو جاتی ہے ولو مکرہاً او مخطیاً الخ ص ۲۱۴ اگرچہ وہ مجبور کیا گیا ہو یا غلطی سے بیوی کو لفظ طلاق کہہ دیا ہو

اور اگر شوہر کو طلاق کے کاغذ پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا گیا ہو اور بغیر تلفظ کے (زبان سے کہے بغیر) اس نے طلاق کے کاغذ پر تین بار یا تیس بار دستخط کر دیا ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور صورتِ مسئلہ میں چونکہ دوسری شق ظاہر ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی جیسا کہ رد المحتار (فتاویٰ شامی) میں بجز سے منقول ہے۔

ان المراد الاکراه علی تلفظ کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا جانا ہے بالطلاق فلو اکراه علی ان یکتب اور اگر شوہر کو اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق امراتہ فکتب لا تطلق طلاق لکھے تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی ایسی

لان الكتابة اقيمت مقام  
العبارة باعتبار الحاجة  
والحاجة هنا - (رد المحتار ص ۴۲۱)  
صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ کتابت کو  
تلفظ کے قائم مقام صرف حاجت کی بنا پر کیا گیا  
ہے اور یہاں شوہر کو حاجت ہی نہیں ہے۔

واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم کنتہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ القرآن اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ۔ یکم شعبان ۱۴۲۵ھ ۱۶ ستمبر ۲۰۰۴ء

## صحیح حلالہ کی شرط

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مطلقہ ثلاثہ کا  
نکاح ایسے مرد سے ہوا جس کی نسبندی ہو چکی ہے مگر وہ وطی پر قادر ہے اگر وہ شخص  
نکاح و وطی کے بعد منکوحہ کو طلاق دیدے تو کیا وہ عورت بعد عدت شوہر اول کے  
لئے حلال ہو جائے گی؟  
عبد السبحان۔ دی ہیگ۔ ہالینڈ

۹۸۶ الجواب هو الهادي الى الصواب

صحیح حلالہ کے لئے نکاح صحیح اور دخول شرط ہے جب شخص مذکور سے مطلقہ  
ثلاثہ کا نکاح شرعاً صحیح و درست ہے اور وہ شخص بعد نکاح اس سے وطی کر چکا ہو (خواہ  
انزال ہو یا نہ ہو) تو وہ عورت انقضائے عدت کے بعد اپنے شوہر اول کے لئے حلال  
ہو جائے گی۔ قال شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی الفرغانی فی الہدایۃ  
کتاب الطلاق ص ۴۔

والشرط الايلاج دون الانزال : صحیح حلالہ کی شرط دخول ہے انزال نہیں ہے

اور ارشاد خداوندی ہے

وقال تعالى

(مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کیلئے اس وقت حلال ہوگی)

حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا

جبکہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح (وطی) کر لے۔

غَيْرًا

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۴ء

## تین طلاقوں کے بعد بھی حلالہ کی ضرورت نہیں

مسئلہ :- شریعت اسلامیہ کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ عبدالعزیز نے سلمیٰ سے نکاح کیا جس کو چھ مہینے گزر چکے ہیں مگر اب تک نکاح منکوحہ میں تنہائی کے اندر طلاقات نہیں ہوئی ہے۔ کسی معاملہ کو لیکر عبدالعزیز اور سلمیٰ کے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا۔ تو عبدالعزیز نے تین بار کہہ دیا کہ ”تمہاری بہن سلمیٰ کو طلاق ہے۔ ہاں میں نے اس کو طلاق دے دیا۔ تم گواہ رہو کہ میں نے اسے طلاق دیدی“ دریں مسئلہ اگر عبدالعزیز مذکور سلمیٰ مذکورہ سے پھر نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے نکاح کی کیا صورت ہوگی یعنی حلالہ کے بعد یا حلالہ سے پہلے؟

سائل : عبدالملک قاسم بدلو۔ آلمیرہ استاد ہالینڈ

۸۶۹ الجواب ————— ہوالہادی الی الصواد

جب دونوں کے درمیان خلوت صحیح متحقق نہیں ہے تو سلمیٰ پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہوگئی کیونکہ غیر مدخولہ پر طلاق رجعی واقع نہیں ہوتی اگر اسے ایک طلاق رجعی بھی دی جائے تو اس پر طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ اور جب سلمیٰ مذکورہ پر طلاق بائن ہوگئی تو اب وہ محل طلاق نہ رہی۔ اسلئے عبدالعزیز کی دی ہوئی دوسری تیسری طلاق عندالشرع لغویہ ہے۔

اور جب سلمیٰ پر طلاق ثلاثہ واقع ہی نہیں ہوئی تو حلالہ کی ضرورت ہی نہیں ہے عدت کے اندر یا القضاے عدت کے بعد عبدالعزیز اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن بیدر لینڈ

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ - ۱۸ ستمبر ۲۰۰۴ء



# کتاب البیوع

## (خرید و فروخت کا بیان)

### رجسٹریشن کی خرید و فروخت

۱۰۱۲ھ :- محمد شریف عبدل

۱۵-۲-۱۹۹۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک ایسی دوا بنائی جو نادر و بے مثال ہے پھر اس دوا کو رجسٹر کرایا اور اب وہ دوا مقبول عام و خاص ہو گئی ہے لہذا دوا کی دوسری کمپنیاں گراں قدر رقم دیکر اس دوا کے رجسٹریشن کو خریدنا چاہتی ہیں۔ کیا شریعت اسلامیہ کی رو سے دوا کا وہ رجسٹریشن مال کا حکم رکھتا ہے اور کیا اسکے خرید و فروخت کی از روئے شرع اجازت ہے؟

حاجی محمد شریف عبدل۔ اینڈ ہوفن (فلیپس سٹی) ہالینڈ

۹۲ الجواد۔ اللہم ہدایۃ الحق والصواب

رجسٹریشن ہو جانے کے بعد اس دوا کا منافع اس کے موجد کے لئے محفوظ ہو گیا۔ اور منافع کی خرید و فروخت شرعاً جائز و مباح ہے (تفصیل کے لئے شیئر بازار کے مسائل کا مطالعہ کیجئے) اگرچہ منافع عین مال تو نہیں لیکن مال سے ضرور متعلق ہے کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے تو حکماً مال ہے۔ جس طرح مال کی بیع و شراء جائز ہے منافع کی بھی خرید و فروخت جائز ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے۔

سواء کان المال عیناً او منفعة کوئی شئی خواہ عین مال ہو یا اس کا منافع ہو عند العلماء کافۃ تمام علماء کے نزدیک دونوں کا حکم برابر ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب کسی چیز کا رجسٹریشن کرانا مباح اور قابل انتفاع ہو تو وہ

شرعاً مال کے حکم میں ہے۔ اسے بیچ کر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور خریدنے والے اُسے خرید بھی سکتے ہیں۔ کما فی مجمع الانہر، "والشئی انما یصیر مالاً لکونہ منتفعاً بہ"

واللہ سبحانہ اعلم کنتہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۱۵-۲-۱۹۹۹ء

## حق تصنیف کی بیع و شرا

۱۰۱۳ مسئلہ :- مولانا عمران، اینڈ ہوفن

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ و مفتیانِ دینیہ اس مسئلہ میں کہ جس طرح دوا وغیرہ کے رجسٹریشن کو بیچنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے کیا اسی طرح دینی یا غیر دینی کتابوں، مضمونوں اور نظم و نشر مقالات کے حق تصنیف (و تخلیق) کو بیچنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا بھی جائز ہے؟

عمران نورانی۔ اینڈ ہوفن (فلیپس سٹی)، ہالینڈ

۹۲ الجواب ————— ہوالہادی الی الصواب

جی ہاں حق تصنیف و اشاعت کو اپنے لئے محفوظ کر لینا بھی مباح اور قابل انتفاع ہے۔ جو حکماً مال ہے۔ اور جب حکماً مال ٹھہرا "والشئی انما یصیر مالاً لکونہ منتفعاً بہ" (مجمع الانہر) تو اسے بیچنا خریدنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے خواہ وہ کتب و مضامین اور اشعار وغیرہ دینیات پر مشتمل ہوں یا دنیاوی مصالح و فوائد پر۔ ہاں ایسے مضامین و اشعار جو فواحش و لغویات سے بھر پور ہوں۔ اور انسانی کردار سازی سے دور ہوں نہ ان کا حق تصنیف و اشاعت محفوظ کرنا مباح اور نہ ہی اسے بیچنا خریدنا جائز ہے کہ وہ قابل انتفاع نہیں ہیں بلکہ خراب اخلاق و نسائیت میں جس کی تصنیف و تالیف اور اشاعت در خود کُناد بلکہ گناہانِ کثیرہ ہے۔

نوٹ :- کسی تصنیف و تالیف یا ایجاد کو تخلیق سے تعبیر کرنا مناسب نہیں ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم دارالافتاء اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ۔ ۲۰ جنوری ۱۹۸۶ء

## حیٹروں کا کو بیچنا

۱۰۱۴ھ . محمد شریف عبدل . فلیس سیٹی

۱۵-۱۱-۱۹۸۵ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوکان یا فارم کا نام سن آف نیدرلینڈ (SUN OF NETHER LAND) " آفتاب ہالینڈ " رکھا اور دوکان یا فارم کی تمام اشیاء برآمدات پر اسی نام کا لیبل چسپاں کیا۔ یہاں تک کہ پورے ملک میں اسی نام سے دوکان یا فارم مشہور ہو گیا۔ واضح ہو کہ دوکان یا فارم کے مالک (پروپرائیٹر) نے اسی نام کو گورنمنٹ کے یہاں رجسٹریشن بھی کرا لیا ہے۔ اب اگر کوئی دوسرا شخص یہی نام اپنی دوکان یا فارم کا رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر صرف اسی نام سے دستبرداری کے عوض اگر کوئی دوسرا شخص اسے لاکھوں گلڈر دے۔ تو لاکھوں گلڈر لیکر اس نام سے دست بردار ہو جانا درست ہو گا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

شریف عبدل . اینڈ ہونن

۹۲ الجواد ————— اللہم ہدایۃ الحق والصواب

اپنی دوکان، یا فارم، یا تنظیم کا کوئی نہ کوئی نام رکھ لینے کا حق ہر آدمی کو حاصل ہے لیکن اگر کوئی نام کسی نے رکھ لیا اور اسی نام کے ساتھ اس کا مفاد وابستہ ہو گیا۔ تو اب دوسرے شخص کو یہ حق نہ رہا کہ اسی نام کا استعمال کرے خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ وہ نام رجسٹریشن بھی ہو چکا ہو۔ کیونکہ اس میں عوام کو دھوکہ دینے اور ایک بھائی کے تجارتی مفاد کو غصب کرنے کے علاوہ آئینی جرم کا ارتکاب بھی ہے۔

ہاں اسے اپنے معاشی مفاد (گڈویل) کو بیچنے یا کسی خاص قیمت کے عوض

جو کچھ بھی وہ معاوضہ حاصل کرے گا وہ اس کے لئے جائز و مباح ہے کہ وہ اپنے تجارتی مفاد کو فروخت کر رہا ہے۔

اسی طرح اگر کسی کمپنی کے مالک یا دوکاندار نے اپنے کاروباری مفاد کے پیش نظر کوئی مخصوص نشان (ٹریڈ مارک) مقرر کر رکھا ہو اور بعد میں اس نشان کو بیچنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ جتنی رقم میں چاہے بیچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نشان اس کے تجارتی مفاد سے متعلق ہے۔ اور اب وہ صرف نشان نہیں بلکہ تجارتی مفاد و منافع کو بیچ رہا ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم بالصواب کتبتہ عبد الواجد قادری غفرلہ

نوری مسجد آسٹریڈوم۔ ۱۵-۱۱-۱۹۸۷

## کسی کے سامان کی نقل انار کر بیچنا

۱۰۱۵ مسئلہ: محمد نصیر گمان۔ نو فار ایس بیرو

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ آدمی کو اپنی ملکیت میں تصرف کا اختیار ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص ایک سامان خریدتا ہے پھر اس سامان کی نقلیں تیار کر کے اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو از روئے شرع اُسے فائدہ اٹھانے کا اختیار ہے یا نہیں؟

نصیر گمان بلاسیس سٹراٹ، آسٹریڈوم

۱۲ الجواب۔ اللہم ھدایۃ الحق والصواب

خدا کرے آپ کا یہ سوال مبنی بر حقیقت اور خلوص کی بنیاد پر ہو چیتاں نہ ہو۔ بیشک اپنی ملکیت میں ہر آدمی کو جائز حد تک تصرف کا اختیار ہے۔ اور اپنے مال و سامان سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ لیکن کسی دوسرے کو اُسے نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ نے نقصان و ضرر برداشت کرنے اور کسی کو نقصان و ضرر پہنچانے دونوں سے منع فرمایا ہے۔ "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام" پس کوئی سامان خرید کر اس کی نقلیں انارنا پھر اسے بازار میں فروخت کرنا اس کی کمپنی یا اصل موجد

یا بائع کو نقصان و ضرر پہنچانا ہے۔ اور جہاں یہ صورت پائی جائے اسلام اس کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز یا ریلوے کا ٹکٹ خرید کر کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعہ اسکی نقلیں کر لینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کہ اس سے اہل کمپنی یا موجود یاد و کا نڈار کا ضرر ہے اور عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

اسی طرح روزمرہ برتنے کا سامان خرید کر اس کی نقل سے مالی منفعہ حاصل کرنا درست نہیں کہ اس میں بھی اصل بائع یا فیکٹری کا نقصان ہے۔

آجکل ملکی کرنسی چھاپنے یا پاپورٹ وغیرہ گورنمنٹی قسمتی کاغذات کی نقل تیار کرنے کی جو جو بازار چل پڑی ہے یہ غالباً اسی ذہنیت کی اُتجج ہے کہ وہ اپنی ملکیت سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن درحقیقت یہ اپنی ملکیت سے استفادہ نہیں بلکہ حکومت و عوام کو دھوکہ دینا اور نقصان پہنچانا ہے جو سراسر دجل و فریب اور حیرام و بد اخبام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتب عبد الواحد قادری غفرلہ خادم شعبہ مذہبی امور

درلڈ اسلامک مشن ہالینڈ ۱۳ ۱۹۹۲ء

## دوسروں کی مطبوعات بے اجازت چھاپنا بیچنا

مسئلہ: ۱۰۱۶ حاجی محمد فاروق صدر رویت ہلال کمیٹی نیدرلینڈ۔

۱۵-۱۱-۱۹۸۵

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان بالامقام اس مسئلہ میں کہ میں نے اسلامی فقہ سے متعلق ایک کتاب خریدی جو نہایت مفید اور حالاتِ حاضرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی یہاں اشاعت کرادوں یا کاپی مشین کے ذریعہ دو چار سو کاپیاں اس کی نکلوا لوں تاکہ اس کتاب کی عام تشہیر ہو جائے اور مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن اس کتاب کے اندرونی پہلے ورق پر (جملہ حقوق طبع و منقح محفوظ ہے) لکھا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں اس کتاب کی طباعت یا کاپی کرانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ محمد فاروق صبوری علی، اینڈ ہون

۹۲ الجواب <sup>۷۸۶</sup> اللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ  
 کسی کتاب یا کسی مضمون کے حق طباعت و تصنیف کو آئینی طور پر محفوظ  
 کر لینے سے جسکے حق میں محفوظ کرایا گیا اسی کے حق میں محفوظ ہو جاتا ہے جب  
 کتاب مذکور کی طباعت مصنف کے حق میں قانوناً بھی محفوظ ہو چکی ہے تو مصنف  
 کی اجازتِ صریح کے بغیر کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کتاب کی طباعت و  
 اشاعت کرے۔ یا کاپی بنا کر عام کرے۔ حضور پر نور ﷺ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

من سبق الی مالہ یسبقہ جو مسلمان کسی کام میں دوسرے مسلمانوں پر سبقت  
 مسلم فهو (ابوداؤد) ليجاء اس کا مفاد اسی کے لئے ہے۔

ہاں اس کتاب کے وہ مضامین و مسائل جو کسی دوسری کتاب سے ماخوذ و مستفاد  
 ہوں، انہیں بغیر اس مصنف و جامع کی اجازت کے بھی اصل کتاب کے حوالجات  
 کے ساتھ شائع کر سکتے ہیں کیونکہ یہ اسکی ملکیت نہیں ہے۔ اس پر تمام اہل اسلام کا  
 حق ہے اور جو تمام اہل اسلام کا حق ہو اسے شخص منفرد کے ساتھ خاص نہیں کیا  
 جا سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم کہ عبد الواجد قادری غفرلہ نوری آسٹریڈم

۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء

## دوسروں کی مصنوعات پر اپنا لیبل لگانا

مسئلہ:۔ حاجی فاروق صبوری علی۔ اینڈ ہون

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ڈاکٹر نے ایک دوا  
 ایجاد کی پھر گورنمنٹ سے اس کا رجسٹریشن بھی اپنے نام سے کرایا۔ کچھ دنوں کے بعد  
 جب وہ دوا پبلک میں مشہور و معروف ہو گئی تو دوسری کمپنی یا دوسرے شخص نے اسی  
 دوا کو اپنے لیبل کے ساتھ نام میں قدرے تغیر کے ساتھ بازار میں فروخت کرنا شروع  
 کیا۔ کیا اسلامی شرع میں ایسا کرنا جائز و درست ہے؟ بینوا و توجروا۔ محمد فاروق صبوری

۹۲ الجواب — اللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ —  
 اسلام میں دھوکہ دہی اور حق تلفی، روٹوں حرام ہیں بصورتِ مسئلہ میں جس  
 کمپنی نے دوسرے کی ایجاد کردہ دوا کو بغیر اس کی اجازت کے بنایا یا اسی دوا پر اپنا  
 لیبل لگا کر خریداروں کو یا بازار میں سپلائی کیا۔ وہ حرام کا مرتکب ہوئی۔ کیونکہ یہ جائزہ  
 کو دھوکہ دینا اور اصل دوا کے موجد کی حق تلفی ہے۔ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
 ”مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا“

اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے اس کر توت سے باز آئے اور دوا کے اصل  
 موجد سے معافی طلب کرے بلکہ اس کے خسارہ کو پورا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ لوری مسجد آمسٹرڈم

۱۳ نومبر ۱۹۸۵ء

## مکان کی مختلف منزلیں مختلف خریداروں کے ہاتھ بیچنا

۱۰۱۸ مسئلہ :- حاجی عبد الجبار گمان بلائیس سٹریٹ، آمسٹرڈم  
 ۱۹۸۹-۲-۱۴ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آجکل شہروں میں کئی کئی  
 منزلوں کے مکانات بنتے ہیں۔ اور ہر منزل بلکہ ایک منزل پر اگر پارٹنیشن ہیں تو  
 ہر ایک فلیٹ الگ الگ اسمیوں کے نام بیچنے کا عام رواج ہو گیا ہے۔ کیا اس  
 طرح مکانات کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے؟ بینوا و توجروا  
 محمد عبد الجبار گمان۔ آمسٹرڈم

۹۲ الجواب — اللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ —  
 مکان کی منزلوں یا اس کی فلیٹ کو الگ الگ خریدنا، بیچنا درست و  
 جائز ہے کیونکہ وہ شرعاً مال ہے اور مال کی بیع و شرا مشروع و مروج ہے  
 واللہ تعالیٰ اعلم

# مکان کی فضا کی فروختگی

مسئلہ ۱۰۱۹ :- محمد عبد الجبار گمان، آمسٹرڈم  
۱۹۸۹-۲-۱۴

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گنجان آبادیوں میں بنے ہوئے مکانات کی فضائی پچنے اور خریدنے کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے۔ کیا فضا کی خرید و فروخت جائز ہے؟ اور ایسی صورت میں اصل زمین کا مالک کون قرار پائے گا؟  
سائل :- حاجی محمد عبد الجبار۔ بلاسیس سٹراٹ ۸۳ آمسٹرڈم

۹۲۱۶ الجواب اللہم ھدنا لیلۃ الحق والصواب

فضا کی خرید و فروخت ائمہ احناف کے نزدیک درست نہیں۔ لیکن یہ مسئلہ چونکہ منصوص نہیں ہے اسی لئے ائمہ مالکیہ نے اس کی مخالفت کی۔ بلکہ صاحب فتاویٰ علماء احناف کے نزدیک بھی عدم جواز کے علل و اسباب میں خاصا اختلاف موجود ہے لہذا موجودہ عرف و عادت اور مصلحت کو دیکھتے ہوئے فقہ مالکی کے مطابق انہی کی شرطوں کے ساتھ اگر خرید و فروخت کی اجازت دیدی جائے تو غالباً غیر مناسب نہ ہوگا۔ کیونکہ اسی میں امت کے لئے وسعت و آسانی اور غالباً یہی حالات حاضرہ کا تقاضا ہے۔

دوسری صورت اسکے جواز کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فضا سے قطع نظر مکان کی چھت کی بیچ کی ہو۔ اور بالائی تعمیر کی ایسی حد بندی ہو جائے کہ تختانی عمارت کو نقصان نہ پہنچے۔ جو تختانی منزل کا مالک ہوگا وہی زمین اور زمین کے نیچے کا بھی مالک ہوگا۔ اور جو فوقانی منزل کا مالک ہوگا وہی اپنے مکان کی چھت سے اوپر کی فضا کا بھی مالک ہوگا۔ اور ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مکان سے نیچے کی زمین کھود کر یا بالائی منزل سے اوپر کوئی اور عمارت تیار کر کے ایک دوسرے کو نقصان پہنچائے۔ اسی لئے فضا کی بیچ و شرا سے پہلے اس کے شرائط کا طے ہو جانا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم مذہبی امور، ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ، انوروری



# لائسنس کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۲۰۔ فیروز سکرٹری لوری مسجد آسٹرم  
 ۱۹۸۵-۱۲-۲۸  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ  
 گورنمنٹ کی طرف سے پبلک کے نام جو لائسنس جاری ہوتا ہے اسکی خرید و فروخت  
 جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس لائسنس کے ذریعہ غیر ملکی مصنوعات منگوانے اور بیچنے کا  
 اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بہت سارے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ امید  
 کرواؤ اور خلاصہ جواب دیں گے۔  
 محمد فیروز، آسٹرم

۸۶ الجواب۔ اللہم ہدایۃ الحق والصواب

گورنمنٹ کی طرف سے پبلک کے نام جو لائسنس جاری کیا جاتا ہے وہ عمومی و  
 خصوصی دو طرح کا ہوتا ہے تو جو لائسنس عمومی مصلحتوں کے پیش نظر عمومی نوعیت  
 کا ہو اور کسی خاص آدمی کے نام سے حکومت نے جاری کیا ہو۔ وہ حصولِ منفعت  
 کے لحاظ سے حکماً مال ہے۔ لہذا اس کی خرید و فروخت جائز و مباح ہے جیسے  
 غیر ملکی مصنوعات کی درآمد یا ملکی مصنوعات کی درآمد کا لائسنس (حکومتی اجازت نامہ)  
 اور جو لائسنس خصوصی مصلحت و نوعیت کا ہو اور حکومت نے کسی خاص آدمی  
 کے نام سے جاری کیا ہو اور اسے دوسرے کے نام منتقل کرنا قانوناً ناجائز اور دھوکہ  
 دہی ہو۔ اس لائسنس کی خرید و فروخت عدل کی وجہ سے شرعاً ناجائز ہے مثلاً پاپوٹ  
 وزیر، بندوق اور کار وغیرہ کا لائسنس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ لوری مسجد آسٹرم۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء

## پل وغیرہ نیلامی میں لینا اور اس سے فائدہ اٹھانا

مسئلہ ۱۰۲۱۔ محمد نعیم، سنی لاند، نیدرلینڈ  
 ۱۹۸۵-۱۱-۲۴  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ندی، نالوں، پیر پبلک

کی سہولت کے لئے گورنمنٹ خود یا کسی کمپنی کے ذریعہ پل بنواتی ہے پھر اس پل میں جتنی لاگت لگی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے پل کو نیلام کر دیتی ہے جس کو ٹھیکہ لینا دینا کہتے ہیں۔ کیا اس ٹھیکہ کا لینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا از روئے شرع جائز ہے؟ پھر بعض ٹھیکہ لینے والے کچھ نفع لیکر ٹھیکہ کے کاغذات کو دوسروں کے ہاتھ فروخت بھی کر دیتے ہیں۔ کیا ٹھیکہ کے کاغذات کی خرید و فروخت جائز ہے؟

محمد نعیم، سٹی لاند، نیدرلینڈ

۷۸۶

۹۲ الجواب۔ اللہم ھدایۃ الحق والصواب

جن حقوق یا جن چیزوں سے مالی منفعت وابستہ و متعلق ہو۔ اور اس کی خرید و فروخت نے عموم بلوکی کی شکل اختیار کر لی ہو شرعاً اس کی خرید و فروخت درست ہے۔ کما فی رد المحتار و کتب الاسفار، لہذا صورتِ مسئلہ میں پل وغیرہ کا ٹھیکہ لینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز و مباح ہے۔ اور ٹھیکہ کے کاغذات کی خرید و فروخت بھی درست ہے کہ اس سے مالی منفعت متعلق ہے پھر وہ مقاصد شرع سے متصادم بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد، آسٹریڈم

## دو چار برسوں کے لئے بانغات کے پھلوں کو بیچنا

۱۰۲۲ھ :- (مولانا) سلطان رضا قادری، رضوی مسجد، آسٹریڈم  
 ۱۲-۹-۱۹۸۸ء  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ انگور و ناشپاتی وغیرہ کے بعض بانغات کے پھل دو چار سال کے لئے خریدار خرید لیتے ہیں اور انہیں پھلوں کو بازاروں میں لاکر بیچتے ہیں۔ کیا بازار سے ان پھلوں کو خریدنا اور استعمال کرنا جائز و درست ہے۔ امید کہ جواب باصواب سے نواز کر مشرف فرمائیں گے۔

محمد سلطان رضا۔ خطیب رضوی مسجد، آسٹریڈم

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

جمہور علماء اسلام کے نزدیک معدوم اشیاء کی خرید و فروخت مطلقاً جائز نہیں۔ باغات کے پھلوں کو سال دو سال پہلے ہی بیچ ڈالنا یا خرید لینا ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لہذا جو کھپل بیع و شراہ فاسد کے ساتھ حاصل کئے گئے اس سے منفعت حاصل کرنا حرام ہے۔ نیز ان پھلوں کا بازار سے خریدنا اور استعمال کرنا بھی شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم امور شرعیہ ورلد اسلامک مشن

ہالینڈ۔ ۱۲-۹-۱۹۸۸ء

## اگر باغات کے معدوم پھلوں کو بیچنے پر تعامل ہو جائے

مسئلہ ۱۰۲۳ :- (مولانا) محمد سلطان رضا قادری

۱۹۸۸ء-۱۱-۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ باغات کے پھلوں کو سال دو سال کے لئے خرید و فروخت کرنے کا عام چلن ہو گیا ہے اور اکثر مالکان و مشتری کا اس پر تعامل ہے کیا ایسی صورت میں تعامل الناس کا شرع شریف میں کوئی اعتبار نہیں؟ جبکہ عامۃ الناس حرام خوردگی کا مرتکب ہو رہی ہو

(مولانا) محمد سلطان رضا قادری خطیب رضوی بچہ فرید الاسلام آمٹرم

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب

جی ہاں تعامل و رواج کا شرع شریف میں قرار واقعی حیثیت موجود ہے اور اس کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے لیکن نصوص شرعیہ اور صحیح روایات کے بالمقابل اسے نہیں لایا جاسکتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں صراحتاً ایسے پھلوں اور کاشت کے بیج کی ممانعت موجود ہے جن کا درختوں یا پودوں پر وجود ہی نہیں ہوا ہو۔ امام ترمذی نے ایسی حدیثوں کا ایک باب ہی باندھا ہے جس کا نام "باب ماجاء فی المنابرۃ والمعاومۃ" رکھا ہے۔ اور فقہاء کرام نے اسے بیع معاومہ اور بیع سنین کا نام دیا ہے، یہ بھی یاد رکھنا

چاہئے کہ جو تعامل نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہوں، علماء کرام انہیں تعامل کے پیش نظر شریعت کی حد میں رہ کر ممکن حد تک آسانی کی راہیں ہموار کرتے ہیں، ہر تعامل کے اندر شریعت کی اساس بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ لہذا باغات کے معدوم پھلوں کی بیع و شراہ کو تعامل و رواج کا نام دیکر جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بیع و شراہ کے اس طریق کار کو چھوڑنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

## اشیاء معدومہ کا قیاس بیع سلم پر صحیح نہیں

مسئلہ ۱۰۲۴ :- (مولانا) محمد سلطان رضا قادری

۲-۱۱-۱۹۸۸ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شریعت کے نزدیک بیع سلم جائز و درست ہے اور بیع سلم میں بھی اشیاء معدومہ کی خرید و فروخت ہوتی ہے تو باغات کے وہ پھل جو ابھی درختوں میں نہیں لگے اس کی بیع و شراہ کیونکر ناجائز ہے؟ (مولانا) محمد سلطان رضا قادری رضوی بجد فرید الاسلام

۸۶

۹۲ الجواب بعون الملک الجواد الوہاب

بیع سلم عند الشرع چند شرائط کے ساتھ جائز و درست ہے۔ اگر وہ شرائط ذہن میں ہوں تو بیع سلم کو معدوم اشیاء کی خرید و فروخت پر آپ قیاس نہیں کر سکتے۔ بیع سلم کی صحت کے لئے فقہاء کرام نے جن شرطوں کو بیان فرمایا ہے ان میں مشہور اور متفق علیہ شرط مبیع (فروخت شدہ شے) کی مقدار، قسم، اور وقت وغیرہ کا متعین ہونا ہے۔ اور پھلوں میں ان قسموں کا تعین ممکن نہیں لہذا بیع سلم کو معدوم پھلوں کی بیع پر قیاس کرنا درست نہیں۔ اور اگر بالفرض پیدا ہونے والے پھلوں کی مقدار اور قسم وغیرہ کا تعین بھی آپس میں ہو جائے تو یہ خرید و فروخت تحباً و عن الشرع ہے جو بیع کو فاسد کر دیتا ہے۔ اسلئے پھلدار درختوں پر جب تک پھول نمودار ہو جائیں اسکی بیع و شراہ جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری ورلڈ اسلامک مشن بالینڈ۔ ۲-۱۱-۱۹۸۸ء

# بانغات کے پھولوں کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۲۵ (مولانا) محمد سلطان رضا قادری

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جن بانغات میں مختلف قسم کے درخت ہوں، بعض درختوں پر صرف پھول لگے ہوئے ہیں اور بعضوں پر پھل نمودار ہو گئے ہیں۔ ان بانغات کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟  
(مولانا) محمد سلطان رضا قادری، خطیب رضوی مسجد فرید الاسلام، آمسٹرڈم

۹۲۶ الجواب۔ بعون الملک الجواد الوہاب۔

اگر وہ پھول اور پھل انسانوں کے لئے قابل انتفاع ہیں تو ان کی بیع و شراء جائز ہے ورنہ نہیں مثلاً گلاب و جوہی وغیرہ کے پھول نکل آئے ہوں تو ان کی بیع و شراء پورے موسم کے لئے درست ہے کیونکہ اس کا پھول ہی انسانوں کے لئے قابل انتفاع ہے۔ اور اگر ایسے درختوں پر پھول آگئے ہوں جن کے پھول عموماً قابل انتفاع نہیں مثلاً آم، لہجی، سیب، ناشپاتی وغیرہ اگرچہ اس کے چھوٹے چھوٹے پھل بھی نمودار ہو گئے ہوں اس کی بیع و شراء جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ و رلد اسلامک سن بالینڈے

۱۸ - ۷ - ۱۹۸۷

## باغ میں اگر بعض درختوں کے پھول قابل انتفاع ہو جائیں تو اس کی بیع

مسئلہ ۱۰۲۶: محمد عباس رضوی مسجد آمسٹرڈم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آم، سیب، ناشپاتی وغیرہ کے وہ بانغات جن میں پھل تو آگئے ہوں مگر عام طریقے سے وہ کھانے کے لائق نہ ہوں البتہ اچار، چٹنی وغیرہ اس سے بنائے جاتے ہوں تو ان بانغات کی خرید و فروخت از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ محمد عباس رضوی مسجد فرید الاسلام، آمسٹرڈم

## ۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

باغات میں عموماً یکبارگی پھل نمودار نہیں ہوتے اور نہ یکبارگی سب کے سب قابل استعمال ہو جاتے ہیں۔ اگر باغ کے تمام درخت ایک ہی قسم کے پھل کے ہوں پھر ان میں بعض درختوں کے پھل اس قابل ہو گئے ہوں کہ اس سے اچار چٹنی وغیرہ بنائی جاسکے۔ اور بعض پھل ابھی اس قابل بھی نہ ہوں تو تبعا پورے باغ کے پھلوں کی خرید و فروخت جائز ہے۔ پھر اگر اس کا مالک پھلوں کے پکنے یا قابل استعمال ہونے تک پھلوں کو درختوں پر رکھنے کی صریح اجازت دیدے یا اس علاقہ میں یہی تعامل ہو کہ خریدار خام پھلوں کو درختوں پر خرید لیتے ہوں اور نچینے ہونے کے بعد توڑتے ہوں تو اس تعامل کے ذیل میں خریدار مالک باغ کی اجازت کے بغیر بھی اپنے پھلوں کو درختوں پر رکھ سکتا ہے لیکن درختوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے پر اسے تاوان دینا ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

## اگر باغ میں مختلف پھلوں کے درخت ہوں

۱۰۲۴ مسئلہ ۱۔ محمد عباس، رضوی مسجد آمسٹرڈم

۱۹۹۰-۸-۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک باغ میں اگر مختلف قسم کے درخت ہوں۔ مثلاً کچھ درخت آم کے ہوں کچھ لیچی کے کچھ امرود اور بیر کے۔ ظاہر ہے کہ ان سب درختوں پر پھول اور پھل ایک مرتبہ نہیں آتے بلکہ مہینوں کا فرق ہو جانا ہے۔ ایسی صورت میں اگر آم کے درخت پر پھل آچکے ہوں، لیچی کے درخت پر پھول لگ رہے ہوں اور امرود کے پھول آنے والے ہوں تو اس باغ کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ محمد عباس، رضوی مسجد فریدالاسلام۔ آمسٹرڈم

## ۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

اگر باغ مختلف قسم کے درختوں کا مجموعہ ہو اور سب کے پھول نمودار نہیں ہوئے ہوں تو اس کی بیع و شراہ اجماعاً درست نہیں۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں اس باغ کی خرید و فروخت

جائز نہیں۔ گمانی الشرح الصغیر۔  
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری عنہ

۱۷ - ۸ - ۱۹۹۰ء

## پودوں کے ساتھ اس کے پھلوں کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۲۸۔ نعمت اسم رحمن آمسٹرم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سبزی فروش لوگ کھیرا، لکری، کدو، بیگن وغیرہ کی کاشت کرتے ہیں۔ جب پودے بڑے ہو جاتے ہیں اور ان میں پھول یا چھوٹے چھوٹے پھل لگنے شروع ہو جاتے ہیں تو انھیں سبزیوں کے بیوپاریوں کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں۔ اور بیوپاری لوگ پورے موسم میں ان پودوں سے پھل حاصل کرتے اور بازار میں فروخت کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح پودوں کی خرید و فروخت اور پھران سے حاصل شدہ پھلوں کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ محمد قاسم رحمن ہونہ وورد، آمسٹردام پورٹ، نیدرلینڈ

الجواب بعون الملک الوہاب

جن سبزیوں کا ذکر سوال نامہ میں ہے صرف ان کے پھول یا ناقابل استعمال کیری (چھوٹے چھوٹے پھل) کے نکل آنے پر ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ "ولو اشتراها مطلقاً فاشترت ثمراً اخر قبل القبض فسد البیع لتعذر التمییز (البحر الرائق) ہاں جب ان پودوں میں ایسے پھل نمودار ہو گئے ہوں جو انسانوں کے لئے قابل انتفاع ہوں اور باقی پھل پورے موسم میں یکے بعد دیگرے نکلیں تو ایسی صورت میں تعامل کے پیش نظر فقہاء متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اسی میں امت کے لئے وسعت و آسانی ہے۔ اور جواز کا حیلہ یہ بتایا ہے کہ بجائے پھول یا نمبے نمبے پھلوں کے ان پودوں ہی کو خرید لیا جائے اور پورے موسم کے لئے زمین کو کرایہ پر لے لیا جائے۔ اور مالک زمین وقت مقررہ تک

اس پیداوار کو مشتری کے لئے مباح کرے یشتری، اصول الباذمجان  
والبطیخ والرطبة لیكون ما یحدث عن ملكه..... وفي الزرع  
والحشیش یشتري الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدة  
معلومة یعلم غایة الادراك۔ (فتح القدير والبحر الرائق)

مثلاً کھیرہ، ککری، کدو بگین وغیرہ کی ایک قطعہ زمین زراعت کو پانچ سو  
گلدڑ میں خریدنا چاہتا ہے تو دو سو میں پودوں کو موجودہ پھول و پھل کے ساتھ  
خرید لے اور تین سو میں اس وقت تک کے لئے زمین کو کرایہ پر لے لے جب تک اس  
موسم کے پھل ان پودوں میں آکر قابل استعمال ہو جائیں اور مدت گزرنے کے بعد  
مشتری اس زمین سے دستبردار ہو جائے۔ اور اگر پھلدار پودوں کو اس کے پکنے تک  
زمین میں رکھنے کا لوگوں میں تعامل ہے تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے ایسی صورت  
میں زمین کو کرایہ پر لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ لوری مسجد آسٹرم ۴

۱۲ مایچ ۱۹۸۶ء

## ڈالی کے ساتھ باغوں کی خرید و فروخت

۱۰۲۹ مسئلہ :- (مولانا) ہمایوں کبیر، دین بوس ہالینڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ہمارے  
۲۵-۵-۱۹۸۹ء  
وطن میں ام اور ناریل کے باغات کے پھلوں کی عام خرید و فروخت ہوتی ہے یعنی  
جب درختوں پر پھول اور کچھ پھل آجاتے ہیں تو مالک باغات ان کے پھلوں کو اس  
شرط پر بیچ ڈالتے ہیں کہ فلاں فلاں درخت کے پھل کے علاوہ پورے باغ کو اس قیمت  
میں میں نے بیچا اور خریداران درختوں کے استثناء کے ساتھ اس باغ کو خرید لیتا ہے۔  
باغات کے فروخت کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ باغ درختوں کا استثناء تو نہیں کرتے  
بلکہ اپنے لئے کچھ پھل متعین کر لیتے ہیں جس کو حق یا ڈالی کہا جاتا ہے یعنی اس باغ سے اتنا



پہل مجھے ملتا چاہئے اور مشتری مقررہ مقدار کے استثناء کے ساتھ بائع کو خرید لیتا ہے  
شرعاً یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں  
(مولانا، ہمایوں کبیر خطیب مسجد النوار مدنیہ اینڈ ہون

۹۲ الجوامع بعون الملک الوہاب

درختوں کے استثناء کے ساتھ باغات کی بیع و شرا عام فقہائے احناف کے نزدیک جائز  
و درست ہے۔ البتہ پھلوں کی مقدار (تعداد) کے استثناء کے ساتھ باغات کی بیع  
فقہائے متقدمین کے نزدیک ناجائز ہے "کما فی الہدایہ" ولا یجوز  
ان یدبغ ثمرہ و لیستثنیٰ مضافاً لہ لعلہ خلافاً لملک رحمہ اللہ  
لیکن یہ عدم جواز بھی فقہاء احناف کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے بلکہ امام ابن ہمام نے  
مقدار کے استثناء کو ظاہر روایت کے پیش نظر جواز کے ماننے میں رکھا ہے۔ کما فی فتح القدیر  
اور اب جبکہ تعامل بھی ہے تو امام مالک رحمہ اللہ علیہ کی رائے جواز کو تقویت ملتی ہے۔  
لہذا اس پر عمل کرنے میں شرعاً مواخذہ نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن پھلوں کے استثناء میں  
پھلوں کی مقدار اور قسم وغیرہ کا تعین بائع و مشتری کے درمیان ہو جانا چاہئے تاکہ ایسی  
نزاع کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافشاء جامعہ مدنیۃ الاسلام

۲۵ / ۵ / ۱۹۸۹ء

## باراوری کیلئے نر جانور کو پالنا اور اسکی قیمت کرنا

مسئلہ ۱۰۳۰ :- (مولانا، ہمایوں کبیر، اینڈ ہون

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے  
علاقہ میں بعض لوگ بکرا، سانڈھ اور بھینسا وغیرہ کو اسلئے پالتے ہیں یا دوسرے ملکوں  
سے منگوا کر رکھتے ہیں کہ ان سے دوسروں کی بکری گائے اور بھینس کو جفتی کر کر باراوری  
کرائیں اور اس سلسلہ میں وہ بکری گائے وغیرہ کے مالکوں سے مقررہ رقم وصول کرتے

ہیں کیا یہ کاروبار شرعاً درست ہے؟ (مولانا) ہمایوں کبیر خطیب امام مسجد دارالمدینہ اینڈ مہن

۹۲۶ الجواب بعون الملک الوہاب

جانوروں کی حفی کی رقم وصول کرنا شرعاً جائز نہیں اور نہ ہی اس وصول شدہ آمدنی کو استعمال کرنا درست ہے۔ بیہقی شریف اور دارقطنی وغیرہما کی روایات میں اس فعل سے ممانعت موجود ہے۔ لہذا اگر یہ صورت کسی علاقہ میں مروج بھی ہو جائے اور لوگ عام طور پر جانوروں کی حفی کی اجرت لینے دینے لگیں جب بھی شرعاً اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اسکی نہی نص شرع میں موجود ہے۔ عن ابی سعید

الخدیری قال نہی عن غسب الفحل (الی آخر الحدیث)

کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافتاء مدینۃ الاسلام

دی ہیگ۔ ۲۵۔ ۹۔ ۱۹۸۹ء

۱۔ کاشت کی زمین بٹائی پر دینا

۲۔ باغات کو اجرت معدوم پر نگرانی میں دینا

۳۔ تجارت میں سرمایہ اور محنت کی شرکت

مسئلہ ۱۰۳۱/۱۰۳۲/۱۰۳۳ (مولانا) فیصل، مقیم دی ہیگ ۲۵-۵-۱۹۸۹ء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کاشتکاری کی زمین کو بٹائی پر دینا یعنی مالک زمین اپنی کاشتکاری کی زمین مزراع کو اس شرط پر دیدے کہ تم اس زمین میں کاشت کرو۔ پیداوار میں ہم دونوں آدھے آدھے رہیں گے اور کاشتکار اسی شرط پر زمین کو آباد کرے۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟

۲۔ ناشپاتی، آم اور دیگر پھلوں کے درختوں کو اجرت معدوم پر نگرانی کے لئے کسی کے حوالہ کر دینا کہ تم اس باغ کی حفاظت و نگرانی کرو۔ پھلوں کے پختہ ہو جانے اور ٹوٹنے کے بعد تمہیں تمام پھلوں کا مثلاً سولہواں حصہ ملے گا۔ اور نگرانی اس کے لئے تیار ہو جائے تو نگرانی کے لئے اس سے حاصل شدہ اجرت جائز ہے یا نہیں؟

۱۲ ایک شخص تجارت میں ماہر جفاکش اور دیا تدار ہے۔ لیکن تجارت کرنے کے لئے اس کے پاس روپے نہیں ہیں۔ اور جو شخص اُسے تجارت کے لئے روپے دینے کو تیار ہے اس کی شرط یہ ہے کہ منافع میں ہم دونوں نصفانصف رہیں گے۔ لیکن نقصان کے ذمہ دار صرف تم ہو گے۔ میری پونجی اپنی جگہ برقرار رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ تجارت میں اس طرح کی شرکت جائز ہے یا نہیں؟

فیصل مقیم، استاذ الجامعۃ الغوثیہ دی ہیک، نیدرلینڈ

۹۲ الجواب — اللہم ھدایۃ الحق والصواب —

صورتِ مسئلہ میں اول الذکر دونوں سوالات کا تعلق مسائلِ قیاسی سے ہے اور فقہاء کرام کے یہاں یہ اصول عام ہے کہ عرف و راج کے بالمقابل مسائلِ قیاسیہ متروک ہو جاتے ہیں۔ ہر چند کہ مزارعت کی صورتِ مسئلہ جائز نہیں۔ مگر فقہاء احناف نے بھی عرف و راج کی وجہ سے صورتِ مذکورہ کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اب جبکہ اس کا تعامل اس قدر عام ہو گیا ہے کہ لوگوں کا اس سے روکنا ممکن نہیں ہے تو اصولِ شرع کا تقاضا یہی ہے کہ عام لوگوں کو اکلِ حرام سے بچایا جائے۔ اور حتیٰ الوسع اباحت کی صورت پیدا کی جائے۔ اور جب فقہاء متاخرین اور مفتیان کرام نے بلوی عام کی وجہ سے صورتِ مذکورہ کو جائز قرار دیا۔ تو یہ عامہ مسلمین کے لئے رحمت و وسعت ہے۔ **وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا**۔ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَم

۱۳ اجرتِ معدوم کو اگر مقدارِ قسم اور حصہ وغیرہ سے مختص کر دیا جائے تو اسے اجرتِ مجہولی نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا اور نہ ہی اس سلسلہ میں تفسیرِ طمان والی روایت پیش کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ تفسیرِ طمان میں اس اجرت کی ممانعت ہے جو غیر موجود، غیر متعین اور غیر متمیز ہے۔ صورتِ مذکورہ فی السؤال میں اگرچہ پھیل غیر موجود ہے لیکن اس کی مقدار اور نوعیت وغیرہ تو معلوم ہیں۔ اور عام طور سے یہی طریقہ معروف و مروج ہے۔ لہذا حاصل شدہ اجرت ننگراں کے لئے جائز و مباح ہے۔ اور باغات کو اس طرح کسی کی ننگرائی میں دینا بھی مباح ہے۔ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَم

۳ اگر نفع و نقصان دونوں صورتوں میں سرمایہ دار شریک ہو تو شرکت جائز ہے ورنہ نہیں۔ شرکت کے معاملات میں شریعتِ مطہرہ سرمایہ دار اور عاملِ محنت شعار دونوں کی حق رسی کو ملحوظ رکھتی ہے۔ صورتِ مسئلہ میں سرمایہ دار عامل کا استحصال کرنا چاہتا ہے اور اپنے سرمایہ کے مقابلہ میں اس کی محنت کو کوئی حیثیت نہیں دیتا ہے اسلئے اس کا سرمایہ اس لائق نہیں کہ اس سے استفادہ کیا جائے۔۔۔ شرکت کی تجارت جائز ہے مگر اس کے اصول و ضوابطِ ظرفین کے لئے نفع بخش اور غیر مضر ہونے چاہئیں تفصیلات کیلئے بہارِ شریعت کا مطالعہ کیجئے۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ لوری مسجد آمسٹرڈم

۲۹ مئی ۱۹۸۶ء

## پھل توڑنے یا زراعت کاٹنے کی مزدوری

۱۰۳۴ ۵-۱۲-۱۹۸۶  
مسیحیہ عبد اللطیف بسم سترات آمسٹرڈم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ بعض علاقوں میں درختوں سے پھل توڑنے کیلئے جو مزدور رکھے جاتے ہیں ان کی کوئی مقررہ اجرت نہیں بلکہ آپس میں یہ طے پاتا ہے کہ ہر سو پھل توڑنے پر مثلاً دو پھل اوسط سائز کے تمہیں ملیں گے۔ اور مزدور اس شرط پر راضی ہو کر کام کرتا ہے۔ کیا اس طرح کی اجرت دینا لینا جائز ہے؟  
عبد اللطیف منگل۔

۷۸۶

۹۲ الجواب۔ اللہم ھدنا لھدی الحق والصواب

یہ بھی عرف و عادت پر منحصر ہے جہاں اس کا رواج نہیں اجرت معدوم ہونے کی وجہ سے معاملہ فاسد ہوگا لیکن جب اجرت کی وضاحت کر دی گئی اور مزدور از خود اس کے لئے راضی ہو گیا تو اب اجرت معدوم نہ رہی لہذا ایسی مزدوری جائز ہے۔ اور اگر اجرت کی وضاحت نہ ہو تو جہاں مزدوری کرنے کرانے کا یہی چلن ہو وہاں عرف و عادت اور تعامل کی وجہ سے جائز ہے۔ ہمارے ہندوستان میں بھی عام طریقہ سے دھان اور بیج

وغیرہ کی کٹائی اسی طرح ہوتی ہے کہ مزدور کو کھیت اور کھلیان کی دوری یا پیداوار کی نوعیت کے حساب سے اکٹھواں، بارہواں یا سولہواں حصہ ملتا ہے۔ اور اس پر عام تعامل ہے لہذا جائز و درست ہے۔

واللہ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ لوری مسجد، آسٹریڈم

۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

## یورپ کے ممالک اور بیع فاسد

### یورپ میں لائٹری کا ٹکٹ خریدنا

مسئلہ: ۱۰۳۵/۱۰۳۶: عابد علی۔ بوساطت مجلس علماء  
۱۹-۲-۲۰۰۱ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ یا جرمنی میں کسی مسلمان نے لائٹری کا ٹکٹ خریدا اور وہ جیت بھی گیا۔ اب اس رقم کو کس مصرف میں خرچ کیا جاسکتا ہے؟ جواب کے شاد کام فرمائیں۔

عابد علی۔ بوساطت مجلس علماء۔ نیدرلینڈ

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

لائٹری کا ٹکٹ خریدنا حرام ہے کیونکہ وہ قمار (جوا) کا مقدمہ ہے "ومقدمۃ الحرام حرام" قمار شیطان کا راستا ہے۔ لقولہ عزوجل رَحِبُّ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ "مسلمانوں کو بہر ممکن صورت اس سے بچنا لازم ہے۔

لیکن یہاں کے ممالک میں حربی (غیر متامن کافر) کا مال عقد فاسد کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو شرعاً ممنوع نہیں۔ چنانچہ بہار شریعت حصہ یازدہم "میں ہے جو عقد مابین دو مسلمانوں کے ممنوع ہے۔ اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو"۔

لائٹری چونکہ عقد فاسد ہے اسلئے یہ ثابت ہو کہ لائٹری کے ذریعہ بھی اگر حربی کا مال حاصل ہو جائے تو وہ مباح ہے یعنی حلال و طیب ہے۔ لیکن لائٹری کا ٹکٹ خریدنے

میں زراشتراء کے ضائع ہونے کا بھی کا اندیشہ ہے لہذا حرام ہے جس نے خریدا اس پر توبہ لازم ہے۔ مگر انعام کے نام پر جو رقم ملی وہ چونکہ بیع فاسد کے ذریعہ ملی جو غیر مستامن غیر ذمی کافر سے ملی لہذا وہ مباح ہے۔ اسے جس مصرف میں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ شامی میں اس کا صریح جزیئہ موجود ہے۔ او اخذ مالا منہم بطریق القمار فذلك كله طيب له (رد المحتار جلد ۴)

واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواجد قادری غفرلہ خادم امور شرعیہ اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ - ۲۹-۲-۲۰۰۱ء

## یورپ میں بینک کا منافع

مسئلہ ۱۰۳۷ :- سائل ۵۵۹۱۷۶۸۶۰۶۲۰۰

۱۳۲۲۵-۳-۹

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بالینڈ میں گھر خریدنے کے لئے یہاں کے بینکوں اور فائیننس کمپنیوں سے سود پر رقم لینا کیسا ہے؟ اور گھر خریدنے کے لئے جو رقم لی جاتی ہے، اس کے لئے زندگی کا بیمہ کروانا ضروری ہوتا ہے۔ اور جو سود کی رقم ادا کی جاتی ہے اس میں سے آدھا یا کچھ کم ۳۰٪ یا ۴۰٪ رقم حکومت کے ایک ادارہ سے واپس مل جاتی ہے اس کا لینا حبانز ہے یا نہیں؟ سائل..... کراؤف عدنان نوری مسجد

۹۷۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

مال ماتحت دم کے ہوتا ہے لہذا مسلمانوں کا مال مالِ معصوم ہے کیونکہ اس کا دم معصوم ہے اور یہاں کے بینکوں، فائیننس کمپنیوں اور غیر مسلموں کا مال مالِ مباح ہے کیونکہ ان سب کا دم دمِ معصوم نہیں۔ اور اصول یہ ہے کہ مالِ مباح و معصوم کے لین دین میں جو کمی و بیشی ہو وہ عند الشرع ربی (سود معروف) نہیں بلکہ مباح ہے۔ لقولہ علی الصلوٰۃ والسلام لا ریب بین المسلم والحربی فی دار الحرب، اگر مالِ مباح کے بدلے مالِ معصوم زیادہ دینا پڑے تو عند التحقیق والاحتیاط اس سے بچنا چاہئے۔

بعض علماء کے نزدیک زندگی کا بیمہ چونکہ غیر شرعی شرائط کے ساتھ مشروط ہے لہذا ناجائز ہے۔ لیکن امام اہلسنت علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق اگر اس کے لئے کسی ناجائز شرط کو پورا کرنا لازم نہ ہو اور نہ مال کا ضائع ہونا لازم آئے تو زندگی کا بیمہ کرانا جائز و درست ہے۔

بنام سودی گئی زائد رقم کو اگر یہاں کی گورنمنٹ کا کوئی ادارہ واپس کرتا ہے اگرچہ اس رقم کا بعض حصہ ہی سہی۔ تو اس کا لینا جائز و مباح ہے کہ اس میں کوئی غدر نہیں۔ بلکہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں۔ کما فی الہدایہ «المال الذی حصل عن الحربی فہو مباح عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔»

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ خادم الافتاء مجلس علماء، نیدرلینڈ

۹، ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

## انسانی خون کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۳۸ :- (مولانا) ممت از احمد درونتن۔ بالینڈ

۲۴-۵-۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ انسانی خون کی خرید و فروخت کا کاروبار شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس کو کئی طرح سے خریدا اور بیچا جاتا ہے۔ مثلاً جگہ جگہ شہروں میں بلڈ بینک قائم ہیں۔ رزق کی تنگی کا شکار یا پھر منشیات کی عادت سے لاچار لوگ خود ایسے بینکوں میں جاتے ہیں اور حسب ضرورت کئی کئی سیرینج خون وہاں کے ڈاکٹروں یا کمپاؤنڈروں کے ذریعہ نکلواتے ہیں پھر اسی بلڈ بینک کے کارندوں کے ہاتھوں بیچ ڈالتے ہیں اور کبھی دلال قسم کے لوگ کابل نوجوانوں کو دھوکہ اور لالچ دیکر ایسے مرکزوں میں لے جاتے ہیں اور ان کا خون پانی کے دامنوں میں اُنکے جسم سے نکلوا لیتے ہیں۔

پھر ضرورت پڑنے پر وہی بلڈ بینک جاں بلب مرلیضوں اور حاجت مندوں سے

حسب دل خواہ گراں قدر رقم لیکر وہی خون دیتے ہیں۔ بیماری میں مبتلا حضرات کو مجبوراً وہ خون خریدنا پڑتا ہے۔ جواب باصواب نواز کر شکر یہ کا موقع دیں۔  
ممتاز احمد، درون تن، ہالینڈ

۷۸۶

۹۲ الجواد \_\_\_\_\_ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ \_\_\_\_\_

یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کا استعمال بحالت اضطرار و ضرورت جائز و مباح ہو اسکی بیع و شراہ بھی عندا شرع جائز ہو جائے۔

ہر چند کہ علماء متاخرین نے عندا الضرورة خون کے ذریعہ علاج کی اجازت دی۔ لیکن اسکی فروختگی کی اجازت و اباحت کتب فقہیہ میں کہیں بھی فقیر غفرلہ القدر کی نظر سے نہیں گزری (اور یہ ضروری نہیں کہ جو جزئیہ نظر فقیر سے نہیں گزری وہ کتب فقہ میں ہے ہی نہیں بہت ممکن ہے تلاش و جستجو سے اسکی کوئی نظیر یا مبتلا وہی جزئیہ مل جائے) بلکہ اسکی ممانعت اور غیر جواز کے اشارات و جزئیات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو اسکی ممانعت و حرمت کتاب الہی عزوجل میں بھی موجود ہے۔ خون، انسانی زندگی کا جو ہر ہے کہ جسم انسانی میں نہ اس کا حد سے زیادہ ہونا بہتر اور نہ بجانب کمی حد سے گزرنا مناسب۔ بلکہ تجربہ اطباء کے مطابق اگر خون ضرورت سے زیادہ کم ہو جائے تو آدمی تپ دق اور کینسر وغیرہ مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور جو اپنا خون بیچتا ہے گویا وہ موذی بیماریوں کو آنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور قرآن پاک نے اس سے منع فرمایا "لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" پھر عندا الضرورة کسی کو اپنا خون دینا یا کسی سے لینا اسی حد تک جائز و درست ہے جو ضرر کا باعث نہ بنے۔ ورنہ دوسرے کو ضرر پہنچا کر خود فائدہ اٹھانے یا خود کو ضرر پہنچا کر دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی اجازت ہی اسلام میں نہیں ہے۔ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ، گوبر دگائے، بیل، بھینس وغیرہ کے پاخانے کے ذریعہ بعض حالات میں فائدہ اٹھانا یعنی اسے کاشت کی زمین میں ڈالنا اس سے کھا دینا



عند الشرع جائز ہے لیکن اسکی خرید و فروخت ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں (کما فی الشامی ص ۳۱۱)۔ اسی طرح موجیوں کو جو ناگانیٹھنے کے لئے سور کے بال کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن اس کی بیع جائز نہیں۔ فتح القدر میں ہے۔

انما رخص للخرازين الانتفاع  
بشعرة (الخنزير) ضرورة، ولا  
يجوز بيعه في الروايات كلها۔  
موجیوں کے لئے سور کے بال سے ضرورتاً فائدہ  
اٹھانے کی اجازت ہے لیکن باتفاق روایات  
اسکے بال کی فروختگی جائز نہیں ہے۔

اور ہدایہ آخرین میں ہے ص ۵۵۔

لا يجوز بيع شعر الخنزير لانه  
نجس العين، فلا يجوز بيعه  
اھانة له ويجوز الانتفاع  
للخرز اه  
سور کے بال کی فروختگی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ  
نجس العین ہے۔ اس کا کاروبار اسکی اہانت کے  
پیش نظر جائز نہیں ہے۔ ہاں موجی کیلئے ضرورتاً اسکے  
بال سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے۔

یہیں سے ثابت ہوا کہ خون انسان کا کرامتہ بیچنا جائز نہیں ہے۔ اور جہاں تک  
عند الضرورة خریدنے کا معاملہ ہے تو شرع شریف نے بقدر حاجت خریدنے کی اجازت  
دی ہے (تجارت کے لئے نہیں بلکہ رفع حاجت کے لئے)۔

فتح القدر میں ہے۔ فلولم يوجد  
الابال شراء جاز شرعاً۔  
اگر قیمت کے بغیر نہ ملے تو عند الحاجة اس کا  
خریدنا بھی جائز ہے۔

بادی النظر میں عبارت بالا سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب خریدنا جائز ہے تو شاید بیچنا  
بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ شراہ بغیر بیع کے مستحق نہیں ہوتا۔ تو اس کا نہایت مفید جواب  
ہمارے فقہاء کرام دے چکے۔ درمختار میں ہے۔

لولم يوجد بلا ثمن جاز  
الشراء للضرورة وكراه البيع  
فلا يطيب ثمنه اه  
اگر بغیر قیمت کے خون نہ مل سکے تو ضرورتاً اس کا  
خریدنا جائز ہے۔ لیکن اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے تو  
اسے حاصل شدہ قیمت مباح و طیب نہیں۔

والله تعالى اعلم  
کتبہ عبد الواجد قادری غفرلہ قادم الافناء، اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز  
۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

# انسانی بالوں کا استعمال اور اس کی خرید و فروخت

مسئلہ ۱۰۳۹ محمد فیصل۔ دی ہیگ

۱۱-۳-۲۰۱۶

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام ان سوالات کے بارے میں کہ  
۱۔ انسانی بالوں کو کھانے پینے کی چیزوں میں ملا دینے کے بعد وہ چیزیں قابل استعمال  
رہتی ہیں یا نہیں؟ اور ایسی چیزوں کا خریدنا بیچنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟  
۲۔ انسانی یا غیر انسانی نقلی بالوں کا گچھا (پراک) جو کبھی دوسرے انسانوں کا،  
کبھی جانوروں کا، اور کبھی نیلون وغیرہ کا ہوتا ہے جس کو عورت و مرد دونوں  
استعمال کرتے ہیں کبھی فیشن کے لئے اور کبھی گنجا پن چھپانے کیلئے۔  
اس کا استعمال از روئے شرع اسلام جائز ہے یا نہیں؟

محمد فیصل عبدل

ROEZEN BURGST 13 - 2512 SM-DEN HAAG

۷۸۶

الجواد ۹۲ اللہم ھدایۃ الحق والصواب

۱۔ زندہ یا مردہ انسانوں کے بالوں سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا ممنوع و ناجائز  
ہے اور اس کا کھانا پینا احتراماً و اکراماً حرام ہے۔

اسی طرح اس کی خرید و فروخت اور اس کا کاروبار ناجائز ہے۔

البحر الرائق میں ہے شعر الانسان  
والانتفاع بہ ای لم یجز  
بیعہ والانتفاع بہ لان  
الآدمی مکرم۔۔۔۔۔ ۱۵  
انسانی بال سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا  
(خواہ وہ کھانے پینے سے متعلق ہو یا خرید و فروخت سے)  
جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے تمام اعضاء انسانی  
کے ساتھ لائق تعظیم ہے۔

۲۔ انسانوں کے بال کی خرید و فروخت اور زیب و زینت کے لئے اس کا  
استعمال عورت و مرد کے لئے حرام ہے۔ کذا فی الاختیار شرح المختار  
وصل الشعر لشعر الآدمی حرام سواء کان شعرها و

## شعر غیرہ الخ

(بال کو آدمی کے بال سے جوڑنا حرام ہے خواہ وہ بال اس کے اپنے ہی تراشیدہ ہوں یا کسی دوسرے آدمی کے ہوں)۔

بعض جانوروں اور نائیلون وغیرہ کے بنے ہوئے بالوں کے استعمال میں عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں (جائز ہے) لیکن مردوں کو اس سے بچنا چاہئے کہ زینت عورتوں کے روا ہے نہ کہ مردوں کے لئے۔

فتاویٰ ہندیہ باب الکرامۃ جلد چہارم میں ہے۔

ولا یاس للمراة ان تجعل  
فی قرونها و ذوائبها من  
الویر ۱۵  
عورتوں کے لئے اس کے گیسوؤں اور  
جوڑیوں میں نقلی بالوں کا گچھا رکھنے میں  
کوئی حرج نہیں ہے۔

ویر اونٹ یا بلی کے بالوں کو کہتے ہیں جب جانوروں کا بال عورتیں زینت کے لئے استعمال کر سکتی ہیں تو نیلون وغیرہ کے بنے ہوئے بالوں کو استعمال کرنے میں کوئی قباحت و ممانعت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور جس کا استعمال زینت کے لئے جائز ہے اس کا کاروبار بھی جائز و درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۱ اپریل ۱۹۶۲ء

# کتاب الذبائح

## ذبح کا اسلامی طریقہ

### ذبح سے پہلے جانور کو اذیت دینی

مسئلہ ۱۰۴۰ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ  
 ۱۳۱۹-۵-۲۳  
 حلال جانوروں کے ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ ائمہ  
 اربعہ کے اختلافات کے ساتھ سمجھائیے۔ حلال جانوروں کو نیم بیہوش کر کے مشین  
 ذبیحہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟ سائل: مؤسسہ الحلال الطیب نیدرلینڈ

۹۲۶ الجواب بعون الملک العلیم الوہاب

اسلامی طریق پر ذبح شرعی کی دو قسمیں ہیں۔ ذبح اختیاری، ذبح اضطراری۔  
 ذبح اختیاری ان حلال جانوروں کے ساتھ خاص ہے جو پالتویاً اہل کہلاتے ہیں۔  
 یعنی جنہیں انسان عموماً پوستے پالتے اور وہ انسانوں سے مانوس رہتے ہیں مثلاً  
 گائے، بکری اور مرغ وغیرہ۔ اور ذبح اضطراری ان حلال پرندوں اور چوپایوں  
 کے ساتھ خاص ہے جو انسانوں کو دیکھ کر بے تحاشہ بھاگتے اور وحشی کہلاتے ہیں  
 انسان انہیں عموماً پوستے پالتے نہیں اور وہ انسانوں سے غیر مانوس رہتے ہیں  
 مثلاً نیل گائے، ہرن، خرگوش، کبوتر اور فاختہ وغیرہ۔

نوٹ :- یورپ کے بعض ملکوں میں وحشی جانوروں کو بھی پالا پوسا جاتا ہے اور  
 اسے بہت حد تک انسانوں سے مانوس کر دیا جاتا ہے لیکن وہ شاذ و نادر کے حکم  
 میں ہے لہذا انہیں اہل یا پالتو نہیں کہا جاسکتا

ذبح اختیاری کے لئے ذابح کا بوقت ذبح برنیت ذبح بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا اور دھار دار چیز سے حلال جانور کی گردن (کلبہ سے ڈائری تک کا درمیانی حصہ) کو آگے سے اس طرح کاٹنا کہ چار مشہور رگوں (حلقوم، مرئی، ودجان) میں سے کم از کم تین کٹ جائیں شرط ذبح ہے۔ اگر ذبح کی شرطیں پوری نہ ہوں گی تو وہ شرعی ذبح نہیں کہلائے گا۔ درمختار میں ہے: "وَلتَشْرَطِ التَّسْمِيَةَ مِنَ الذَّبَائِحِ حَالِ الذَّبِيحِ - وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّكَاءَةُ مَا بَيْنَ اللَّيْبَةِ وَاللَّحْيَيْنِ" وَفِي الرَّدِّ الْمَحْتَارِ ص ۲۱۰ "وَذَكَاءُ الْاِخْتِيَارِ بَيْنَ الْحَلْقِ وَاللَّيْبَةِ" وَفِي الرَّدِّ الْمَحْتَارِ اَيْضًا "كَانَ الذَّبِيحُ فَوْقَ الْعُقْدَةِ حَتَّى يَصِلَ قَطْعُ ثَلَاثَةِ مِنَ الْعُرُوقِ" حضرت علامہ شامی نے تین رگوں کے ساتھ فوق العقده کی قید اسلئے لگائی کہ کلبہ سینے کے اُس اوپری حصہ کو کہا جائے جس پر جانوروں کے ہار پڑے رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ذبح سینے پر نہیں بلکہ گردن کے اگلے حصہ پر ہوتا ہے اسلئے فوق العقده کی وضاحت ضروری تھی۔

ذابح کا مسلمان یا اہل کتاب (غیر مشرک) ہونا بھی صحت ذبح کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو حکیم الہی ہوا۔ اِلَّا مَا ذَكَرْتُمْ، مگر جسے تم خود ذبح کر لو (مائدہ) پھر ارشاد ہوا۔ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، اس پر اللہ کا نام لیا کرو (مائدہ) اور اہل کتاب کے ذبیحے متعلق ارشاد ہوا۔ طَعَامُ الَّذِينَ اَوْلُوا لِكِتَابِ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ اور ان لوگوں کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ (مائدہ ۵)

اس آیت کریمہ میں عند المہبور طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے ذبح کیا جانا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح مسلمان اور اہل کتاب کے علاوہ جملہ کفار و مشرکین کا ذبیحہ مردار ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بدتر حکم مرتدین و ملحدین کا کہ ان کا ذبیحہ بھی مردار و حرام ہے خواہ وہ مرتد عن الاسلام ہوں مثلاً مرزائی، دیوبندی، تبراہی وغیرہ یا مرتد عن اہل کتاب ہوں مثلاً آج کل کے عام عیسائی و یہودی جو اصل میں

بدین و ملحدین ہیں سوائے بعض بعض کے۔ درمختار میں ہے "لا ذبیحة غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد ۵ اہل کتاب میں سے جن کا مرتد و ملحد ہونا مستحق نہ ہو فی زماننا ان کے ذبیحہ سے بھی پرہیز کی چاہئے۔ امام المحققین علیہ حضرت علیہ الرحمہ اپنے فناوی میں فرماتے ہیں الاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتہم اختلاف العلماء کما بیئناہ فالأخذ بجانب الحرمة اولی (فناوی رضویہ ص ۳۲۹)

ذبح اضطراری یا ذبح ضروری ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جو وحشی کہلاتے اور انسانوں کے ساتھ مانوس نہیں ہیں۔ ردالمحتار کتاب الذبائح ص ۲۰۶ میں ہے "و ذکاة الضرورة ای فی صید غیر مستانس ونحوہ الخ اس ذبیحہ میں جانوروں کی گردن کے رگوں کا کاٹنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ بذریعہ تیر و دیگر آلہ جارح یا سدھائے ہوئے کتے، باز، شکرہ وغیرہ کے اختیار میں نہ آنے والے جانوروں کے جسم سے خون کو بہا دینا اور شکاری جانوروں نیز تیر وغیرہ چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا ہے۔ کما فی الرد المحتار کتاب الصيد جلد خامس، و ذکاة الضرورة جرح فی ائی موضع من البدن ۵ ص ۲۱۲ و فیہ ایضاً وتشرط التسمیة من الذابح حال الذبح او الرقی لصید او الارسال " ۵ -

ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری کے اندر ایک خاص فرق بھی ہے کہ ذبح اختیاری میں ذابح کو چھری پر نہیں بلکہ جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہے اس جانور پر بسم اللہ پڑھنا لازم ہے۔ جبکہ ذبح اضطراری میں شکار پر نہیں بلکہ شکار کو پکڑنے والے جانور پر یا تیر چھوڑتے وقت تیر پر بسم اللہ کہنا ہے۔ مثلاً زید نے ہاتھ میں چھری لی اور بکری کو ذبح کرنے کے لئے بچھاڑا اور بسم اللہ کہا پھر کسی وجہ سے اس بکری کو بدل دیا اور دوسری بکری پہلی بکری کی جگہ آگئی اور ذابح نے نئے سرے سے بسم اللہ نہیں کہا بلکہ پہلے کہے ہوئے بسم اللہ پر اس دوسری بکری کو

ذبح کر دیا تو عندالشرع یہ مذبوح بکری حلال نہیں ہوئی۔

بخلاف اس تیر یا شکاری جانور کے جس کو بسم اللہ کہہ کر ایک مخصوص حلال وحشی جانور پر چھوڑا مگر اس مخصوص جانور کی بجائے تیر کسی دوسرے حلال جانور کو لگ گیا جس سے وہ زخمی ہو کر مر گیا۔ یا شکاری کتے وغیرہ نے بجائے اس مخصوص جانور کے کسی دوسرے حلال جانور کو دبوچ لیا اور زخمی کر دیا جس سے وہ مر گیا تو یہ دونوں دوسرے جانور عندالشرع حلال و جائز ہیں۔ امام الفقہاء صاحب التزیج حضرت فاضل خاں فرماتے ہیں "الشروط هو التسمیة علی الذبیحة دون التکین و ذلك لا یختلف باختلاف التکین وانما یختلف باختلاف المذبوح ولهذا لو تری تلك الشاة و اخذ اخری و ذبحها بتلك الشاة لا یحل اه (فتاویٰ تاضی خاں علی الماشة الہندیہ ص ۲۶۹) اور امام العتدین حضرت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں "قال فی الهدایة ثمة التسمیة فی ذکاة الاختیار تشترط عند الذبح و هی علی المذبوح۔ و فی الصيد تشترط عند الارسال و الرمی و هی علی الالة الخ (ردالمحتار ص ۲۱۲) پھر اسی فتاویٰ شامی میں ہے "اذا اضعج شاة و ستمی و ذبح غیرها بتلك التسمیة لا یجوز اه (شامی علی الدر المختار)

ذبح اضطراری میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب سدھایا ہوا پر زندہ یا چوپایہ جانور کسی شکار پر چھوڑے تو وہ شکار ان شرطوں کے ساتھ حلال ہوگا کہ شکار کرنے والا جانور کسی مسلمان کا ہو اور شکار کا طریقہ اسے سکھا دیا گیا ہو۔ ۱۔ اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔ ۲۔ شکار کرنے والا جانور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔ ۳۔ اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا ہو (اگرچہ زخم کھایا ہوا ہو) تو اسے بسم اللہ کہہ کر کسی صالح ذبیحہ نے ذبح کیا ہو۔ ۴۔ تیر سے شکار کرنے میں بھی مذکورہ بالا شرطوں کا لحاظ ضروری ہوگا۔ (ضیاء القرآن حاشیہ سورہ المائدہ ۵) ذبح اضطراری کے یہ تمام

مسائل غیر محرم اور غیر حرم کے لئے ہیں۔ حرم شریف میں اگر ذبح اضطراری کی تمام شرطیں بھی پائی جائیں تو مذبح حرام ہے گا اور محرم پر دم لازم آئے گا۔

علمائے احناف اور ناقلمین فتاویٰ بلکہ مفتیوں پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے مذہب مہذب پر فتاویٰ دیں اور نقل غیر کی خجالت سے بچیں۔ سائل اگر اختلافات ائمہ کی تفصیل چاہتا ہے تو ائمہ اربعہ کی معتد کتابوں کا مطالعہ کرے۔ یا کم از کم رحمۃ الائمۃ فی اختلاف الائمۃ کتاب الصيد والذبائح ص ۱۲۳۔ فتاویٰ ائمہ المذہب الاربعہ اور الفقہ علی المذہب الاربعہ مباحث الصيد والذبائح للعلامة الجزیری ہی کو دیکھ لے۔  
وہو تعالیٰ اعلم

الجواب ۲۔ ذبح شرعی سے پہلے جانوروں کو ہذریہ الیکٹرک شاک یا بذریعہ پستول دھماکہ، یا کوئی وزنی چیز سر پر مار کر نیم بیہوش کر دینا انہیں عبرت اذیت دینی اور تکلیف میں مبتلا کر دینا ہے جو شرعاً جائز نہیں لاضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ یورپ امریکہ کے جن ملکوں میں اس بات کی پابندی ہے کہ بغیر بیہوش کئے ہوئے جانوروں کو ذبح نہیں کر سکتے وہاں مسلمانوں کے لئے مجبوری ہے کیونکہ اس اذیت والے قانون کو دفع کرنے پر وہ قادر نہیں ہیں۔

جانور اگر بیہوش یا نیم بیہوش ہو اور ذبح کے وقت اس کی زندگی کے آثار ظاہر ہوں تو بعد ذبح وہ مسلمانوں کے لئے جائز و حلال ہے۔ کیونکہ امام الائمۃ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کے نزدیک صحت ذبح کے لئے مطلقاً حیات درکار ہے اگرچہ خفیف سے خفیف تر ہو جیسا کہ ہدایہ میں ہے "لو انہ ذکاہ حل اکلہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیہ حیۃ خفیۃ اوبینۃ و علیہ الفتویٰ لقولہ تعالیٰ "الَا مَا ذَكَّيْتُمْ" مطلقاً من غیر فصل الخ

مشین کے اندر ذابح ہونے کی شرعی صلاحیت نہیں کہ نہ وہ مکلف ہے نہ تسمیہ جانے اور نہ ذبح کا شرعی طریقہ۔ لہذا مشین ذبیحہ مسلمانوں کے لئے مثل مردار ہے۔



فتح اختیاری میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ ذابح کا مسلمان یا حاملِ دین سماوی ہونا پھر اس کا بسم اللہ پڑھنا اور کلال جانوروں کے مخصوص مقام پر مخصوص رگوں کو کاٹنا مذبح کے حلال ہونے کی شرط ہے اور مشین ان شرائط میں سے کسی شرط کے پوری کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

فقہاء کرام نے ذابح کے لئے یعقل التسمیة کی بھی قید لگائی ہے چنانچہ شرابی مسلمان یا مجنون و پاگل مسلمان کا ذبیحہ بھی اسی شرط پر حلال و جائز قرار دیا ہے جبکہ وہ تسمیہ کے متعلق یہ جانتا ہو کہ یہ ذبح کے لئے مامور ہے اور بذات خود ذبح کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو۔ جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے "و ذبح المجنون والصبی والشکران یجوز اذا کان یعقل التسمیة والذبح یعنی یعلم ان التسمیة مامور بہا و یطیق الذبح" (کتاب الذبائح علی الہامشۃ العالمگیریہ ص ۳۸) اور مشین کا حال یہ ہے کہ نہ وہ عاقل التسمیة ہے نہ ہی الیکٹرک کی طاقت کے بغیر ذبح کرنے کی صلاحیت و قوت رکھتی ہے۔ جس شخص کو مشین کے قریب بسبح اللہ پڑھنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ بفرض حال اگر اسے ذابح قرار دیا جائے اور مشین کو معین ذابح یا اس کا عکس تو بھی مشین ذبیحہ مرض مردار ہو گا کیونکہ بسبح اللہ کا پڑھنا یا کم از کم لفظ اللہ پکارنا ذابح اور معین ذابح دونوں پر لازم ہے (بمخلاف ذبح اضطراری کے) درمختار میں فتاویٰ خانیکے حوالہ سے ہے "وضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح و اعانہ علی الذبح سہمی کله وجوباً فلو ترکھا احدہما او ظن تسمیة احدہما تکفی حرمت" (ذبح کرتے وقت ذابح کے ہاتھ پر کسی دوسرے نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ذبح کرنے میں اس کی مدد کی تو ذابح و معین ذابح سب پر بسبح اللہ پڑھنا واجب ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی بسبح اللہ پڑھنا چھوڑ دیا اور یہ گمان کیا کہ ایک کا بسبح اللہ پڑھنا کافی ہے تو باوجود ذبح ہونے کے وہ جب انور حرام ہو گیا۔"

پھر اگر مشین اور ذابح دونوں ہی کو ذابح قرار دیا جائے تو دونوں ہی پر نصاً و اجماعاً تسمیہ واجب و لازم ہوگا۔ اور یہ روشن من الشمس ہے کہ مشین یا چھری یا بجلی کی رفو بسجہ اللہ پڑھنے اور دین سماوی کا اہل ہونے کی کلیتہً صلاحیت ہی نہیں رکھتی ہیں۔ لہذا اس صورت میں بھی مشین ذبیحہ حرام و مردار اور محض بیکار ہے گا۔  
ردالمحتار میں ہے۔

ولا تحل ذبیحة من تعمد  
ترك التسمیة مسلماً او كتابياً  
لنص القرآن والاجماع ضحاً  
وفیه ایضاً اذا كان الذابح  
اشنین فلوسی احدھما و  
ترك الثانی عمداً حرم اكله اه  
جس مسلمان یا کتابی نے جان بوجہ کر وقت ذبح  
بلسم پڑھنا چھوڑ دیا تو حکم قرآن اور اجماع کے  
مطابق اس ذبیحہ کا کھانا حلال نہیں ہے۔  
پھر اسی ردالمحتار میں ہے کہ اگر دو شخصوں نے ملکر ذبح  
کیا۔ ایک نے بلسم پڑھا اور دوسرے نے عمداً چھوڑ دیا  
تو اس کا کھانا حرام ہو گیا۔

اور اگر مشین چھری کو تیر یا سدھائے ہوئے شکاری جانور پر قیاس کریں  
جیسا کہ یورپ میں مقیم بعض مضیان نے قیاس کیا تو یہ قیاس مع الفارق ہے کہ  
مسئلہ متدائرہ اہل جانوروں سے متعلق ہے نہ کہ وحشی اور غیر مانوس جانوروں سے  
اگر وحشی حلال جانوروں کو اگر انسانوں نے پالا بوسا تو اس کے لائق اکل ہونے  
کے لئے بھی ذبح اختیاری ضروری ہے ذبح ضروری سے وہ جو پایہ جانور حلال نہیں ہوگا۔  
سوال مذکور گائے، بھیڑ، بکری اور خصوصاً مرغ وغیرہ کے ذبیحہ سے متعلق ہے۔ اور ظاہر  
ہے کہ یہ تمام جانور اہل اور پالتو ہیں جس کو حلال اور لائق اکل ہونے کے لئے شرعاً  
ذبح اختیاری ضروری ہے اور ذبح اختیاری کا شرعی حکم اور طریقہ جو اب را میں گزر چکا۔  
واللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافناء، جامعہ مدینۃ الاسلام دی ہریگ

۲۳ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ . ۱۶ دسمبر ۱۹۹۸ء

## عیسائی ہوجانے والوں کا ذبیحہ

۲۰۰۱-۱۱-۱۰  
 ۱۰۴۱: ایلہ۔ ایم، ڈی محسن کراچی بیگ ۲۹ اسٹریٹ  
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پہلے مسلمان تھا کسی  
 لالچ میں اگر اب عیسائی ہو گیا ہے۔ اس کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے یا نہیں؟  
 جب اس سے ذبح کی کیفیت دریافت کی گئی تو اس نے بتایا کہ پہلے میں صرف بسم اللہ  
 اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتا تھا۔ لیکن اب بسم اللہ ولائبنہ المسیح وروح القدس کہہ کر ذبح کرتا  
 ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید مذکور کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟  
 آپ کا خادم: ایم ڈی محسن

۸۶  
 الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

زید مذکور جو مسلمان ہے نہ کتابی، بلکہ شرعاً مردِ محض ہے اس کا ذبیحہ حرام و مردار  
 ہے اگر وہ صرف بسم اللہ اکبر کہہ کر کسی حلال جانور کو ذبح کرتا جب بھی اس کا ذبیحہ  
 حرام و مردار ہی ہوتا اور جن کلماتِ شرکیہ کے ساتھ اس نے ذبح کیا۔ اگر کوئی اہل کتاب  
 بلکہ مسلمان بھی ان ناموں کے ساتھ ذبح کرتا جب بھی مذکورہ حرام و مردار ہی ہوتا جیسا  
 کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

انہ سقی المسیح علیہ السلام اگر کسی اہل کتاب نے ذبح کے وقت صرف حضرت عیسیٰ  
 وحدۃ او اسم اللہ سبحانہ و علیہ السلام کا نام لیا یا اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں  
 سہی المسیح لا توکل ذبیحہ ۱۵ کا نام لیا جب بھی اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔  
 ہر اس اہل کتاب کا ذبیحہ حرام و مردار ہو جائے جو اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ  
 مسیح یا حضرت جبرئیل روح القدس کا نام لیکر ذبح کرتا ہے۔ یعنی ذبح کے وقت صرف اللہ  
 ہی کا نام پکارا جائے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "منہا تجرید اسم اللہ تعالیٰ  
 من غیرہ وان کان اسم علیہ الصلاۃ والسلام۔"

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

یکم جمادی الآخرۃ ۱۴۲۲ھ

# ہالینڈ میں مرغیوں کے ذبح کرنے کا طریقہ

مسئلہ: حاجی اصغر علی عبدال آمسٹرم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ذبح میں ہم لوگ یہ دیکھنے گئے کہ یہاں مرغیوں کو کس طرح ذبح کیا جاتا ہے تو دیکھا کہ ایک لائن سے آہنی سیڑھیوں کے ذریعہ مرغیاں جا رہی ہیں بیچ میں گرم پانی کا فوارہ اس پر چھوڑا جاتا ہے جسکی وجہ سے مرغیاں نیم بیہوش ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں پر وہ ذبح کی جاتی ہیں وہاں تین چار مسلمان (مراکش، الجیریا، اور ترکی کے رہنے والے) چھری لیکر کھڑے رہتے ہیں۔ پہلا آدمی ایک مرغی کو ذبح کرتا ہے دوسری اور تیسری کو چھوڑتا ہے، دوسرا مسلمان دوسری کو ذبح کرتا ہے تیسری کو چھوڑتا ہے۔ تیسرا مسلمان تیسری مرغی کو ذبح کرتا ہے اور چوتھا مسلمان صرف اس لئے کھڑا رہتا ہے کہ اگر اتفاقاً کوئی زندہ مرغی بچ گئی تو وہ اسے ذبح کرے۔ پھر ذبح کے درمیان یہ چاروں آپس میں بات چیت بھی کرتے رہتے ہیں۔

اس طرح روزانہ پندرہ ہزار سے بیس بائیس ہزار تک مرغیاں ذبح ہوتی ہیں پھر بکسوں میں پیک کر کے اس پر حلال کا لیبل لگاتے ہیں پھر ملک اور غیر ملک میں وہی مرغیاں سپلائی ہوتی ہیں۔

جب ذبح کے اس صورت حال کو ہم لوگوں نے دیکھا تو ہمارے ایک عالم دین نے ان ذابحین سے انہیں کی زبان میں پوچھا کہ آپ لوگ ذبح کے وقت کیا پڑھتے ہیں؟ کیا ہر مرغی کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہیں؟ تو اس سوال کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہم لوگ با وضو ہوتے ہیں پہلے ذبح کی نیت کرتے ہیں پھر دس بیس مرغیوں کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے ہیں اس کے بعد بغیر بسم اللہ پڑھتے ذبح کرتے رہتے ہیں..... ہمارے عالم دین نے ان سے فرمایا کہ ہر جانور کے ذبح پر اللہ کا نام پکارنا ضروری ہے۔ اگر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تو وہ جانور حرام ہو گیا۔

اب ہزار مرغیوں میں سے اپنے دو چار سو مرغیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا اور بقیہ پر نہیں لیا حالانکہ وہ ساری مرغیاں آپس میں مل گئیں تو مذبووحہ اور غیر مذبووحہ کی تمیز ناممکن ہوگئی اس طرح کل کی کل مرغی حرام و نجس ہوگئی۔

مولانا صاحب کی بات سنکر ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور ہر مسلمان کے دل میں اللہ ہے۔ جب آپ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں تو ہر رکعت کے لئے نہ تو نیت کرتے ہیں نہ ہر رکعت پر تکبیر تحریمیہ پکارتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا جب آپ مسلمان ہیں تو اپنے دس بیس مرغیوں پر تکبیر کیوں پکاریں؟ آپ کا عمل ہی بتا رہا ہے کہ ذبح کے وقت تکبیر پکارنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا صاف و صریح ارشاد ہے۔

”فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ“  
یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو مانتے ہو تو انہیں مذبووحہ جانوروں میں سے کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور آپ لوگ جب بغیر اللہ کا نام لئے ذبح کرتے ہیں تو اس کا کھانا کیسے حلال ہو گیا؟ اپنے جو نماز کی مثال دی وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب چار یا تین یا دو رکعتوں کی ایک نماز ہے تو ایک ہی نیت اور ایک ہی تکبیر تحریمیہ کافی ہے اسی لئے میں آپ سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ دو پاؤں والے جانور پر ایک بار تکبیر پکاریئے اور چار پاؤں والے پر دو بار۔ یا مرغی کے حلقوم پر الگ پاؤں پر الگ اور پر پر الگ تکبیر پکاریئے کیجئے میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ ہر ایک جان پر ایک تکبیر کافی ہے۔ ہاں اگر ایک جانور کے ذبح کرنے میں چند معاوہن شریک ہیں تو ہر ایک کو تکبیر پکارنی ہوگی۔

اب سوال یہ ہے کہ جس طریقہ سے یہاں مرغیوں کو ذبح کیا جاتا ہے کیا ازروئے شرع ان مرغیوں کو کھانا جائز و حلال ہے؟

حاجی اصغر علی عبدالعزیز انبارہ امرٹرم

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب  
مولانا مذکور نے عوامی انداز میں صحیح طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی خدا کرے کہ ان ذبح کرنے والوں کی سمجھ میں یہ دین بات آجائے۔ ہر جاندار حلال جانور کے حلقوم

پر چھری چلاتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے خواہ وہ بسم اللہ اکبر کہے یا اللہ اکبر کہے یا کم از کم اللہ کہے۔ ذبح کے وقت بغیر اللہ کا نام لئے کوئی حلال جانور لائق اکل نہیں ہوتا۔

اگر ہزار مرغیوں میں سے نو سو ننانوے مرغیوں پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا اور ایک مرغی پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا پھر اس ایک مرغی کو نو سو ننانوے میں ملا دیا کہ اس کی پہچان باقی نہ رہی تو ہزار مرغیوں میں سے کوئی مرغی کھانے کے قابل نہ رہی۔

ذبح مذکور کی مرغیوں کے بکس پر ایک نہیں ہزار حلال کا لیبل لگا دیا جائے اس کا کھانا مسلمانوں کو حلال نہ ہوگا۔ المسئلة کلمہا مصرحة فی کتب الفقه والہ تعالیٰ اعلم کتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن  
نیدرلینڈ ۲۷ مارچ ۱۹۹۹ء

## ہالینڈ میں ذبیحہ کا ایک اور طریقہ

۱۰۲۳ء: اسحاق بیوی، نارتھ آمسٹرڈم  
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک بڑے جانور کا (سلاٹر ہاؤس) ذبح خانہ ہے جہاں روزانہ بارہ سو سے دو ہزار تک گائے یا بچھڑے ذبح ہوتے ہیں۔ سلاٹر ہاؤس اگرچہ عیسائیوں کا ہے مگر مسلمانوں کی رعایت کرتے ہوئے کمپنی والوں نے تین چار مسلمان کو ذبح کرنے کیلئے ملازم رکھا ہوا ہے۔ ایک دن تین چار آدمیوں کے ساتھ ہم لوگ اس سلاٹر ہاؤس کے انتظام اور طریقہ کار کو دیکھنے کے لئے گئے کمپنی کے کارندوں نے ہمارا استقبال کیا اور مخصوص لباس پہنا کر ہم لوگوں کو سلاٹر ہاؤس کے اندر لے گئے صفائی و ستھرائی اور طریقہ کار کو دیکھ کر ہم لوگ خوش ہوئے لیکن بچھڑوں کے ذبح کا عجیب و غریب انداز دیکھنے میں آیا وہ یہ کہ بچھڑے ایک لائن سے آگے بڑھ رہے تھے۔ آگے والا بچھڑا جب لائن کی

انتہا پر پہنچ گیا تو ایک شخص وہاں کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک بڑا سا ہتھوڑا بنا ایک چیز تھی جس کا تعلق الیکٹرک لائن سے تھا اس ہتھوڑے کو پھٹے کے سر پر رکھا اور ہتھوڑا میں لگا ہوا ایک سوئچ دبا دیا سوئچ کو آن کرتے ہی ہتھوڑے میں سے لوہے کا ایک گول سلاح نکلا جو سر کی ہڈی کو توڑتا ہوا پھٹے کے حلق تک جا پہنچا کیونکہ اس سلاح کی لمبائی دس بارہ انچ اور گولائی دو ڈھائی انچ تھی..... پھر وہ بچھڑا وہیں پر گر گیا اور ایسا بے حس و حرکت ہو گیا کہ جیب اسکے پاؤں کو اٹھا کر کسی نے اس میں زنجیر پہنائی تو وہ ذرا بھی حرکت نہیں کر سکا۔ ادھر اس کے منہ سے زبان بھی باہر آگئی۔ پھر ایک شخص نے ایک سوئچ دبا یا جس کی وجہ سے زنجیر نے پھٹے کو اوپر کھینچ لیا اور وہ زنجیر سے لٹک گیا پھر ایک مسلمان چھری لیکر آگے بڑھا اور اس کے حلقوم میں بھیر دیا۔ ذبح کے بعد اس کے حلقوم سے کافی مقدار میں خون بھی خارج ہوا۔

سوال یہ ہے کہ یہ ذبیحہ از روئے شرع صحیح ہوا یا نہیں؟ نیز اس پھٹے کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا ناجائز و حرام؟ بینوا و توجروا۔

صاحب دین و اسحاق ہوئی۔ آمسٹرڈم

۸۶ الجواب — بعون اللہ العالیٰ

آہنی سلاح کے کاری ضرب لگنے سے پھٹے کا بے حس و حرکت ہو جانا پھر زبان کا باہر آ جانا، پھر اسے اٹھانے لٹکانے پر بھی حرکت میں نہ آنا اس کی موت کی علامتیں ہیں۔ لیکن وقت ذبح کافی مقدار میں خون نکلنا اس کی حیات کی علامت ہے ایسے جانور جسے بے دھار کے سلاح سے مار کر بیہوش کر دیا گیا ہو۔ قرآن پاک میں الموقودہ فرمایا گیا ہے۔ جب وقت ذبح حیات کی علامت یقیناً طور پر پائی گئی تو وہ حلال و طیب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۱ میں ہے و اذا علمت حیوتہا یقیناً وقت الذبح اكلت بكل حال ۱۵ ذبح کے وقت یقیناً طور پر جانور کی زندگی معلوم ہو جائے تو ہر حال میں وہ حلال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہ تو آپ کے سوال کا شرعی جواب تھا لیکن میرا مشورہ ہے کہ کسی مشاق و تجربہ کار ڈاکٹر سے اس بیہوش جانور کا معائنہ کرایا جائے اگر وہ بالیقین کہدے کہ اس کے اندر حیات موجود ہے صرف دہشت کی وجہ سے اس کی یہ صورت حال ہو گئی ہے۔ تب تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ہاں یہ تکلیف جو قبل ذبح اسے پہنچائی گئی ناجائز و حرام ہے "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام"

اور اگر ڈاکٹر اس کی موت ڈیکلیر کر دے تو نام نہاد ذبح سے وہ حلال نہیں ہو جائے گا۔ فقط کتہ عبدالواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء

## مرغ کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈالنا

مسئلہ ۱۰۲۴۔ احسان الرحمن فیضانی

۱۹-۳-۲۰۰۱

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈال دیتے ہیں تاکہ اس کے پیر (پنچھ) آسانی سے نکل جائیں۔ اور بعض لوگ مذبوہ مرغی کو آگ میں جھلسا دیتے ہیں تاکہ اس کے روئیں جل جائیں چونکہ ان مرغیوں کے پیٹ میں نجاستِ غلیظہ کا تھیلا موجود ہوتا ہے لہذا بہت ممکن ہے کہ نجاست کا اثر اس کے گوشت میں پہنچ چکا ہو اس لئے یہ بتانے کی زحمت گوارا کی جائے کہ مذکورہ مرغی کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

ای آر فیضانی بہرہ وایرو نوٹیکس کالج کوئمبٹور۔ تامل ناڈو

۸۶

۹۲ الجواب۔ اللہم ھدایۃ الحق والصواب

صرف گرم پانی میں ڈال کر مرغی کو نکال لینے سے اس کی نجاست تھیلا سے نکل کر گوشت میں سرایت نہیں کر سکتی ہے میں نے خود مرغیوں کو گرم ہوتے ہوئے دیکھا اور گرم کرنے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ پانی چالینس ڈگری پر گرم ہوتا ہے جس کا اثر مرغی کی چمڑیوں تک ہوتا ہے اور پیر آسانی سے نکل جاتے



ہیں۔ جب یہ پانی اسی ڈگری پر گرم کیا جائے گا تو مرغی کے پیٹ کی نجاست اس سے متاثر ہوگی۔

بہر حال جب تک ظن غالب ہے اس کی نجاست کا اس کے گوشت میں بہریت کرنا مفہوم نہ ہو گوشت کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ پھر یہ کہ مرغی کھانے والے ہر مرغی کو بار بار دھونے کے بعد ہی پکاتے ہیں۔ لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ ذبح کے بعد اس کے حلقوم کو دھویا جائے اور اس کے پیٹ کی نجاست نکال دی جائے پھر اسے گرم پانی میں رکھیں یا جھلسائیں۔

طحاوی میں ہے فالاولیٰ قبل وضعہا فی الماء المسخن ان ینخرج مانی جو فہا ویغسل محل الذبح ممّا علیہ من دم مسفوح  
تجمدا ۱۱ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۹ اپریل ۲۰۱۱ء



# کتابُ الحلال والحرام

## (حلال و حرام کا بیان)

### یورپین کاس (پنیر)

مسئلہ ۱۰۲۵ :- فیصل عدل - دی ہیگ

۱۳۱۰-۳-۵۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چیز (کاس یا پنیر) جو دودھ سے بنا ہے اور اس میں دودھ کے علاوہ چند دوسری چیزوں کی بھی ملاوٹ ہوتی ہے جو حلال و جائز اشیاء میں سے ہے لیکن ایک چیز ایسی بھی شامل کی جاتی ہے جس کے بائے میں ہم لوگوں کو شبہ ہے اور وہ ہے گائے کے زندہ بچے کے ماخ (معدہ یا باضمہ) کاس۔ اس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے یا حرام؟

۹۲ الجواب اللہم ھدایۃ الحق والقواد

جس چیز (کاس - پنیر) میں گائے کے زندہ بچے کے پیٹ سے دسومت (رُس) نکال کر ڈالا جانا ہو اس کا کھانا حرام ہے اس سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔ اسلئے کہ حلال چوپایہ جانوروں کے جسم سے دودھ کے علاوہ جو عضو یا حصہ بغیر ذبح شرعی کے علیحدہ کیا جائے اس کا کھانا شرعاً حرام ہے کما حقہ امام اہل السنۃ مجدد الملتہ فی فتاویٰ کتاب الذبائح - ہاں اگر گائے کے زندہ بچے کو شرعی طور پر ذبح کر لیا جائے اور اس کا وہ حصہ بدن جو لائق اکل ہو کاس میں ڈالا جائے تو اس کا استعمال جائز و درست ہے۔ آج کل کے سائنسدانوں اور اطباء

نے اس کے اس خاص جز بدن کا بدل دریافت کر لیا ہے جسے سمندری بھودرا (ZEE WIER) کہا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ چیز (کاس) میں اسی کو استعمال کیا جائے

جو کراہت و عدم جواز کے شبہات سے پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ، قائم الافشاء، مدینۃ الاسلام

دی ہیگ۔ ۱۵-۳-۱۹۹۶ء

## جانور کے چمڑوں اور پروں کا استعمال

مسئلہ ۱۰۴۶ :- مولانا سافظ عبدالرشید، حلقہ اشرفیہ روٹرڈم

کیا فرماتے ہیں علماء ملت اسلامیہ و مفتیان دینیہ ان مسائل میں کہ

۱۔ غیر ذبیحہ مرغیوں اور حلال جانوروں کے پَر اور چمڑے کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ ذبح شرعی کے بعد حلال جانوروں کے پَر اور چمڑوں کا استعمال خورد و نوش میں

یا کسی اور طریقہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ حرام جانوروں کے پروں اور چمڑوں کا استعمال خورد و نوش میں یا اور کسی

طریقہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بتینوا و توجروا

عبدالرشید، صدر مجلس علماء نیدرلینڈ، بانی حلقہ اشرفیہ روٹرڈم

۸۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

۱۔ حلال جانور اگر بغیر ذبح شرعی کے مر جائے یا ذبح شرعی کے علاوہ کسی اور طریقے

سے ذبح کیا جائے تو وہ مردار و حرام ہے۔ لیکن مردار جانوروں کا چمڑا دباغت

(لوئینگ) کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ اس کی ہڈی اور پَر بھی پاک ہے

بشرطیکہ اس پر کوئی ناپاک دسولت (چکناہٹ) لگی ہوئی نہ ہو۔ اس کی خرید

فروخت اور خارجی استعمال جائز و درست ہے۔

در مختار میں ہے شعر المیتہ غیر ستر کے علاوہ تمام مردار جانوروں کا بال

الخنزیر و عظمہا طاهر اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں۔

لیکن کسی مردار جانور کا چمڑا یا پیر یا کوئی دوسرا جزء بدن اگر چہ پاک ہو مسلمان خور و نوش میں اسے استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بے نقص قطعاً حرام ہے

حُرِّمَ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ (الآیۃ) وهو اعلم

۲ ذبح شرعی کے بعد حلال جانور کا چمڑا خور و نوش کے سامان میں استعمال

کیا جا سکتا ہے اور مسلمان اسے کھاپی بھی سکتے ہیں۔ البتہ پیر اور بالوں کا

استعمال کھانے پینے کی چیزوں میں کراہت سے خالی نہیں۔ وهو اعلم

۳ پیروں، بالوں اور ہڈیوں پر اگر اس جانور کی دسومت (چکنائٹ) یا کوئی

خارجی ناپاکی لگی ہوئی نہیں ہے تو وہ پاک ہے اور اس کا استعمال خارجی طور

پر جائز ہے۔ اور اس کے چمڑے دباغت (دھوپ، نمک یا ٹینری کے ذریعہ پکانا)

کے بعد پاک ہے، وہ بھی استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ

سور اور اس کا کوئی جزء بدن کسی دباغت سے قابل استعمال نہیں ہو سکتا

کہ وہ نجس العین ہے۔ اور ہاتھی کے اجزاء بدن کے استعمال سے بھی بچنا چاہئے

کہ وہ بھی سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک نجس العین ہے کما فی

المختار و فی فتح القدر۔ اور علماء اصولین کے نزدیک رِعَايَةُ

الْخِلَافِ مُسْتَحَبَّةٌ بِالْإِجْمَاعِ، مسلم ہے۔ حرام جانوروں کا کوئی جزء

بدن اشیا، خور و نوش میں ملا کر استعمال کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کنز عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافناء، مجلس علماء، نیدرلینڈ

۱۱ اپریل ۲۰۰۱ء

## مشین ذبیحہ

### اپنا خون ہدیر کرنا

### اپنا عضو کسی کو دینا

# بیج فاسد

## بنیک کامناف

### سیرت پاک بطور ڈرامہ

۱۰۵۱/۱۰۵۲/۱۰۴۹/۱۰۴۸/۱۰۴۷ء۔ مجلس علماء، بوساطت مولانا عبدالغفار نورانی

کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملانِ شرع متین ان مسائل میں کہ

- ۱۔ مشینی ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟
- ۲۔ صلیبِ احمر اور دوسرے ہسپتال والے خون کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ لوگ اپنی اپنی مرضی سے اپنا خون دیں۔ تو اس اعلان پر مسلمان اپنا خون ان غیر مسلم اداروں اور ہسپتالوں کو دے سکتے ہیں؟
- ۳۔ یہاں ہالینڈ میں گھر گھر پمفلٹ اناڑ ہتا ہے کہ جو چاہیں اجازت دیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء بدن میں سے کچھ عضو، کاٹ لیں یا نکال لیں۔ تو کیا ایک مسلمان اپنے مرنے کے بعد اپنے عضو، کے کاٹنے یا نکالنے کی اجازت دے سکتا ہے؟

- ۴۔ کچھ کمپنیاں ہیں جو مقررہ میعاد پر متعینہ رقم ہر ماہ مقررہ میعاد تک جمع کرتی ہیں۔ اور میعاد پوری ہو جانے پر رقم جمع کرنے والوں کو المضاہف (ڈبل) رقم دیتی ہیں۔ کیا ایسا کرنا یا کمپنی سے ڈبل رقم لینا جائز و روا ہے؟
- ۵۔ مسلمان کے روپے جو غیر مسلم بنیک میں یہاں جمع ہیں ہر بنیک والے سود کے نام پر ہر سال کچھ زائد رقم دیتے ہیں۔ کیا مسلمانوں کے لئے اس زائد رقم کا لینا جائز ہے۔

- ۶۔ حضور ج۔ تبغامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رض اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگیوں کے واقعات جو درس و عبرت اور نصیحتوں سے

پُرموں - ڈرامائی یا سینمائی انداز میں رول کرنا جائز و صحیح ہے؟  
بینوا و توجروا - سکرٹیری جنرل مجلس علماء نیدرلینڈ۔

۴۸۶

۹۲ الجواد — اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ —

۱ ذبح شرعی کی اکثر بنیادی شرطیں مشین ذبیحہ میں معدوم ہیں اسلئے مشین ذبیحہ مردار و حرام ہے۔ کما بیئناہ فی بعض فتاویٰ منا۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
۲ علماء مشاخرین نے تداویٰ بالدم کو ضرورتاً جائز قرار دیا ہے۔ کما فی العالمگیریۃ وغیرہا۔

”يجوز للعلیل شرب الدّم و بیماروں کے لئے ضرورتاً خون اور پیشاب کا ایول و اکل المیتۃ للتداویٰ“ پینا، مردار کھانا بغرض دوا کے جائز ہے... اور جائز امور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا بھی جائز ہے۔ لہذا اپنے جسم کا اتنا خون دینا جس سے جسمانی ضرر نہ پہنچے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
۳ مرنے والوں کی وصیت کی وجہ سے اس کے اعضاء بدن میں سے کسی عضو کو نکالنا یا کاٹنا درست نہیں۔ کیونکہ ایسی وصیت غیر شرعی یا وصیت عرفی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ نہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دور میں اعضاء انسانی کی بینکینگ (ذخیرہ) ایک طبی ضرورت ہے۔ بعض ناگہانی حالات و حادثات میں جس کی سخت ضرورت پڑتی ہے اور بوقت ضرورت اتنی تعداد میں اعضاء مطلوبہ کافر ہم کر لینا نہایت مشکل ہے۔ بنا بریں قبل از وقت اس کا ذخیرہ کر لینا علاج دسرجری کے لئے عین مصلحت ہے۔ اور اس ٹیکنیکی دور میں اعضاء انسانی کی پیوند کاری یا اس کے قطع و برید میں توہین انسانیت بھی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ہزاروں جاں بلب اور معذور مریضوں کو موت کے چنگل سے بچا لیا جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی صحت مند انسان اپنا کوئی عضو کسی بھائی کو دیدے۔ جبکہ اس کے کاٹنے یا نکالنے سے ہلاکت یا ضرر شدید کا اندیشہ

قوی نہ ہو جائز ہونا چاہئے۔

لیکن یہ سئلہ ان مسائلِ محدثہ میں سے ہے جو علماء اہلسنت زاد اللہ تعالیٰ  
امثالہا کے زیر غور ہے لہذا جب تک محققین علماء اہلسنت کا اس کے تئیں  
فیصلہ نہ ہو جائے۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ امانت الہی میں کسی طرح خیانت  
نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ جی ہاں یورپ کی ان کمپنیوں کے ساتھ عقدِ فاسد کے ذریعہ یا دینِ ضعیف  
کے ذریعہ منافع حاصل کرنا جائز و مباح ہے۔ کما فی الہدایۃ واللہ تعالیٰ اعلم  
۵ غیر مسلم وغیر ذمی کے بینک کسی نام پر منافع دیتے ہوں اس منافع پر ”ربی“ کا  
اطلاق صحیح نہیں ہے اور جب وہ ”ریو“ نہیں تو مالِ مباح و طیب ہے۔  
لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ”لا ربوبین المسلم والحربی  
فی دار الحرب“

اس حدیثِ پاک میں دار الحرب کی قید اتفاقی ہے مگر اتفاق سے جس ملک  
سے متعلق یہ سئلہ دریافت کیا جا رہا ہے اس پر دار الحرب کی تعریف صادق  
آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶ اللہ تعالیٰ ایسی شیطانی کارستانیوں سے ہر مسلمان کو اپنی پناہ میں رکھے۔  
آمین یا رب العالمین۔ حضور پر نور سید کائنات علیہ افضل الصلوٰت اور  
آپ کی زوجہ محبوبہ طیبہ طاہرہ عالمہ فاضلہ سیدہ صدیقہ ام المومنین سیدتنا عائشہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک و مقدس حیاتِ طیبات کو ڈرامائی یا سینمایی  
انداز میں پیش کرنا نہایت حرام اشد حرام سخت و شنیع بد انجام ہے جو عذاب  
الیم اور غضبِ جبار و قہار کا باعث ہے (اعاذنا اللہ تعالیٰ وایاکم) اس کا  
رول ادا کرنے والوں پر خوفِ کفر ہے اس کا دیکھنا یا اس میں کسی طرح مدد  
دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الافئدہ اسلامک فونڈیشن بیدریںڈہ

# ٹیسٹ ٹیوب اور زنا

مسئلہ ۱۰۵۳ :- مولانا حافظ محمد صدیق صاحب نعیمی

۲۶-۱۲-۱۹۸۶

حضرت اقدس حضور مفتی صاحب قبلہ! دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ٹیسٹ ٹیوب سے متعلق جوابات سے مشرف ہوا خدائے پاک آپ کے سایہ کرم کو دراز فرمائے۔ آمین تاکہ مسلمانانِ یورپ خصوصیت کے ساتھ آپ سے استفادہ کر سکیں اور مشکل ترین مسائل میں علماء آپ سے رہنمائی پائیں۔

ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ حاصل شدہ بچوں کی نسب و وضاحت سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے کہ اجنبی مرد و عورت کے پانی کا نسب میں کوئی اعتبار نہیں اور یہی حکم زنا کے پانی کا بھی ہے..... تو کیا ٹیسٹ ٹیوب میں جس اجنبی مرد اور اجنبیہ عورت کے پانی کو ملایا گیا۔ اُس پر شرعاً زنا کا حکم صادر ہوگا؟ اور کیا ان دونوں پر شرعی حد بھی عند القضا جاری ہو سکتی ہے؟ بیواؤ تو جروا محمد صدیق نعیمی امام و خطیب الغوثیہ اسلامک سنٹر دی ہیگ

۸۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

محبت محترم ذوالمجد والکرم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تم السلام علیکم وعلیٰ آلہکم وعلیٰ من یرحمکم جی ہاں جو حکم زنا کے پانی کا ہے وہی حکم اجنبی مرد و عورت کے اُس پانی کا بھی ہے جو ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ مخلوط کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عمل اپنے نتائج و اصل کے اعتبار سے زنا سے کم مضر نہیں۔ کہ اس میں بھی چوزوں کا وجود غیر فطری اور غیر شرعی طور پر عمل میں آتا ہے۔ البتہ زنا کی شرعی سزا کا نفاذ اس پر نہیں ہوگا۔ کیونکہ زنا میں جسم سے جو تلذذ ہے اس کا یہاں تصور بھی نہیں۔ ہاں بے ضرورت و حاجت اس کے عاملین و ناصرین پر قاضی شرع تعزیری کا روائی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد آمسٹرڈم

۲۶ دسمبر ۱۹۸۶ء



# جانوروں کو بٹائی پر دینا

## کمیشن ایجنٹ اور حکم شرع!

مسئلہ ۱۰۵۴/۱۰۵۵ - عبداللطیف یوسف گمان آسٹریڈم  
 ۱۹۸۵-۱۱-۲۵ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ  
 ۱۔ ہمارے بعض بعض گاؤں میں کوئی مالدار شخص کئی کئی جانور خرید کر کسی غریب آدمی  
 کو بٹائی پر دیتا ہے اور معاملہ اسی طرح طے پاتا ہے کہ تم اس کی پرورش اور دیکھ  
 بھال کرو۔ جب یہ جانور بچے دے گا تو اس کے دودھ اور بچہ میں ہم دونوں ادھے  
 ادھے رہیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ معاملہ کی یہ صورت جائز ہے یا  
 نہیں؟

۲۔ مدارس اسلامیہ جن کے اخراجات کا انحصار عوامی چنڈہ پر ہو۔ لیکن چنڈہ وصول  
 کرنے والے (محصلین) کی تنخواہیں اور اخراجات سفر جب مدارس کے ذمہ  
 ہوتے ہیں تو ان محصلین کی تمام وصولیابی اکثر ان کی تنخواہ اور اخراجات سفر کی  
 نذر ہو جاتی ہے۔ اور جب انہیں محصلین کو کمیشن پر بحال کیا جاتا ہے تو ان کی  
 محنت و کاوش دو بالا ہو جاتی ہے۔ اور چنڈہ کی فراہمی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے جس  
 کی وجہ سے انہیں بھی تنخواہوں سے زیادہ پیسے ملتے ہیں اور مدارس کو بھی  
 فائدہ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر سفراء، حضرات کو مدارس کے ارباب حل و  
 عقد کمیشن پر بحال کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کے صدقات واجبہ  
 نیز زکوٰۃ ان سفراء کے ذریعہ ادا ہوگی یا نہیں؟ بیواؤں و توجروا  
 ایل یوسف نوری مسجد آسٹریڈم

۹۲ الجواب ۸۶ - اللہم ہدایۃ الحق والصواب  
 اس مسئلہ میں فقہائے کرام مختلف ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ بھی قیاسی ہے کیونکہ

جن حضرات نے قفیز طحان والی روایت کے پیش نظر معدوم اجرتوں پر معاملات کا انحصار ناجائز قرار دیا ہے ان میں سے بعض فقہاء متاخرین نے عرف و عادت کی بنا پر اسے جائز بھی کہا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قفیز طحان والی روایت کی صحت و رفع ان کے نزدیک بھی مشکوک ہے ورنہ نص کے مقابلہ میں عرف و عادت کو وہ کبھی ترجیح نہیں دیتے اور جب مسئلہ مذکورہ کا تعلق نص شرع سے نہیں بلکہ قیاس سے ہے اور قیاس بھی دلیل شرع ہے تو جس علاقہ میں جانوروں کو بٹائی پر دینے لینے کا چلن عام ہو چکا ہو وہاں جانوروں کو بٹائی پر لینا دینا درست ہے اور جب اجرت کی وضاحت و مقدار بھی آپس میں طے ہے تو اس کے جواز میں شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اس مسئلہ کا تعلق بھی روایت مذکورہ بالا سے ہے۔ جن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قفیز طحان کی نہیں مسلم ہے ان کے نزدیک معاملات مذکورہ (کمیشن پر کام کرنا کرانا) ممنوع ہے۔ اور جن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قفیز طحان والی روایت ضعیف اور محل نظر ہے ان کے نزدیک عرف و عادت کو دیکھتے ہوئے معاملہ مذکورہ جائز و مباح ہے۔

فی زمانہ یہ معاملہ صرف مدارس کے ساتھ مختص نہیں بلکہ مختلف نوع کی بیشمار کمپنیاں اپنے اپنے مفاد کے لئے کمیشن ایجنٹ مقرر کرتی ہیں اور ان کی قوت عمل کے مطابق انہیں کمیشن دیتی ہیں۔ پھر کمیشن کی مقدار عمل سے پہلے طریقہ کے درمیان طے پا جاتی ہے جس کی وجہ سے اجرت معدوم و مجہول کا شبہ زائل ہو جاتا ہے۔ اور آپسی ممکنہ نزاعات کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اب یہ معاملہ کسی خاص قوم یا علاقہ کے ساتھ محدود نہیں رہا بلکہ تعامل الناس کی صورت اختیار کر گیا ہے لہذا استحصانا سے جائز ہونا چاہئے۔ ادائے زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے لئے تملیک شرط ہے۔ جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں وہاں مذہبی امور کا اقتدار علمائے ربانین کے سپرد ہے یا مسلمانوں نے

اپنے صوابدید کے مطابق جس عالم دین کو اپنے مذہبی امور کا مقتدا اور فیصلہ مان لیا ان کے سپرد ہے۔ اگر مدارس کے ارباب صل و عقد (اراکین) میں علمائے دین کی بھی شمولیت ہے تو ان کا مقرر کردہ محصل عامل کے حکم میں ہے اور جو زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کے لئے شرعی طور پر مقرر کیا جاتا ہے وہ منجملہ مستحقین زکوٰۃ میں ہوتا ہے "وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا" لہذا زکوٰۃ و صدقات واجبہ ان کے ذریعہ بھی ادا ہو جائے گی۔ ہاں اگر غیر عاملین کے ہاتھوں مدارس و مستحقین تک زکوٰۃ وغیرہ بھیجی جائے تو جب تک تملیک فقیر نہیں پائی جائیگی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ مسجد نوری آسٹریڈم بالینڈ

۲۵-۱۱-۱۹۸۵ء

## دو ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ عام بازار میں

مسئلہ :- مولانا سلطان رضا قادری رضوی مسجد آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مبین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مختلف ملکوں کی کرنسیوں کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ جسکی قیمت ملکوں نے اپنے اپنے طور پر مقرر کر رکھی ہے۔ اور کرنسیوں کے تبادلہ کی صورت میں بھی ملکی سطح پر اس کی ایک قیمت مقرر ہے۔ تو ایسی صورت میں دو ملکوں کے درمیان کرنسی کے اندر جو کمی بیشی ہوگی وہ شرعاً جائز ہے یا رتبہ میں داخل ہو کر حرام؟ تبادلہ کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ عوام اپنے طور پر یا گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کر کے کرنسی کا تبادلہ کرتی ہے جو قیمت کے لحاظ سے حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے مختلف ہوتی ہے۔ کیا اس طرح سے آپس میں مختلف ملک کے نوٹوں کا تبادلہ کرنے شرعاً جائز و حلال ہے یا ناجائز و حرام؟

ترجمہ الجوامع - اللہ ہم ہدایۃ الحق والضواء

جب دو ملکوں کی کرنسیاں قیمت کے اعتبار سے ایک نہیں تو یہ بیسے ظاہر

ہوا کہ وہ دونوں ایک جنس نہیں۔ بلکہ ثمن کے اعتبار سے دو مختلف اجناس ہیں اور ایسی صورت میں تبادلہ کے اندر جو کمی بیشی واقع ہوگی وہ شرعاً و عرفاً راجح نہیں کہلائے گا۔ لہذا کمی بیشی کے ساتھ اس کا تبادلہ جائز و مباح حلال و طیب ہے۔

حکومت کی طرف سے اپنی اپنی کرنسیوں کا مقرر کردہ نرخ کسی شرعی ضابطے کے ماتحت نہیں بلکہ اپنی اپنی معاشی تناظر میں ہے جس کی پابندی شرعاً واجب نہیں لہذا عوام جو اپنی اپنی رضا و خوشی سے مختلف کرنسیوں کا تبادلہ مختلف قیمتوں میں کرتی ہے وہ جائز ہے۔

ہاں ایسی صورت میں مسلمانوں کو اپنی عزت و ناموس کا بھی پاس رکھنا ضروری ہوگا کہ رائج الوقت قانون کی خلاف ورزی کے پاداش میں کہیں اس کی آبروریزی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ مسجد نوری۔ آمسٹرڈم ۱۲ نومبر ۱۹۹۵ء

## ایک قیمت کے دونوں کا تبادلہ کمی بیشی کیساتھ

مسئلہ ۱۰۵۷: محمد عبّاس شیورتن۔ رضوی مسجد، آمسٹرڈم ۱۵-۱۱-۱۹۹۵ء  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ملک کا نوٹ اسی ملک کے نوٹ سے کمی بیشی کے ساتھ خریدنا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ دونوں نوٹوں کی قانونی قیمت ایک ہی ہے۔ حسین علی رضوی مسجد کیراؤف محمد عبّاس

۹۲۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

ہر ملک کا نوٹ (کاغذی کرنسی) اس ملک کے لئے زر قانونی و اصطلاحی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)۔ جس کو قانوناً ثمن کی حیثیت حاصل ہے۔ لہذا ملک کے اندر ایک نوٹ کو اسی قیمت کے دوسرے نوٹ سے کمی یا بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد، آمسٹرڈم۔ ۱۵ نومبر ۱۹۹۵ء

# کوکا کھانا حلال یا حرام؟

مسئلہ ۱۰۵۸۔۔ قاری زکریا۔ فرینکفورٹ جرمنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مشہور پرندہ جسے کوکا کہتے ہیں اس کا رنگ نہایت سیاہ بولی اس کی کانیں اور کھانا اس کا حلال و حرام، پاک و ناپاک سب ہی۔ اس پرندہ کا گوشت مسلمانوں کو حلال ہے یا حرام؟ میں نے کسی مولوی صاحب سے سنا ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک اس پرندہ کا کھانا نہ صرف جائز و حلال بلکہ ثواب بھی ہے۔ کیا مولوی صاحب مذکور کا بیان صحیح ہے؟ محمد زکریا جہلمی۔ وارد حال فرینکفورٹ۔

الجواب۔۔۔۔۔ اللہم ہدایہ الحق والصواب۔۔۔۔۔

پرندہ مذکورہ (کوکا، غراب، الغراب الابقع، زاغ، زاغ معروف) اپنی خباثت و فسق و فجور اور ایذا رسانی میں مشہور ہے۔ اور وہ اپنی فطری خباثت و فسق کی وجہ سے حرام و مردار ہے۔ قال تعالیٰ عزوجل

وَيَحْرِمُهُمْ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ (الایۃ) (نبی محترم) مسلمانوں پر خبیث چیزوں کو حرام فرماتے ہیں اور نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے رواہ مسلم عن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔

خَمْسٌ فَوَاسِقٌ يَقْتُلْنَ فِي الْحَلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةَ وَالْغُرَابَ الْاَبْقَعِ الْاِنَّ كُوَاكُوَ فَوَاسِقٌ كَمَا فَرَمَا يَا اس کی وجہ ائمہ حدیث سے سنئے۔

پانچ جانور فاسق ہیں جو حل اور حرم میں مائے جاتے ہیں ان میں سے ایک سانپ دوسرا کوکا ہے۔

ومعنى الفسوق فيه (الحديث) خبيثهن وكثرة الضرر (مجمع البحار والبحر الرائق) فاسق غراب ازال ست کہ کاوش می کند پشت مجروح دواب را (تیسیر الفاری شرح بخاری)

فسق سے مراد یہ ہے کہ وہ خبیث اور زیادہ ضرر پہنچانے والا پرندہ ہے۔

کودوں کا فسق یہ ہے کہ وہ چوپاؤں کے زخم میٹھیں

کوکرید تارہتا ہے۔ (تیسیر الفاری)

بیہقی شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت ہے۔

من یا کل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقاً واللہ ماہو من الطیبات  
 کو اکون کھا سکتا ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ خدا کی قسم وہ طیبت سے نہیں ہیں۔  
 (بیہقی وابن ماجہ) (یعنی خباث سے ہے جو حرام ہے)

جی ہاں دیوبندی فرقہ کے سرغنہ مولوی رشید احمد نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں اسے کھانا ثواب لکھا ہے۔ ایسا انہوں نے کیوں کیا؟ اس کا جواب قرآن پاک میں ہے  
 الخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد، آمسٹرڈم

۵ مئی ۱۹۸۷ء

## تمباکو نوشی، تمباخوردنی

۱۰۵۹ مسئلہ :- محمد شریف و محمد فیصل عبدل، دی ہیگ۔

۱۶-۲-۱۹۹۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سگریٹ نوشی یا تمباکو خوردنی کا شرعی طور پر کیا حکم ہے؟ جبکہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ جس تمباکو کا استعمال سگریٹ میں ہوتا ہے اس تمباکو میں ضرور بالضرور شراب ہوتی ہے۔ کیونکہ سگریٹ بنانے سے پہلے چند دنوں کے لئے تمباکو کے پتے کو شراب میں ڈبوایا جاتا ہے اور جب شراب کا پورا اثر اس میں سرایت کر جانا ہے تو اسی پتے سے سگریٹ بنایا جاتا ہے؟ محمد شریف عبدل

۹۲ الجواد اللہم ہدایۃ الحق والصواب

تمباکو نوشی یا تمباکو خوردنی خواہ کسی شکل میں ہو (سگریٹ، پیڑی، حقہ، کھین، تمباکو، خمیرہ، قوام اور نسوار وغیرہ) سب مکروہ طبعی ہے کہ نفاست پسند

طبیعتیں اس سے بیگونہ نفرت کرتی ہیں اور اگر اس کے ذریعہ کسی تجربہ کار ماہر ڈاکٹر  
 و طبیب حاذق کے کہنے کے مطابق کوئی ذمہ منظنون ہو مثلاً دردِ شکم کا زائل ہونا،  
 کاسرریاح ہونے کے سبب گیسٹک کا خاتمہ، پیریا کا خاتمہ تو اس کی کراہتِ طبعی  
 بھی زائل ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اگر تمباکو نوشی اور تمباکو خوردنی وغیرہ سے جسمانی ضرر  
 کا ظن غالب ہو تو اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔ قال تعالیٰ "لَا تُلْفُوا  
 بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" اور اگر یہ تحقیق ہو کہ تمباکو کے پتوں کو شراب  
 میں ڈبونے کے بعد ہی سگریٹ یا کھانے کی پتی یا قوام وغیرہ بنایا جاتا ہے اور شراب  
 کا اثر اس میں باقی رہتا ہے تو اس کا کھانا، پینا، نسوار لینا سب حرام اشد حرام  
 نہایت بد انجام ہے کیونکہ شراب کی ایک بوند بھی برنص قطع حرام و نجس ہے۔ اِنَّمَا  
 الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ  
 فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ - ۱۶ اپریل ۱۹۹۴ء

## جانوروں کے ساتھ بد فعلی

مسئلہ :- اہالیانِ عشورہ کیراؤف نورا الحسن

۲۸-۱۰-۱۹۹۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ ایک باہوش بالغ  
 مسلمان ہے۔ کئی دیہاتیوں کے جانوروں کی دیکھ بھال اور اس کی چرواہی کرتا  
 ہے۔ ایک دن ایک متقی و پرہیزگار نمازی آدمی جنگل کی طرف جا رہا تھا تو اس  
 نے دیکھا کہ زید ایک دودھ دینے والی بکری کو پکڑے ہوا ہے اور اس کے ساتھ  
 بد فعل کر رہا ہے۔ اس نے گاؤں میں واپس آ کر اس واقعہ کو بیان کیا جس کو سن کر  
 سائے لوگ زید سے متنفر ہو گئے اور اب اُسے سزا دینا چاہتے ہیں۔ از روئے شرع  
 شریف اس کی کیا سزا ہے صاف صاف تحریر فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: اہالیانِ مشورہ، سیٹاپور

۷۸۶

الجواب — اللہم ھدایۃ الحق والصواب

اسلامی شرع میں مجرمین اور گنہگاروں کے لئے تین طرح کی سزائیں ہیں۔  
 (۱) حد۔ اس کی حد شرع میں مقرر ہے۔ مثلاً زخم کرنا یہاں تک کہ مجرم مر جائے۔  
 تنکو کوڑے مارنا خواہ مجرم زندہ رہے یا مر جائے۔ (۲) تعزیر۔ زجر و توبیخ اور شرم و  
 عار دلانے سے لیکر موت تک کی سزا مجرم کو دی جاسکتی ہے۔ تعزیر کا تعین حاکم  
 شرع کی صوابدید پر منحصر ہے۔ وہ مجرم اور جرم کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے جس  
 قسم کی سزا چاہے مقرر کرے۔ کما فی تنویر الابصار والدر المنثور فی شرحہ "التعزیر  
 (لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رأی القاضی) وعلیہ مشائخنا"  
 اور شامی ص ۲۵۱ میں ہے الحاصل وجوبہ بالاجماع الاممۃ لکل  
 مرتکب معصیۃ لیس فیہا حد مقرر الخ

۳ توبہ۔ جہاں اسلامی امارت نہیں یا قاضی شرع غلبہ کفار و مشرکین کی وجہ  
 سے حدود و تعزیرات کو بروجہ شرعی جاری نہ کر سکے تو بالآخر وہاں مجرمین پر توبہ  
 و استغفار ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آخرت کی سزا سے برکتی الذمہ ہوگا  
 بلکہ توبہ کرنے کے سبب وہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں رہنے کے قابل ہو گیا۔  
 گویا وہ گناہ اس سے سرزد ہی نہیں ہوا۔ جو ہوا کیونکہ اس نے توبہ کے ذریعہ  
 تازلیت اس گناہ کے قریب نہ جانے کا عہد کر لیا ہے..... زید بے قید حرم  
 ہوس کے صید پر اگرچہ بر طریق شرعی جرم ثابت نہیں ہو سکے گا کہ نصاب شہادت  
 (و نصابہا رجلان اَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ) مکمل نہیں ہے ہاں اگر بغیر  
 جبر و اکراہ کے زید اپنے جرم کا اقرار کر لے تو اس پر تعزیر شرعی عائد ہوگی یعنی قاضی  
 شرع اسے موت تک کی سزا دے سکتا ہے۔ لیکن ہالینڈ وغیرہ ممالک یورپ، امارات  
 اسلامیہ کی اہلیت نہیں رکھتے اور ہندوستان میں فی الحال غلبہ کفار و مشرکین کی وجہ  
 سے حدود و تعزیرات کا نفاذ مستعذر ہے تو بالآخر تیسری صورت وجوب توبہ اس پر



عائد ہوگی۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام «التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ مِثْلُ مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ»  
 نیز جس سوسائٹی اور ماحول میں زید مذکور رہتا ہے اس سوسائٹی کے مسلمانوں  
 کو چاہئے کہ زید کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے اور ایسی سماجی سزائے جو دوسرے لوگوں  
 کے لئے عبرت آموز ہو۔ مالی تغزیر تو منسوخ ہو چکا ہے البتہ مذکورہ صورت حال میں  
 بکری کی مناسب قیمت لگا کر وہ قیمت زید سے وصول کی جائے پھر چاہئے کہ  
 اس بکری سے کوئی فائدہ اٹھائے بغیر اسے ذبح کر کے چیل کوڑوں کو کھلا دے یا جلادے۔  
 درمختار میں ہے " یعذر ویذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا  
 مئة اومیئة " اور ردالمحتار میں نھر الفائق اور زلیعی سے ہے " فان  
 كانت الذابۃ لغير الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ  
 بالقیمۃ ثم تذبح " واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافاق، جامعہ مدنیۃ الاسلام دی بگہ

۲۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء

## تصویر اور اس کا حکم

مسئلہ ۱۰۶۱۔ فیض الرحمن سبحانی۔ کالی کٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس کی  
 کیا دلیل ہے کہ تصویر کشی حرام ہے۔ زید کہتا ہے کہ اگر تصویر کشی حرام ہوتی تو وہ نابوت  
 جس کے بارے میں قرآن میں ذکر جمیل آیا ہے اور اس نابوت کے بارے میں مفسرین  
 حضرات فرماتے ہیں کہ اس نابوت کے اندر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے حواریین  
 اور ان کے گھروں کی تصویریں موجود تھیں حتیٰ کہ نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی  
 تصویر بحالت قیام یا رکوع اس کے اندر بنی ہوئی ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ تصویر  
 کشی حرام نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کئے کے عین مطابق ہے۔ اور حدیث میں جو ذکر آیا  
 ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں تو اس سے مراد وہ تصویر ہے جس کے

جہاتِ ستہ ہوں۔ لیکن آجکل جو تصویر کشی ہوتی ہے۔ اسمیں صرف ایک ہی جہت ہوتی ہے، اور وہ آگے کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ بعض کتابوں میں بھی موجود ہے لہذا اس سوال کا صحیح جواب کیا ہے؟ مدلل مطلع فرمائیں۔

المستفتی: فیضان الرحمن سبحانی شریعت کالج کراچو، کالیکٹ کیرالا

۹۲

الجواب: هو المہادی الی الصواد  
تصویر کشی کی حرمت پر احادیث کریمہ حدیث تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جو کتب صحاح ستہ کے علاوہ دیگر معتد کتب احادیث میں درجنوں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت ہیں۔ اسی لئے ائمہ اعلام علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جاندار تصویر کشی کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے خواہ وہ کچھتی ہو یا شش جہتی، سایہ دار ہو یا بے سایہ دستی ہو یا عکسی۔

یہ کہنا کہ جن تصاویر کی ممانعت ہے اس سے مراد شش جہتی تصویریں ہیں یہ زید پیکر کی اپنی نفسانی مراد ہے۔ کتاب و سنت۔ مذہب و شریعت کی مراد نہیں۔ اگر ہے تو زید سے پیش کرے "ہَا تَوَابُرْهَا فَانْكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ..... حضور انور شفیع محصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں مجسمہ اور عکسی (شش جہتی و کچھتی) دونوں قسم کی تصویریں بنا شروع ہو چکی تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً تصویر کشی کی ممانعت فرمادی تھی جس میں بے تخصیص و تقیید تصاویر کی ہر ایک قسم داخل ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل السنہ اپنے فتاویٰ مبارکہ رضویہ میں فرماتے ہیں "در زمان برکت نشان سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہر دوگانہ تصویریں ساختند ہم بجم و ہم سطح و در احادیث از مطلقاً صورتگری نہیں اکید و بر صنعت او وعید شدید بے تخصیص و تقیید و روایات پس جمیع اقسام او زیر منع در آمد تصویر بے سایہ را و داشتن مذہب بعض و انض است۔ (العطایا النبویہ فی فتاویٰ رضویہ)

زید بے قید نے جس کج بھتی تصویر کی اباحت کا قول کیا۔ احادیث کرم میں نام کی  
اسی تصویر کی حرمت آئی۔ نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ  
وجہہ الکریم سے روایت ہے۔

صنعت طعاماً فدعوت رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
فجاء فراء تصاویر فرجع... فقلت  
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم ما رجعت باجی و  
امی قال ان فی البیت ستراً  
فیه تصاویر وان الملائکة لا  
تدخل بیتاً فیه تصاویر....

کرم میں نے کھانے کا اہتمام کیا اور سید عالم صلی اللہ  
کو دعوت دی تو آپ تشریف لائے مگر پردہ پر  
کچھ تصویریں کو دیکھ کر واپس لوٹ گئے، تو میں  
نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک  
وسلم میرے باپ ماں آپ پر خدا ہوں کس سبب سے  
واپس ہوئے؟ ارشاد فرمایا گھر میں ایک پردہ پر  
تصویریں تھیں اور رحمت کی فرشتے اس گھر میں داخل  
نہیں ہوتے ہیں جس میں تصویریں ہوں۔

پردوں پر جو تصویریں بنتی ہیں وہ شش جہتی نہیں ہوتیں پھر اس پر ناراضگی کا  
اظہار فرمانا دعوت کے باوجود وہاں سے لوٹ جانا۔ حضرت سیدنا علی جیسے عزیز و  
مقرب صحابی، چہیتے داماد اور ابن العم کی محنت و دعوت کو یکلخت نظر انداز فرما دینا اور  
امام الاولیاء حیدر کرار شیر خدا کے کاشانہ رحمت کو قولا و عملاً مانع رحمت قرار دینا تصاویر  
کی حرمت و نحوست پر صاف و صریح دال نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

بیشک پردوں پر چھپی ہوئی یا بنائی ہوئی تصاویر کے خلاف آپ کی ناراضگی  
و غضب اس کی حرمت پر روشن دلیل ہے اور جب کج بھتی تصویر کی نحوست کا یہ  
حال ہے تو چند جہتی یا شش جہتی تصویروں کا کیا مآل ہوگا، ہاں کسی فرض کی ادائیگی  
کے لئے ضرورتاً بادل نحواستہ جس تصویر کی اجازت دی گئی ہے وہ کج بھتی تصویر ہے  
اباحت تصویر کے لئے نابوتِ اسمانی کو پیش کرنا عجیب تر بلکہ مضحکہ خیز ہے کیونکہ  
احکام شریعت بندگانِ خدا کے لئے ہے نہ کہ خدا کے لئے؛ پھر اگر تابوت میں بروایت  
و بحکایت تصویریں ہوں تو وہ قدرتی تھیں نہ کہ بناؤنی جس میں بندوں کے ارادہ

و فعل کو دخل ہوتا ہے حکم شرع اسی پر نافذ ہوتا ہے۔ اگر بادلوں کی تشکیل سے کسی جانور کی صورت نمایاں ہو جائے، ہواؤں کے تھپڑ سے ریت پر کسی جاندار کی تصویر چند جہتی ظاہر ہو جائے یا پانی کی لہروں سے پانی کی سطح پر کوئی رنگینا ہوا جانور محسوس ہونے لگے تو کوئی مفہمی حرمت کا کوڑا لیکر ان سب کے پیچھے نہیں دوڑے گا کہ خامہ قدرت نقش و نگار اور صور مختلفہ کے سنوارنے میں آزاد ہے "هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ"۔

ہر قدرتی عمل ہمارے عمل کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ بالفرض اگر ایسا ہو تو سارا نظام شریعت ہی بکھر جائے۔

تابوت سکینہ میں تصاویر و تماثیل کی روایت ارباب الاخیار کی ہے۔ محبوب کردگار شفیع روز شمار علیہ صلوات اللہ الغفار کی یا صحابہ کبار ائمہ و فقہاء ذی وقار علیہم السلام کے اقوال و ارشاد نہیں۔ تو احادیث صحیحہ متواترہ کے بالمقابل روایات و حکایات کو پیش کرنا مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔ رزقنا اللہ تعالیٰ و ایاکم الرحمة السعادة و احفظنا من السخطة و الشقاوة و صلی اللہ تعالیٰ علی نبی الرحمة و خیر البریة۔ وہو اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ اسلامک فونڈیشن، نیدرلینڈ

۲۱ جولائی ۲۰۰۲ء



# لواطت اور اس کے حامی کا شرعی حکم

مکتبہ:۔ (مولانا) عبد الغفار نوری

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس بارے میں کہ ملک نیدرلینڈ<sup>۲۸-۸-۲۰۰۶</sup> ایک ملک ہے جہاں مختلف رنگ و نسل اور قوم و مذہب کے لوگ رہتے سہتے ہیں اور ہر ایک جماعت و افراد کو بغیر دوسروں سے متصادم ہوئے اپنے اپنے طور طریقہ سے زندگی گزارنے کی آزادی ہے چنانچہ عیسائی، مسلم، یہودی، دہریہ، ہندو، بدھ سیٹ وغیرہ جہاں اپنے اپنے طریقہ سے زندگی گزار رہے ہیں وہیں ملکی اور قومی اعتبار سے انڈونیشین، ملائشین، ترکیز، مرکانز، سورینامرز، چائینز، جاپانیز اور ہندوستانی پاکستانی وغیرہ بھی اپنے رسم و رواج کے مطابق خوشی و غمی کے مراسم بجالاتے ہیں یورپ کے ملکوں میں اس وضاحت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہاں شراب، زنا اور قمار وغیرہ کی اسنادِ جواز حکومت کے انتظامیہ کی طرف سے جاری کی جاتی ہیں شراب پیچنے والے، زنا کرنے والے اور زنا کرانے والیاں، جو اکھیلنے والے اور جو اکھلانے والے سب ہی آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں یہاں تک کہ جنسیت کی سندِ جواز بھی حکومت کی طرف سے مہیا کی جاتی ہے۔ یعنی عورتیں عورتوں کے ساتھ اور مرد مر کے ساتھ باضابطہ قانونی نکاح کر سکتے ہیں اور باہم زوجین کی طرح رہ سکتے ہیں۔۔۔۔۔

ان حالات کے تناظر میں ایک مسلمان نے ان لوطیوں کی ایک حمایتی تنظیم ”یوسف“ میں اپنا یہ بیان دیا ہے کہ جس طرح ہر قوم و ملت اور افراد و جماعت کو یہاں جینے اور شہری حقوق و رعایت حاصل کرنے کا حق ہے اسی طرح لوطیوں کو بھی ہے لہذا یہاں کے ائمہ مساجد اور علماء سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ پر نہایت رحم دلی کے ساتھ بات چیت کریں اور ایسا کوئی درمیان راستہ نکالیں کہ قرآن پاک کی ممانعتِ لواطت والی آیتیں اور اس کی حرمت والی حدیثیں بھی اپنی جگہ برقرار رہیں اور لوطی گروہ کو بھی دوسروں کی طرح یہاں کے شہری حقوق و مراعات

مل جائیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لواطت یا لوطیوں کا دین اسلام میں کیا حکم ہے؟ اور مسلمان مذکور کے بیان مذکور کی شرعی کیا حیثیت ہے۔؟ اور اس پر کیا اسلامی حکم نافذ ہوتا ہے؟ منجانب :- مجلس علماء نیدر لینڈ۔

نوٹ :- اگر ہو سکے تو اس سوال کے جواب کے علاوہ ایک مختصر مگر نافع مضمون "اسلام اور لواطت" کے عنوان سے لکھ دیا جائے تاکہ یہاں کے مقامی زبان اور یورپ کی دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع کیا جاسکے۔ (عبدالغفار نورانی)

۹۲ الجواب بعون العليم الوهاب

شخص مذکور فی السؤال احکام دینیہ سے ناواقف مگر نہایت ہی شاطر معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اپنی شاطرانہ چالوں کے باوجود آئین اسلام کی شدید گرفت میں ہے۔ کیونکہ اس کے تمام تر بیانات سے یہی مترشح بلکہ واضح ہوتا ہے کہ وہ لوطی گروہ کا ہمدرد، بہی خواہ یا اس گروہ کا ممبر ہے یا اس کے لئے اس کے دل میں نرم گوشہ موجود ہے۔ اور وہ لوطیوں کی حمایت میں اسلام کے شرعی احکام کے اندر تبدیلی تک کا خواہاں ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ چونکہ وہ لواطت کی ممانعت و حرمت کا بھی قائل ہے اس لئے اس پر حکم کفر تو نہیں لگے گا۔ البتہ الملائم مع من آحبہ کے بموجب اس پر واجب ہے کہ وہ لوطی گروہ سے اپنی بیزاری کا اعلان کر کے اسی طرح توبہ کرے جس طرح اس نے حمایت میں بیان دیا ہے اور اس کا حمایتی بیان پریس کے ذریعہ منتشر ہوا ہے توبہ نامہ بھی اسی طرح منتشر ہو۔

جو مسائل دینیہ دلائل شرعی سے مزین و مدلل ہیں ان میں کسی مسلمان عالم و غیر عالم کو مجال دم زدن نہیں خصوصاً حرام و حلال کے مسائل کہ جس کی حرمت و حلت یقینی ہو یعنی نص قطعی سے ثابت ہو۔ اس کے خلاف سوچنا بھی ایسا کی کمزوری اور ذوق ایمانیات سے مہجوری ہے۔

مسئلہ مذکورہ جس کی حرمت بہ نص قطعی یقینی ہے کوئی مسلمان

اس کے حرام ہونے میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس انکار سے آیاتِ محکمہ، احادیثِ کثیرہ و صحیحہ نیز فقہائے صحابہ و فقہاءِ ائمتہ کے اقوالِ رجیحہ کی تغلیط ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے لواطت کو بے حیائی، نفس پروری اور حیوانیت قرار دیا ہے۔ (اعراف ۸۱-۸۰) اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوطیوں پر بار بار لعنت فرمائی ہے۔ حضرت صدیق اکبر حضرت مولیٰ علی اور اعظم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اس فعل بد کے فاعل و مفعول دونوں کو دیکھی ہوئی آگ میں جلا دینے کا حکم ہے اور ائمہ اسلام کے نزدیک انہیں سنگسار کر دینے کا حکم ہے اور دراصل ان دونوں حکموں کا مال ایک ہی ہے کہ ایسے لعنتیوں کے وجود سے خدائے پاک کی زمین پاک کر دی جائے۔

اسلئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ لوطیوں کی نہ کسی طرح حمایت کریں نہ ان کے افعالِ قبیحہ و شنیعہ سے چشم پوشی کریں بلکہ اس کے مال و نتائج سے اپنی قوم و ملت کے نونہالوں اور نوخیز نوجوانوں کو برابر خبردار کرتے رہیں تاکہ بلائے لوطی کی نچوٹوں سے وہ دور رہیں اور خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غضب و لعنت سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ خادم الاقناء مجلس علماء نیدرلینڈ

۲۸ اگست ۱۹۷۷ء

نوٹ :- آپکی فہمائش کے مطابق لواطت اور اسلام کے عنوان سے ایک مختصر مضمون حاضر خدمت ہے۔ اگر مختلف زبانوں میں یورپ کے اندر کثیر اشاعت ہو جائے تو اس سے قوم مسلم کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

## لواطت اور اسلام

لواطت کی ابتداء حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدکردار قوم نے کی اور اس

نے یہ بد عملی شیطان لعین سے سیکھی (خزائن العرفان)۔ اگلام بازی یعنی غیر فطری عمل کا ظہور انسانی آبادی میں حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کی ناہنجار قوم سے ہوئی اسی لئے اس بد عملی کو لواطت بھی کہا جاتا ہے۔ قوم لوط کی اس بد کرداری اس کی برائی و نحوست اور اس کے سبب دردناک عذاب کا ذکر قرآن مقدس میں بار بار کیا گیا ہے مثلاً سورۃ ۷۷ کی آیات ۸۲ تا ۸۰۔ سورۃ ۷۷ کی آیت ۷۸۔ سورۃ ۷۷ کی آیات ۶۶ تا ۶۱، پھر اسی سورۃ کی آیات ۷۷ تا ۶۷، ان مکمل آیات قرآنیہ کے علاوہ بھی جزوی طور پر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عبرتناک عذاب کا ذکر قرآن مقدس میں موجود ہے..... سورۃ ۷۷ کی پانچوں آیتوں کا ترجمہ سنئے اور اندازہ لگائیے کہ لواطت کس قدر سنگین اور ناقابل معافی جرم ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

(ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کیا ۸۰) بیشک تم عورتوں کو تھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کی پیاس بجھانے کیلئے جاتے ہو تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو ۸۱) ان کی قوم کے پاس اسکے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ ان لوگوں کو بستی سے باہر نکال دو یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں ۸۲) پھر ہم نے نجات دیدی لوط اور ان کے گھر والوں کو، سوائے ان کی بیوی کے۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوئی ۸۳) اور ان پر ہم نے پتھروں کی بارش کی تو دیکھو کیسا عبرتناک انجام ہوا مجرموں کا۔ ۸۴)

مذکورہ آیت ۸۰ میں بتایا گیا کہ یہ ایسی بے حیائی کا کام ہے کہ ساری دنیائے انسانیت میں سوائے اس بے غیرت قوم کے کہیں دوسری جگہ یا دوسری قوم میں نہیں تھا اس شیطان عمل کی ایجاد کا سہرا انسانی دنیا میں قوم لوط کے سر رہا۔ آیت ۸۱ میں فرمایا گیا کہ وہ بد کردار قوم اپنی شہوت رانی کے لئے عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس جاتی اور اسے استعمال کرتی تھیں۔ اور اس طرح وہ اپنی ہی



قوم کے آدھے حصہ (صنف نازک) کو اس کے جائز حقوق سے محروم کر کے اسے اپنی فطری جذبات کی تکمیل کے لئے اپنی ہی ہم نوع کے ساتھ مستی نکالنے پر مجبور کر چکی تھی اور اس طرح یہ دونوں نوعیں خدا کی دی ہوئی امانت جو ہر حیات کو انسانی تشکیل و تکثیر کی بجائے بنجر زمین یا ناقابل زراعت وادی میں ضائع کرنے لگیں اور بدکردار مردوں کی وجہ سے خود اس کی نوع (مردوں) کا بھی تقریباً آدھا حصہ نسوانی خصائص کا شکار ہو کر ملک و قوم کی کمزوری کا سبب بن گیا۔

گویا لواطت کی مریض قوم نہ بذات خود دم بریدہ اور مقطوع النسل ہونے کے لئے کمر بستہ ہو گئی بلکہ غیر شعوری طور پر ملک و قوم کے ساتھ غداری بھی کرنے لگی ہے۔ غالباً اسی لئے قرآن مقدس نے لوطی مریضوں کو "مہسرفون" فرمایا۔ مسرف کا لغوی معنی ہوتا ہے زیادتی کرنے والا، خطا کرنے والا، جاہل ہونے والا، مستحق کو تھپوڑ کر غیر مستحق کو دینے والا، اور حد سے تجاوز کرنے والا یعنی سرحد کو بغیر ویزا کے کراس کر جانے والا۔ قرآن مقدس کا یہ اعجاز ہے کہ اس کے ایک لفظ نے لوطیوں کے سارے جغرافیائی نقشوں کو صبحِ قیامت تک آنے والوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔

آیت ۸۲ میں بتایا گیا کہ وہ قوم نصیحت کرنے والوں کے بارے میں بدگمان و بد زبان تھی کہ "بہنیں اور نبی کے ساتھیوں پر طعنہ کستی تھی کہ" وہ بڑے پاکباز لوگ ہیں" حالانکہ یہ بات حقیقت تھی مگر وہ بطور طعنہ کہا کرتی تھی۔ نیز وہ اپنے ناصحین کو شہر بدر کرنے کا بھی پلان بناتی رہی تاکہ کوئی انہیں شیطانی عمل سے روکنے والا نہ رہے۔ اور بالکل یہی حال دنیا کے ان تمام ممالک کا ہے جہاں لوطی قوم کے پیروکار موجود ہیں کہ وہ اپنے سچے ہمدرد و ناصحین کو اپنے ملک سے کسی طرح بھی نکالنا چاہتے ہیں تاکہ کوئی انہیں روک ٹوک کرنے والا نہ رہے اور وہ کھلے عام اپنی حیوانیت کا مظاہرہ کر سکیں۔

آیت ۸۳ میں اس دردناک و عبرتناک عذاب کا ذکر ہے جو لواطت کرنے والوں اور اس کے حامیوں پر آیا۔ حالانکہ اس عذاب کو ٹلنے کے لئے حضرت سیدنا

ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر، اولوالعزم خلیل و مقرب نبی نے بارگاہِ خداوندی میں بار بار عرض و معروض کیا پھر بھی لوٹیوں پر سے وہ عذاب نہیں ڈالا گیا تاکہ انسانوں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ لواطت ایسا مجرمانہ اور مسرفانہ فعل ہے جس کی سزا عبرتناک عذاب ہی ہے۔ پھر اس عذاب کا قرآن پاک میں بار بار ذکر فرما کر آنے والی قوموں کو لواطت کی نحوست اور برے انجام سے باخبر فرمادیا گیا ہے تاکہ ذرا بھی سوچ سمجھ رکھنے والی قومیں اس سے عبرت حاصل کریں۔

یہ مختصر وضاحت تو قرآن مقدس کی صرف چند آیتوں کی ہے اگر ان تمام آیتوں کی تفسیر و توضیح بیان کی جائے جو لواطت کی نحوست اور اس کی سزا سے متعلق ہیں تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اب دو چار احادیث کریمہ کا ترجمہ و مفہوم بھی سماعت فرمائیں۔ تاکہ لواطت کی مزید نحوست و برائی اچھی طرح سمجھیں آجائے۔

① نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے (ترجمہ) اپنی بیوی سے بھی لواطت کرنے والا ملعون ہے (ابوداؤد) ② اللہ تعالیٰ اُس مرد کی طرف ہرگز رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو اس بد فعلی (لواطت کا ارتکاب کرے۔ (ابن ماجہ مسند احمد) ③ جس کو قوم لوط کا فعل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل و مفعول (لواطت کرنے والا اور لواطت کرنے والا) دونوں کو قتل کر دو (ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی)۔

ان ارشاداتِ گرامی پر تھوڑی سی توجہ دینے کے بعد یہ باتیں آسانی سمجھ میں آجاتی ہیں کہ لواطت لعنتِ خداوندی کا سبب اور اس کی رحمت سے دوری کی وجہ ہے اس کے فاعل و مفعول دونوں کے لئے سخت ترین اور عبرتناک سزائیں ہیں۔ اسلامی معاشرہ اس (لواطت) سے گھن کرے گا کیونکہ وہ قومیت کے لئے گھن ہے اور روحانیت کے لئے زہر قاتل۔

اخیر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اسلامی عدالت میں اس بد فعلی کی سزا کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں لواطت کا کوئی مقدمہ بارگاہِ رسالت

میں پیش نہیں ہوا اسی لئے اس بد فعلی کی کوئی خاص سزا عدالتِ اسلامیہ میں متعین نہیں ہو سکی۔ البتہ خلیفہ اول ارشد الخلفاء، الراشدین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت سیدنا خالد بن ولید نے دوسرے ملک سے ایسے مجرم کی سزائے متعلق بارگاہِ خلافت میں خط لکھ کر استفسار فرمایا۔ چنانچہ خلیفہ اول نے اس معاملہ میں صلاح و مشورہ کے لئے اہل الرائے (فقہاء صحابہ)

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس مشاورت طلب فرمائی۔ کتاب و سنت کی روشنی میں مختلف صحابہ کرام نے مختلف سزائیں تجویز فرمائیں، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے یہ تھی کہ اس کے فاعل و مفعول

دونوں کو کسی پرانی عمارت کے نیچے کھڑا کر دیا جائے اور وہ عمارت ان پر ڈھادی جائے..... حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ فتویٰ دیا کہ آبادی

کی سب سے اونچی عمارت پر سے ان دونوں کو سر کے بل زمین پر پھینک دیا جائے اور اوپر سے پتھر برسائے جائیں۔ اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی یہ رائے ہوئی کہ ایسے شخص کو قتل کر کے اس کی نعش کو لوگوں کے روبرو جلادیا جائے اکثر صحابہ کرام نے حضرت سیدنا علی کے فتوے سے اتفاق فرمایا۔

اختلاف صحابہ کو سامنے رکھتے ہوئے فقہائے اسلام، ائمہ کرام کے درمیان بھی لواطت کی سزائیں اختلافات رونما ہوئے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لواطت کے مجرمین واجب القتل ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ یعنی ان کے نزدیک لواطت کا عمل ثابت ہو جانے کے بعد اگر قاضی اسلام اس کے قتل کا حکم نہ دے تو قاضی شرع بھی ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ان کی سزا جزم (سنگسار کرنا) ہے۔ حضرت امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ان کی وہی سزا ہے جو زانی اور زانیہ کی ہے۔ حضرت امام ثوری اور حضرت امام اوزاعی کا بھی یہی حکم ہے۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ لواطت کے مجرموں کے لئے شرع شریف میں کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ یہ فعل تعزیر کا مستحق ہے یعنی حالات و اصلاحات کے پیش نظر ان کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے جو دوسروں کے لئے سبق آموز ہو اور سزا کے تجویز کرنے کا حق قاضی شرع کو ہے۔

شواہد و براہین بالا کے پیش نظر لواطت کا عمل اسلامی شریعت میں حرام و بد انجام ہے اور اس کا حرام ہونا کتاب و سنت اور اجماع صحابہ و اجماع ائمہ و مجتہدین سے ظاہر و باہر ہے۔

تمام امت مسلمہ کی عموماً اور حضرات علماء کرام نیز ائمہ مساجد کی خصوصاً یہ دینی ذمہ داری ہے کہ وہ بندگانِ خدا کو بھلائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے وحشی المقذور روکیں۔ بھلائیوں کے اجر و ثواب اور برائیوں کی سزا و عذاب (ترغیب و ترہیب) سے لوگوں کو ڈرائیں۔

نیدرلینڈ اور یورپ کے بعض دوسرے ممالک جہاں لواطت و ہم جنسیت کو قانون ملک کی سرپرستی حاصل ہے وہاں بھی مسلمانوں پر اذروئے شرع اسلامی بہ اہم ترین فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس کا ملعونی سے بچیں اور اپنی قوم کے افراد خصوصاً نوجوان نسل کو اس کے بھیانک انجام سے ڈرائیں۔ وَاللّٰهُ الْهَادِي  
الِی سَوَاء السَّبِيلِ۔

دعا، گو و دعاء جو

عبدالوہید قادری غفرلہ  
خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔

## انسانی خون کے ذریعے علاج

زندہ انسان اپنا عضو کسی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

جانور کا عضو انسان کو لگانا

مردہ کا عضو زندہ کو لگانا

مسئلہ ۱۰۶۵ / ۱۰۶۴ / ۱۰۶۳ / ۱۰۶۲ / ۱۰۶۱ :۔ انجمن الحلال الطیب، ہالینڈ  
۱۳۱۹ھ - ۵ - ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ  
(الف) ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں بحالت اضطراب چڑھایا  
جاسکتا ہے یا نہیں؟ (ب) ایک انسان اپنے اعضاء جسم میں سے کوئی عضو کسی  
دوسرے انسان کو اپنی زندگی میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ (ج) کسی جانور  
کے اعضاء کو انسانی اعضاء کی جگہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (د) کسی مردہ آدمی کا  
عضو کسی زندہ آدمی کے جسم میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم؟  
ان تمام جوابات کو بدلائل ائمہ اربعہ مدلل فرما کر مشکور و ممنون فرمائیے۔

سائل :۔ مؤسسہ الحلال الطیب ریسٹورنٹ نیڈرلینڈ  
بوساطت مولانا فیروز حوصلدار امام انور الاسلام مجددی ہیگ

۹۲ الجواب بعون المجیب الوہاب

جہاں آپ نے اپنا سوال نامہ بھیجا ہے وہ مذہب حنفی کا دارالافتاء ہے لہذا یہاں  
سے جو بھی جواب دیا جائے گا وہ مذہب حنفی کے اصول و افتاء کے مطابق ہوگا۔ اگر آپ  
لوگ مذاہب اربعہ کے دلائل کے طالب ہیں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں یا ان

مذہب (مالکی، حنبلی، شافعی) کے دارالافتاء کی طرف رجوع کریں جہاں کے جواب سے آپ کو زیادہ تشفی ہو سکتی ہے۔

الجواب الف:۔ انسانی جسم کے کسی حصے سے انتفاع مذکور اور اسے بطور علاج استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں کہ یہ احترام انسانیت کے منافی ہے "الْإِنْتِفَاعُ بِأَجْزَاءِ الْإِنْسَانِ لَمْ يَجْزُ - قِيلَ لِلنَّجَاسَةِ وَقِيلَ لِلْكَرَامَةِ هُوَ الصَّحِيحُ كَذَا فِي جَوَاهِرِ الْإِحْلَاطِ - (فناوی عالمگیری ص ۳۵۳)

خون جب تک انسانی جسم میں رواں دواں ہے پاک و مکرم ہے اور جب جسم سے خارج ہوا تو سیلان و انجماد دونوں صورتوں میں نجس مگر لائق احترام ہے اور فقہائے احناف کے نزدیک نجس و ناپاک شے سے علاج جائز نہیں اور نہ ہی اس سے کسی طرح کا انتفاع کما مگر۔ انسانی دودھ ہر چند کہ انسانی جڑ ہے لیکن اسے ایام رضاعت میں بچوں کو پلانا اور بحالت مرض عند الضرورة بطور علاج اس کا استعمال کرنا کرانا فقہائے حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ ہاں بے ضرورت شدیدہ (بحالت غیر اضطرار) اس کا استعمال مختلف فیہ ہے چنانچہ فناوی ہندیہ نے فنیہ سے نقل کیا "ولا بأس بان يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء" و فی شرب لبن المرأة للبالغ من غير ضرورة اختلف المتأخرين كذا في القنينة (عالمگیری ص ۳۵۵)۔ لیکن خون کو دودھ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ دودھ کو خون پر۔ ہاں دودھ کو انسانی پسینہ کی نظیر و مثال بنایا جاسکتا ہے اور اسے ایک دوسرے پر قیاس بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ پسینہ انسانی جسم سے خارج ہونے کے بعد بھی دودھ کی طرح پاک رہتا ہے۔

فقہائے متأخرین کے نزدیک بعض ناپاک اور حرام اشیاء سے بھی عند الضرورة علاج جائز ہے۔ مثلاً خون، پیشاب اور مردار گوشت (سوائے خنزیر کے بشرطیکہ تجربہ کار، دیانتدار ڈاکٹر (مسلم طبیب) کے نزدیک اس کے قائم مقام کوئی اور

اشیاء یا طریقہ علاج نہ ہو۔ کما فی الہندیہ ص ۳۵۵ یجوز للعلیل شرب  
الذم والبول واکل المیة للثداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم  
ان شفائہ فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہ اہ  
اور جب فقہائے متقدمین و متاخرین کے درمیان کسی مسئلہ کے اندر اختلاف  
رائے ہو تو امت کی آسانی اور الدین یسور (بیز) بشرح اولاً تنفروا کے  
پیش نظر اس رائے پر عمل کرنا جائز و درست ہے جو ضرورت مند کے لئے زیادہ  
مفید اور آسان ہو "اِذَا ابْتَلَى الْبَلَّتَيْنِ فَاخْتَرَا هُوْنَهُمَا" یاد رہے  
کہ رخصت اپنے دائرہ سے تجاوز نہیں کرتی اور نہ ہی جزئیہ مذکورہ کو خشنزیر  
(للنجاسة مطلقاً) اور انسان (لکرامة مطلقاً) کی ہڈی اور اعضاء  
پر منطبق کر سکتے ہیں کہ یہ منصوصات شرعیہ کے خلاف ہوگا۔ اعضاء انسانی سے  
عدم انتفاع کا حکم فتاویٰ عالمگیریہ کے حوالہ سے گزر چکا اور اس حکم کی اصل کبریٰ  
کی یہ عبارت ہے "واذا کان برجل جراحة یکرہ المعالجة  
بعظم الخنزیر والانسان لانه یحرم الانتفاع به کذا فی  
الکبریٰ (الفتاویٰ الہندیہ ص ۳۵۴) و ہو تعالیٰ اعلم

**الجواب:** اعضاء انسانی بہر حال قابل احترام و اکرام ہیں اور وہ ایک دوسرے  
کے لئے لینے دینے کی چیز نہیں کہ اس میں ان کی تذلیل و توہین ہے۔ اور  
شریعت اسلامیہ کسی انسان یا اس کے اعضاء کی توہین و تذلیل کی اجازت  
نہیں دیتی۔ پھر کسی بھی عضو کو بے عذر شرعی جسم انسانی سے جدا کرنے میں  
تغیر خلق بھی لازم ہے جو شیطان فعل اور ترامہ ہے۔ شرع مطہر نے ہمیں  
اس بات کا مکلف نہیں بنایا کہ ہم کسی انسان کو اپنا عضو، دیں اور کسی انسان  
سے اس کا عضو لیں۔ نہ شرع مطہر میں اس کی کوئی مثال ہے۔ و ہو تعالیٰ اعلم۔  
ضرورت کے پیش نظر ابھی بھی یہ مسئلہ علماء اکرام کے زیر غور ہے۔

**الجواب:** ہاں حلال جانور کا گوشت ذبیحہ کے بعد ہم لوگ کھاتے ہیں ان کی

چمڑیوں اور ہڈیوں کو استعمال میں لاتے ہیں اگر وہ ہمارے علاج کے کام آسکیں تو یقیناً اس کے ذریعہ علاج کرنا جائز و درست ہے۔ بلکہ حرام و مردار جانوروں (سوائے سور کے) کی ہڈیوں وغیرہ کو بھی ضرورتاً علاج میں استعمال کر سکتے ہیں۔ کما فی الہندیہ باب التداوی والمعالجات

”وقال محمد رحمه الله تعالى ولا بأس بالتداوی بالعظم اذا كان عظم شاة او بقرة او بعير او فرس او غيره من الدواب الاعظم..... الخنزير والادمی فانہ یکرہ التداوی بہما فقد جوز التداوی بعظم ماسوی الخنزیر والادمی من حیوانات مطلقاً من غیر فصل بینہما اذا کان الحيوان ذکياً او میتاً و بینہما اذا کان العظم رطباً او یابساً واللہ سبحانہ اعلم

**الجواب (د):**۔ اس مسئلہ میں مسلم و غیر مسلم ذمی و حرابی سب برابر ہیں۔ انسان جب اپنی زندگی میں اپنے اعضاء پر خود اختیار نہیں رکھتا بلکہ کسی کی امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خود کشی پر یلبے وجہ شرعی اپنا کوئی عضو کاٹ لینے پر اس پر سزا کا حکم نافذ ہوتا ہے اور وہ حرام کام تکب کہلانا ہے تو مرنے کے بعد اس کی وصیت اعضاء کے قطع و برید سے متعلق کیونکر نافذ ہوگا؟ یا اس کا وارث اس کے مردہ اعضاء پر کیونکر حکم کر کے گا۔ کہ اب اس کا مردہ جسم صرف حق اللہ کے زیر سایہ ہے۔ حقوق العباد سے فارغ ہو چکا ہے۔ قال العلامة الشامی فی فتاواہ ”والادمی مکرم شرعاً وان کان کافراً الخ... لم یجز کسر عظام میت کافر او میت“ جب کافر مطلق کی ہڈیوں کو اسکے مرنے کے بعد توڑنا جائز نہیں تو مسلمان (جس کے مال و جان کی عصمت مشروع و مخصوص ہے) کی ہڈی یا کوئی عضو اس سے جدا کرنا کیونکر جائز ہوگا؟ واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ خادم الافشاء نیدر لینڈ۔ یورپ

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ ۱۶ ستمبر ۱۹۹۸ء



# پارفیوم اور اس کا استعمال

## تمبکو اور اس کا حکم

مسئلہ ۱۰۶۶/۱۰۶۷: عبّاس علی واجدی سکریٹری اسلامک فونڈیشن  
 کیا فرماتے ہیں علمائے محققین و مفتیان شرع متین سوالات مندرجہ ذیل  
 میں کہ ① پارفیوم (الکحل ملی ہوئی خوشبو) کا استعمال از روئے شرع ناجائز و  
 حرام ہے یا حلال و جائز؟ اسے جسم یا کپڑے پر لگا کر نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ ایک  
 دینی رہنما جن کو یہاں کے اکثر مسلمان اپنا دینی قائد بھی سمجھتے ہیں انہوں نے کہا  
 کہ اگرچہ الکحل کے استعمال میں علماء کا اختلاف ہے لیکن علماء پاکستان کا فیصلہ  
 ہو چکا ہے کہ الکحل شراب نہیں ہے اور اس کا استعمال جسم یا کپڑے پر یا دواؤں میں  
 جائز و حلال ہے۔ یہاں مقیم ایک مفتی صاحب سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں  
 نے کہا کہ الکحل اسپرٹ ہے جو خالص شراب ہے اب تک علماء اہلسنت کی یہ تحقیق  
 ہے لہذا اس کا استعمال ناجائز و حرام ہے جس کپڑے یا جسم پر اسے لگایا جائے گا کپڑے  
 یا جسم کا اتنا حصہ ناپاک ہو جائے گا۔ اگر وہ ایک درہم کی مقدار میں ہو تو نماز نہیں ہوگی  
 اگر بڑھ لیا تو اس نماز کو پھر سے پڑھنا فرض ہوگا۔ اور جہاں تک دواؤں کا تعلق ہے  
 تو الکحل آمیز دواؤں کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ ہاں جہاں ان دواؤں کا بدل  
 ممکن نہ ہو اور جان جانے یا اعضاء بدن میں سے کسی عضو کے بیکار ہو جانے کا  
 یقینی خطرہ ہو تو "الضرورات تبیح المحظورات" کے خانہ میں داخل ہو کر  
 محدود حدود میں اس کے استعمال کی رخصت ہوگی۔ ان دونوں حکموں

کے پیش نظر آمڈروم کی مسلم عوام پریشان ہے لہذا حکم شرع سے آگاہ کیا جائے۔  
 ② تمباکو نوشی (خواہ سگریٹ و سگار کی شکل میں ہو یا حقہ و پان وغیرہ کی شکل میں)  
 حرام ہے یا مکروہ تنزیہی یا بھرحلال و مباح؟ کیا سگریٹ پینے والے جبکہ مسائل طلبانہ

و نماز سے پوری طرح آگاہ ہوں امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟۔ اس مسئلہ کو بھی مفتی صاحب مذکور سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تمباکو نوشی خواہ کسی شکل میں ہو اگر نشہ کی حد کو پہنچ جائے تو حرام ہے اور اگر نشہ کی حد کو نہ پہنچے تو نہ حرام ہے نہ مکروہ تنزیہی۔ ہاں ایسی مجلس جس میں اس کی بوجہ نفیس طبائع پر گراں ہو وہاں پر اس کا استعمال مکروہ طبعی ہے۔۔۔۔۔ اگر تمباکو نوشی یا تمباکو خوردنی کے ذریعہ بعض موذی بیماریوں کے لاحق ہونے کا یقین ہو تو اس سے بچنا لازم و ضروری ہے اور اس کا استعمال شرعاً ممنوع و مکروہ تحریمی ہوگا۔ لیکن بعض تجربہ کار اور حاذق حکیموں کے نزدیک وہ کاسر ریاح اور معدہ کی بعض بیماریوں کیلئے مفید بھی ہے اگر واقعی ان ضرورتوں کے پیش نظر اس کا استعمال کیا جائے تو مباح۔ مسئلہ انہوں نے بتایا جائے کہ حقیقت کیا ہے کیا مفتی مذکور اب منصب افتاء پر فائز رہنے کے لائق ہیں یا نہیں؟ واضح جوابات سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں۔ سائل، عباس علی، سکریٹری تنظیم القرآن انٹرنیشنل ہالینڈ

### الجواب

دونوں مسائل میں وہاں مقیم مفتی صاحب دام ظلہ وزید مجتہد کا موقف اور بیان درست اور حق ہے ان کے قول کے خلاف کرنے اور کہنے والے جاہل یا گمراہ ہیں اور اپنی رائے سے حلال و حرام کا فیصلہ گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے  
لَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّنَّتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ  
لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ "نہ کہو جو تمہاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو" الکحل اسپرٹ کا جوہر ہے اور اسپرٹ عرق خمر ہے یہ خبیث ترین خمر و شراب ہے لہذا نجس و حرام ہے۔ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا البریلوی نے اپنی کتاب "الاحلی من التسكر" (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم) میں فرمایا "ان اسبار تو وہی روح النبید، خمر قطعاً بل من اخبت الخمر فہی حرام و رجبس نجاسة غلیظة كالبول۔ یعنی اسپرٹ تو یہ شراب کا جوہر ہے اور خمر و شراب ہے بلکہ وہ خبیث ترین شراب ہے۔"

لہذا یہ قطعاً حرام اور نجس ہے اور نجاست بھی غلیظہ جیسے پیشاب نجس ہے۔ لہذا جس چیز میں اس کی ملاوٹ ہوگی وہ ناپاک و نجس ہوگی، جیسا کہ وہاں مقیم مفتی صاحب نے فرمایا ہے۔

واللہ اعلم

**الجواب** \_\_\_\_\_ حقہ، سگریٹ وغیرہ کے متعلق مفتی صاحب مذکور کا ارشاد حق ہے اگر عقل و حواس میں فتور پیدا کرے تو حرام ہے۔ ورنہ اگر بدبو ہو تو پیاز اور لہسن کی طرح مکروہ تنزیہیہ یعنی غیر پسندیدہ ہے گناہ نہیں۔ اگر بدبو بھی نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ نشہ اور فتور کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن مسکر ومفتز (ابوداؤد) غرض کہ سوالات مذکورہ کے متعلق مفتی صاحب مذکور کا قول حق اور واجب الاتباع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان، مح ۲۲-۱۰-۹۹  
 ۶۸۶ ہر دو مسئلہ میں مفتی صاحب کا کہنا درست ہے اسی کے مطابق عمل کریں۔ واللہ  
 الہادی۔ وہو تعالیٰ اعلم  
 کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ  
 مرکزی دارالافتاء، ۸۲ سو داگران بریلی شریف

## مسلمان کا خون کافر کو، کافر کا خون مسلمان کو چڑھانا

۱۰۶۸ مسئلہ :- سبحانی شریعت کالج کیرلا۔ انڈیا

کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کافر و مشرک یا اہل کتاب کا خون حالت اضطرار میں تجر بہ کار ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق کسی پر بھیج کر دینا مسلمان کے جسم میں چڑھانے کے لئے دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

بینوا و تو جروا  
 فیضان الرحمن سبحانی، معلم عرب کالج مرکز الثقافت السنیہ کیرلا

۶۸۶ الجواب  
 کسی ڈاکٹر کا یہ کہہ دینا کہ یہ مرہض انسان خون چڑھائے بغیر صحت یاب نہیں

ہوسکنا یا اس کے مرض کے لئے دواؤں میں خون کا کوئی بدل نہیں ہے عندالشرع  
نافا بل مسموع اور نافا بل اعتبار ہے۔ ایسوں کی طرف علاج میں رجوع ہی نہیں  
کرنا چاہئے کہ نیم حکیم نظرہ جان ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان دیندار طبیب حاذق  
اپنے تجربہ کی بنیاد پر کسی مریض کے لئے خون انسانی ہی کو مفید و نافع بتائے اور مریض  
کی صحت کی ضمانت دے (اگرچہ مریض صحت یاب نہ ہو) تو اس کے کہنے کے مطابق  
خون انسانی سے اس کا علاج کیا جاسکتا ہے کہ فقہاء متاخرین نے عندالضرورتہ  
علاج بالدم کی اجازت و رخصت دی ہے۔

لیکن اس وقت کسی مسلمان دیندار کا طبیب حاذق ہونا تقریباً عنقا ہو چکا  
ہے۔ شاید دنیا کے چند شہروں میں معدودے چند ایسے اطباء میسر آجائیں تو  
اس کا عقلاً انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

کثرت اور بہنات بلکہ عموم بلوکی انگریزی ڈاکٹروں اور انگریزی دواؤں (خواہ  
ایلو پیٹھ ہو یا ہومیو پیٹھ) کا ہے اس لئے برسبیل نثرل موجودہ حالات میں یہ کہنا  
غالباً زیادہ مناسب ہوگا کہ کم از کم تین ماہر و تجربہ کار (اسپیشلسٹ) ڈاکٹرز اگر متفقہ  
طور پر یہ کہیں کہ اس مریض کا علاج انسانی خون کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور نہ ہی اس کا  
کوئی بدل ہے تو انسانی خون سے علاج کرنے کے لئے کوئی حرج نہیں۔

باقی رہا مسلم و غیر مسلم کا خون تو اس میں ماہیت و اثر کے لحاظ سے کوئی  
فرق نہیں۔ عندالضرورتہ مسلم کا خون غیر مسلم کو، غیر مسلم کا خون مسلم کو، دیندار کا خون  
فاسق و فاجر کو اور فاسق و فاجر کا خون متقی و پرہیزگار کو چڑھایا جاسکتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ خون عموماً اپنا اثر دکھلانا ہے جس کا انحصار ہمارے آپ کے تجربہ پر ہے  
لہذا اسے استحسان کے خانے میں رکھا جاسکتا ہے کسی کا فروشکر کا خون کسی متقی و  
پرہیزگار مسلمان کو نہ چڑھانا مستحسن ہے۔ حلت و جواز کی حد تک اس میں کوئی قباحت  
نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ یکم جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

اسلامک فونڈیشن، لندن

# انسانی اجزاء بدن کا استعمال کھانے پینے میں

مسئلہ ۱۰۶۹ :- (مولانا) عبدالغفار نوزانی

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ و مفتیان شرعیہ اس مسئلہ میں کہ آدمی کے بالوں اور ناخنوں کو کسی طرح کھانے پینے کے استعمال میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا عورتوں کی بچہ داعی کو اس طرح تحلیل کر دیا جائے کہ اس کی ہمتیت وغیرہ بالکل ہی ناپید ہو جائے۔ اسی طرح بالوں اور ناخنوں کی ہمتیت بھی بالکل ہی بدل دی جائے تو ان سب کا استعمال سمیو ماہین، چاکلیٹ وغیرہ کی شکل میں کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ انگلینڈ کے بعض مفتیان کرام نے ان سب کی اباحت و حلت و طہارت کا فتویٰ دیا ہے۔ شرعی حکم سے آگاہ کیا جائے کہ ان سب انسانی اجزاء بدن کا استعمال کھانے پینے میں کیسا ہے؟

الجواب: اللہم ہدیۃ الحق والصلوٰۃ

انسان اپنے تمام اجزاء بدن کے ساتھ مکرم و محترم ہے لغویہ عزوجل "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" اور اس کے جزء بدن میں سے کسی جزء کی خرید و فروخت اور اس سے انتفاع اس کی کرامت و حرمت کے خلاف ہے۔ اجزاء بدن میں سے کسی جزء کی ہمتیت و فطری بناوٹ کو بے اجازت شرع بدلتا تغیر خلق اللہ اور شیطان عمل ہے جو شرعاً حرام ہے "وَلَا مَرَدٌّ لَهُمْ فَلْيُقَاتِنَا خَلْقَ اللَّهِ" (اور شیطان نے کہا) میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ ضرور بدل جائیں گے خلقت الہیہ کو۔

پھر اگر کسی بے باک نے انسانی جزء بدن کی ہمتیت کو کھینچ کر بدل دیا جس کو فتنہ کی زبان میں استعمال کہتے ہیں اس کے بعد اسے کسی طرح کھانے پینے کے استعمال میں لایا اس کی کھلی ہوئی توہین و مسخیل ہے جو عند اللہ حرام ہے۔

در اصل اس مسئلہ کے تدریس یورپ کے بعض مفتیان کو درجہ اولیٰ کے اصول

فقہ میں جب کسی شے کی حقیقت بدل جاتی ہے تو اس کے متعلق شرعی حکم بھی بدل جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے دائرہ حرمت کے عین وغیر کی طرف توجہ نہیں فرمائی ورنہ یہ لغزش واقع نہ ہوتی۔

حرام لغیرہ کی جب ماہیت بدل جائے یا کسی حلال وجائز شے سے بدل دی جائے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ جس کے نظائر کتب فقہیہ میں موجود ہیں۔ اور حرام لعینہ (مثلاً خنزیر اپنے تمام اجزاء، بدن کے ساتھ نجاست کی وجہ سے اور انسان اپنے تمام اجزاء، بدن کے ساتھ کرامت و بزرگی کی وجہ سے) کی ماہیت اجزاء کو ایک بار نہیں ہزار بار بدلا جائے یا خود بدل جائے پھر بھی اس کا حکم نہیں بدلے گا کیونکہ حرمت اس کا عین ہے۔

بالفرض اگر کوئی مغرب زدہ مفتی آج انسانی بال و ناخن اور زچہ دانیوں کو اس کی ہیت بدل کر قابل اکل و شرب بنا تا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کل اس کے دیگر اجزاء بدن (کھال، گوشت، ہڈی، خون اور شران وغیرہ) کو بھی کھانے پینے کے مصرف میں لے آئے گا۔ تو گویا اس سائنسی دور اور ترقی یافتہ زمانہ کا انسان، انسان نہیں بلکہ درندہ جانوروں سے بھی دوچار ہاتھ آگے نکل گیا ہے کہ بعض درندے تو اپنے ہم جنس کا شکار بوجہ صفت زندگی کے کرتے ہیں۔ مگر انسان صرف اپنی ہوا و وہاں اور نفسانی خواہشات کی آگ بجھانے کے لئے اپنے ہی ایجاد کردہ سائنسی آلات کے ذریعہ اپنے ہم جنس و ہم نوع کے شکار کرنے پر تلا ہوا ہے۔ **الْأَمَانُ وَالْحَفِیْظُ۔ صَدَقَ رَبُّنَا الْعَظِیْمُ۔ أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ**، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، ۲۰ صفر ۱۴۲۲ھ، ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء

خادم الافناء، مجلس علماء، نیدرلینڈ۔

## غیر مذکورہ مردار جانوروں کے چمڑے کا جوتا

مسئلہ :- عیسیٰ مغربی مسجد العابدین آسٹریڈم

۲۵-۱۱-۱۹۸۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اٹالیہ میں چمڑوں کے پکھنے، رنگنے کی ٹیزیاں ہیں جن کے اکثر کارندے اور آفیسران یا تو یہود و نصاریٰ ہیں یا ملحد و بے دین۔ ان ٹیزیوں میں یہود و نصاریٰ کے ذبیحے کے چمڑے بھی پکائے جاتے ہیں اور غیر مذہبوں کے جانوروں کے چمڑے بھی۔ ان چمڑوں سے جوتے، جرسی اور صوفہ سیٹ وغیرہ درجنوں قسم کی چیزیں بنتی ہیں۔ کیا ان چمڑوں سے بنی ہوئی چیزوں کا استعمال مسلمانوں کو جائز ہے؟

۴۸۶ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصدق

مذہبہ جانوروں کا چمڑا مطلقاً پاک ہے خواہ ذابح مسلم یا کفاری ہو یا غیر مسلم و مشرک۔ اور خواہ اس جانور کا گوشت حلال ہو یا حرام۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

ان ذبیحۃ المجوسی و تارک التسمیۃ عمدۃ التوجیب الطہارۃ علی الاصح۔ وان لم یکن ماکولاً و کذا نقل صاحب المعراج فی ہذا المسئلۃ الطہارۃ عن القنیۃ ایضاً

مجوسی اور قصداً بسم اللہ نہ پڑھے والوں کا بھی ذبیحہ صحیح تر قول پر چمڑے کو ضرور پاک کر دیتا ہے اگرچہ اس کا گوشت کھانا حرام ہو۔ اور صاحب معراج الداری نے بھی اس مسئلہ کو طہارت کے باب میں قنیہ سے نقل فرمایا۔

اور شایع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے ایما اہاب دیغ فقد طہر۔ (یعنی ہر چمڑا سوا سور کے رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے) مسند امام احمد بن حنبل میں موجود ہے۔ پس مذکورہ ٹیزیوں کے پکے ہوئے چمڑوں سے خواہ جاکے نماز بنے یا جو نامسلمانوں کو استعمال کرنا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء نوری مسجد آمسٹردام ہالینڈ

## کسی مسلمان کا جو کھا

منیئلہ :- محمد فیروز سکریٹری نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی۔

۱۹۸۵-۸-۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی عالم یا پیر یا کسی مسلمان کا جھوٹا عامۃ المسلمین عورت و مرد کے لئے کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ واضح جواب سے نوازیں۔ المستفتی: محمد فیروز سکریٹری نیدرلینڈ۔ اسلامک سوسائٹی۔

۹۲۶ جواب ————— هو الہادی الی الصواب —————

کسی شخص کا جو ٹھا خواہ وہ کسی پیر فقیر کا ہو یا عالم امام کا یا عام مسلمان عورت و مرد کا اسے نفسانی لذت حاصل کرنے کیلئے کھانا پینا (خواہ عورت کھائے یا مرد) ناجائز و حرام ہے۔ درمختار ص ۱۶۳ فصل فی البئر میں ہے۔ یہ کرا سو رہا للرجال کعکسہ لا استلذاذ (حصول لذت کے واسطے عورت کا جھوٹا مرد کے لئے اور مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ تحریمی ہے)۔ ہاں اگر شہوانی لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو تو ہر ایک مسلمان کا جو ٹھا ہر ایک مسلمان (عورت و مرد) کے لئے جائز و درست ہے عبارت مذکورہ کا خلاصہ ردالمختار ص ۱۶۳ میں ہے يفهم منه انه لا استلذاذ لا کراهة یعنی اگر لذت کے لئے نہ ہو تو کراہت نہیں۔

اور اگر پیر فقیر، عالم و امام اور کسی بھی دینی بزرگ کا ویش (کھانے پینے کا پسماندہ) ہو تو اس کو حصول برکت کے لئے کھانا پینا بہت مبارک ہے اور جسمانی و روحانی شفاء بھی، جیسا کہ بزرگوں کا ارشاد ہے "سورالمومن شفاء" والشاء علم کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ نوری دارالافتاء آسٹریا

ہالینڈ ۱۱/۹/۱۹۸۵ء

## حلال چوپایہ اگر بے وقت دودھ

مسئلہ :- مولانا زین العابدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی بھی دودھ دینے والا حلال چوپایہ مثلاً گائے، بکری، بھیڑ اگر وقت مقررہ سے پہلے ہی اپنا بچہ گرا دے اور اس کو دودھ اتر آئے تو اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟



بینو بالدلیل وتوجروا عند الجلیل۔ المستفی: (مولانا زین العابدین

امام وخطیب مسجد العابدین۔ آمسٹروڈم

۹۲ الجواب۔ حلال چوپالیوں کا دودھ خواہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے اترے یا بعد میں۔ یا بغیر حمل کے ہی اتر آئے عند الشرع اس کی ممانعت نہیں اس کا پینا جائز ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ  
نُسُقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ  
فَرْثٍ وَرُءْمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا  
لِلشَّرِبِ ۚ (النحل آیت ۶۷)

اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں عبرت ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں ان کے شکموں میں گوبر اور خون کے درمیان سے بہت خوش ذائقہ دودھ پینے والوں کے لئے۔

پھر دوسرے مقام پر ارشاد ہوا

نُسُقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا ۚ  
آیہ کریمہ کے اطلاق و عموم سے حلال مویشیوں کے دودھ کے تمام اقسام جائز و حلال ہو گئے۔ لہذا اب یہ سوال ہی عبث ہے کہ مثلاً گائے کا پہلا دودھ (فینوس کھرسا) یا آخری دودھ (بکین) یا بچہ پیدا ہونے سے پہلے کا دودھ یا بغیر حمل و بچہ کے اگر یونہی دودھ اتر آئے تو جائز ہے یا ناجائز؟

پہلی آیہ کریمہ میں بُطُونِہ کا مرجع الانعام ہے یہاں بھی دوسری آیہ کریمہ کی طرح بُطُونِہا ہونا چاہئے تھا کیونکہ الْأَنْعَام جمع ہے النعم کا اور اس کا جمع الجمع انا عیم آتا ہے لیکن علماء نحو کے نزدیک انعام جمع ہونے کے ساتھ مفرد بھی ہے۔ چنانچہ امام النحو سیبوی نے اسے مفردات میں شمار کیا۔ اس لئے لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے واحد کی ضمیر اس کے لئے استعمال ہوتی ہے جیسا کہ یہاں ہوا۔ اور کبھی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے جمع یا واحد مؤنث کی ضمیر کا استعمال ہوتا ہے جیسے دوسری آیہ کریمہ میں اور بعض ائمہ نحو (مثلاً زجاج) نے فرمایا کہ انعام اسم جنس ہے لہذا مؤنث و مذکر دونوں ضمیر اس کی طرف راجع ہو سکتی ہیں (تفسیر قرطبی) واذا علم۔

## جسم کے مختلف حصوں کو چھیدوانا

مسئلہ ۱۰۷۳۔ رستم رحمت علی۔

۱۳۱۹-۱۱-۱۵

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ آج کل بطور فیشن و نمائش لڑکے اور لڑکیاں کان اور ناک کے ساتھ ساتھ لبھائے زرین و بالا چھاتیوں کی گھنڈیوں، ناف اور شرمگاہوں کی چمڑیوں کو بالیوں سے چھیدوانے لگی ہیں۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اگر وہ ناپاکی کا غسل کریں تو ان سوراخوں میں بھی پانی پہنچانا فرض ہوگا یا نہیں جو بالیوں (رینگوں) کیلئے بنائے گئے ہیں۔

رستم رحمت علی یونگر و گروپ (جماعۃ الشبان) دی ہیگ

۹۲

الجواب هو الموفق الى الصواب

لڑکوں کو لڑکیوں کا فیشن (وضع قطع نمائش کے طور پر) اختیار کرنا حرام ہے کہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے جس کی حرمت کثیر حدیثوں میں بیان فرمائی گئی البتہ لڑکیوں (عورتوں) کو بطور حسن و آرائش کان اور ناک چھیدوانے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ اور جن اعضاء جسم کا ذکر سوال نامہ میں ہے ان کو فیشن کے طور پر چھیدوانا اوباشوں کا طریقہ ہے مسلمان لڑکے اور لڑکیوں کے لئے نہایت بے شرمی اور فساق کی وضع قطع اختیار کرنے کی بات ہے جس سے بچنا نہایت لازم و ضروری ہے۔

چونکہ ان بالیوں (رینگوں) کو ہونٹ، ٹھڈی، چھاتی کی گھنڈی، ناک، کان وغیرہ اعضاء جسم سے چھڑایا جاسکتا ہے لہذا فرض غسل میں فرض ہے کہ ان نحوستوں کو جسم سے دور کرے اور ان سوراخوں تک پانی پہنچائے۔ اگر ان بالیوں کے سوراخوں کی کوئی جگہ ایک بال برابر بھی پانی بہنے سے رہ گئی تو غسل فرض ادا نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ان رینگوں کی سوراخیں اتنی کشادہ ہیں کہ پانی کا بہاؤ ان سوراخوں سے آسانی ہو جاتا ہے تو غسل فرض اتر جائے گا۔ ورنہ نہ تو اس غسل سے کوئی نماز ہوگی نہ رحمت کے فرشتے اس شخص کے پاس آئیں گے۔ واللہ اعلم کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۹

خادم الافناء اسلامک فونڈیشن نیڈرلینڈ

# خیرات کے لئے نایخ اور جگہ کا تعین

مسئلہ ۱۰۶۲۔ طارق رضا، مانچسٹر برطانیہ  
 ۱۳۱۴ھ-۱۳۱۵ھ-۱۳۱۶ھ  
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صدقہ و خیرات کے لئے  
 نایخ اور جگہ کا تعین کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کسی کا یہ کہنا کہ اگر میرا  
 فلاں کام ہو گیا تو ۲۲ رجب کو منین مسجد کے باہر جس قدر فقراء و سائلین ہوں گے سبھی  
 کو جوڑا پہناؤں گا۔ یا لاہور جا کر دانا صاحب کے جتنے زائرین ہوں گے سب کو  
 دیگ کھلاؤں گا۔ مستفتی: طارق رضا

الجواب۔ اللہم ہدایۃ الحق والصواب

صدقات و خیرات کے لئے وقت جگہ اور نایخ وغیرہ کے تعین میں کوئی مضائقہ  
 یا ممانعت شرعیہ نہیں بلکہ ہمارے جتنے دینی اور شرعی کام ہیں سب کے لئے وقت اور  
 نایخ مقرر ہے۔ مثلاً ارکان حج، صوم رمضان، ادائے زکوٰۃ، نماز پنجگانہ، قربانی  
 سب ہی میں وقت و جگہ اور نایخ کی تعیین موجود ہے۔

بس یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ جب بھی کسی خیرات و مہربانی یا فعل  
 حسن کے لئے کوئی جگہ اور نایخ کا تعین کریں تو جگہ یا نایخ کی نسبت اللہ کے نیک  
 اور برگزیدہ بندوں سے ہو اللہ تعالیٰ کے یا اس کے رسولوں کے یا اس کے دین  
 کے دشمنوں سے نہ ہو۔ مثلاً یہ نہ کہے کہ رام نومی کے دن میں خیرات کروں گا۔  
 (معاذ اللہ) یا یہ نہ کہے کہ برہم ستھان کے پاس جا کر یہ خیرات کروں گا (العیاذ باللہ تعالیٰ)  
 مشکوٰۃ شریف باب التذور میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ ایک صحابی نے  
 بوآنہ میں اونٹ قربان کرنے کی منت مانی پھر مسئلہ دریافت کرنے کے لئے وہ  
 بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو سید عالم نے پوچھا۔

هل كان وثن من اوثان الجاهلية کیا بوآنہ میں کوئی ایسا جاہلیت کا بت تھا جسکی پوجا  
 یعبد قالوا لا۔ قال فهل كان فيها عید کی جاتی تھی؟ عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا وہاں

من اعیادہم قالوا لا فقال رسول کفار کا کوئی میلہ لگتا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ تو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوف بندرک اپنے فرمایا اپنی نذر پوری کر۔

اور اگر جگہ تاریخ وغیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے ہے تو وہاں خیرات و صدقات کرنے کیلئے بلکہ عبادت کے لئے جانا نہ صرف جائز بلکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے۔ جیسے محرابِ مریم میں حضرت زکریا کا جانا۔ شہداءِ اُحد کے مزارات پر سید الانبیاء علیہم السلام کا ہر سال کے سرے پر جانا۔ قال تعالیٰ هَذَاكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ۔ وَفِي الشَّامِيِّ بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشَّهْدَاءِ بِأَحَدِ عُلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ ۝ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ كَمَا عَدَّ الْوَالِدُ قَادِرِي غَفْرًا۔ دَارُ الْإِنْتِشَارِ مَدِينَةُ الْإِسْلَامِ دِي هَيْك

## باپ کے کاروبار میں بیٹوں کا حصہ

۱۰۷۵ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کے تمام بیٹوں نے باپ کے کاروبار کو آگے بڑھایا اور اس میں کافی منافع بھی ہوا حالانکہ سب بیٹے جسمانی قوت اور عقل و رائے میں برابر نہیں ہیں۔ بعض نہایت ہونہار صاحب عقل و فہم ہیں اور بعض سست و کاہل، غبی و کند ذہن۔ ایسی صورت میں منافع مذکور شرعی طور پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

عبدالمجید گمان، حنسوپارا ماری بو۔ سرینام

۹۲ الجواب :- بعونِ الکریم الوہاب۔ جب تمام بھائیوں نے مل کر باپ کے کاروبار کو آگے بڑھایا تو سبھی اس منافع میں برابر کے شریک و سہیم ہوں گے۔ عقل و حسابت کے اعتبار سے کم و بیش حصہ تقسیم نہیں ہوگا بلکہ ہر بیٹے کو برابر سراسر ملے گا۔ درمختار ص ۲۴۳ میں ہے۔

لو اجتمع اخوة يعملون في  
 تركة ابيهم وبنال المال  
 فهو بينهم سوية ولو اختلفوا  
 في العمل والترای

اگر چند بھائی مل کر باپ کے ترکہ میں عمل کریں  
 جس کے سبب مال بڑھ گیا تو وہ تمام بھائیوں کے  
 درمیان برابر بٹے گا خواہ قوت عمل اور عقل و  
 رائے میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

والله تعالى اعلم كتبه عبد الواحد قادری غفر له

۱۸ / ۳ / ۱۹۸۷

## پاکستانی غیر مسلم بینکوں کے منافع کا حکم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ زید عرصہ دراز سے ہالینڈ میں مقیم ہے اور اب وہ اپنے وطن پاکستان میں مستقل طور پر سکونت کا ارادہ رکھتا ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اسے اپنے وطن میں جلد ہی ذرائع آمدنی میسر آجائیں۔ اس کے لئے زید کے دوست بکرنے اسے یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی جمع شدہ رقم پاکستان میں موجود کسی غیر اسلامی بینک (بہودی عیسائی، ہندو کے بینک) میں جمع کروادیں تو جب تک بینک میں تمہاری رقم ہے گی ایک مقررہ رقم بطور منافع تمہیں ملتی رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ زید کا غیر اسلامی بینک میں جمع کروا کر اس سے معینہ رقم ہر ماہ وصول کرنا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

آپ کا خادم :- محمد سجاد برکاتی، اکبر اسٹریٹ لاہور

الجواب بعون المجیب الوہاب

معروف سود (ربا) بہر حال حرام قطعی ہے۔ لقولہ تعالیٰ "وَاحْتَلَّ اللَّهُ  
 الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِي  
 الصَّدَقَاتِ

حربی کفار اور مسلمان کے درمیان کیلی و وزنی اشیاء کے لین دین میں  
 کمی و بیشی شرعاً سود (ربا) نہیں۔ کما فی الہدایہ۔ لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ

## وَالْحَرْبِيُّ فِي كَارِ الْحَرْبِ،

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہاں دارالہرب کی قید اتفاق ہے  
..... پاکستان وہ خطہ سرزمین ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اگرچہ عملی  
طور پر اب تک وہاں اسلامی آئین کا باضابطہ نفاذ نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن  
بنیادی اور وہاں کے قانونی طور پر وہ اسلامی مملکت ہے۔ اگر وہاں دوسری  
قوموں کا قیام بصورتِ امان ہے جسے شرعی زبان میں مُسْتَامِن کہا جاتا ہے۔  
تو اُس سے کیلی و وزنی اشیاء کے لین دین میں کمی بیشی مسلمانوں ہی کی  
طرح ناجائز و حرام ہوگا۔ کیونکہ اب اس کا مال مالِ حربی کی طرح مباح نہیں رہا بلکہ  
یکگونہ معصوم ہو گیا کہ مال ماتحت دم کے ہوتا ہے۔ حضرت علامۃ الفقہامہ۔ خاتم  
المحققین علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

لَا تَدْخُلُ دَارَ نَابِ اَمَانٍ فَبَاعَ اِذَا كُنْتَ حَرْبِيًّا هَاكَ مَلِكًا (اسلامی) میں امان لیکر  
منہ مسلم درہمًا بدرہم  
لا يجوز اتفاقًا ا  
دو درہموں میں بیچا تو یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

اور فتح القدر میں ہے۔  
اَلْمُسْتَامِنُ مِنْهُمْ عِنْدَنَا لَانِ  
مَالِهِ صَارَ مَحْظُورًا بِالْاَمَانِ  
فَاِذَا اخَذَ مِنْ غَيْرِ الطَّرِيقِ الْمَشْرُوعَةِ  
يَكُونُ عَدْرًا۔  
حزبوں میں سے جو مستامن ہو گیا اس کا  
مال ہمارے نزدیک امان کی وجہ سے ممنوع و  
محفوظ ہو گیا۔ لہذا اگر اس کا مال غیر شرعی طریق پر  
لے لیا تو وہ عذر (حرام) ہوگا۔

ان دلائل شرعیہ کی روشنی میں ثابت ہوا کہ صورتِ مسئلہ میں جس آمدنی  
کا ذکر کیا گیا ہے وہ مباح آمدنی نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے جس سے بچنا  
زیادہ پر لازم ہے۔

اور اگر وہاں دوسری قومیں بصورتِ امان نہیں بلکہ نسلاً بعد نسل وہیں  
کی رہنے والی ہیں اور اسلامی مملکت قرار پانے کے بعد امان سے متعلق ان سے

کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے تو وہ انڈیا کی طرح حکماً حرامی ہیں۔ اور مذکورہ  
فی السوال بینک اگر انہی کفار کے ہر تو ان سے لین دین میں جو کمی بیشی  
ہوگی وہ شرعاً سود (ربا) نہیں کہلائے گا۔

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ خادم الاقناء اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۲۱ مارچ ۲۰۰۲ء



# کتاب الحظر والاباحۃ

(مسائل متفرقہ)

مکتوب انگوٹھی یا تعویذ کے ساتھ بیت الخلا میں جانا

مسئلہ :- محمد فریاد گمان، رضوی سوسائٹی آسٹریڈم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر انگوٹھی پر کوئی انگریزی حرف مثلاً (H) یا (M) وغیرہ لکھا ہوا ہو تو اس انگوٹھی کو پہننے ہوئے لیٹرن (بیت الخلا) میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟ — دوسری بات یہ ہے کہ جو تعویذ انگوٹھی کے اندر اس کے نگینہ کے نیچے چھپی ہوئی ہو، یا گلے میں لٹکی ہوئی تعویذ جو کپڑے میں سلی ہوئی ہو اس کے ساتھ لیٹرن میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟ بیوا بال دلیل و توجروا عند الجلیل محمد فریاد گمان سکرٹری رضوی سوسائٹی نیدر لینڈ

۷۸۶

الجواب — اللہم ھدایۃ الحق والصواب

ایسی انگوٹھیاں یا لوکٹ جس پر اسم جلالت (اللہ) یا نام پاک سرور کائنات (محمد) علیہ افضل الصلوات وازکی التسلیمات لکھا ہوا ہو۔ پہن کر بیت الخلا، بلکہ غسل خانہ میں جانا نہایت برا اور عند الشرع اسات کے حکم میں داخل ہے۔ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔

جن انگوٹھیوں یا لوکٹ پر کوئی حرف ہجاء مثلاً ا. ب. ج. د. وغیرہ یا A. B. C. وغیرہ لکھا ہوا ہو یا کسی زبان کا حرف ہجاء یا لفظ ہو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ اور عند الشرع ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ مطلقاً حروف کا ادب ہماری شریعت کو محبوب و مطنوب ہے۔



بمزالائق میں ہے یکرہ ان یدخل الخلاء ومعہ خاتم مکتوب  
 علیہ اسم اللہ تعالیٰ اوشی من القرآن (ایسی انگوٹھی کے ساتھ  
 بیت الخلاء میں جانا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن کی کوئی چیز لکھی ہو مکروہ تحریمی ہے۔  
 اور رد المحتار میں ہے۔

عندنا ان للحروف حرمة ہم فقہاء کے نزدیک مطلقاً حروف قابل احترام ہیں  
 ولو مقطعه و ذکر بعض اگرچہ وہ حروف الگ الگ ہوں۔ اور بعض قراء سے  
 القرآن ان حروف الہجاء قرآن منقول ہے کہ حروف ہجا (الگ الگ حروف) قرآن  
 نزل هو علیہ السلام الخ (منزل میں تعالیٰ ہے جو تہنیز ہو علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔  
 یہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض لوگ اخبارات و رسائل کو دسترخوان یا جوٹا وغیرہ  
 پوچھنے میں استعمال کرتے ہیں یا بعض حضرات ایسا تکیہ یا رسال استعمال کرتے ہیں جن  
 پر اشعار یا جملہ یا لفظ کشیدہ ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ ان حروف و الفاظ کا احترام باقی  
 نہیں رہتا ہے۔ لہذا یہ سب کام بھی مکروہ و نا پسندیدہ ہے ہاں جو تعویذات انگوٹھی  
 یا غلاف میں پوشیدہ ہوں ان کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا مکروہ نہیں۔ اور اگر اسے  
 انار کر بیت الخلاء میں جائے تو بہتر ہے۔ درمنہار میں ہے۔ رقیۃ فی غلاف  
 متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل (جو تعویذ خشک  
 غلاف کے اندر ہو اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا مکروہ نہیں مگر اس سے بچنا افضل ہے)  
 واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ نوری مسجد ۴

۲۹/۱۱/۱۹۸۵ء

## قرآن پاک کی قسم کھانا

مسئلہ ۱۰۷۸ :- محمد افضل۔ کیراؤف قاری حنیف صاحب نقشبندی  
 کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی دو  
 مسلمان کے اندر عین دین میں اختلاف ہو جائے تو قرآن پاک کی قسم (حلف) پر فیصلہ

کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کریں  
کہ اسلام میں اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

العارض :- محمد افضل ملہیر سٹرات ۲۷۲ فرنیفورٹ (جرمنی)

۹۲۶ الجواب — اللہم ہدایۃ الحق والصواب

ذات و صفات الہیہ (عزوجل) پر حلف درست ہے۔ اور قرآن عظیم حضرت  
حق جل مجدہ کی صفت قدیمی ہے کہ وہ کلام الہی عزوجل ہے لہذا اس کی قسم صحیح و نافذ  
ہے اور اس کی قسم پر فیصلہ درست ہے۔

صورتِ مسئلہ میں جو مدعی حق ہے اس پر بیئہ (دلائل و ثبوت کا پیش کرنا ہے)  
اور جو منکر ہے اس پر حلف ہے۔ یعنی اولاً مدعی سے ثبوت طلب کیا جائے کہ وہ اپنے  
حق کو ثابت کرے اور جب وہ ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہو تو منکر (مدعا علیہ)  
سے حلف لیا جائے اور حلف کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ اور اگر منکر حلف سے انکار  
کر جائے یا لیت و لعل سے کام لے تو شرعاً اسکے خلاف فیصلہ صادر ہوگا۔

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "الْبَيْئَةُ عَلَى الْمُدْعَى وَالْيَمِينُ عَلَى  
مَنْ أَنْكَرَ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ"

## صدقہ نافلہ

مسئلہ :- حاجی محمد عبدالجبار گمان

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ  
نافلہ کی اصل مقدار کیا ہے؟ یعنی کتنا صدقہ کیا جائے کہ آمدنی کا حق ادا ہو جائے۔  
اور یہ صدقہ کیوں کیا جانا ہے؟ محمد عبدالجبار گمان۔ بلائیس سٹرات ۸۳ آکسفورڈ

۹۲۶ الجواب — اللہم ہدایۃ الحق والصواب

صدقہ نافلہ کی کوئی مقدار شرع شریف میں مقرر نہیں ہے بلکہ صدقہ دینے والوں  
کی مرضی پر ہے جس قدر زیادہ دے بہتر ہے۔ شخصیات کے مراتب و مدارج کے

اعتبار سے صدقہ و خیرات کی مقدار میں کمی و بیشی شرع کو مطلوب ہے۔ عام لوگوں کے لئے میانہ روی کا حکم ہے جب کہ خاص لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی عام لوگوں کو چاہئے کہ اپنی آئندہ زندگی کے لئے یا اپنے بال بچوں کے لئے یا جو لوگ انکے زیر پرورش ہیں ان کے لئے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آج سب کچھ صدقہ و خیرات کر دیں اور کل دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لگیں۔ احادیث کریمہ میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

ایک شخص انڈیا کے برابر سونا لیکر باگاہ رسالت صلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میرے پاس اس سونا کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے میں صدقہ کرنے کے لئے لایا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ اس شخص نے اصرار کیا لیکن آپ انکار فرماتے رہے۔ جب اس کا اصرار زیادہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے سونا کا ڈھیلا لے لیا اور حالت غضب میں اس قدر زور سے پھینکا کہ اگر وہ کسی کو لگ جائے تو زخمی کر دیتا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے ایک شخص اپنا پورا مال لانا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا خیر الصدقاتہ ما کان عن ظہر غنی“ بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو“ رواہ ابوداؤد عن سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور قرآن پاک نے تو نہایت واضح طور پر ارشاد فرمایا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہو امت رکھ اور نہ پورے کا پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا) گردن سے ہاتھ کا بندھا ہوا ہونا یعنی بخیل و کنجوس ہونا۔ اور پورا کا پورا ہاتھوں کو کھول دینا یعنی فضول خرچ ہونا اور اپنی بساط سے زیادہ خرچ کر دینا۔

بہر حال صدقہ و خیرات میں اعتدال و میانہ روی کا ہمیشہ خیال رہے۔ اور  
اپنی جگہوں میں خرچ کیا جائے جہاں اس کی ضرورت ہو یا اس سے کوئی دینی مفاد  
والبتہ ہو۔ نام آوری کے لئے یاد کھاؤ کیلئے خرچ کرنا بخیلی و کمبوسی سے زیادہ برا ہے  
اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرک خفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجہد قادری غفرلہ ۲۱ جنوری ۱۹۸۶ء  
نوری مسجد آسٹریڈم

## عورتوں سے مصافحہ کرنا

مسئلہ: راشد کیفی۔ روٹرڈم۔ نیدرلینڈ۔  
۲۸-۳-۲۰۰۱ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ کی دوکانوں صنعت کاروں  
ہو سٹیل اور دفاتر وغیرہ میں مرد و زن مشترکہ طور پر کام کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی مرد  
یا عورت اپنی ڈیوٹی پر آتی ہے تو آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتی ہیں  
اس میں عورت و مرد کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ مجھ جیسا آدمی جسے اپنے دین و مذہب  
کا کچھ نہ کچھ پاس ہے اسے عورتوں سے مصافحہ کرنے میں عار محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اگر  
مصافحہ نہ کریں تو متعصب اور رجعت پسند کہے جاتے ہیں۔ ہو سٹیلوں اور آفسوں میں  
کام کرنے والے لوگ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔۔۔۔۔ یہ بتایا جائے کہ کتابیہ یا مشرکہ  
عورتوں سے مصافحہ کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟ راشد کیفی

۹۲ الجواب۔ اللہم ہدایۃ الحق والصواب

اپنے محرمات (ماں، دادی، نانی، ساس، بیٹی، پوتی وغیرہ) سے مصافحہ کرنے  
کی رخصت ہے۔ لیکن اگر غیر محرمات ہیں جیسے اسپتالوں اور دفاتروں وغیرہ میں عام  
طریقہ سے ملازمت کرتی ہیں تو ان سے مصافحہ کرنا ناجائز و بد انجام ہے کہ یہ دونوں  
کے لئے فتنہ کا سبب ہے۔ ایک صحابہ عفت مآب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
سے حصول برکت کے لئے مصافحہ کرنا چاہا۔ اپنا ہاتھ بڑھایا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا (اینی لاک اصافح النساء میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا)۔  
اور یہ حدیث پاک بھی صحیحین میں موجود ہے۔

واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرأۃ قط  
حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست گرامی نے کبھی بھی کسی  
مکان یا بیعتن الا بالكلام غیر محرم عورت کا ہاتھ نہیں چھوا آپ ان سے

صرف کلام کذب و بیعت لیتے تھے

کتابیر یا مشرکہ عورتیں آپ کے لئے غیر محرمات میں سے ہیں ان سے مصافحہ کرنا  
ناجائز و حرام ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ حکم شرع کے بالمقابل کسی ملک یا قوم  
کے رسم و رواج کو ترجیح نہیں دی جائے گی اور نہ کسی کے تمسخر کی پرواہ کی جائے گی۔  
لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد الواحد قادری فخرہ۔ خادم الافئدہ  
اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## عورتوں کا مجالس علمیہ دینیہ میں شریک ہونا

مسئلہ ۱۰۸۱ :- مستد خلیل نور محمد آلیرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں  
سنیچر اور اتوار کو جماعت کے اندر علمی و فقہی مجلس کا انعقاد ہوتا ہے جس میں ایک قاری  
صاحب قرآن پاک اور اردو زبان کی تعلیم دیتے ہیں پھر ایک عالم دین فقہی بنیادی  
مسائل بیان فرماتے ہیں۔ عورتوں میں کوئی عالمہ نہیں جو عورتوں کو دینی مسائل  
بتائے۔ ایسی صورت حال میں قرآن پاک سیکھنے اور فقہی مسائل معلوم کرنے بلکہ  
حاصل کرنے کیلئے عورتیں مجلس میں شریک ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

۱۲ الجواد ۸۶  
اللہم ہدایۃ الحق والصلوٰۃ

دینی بنیادی مسائل کا سیکھنا ہر عورت و مرد پر فرض ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ جب آپکی جماعت علوم دینیہ فقہیہ کی تعلیم و اشاعت کا اہتمام کرتی ہے تو وہ لائق مبارکباد و قابل تقلید ہے۔ دوسری تنظیموں اور جماعتوں کو بھی ایسا ہی اہتمام کرنا چاہئے۔ خاص کر عورتیں اپنے ضروری فقہی مسائل سے بے خبر ہیں حالانکہ بقدر استطاعت اپنے دین میں تفقہ حاصل کرنا ہر عورت پر واجب ہے۔

جس مجلس علمی کا ذکر سوال میں ہے اس میں عورتوں کو شریک ہونے کے لئے آنا جائز اور کار ثواب ہے مگر انہیں دو باتوں کا دھیان رکھنا چاہئے۔  
۱۔ مزین و معطر ہو کر یا زرق برق لباس کے ساتھ نہ آئیں۔ ۲۔ مجلس میں عورت و مرد کا اختلاط نہ ہو، دونوں کے لئے الگ الگ بیٹھنے کا نظم ہو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو درمیان میں گارٹھا پردہ موجود ہو اور اس کے باوجود کچھ دور ہی بیٹھنے کی کوشش کریں۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام "خیر صفوف النساء آخرھا وشرھا اولھا" عورتوں کی سب سے بہتر صف اس کی آخری صف ہے اور سب سے بری صف اسکی پہلی صف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ، ۷ اکتوبر ۱۹۹۹ء

اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ

## چہرہ اور ابرو کا بال اکھاڑنا سونے کا دانت لگانا

۱۰۸۲ھ، عبد المجید سلیمان، نورتحہ آمسٹرڈم

۹-۹-۲۰۰۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لپ زیریں کے درمیان جو داڑھی بچ ہے اسے مونڈوانا اور اس کے ارد گرد بالوں کو صاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔ مرد و عورت اپنے چہرہ پر آگے ہوئے بالوں کو صاف کرتے ہیں یعنی اسے اکھڑتے ہیں۔ بہت سی عورتیں اپنے ابرؤں کو مونڈ کر ان پر کالی کالی ٹیڑھی لیکریں بناتی ہیں۔ اور کچھ لوگ اپنے دانتوں پر سونے کا پتھر چڑھاتے

ہیں۔ یہ سب زیب و زینت مرد و عورت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟  
آپ کا: عبدالمجید سلیمان

۴۸۶ الجواب — اللہم ہدایۃ الحق والصواب

ڈاڑھی بچہ جس کو عزلی میں عنفقہ کہا جاتا ہے وہ ڈاڑھی ہی کا ایک اہم حصہ ہے اس کا حلق و قصر ویسا ہی حرام ہے جیسا ڈاڑھی کا۔ اور اس کے ارد گرد لب زیریں کے کھردرے بالوں کو اکھیرنا یا مونڈنا بھی بدعت مکروہہ (حرام) ہے۔  
شامی ص ۳۵۸ اور فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم میں ہے۔

تف الفنیکن بدعة وهما دونن ڈاڑھوں کے درمیان کا بال اکھیرنا  
جانبا العنقۃ وہی شعر بدعت ہے اور ڈاڑھوں سے مراد ڈاڑھی بچہ  
الشفۃ السفلی کذافی کا ارد گرد ہے۔ اور ڈاڑھی بچہ لب زیریں  
الغلاب۔ کے بالوں کو کہتے ہیں۔

رخسار یا حلقوم کے بالائی حصہ کے بالوں کو صاف کرنے میں حرج نہیں جبکہ  
اس کے نام پر ڈاڑھی کے بال صاف نہ کئے جائیں۔ ہاں چہرہ کے بال کو اکھیرنا  
ضرور ممنوع و مضر ہے۔ سیدی علامہ محی الدین ابن العزنی فتوحات ص ۱۹۱ میں  
قرماتے ہیں۔

واجتنب الوشمان تعمله گودنا گودنے یا گودولنے سے پرہیز کر (کہ حرام ہے)  
اوتامریہ وکذالک بالتمیص ایسے ہی ناص (بال اکھیرنے کا آلہ) کے ذریعہ چہرہ  
وہو ازالۃ الشعر من الوجه بالناص کا بال اکھیرنے سے بھی۔ (فتوحات مکیہ)  
ابروں کے بال کو مونڈنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے کہ مبادا تغیر خلق کے جرم کا  
ارتکاب نہ ہو جائے اور ایسا کرنے والا عند الشرع حرام کار نہ کہلائے۔

سونا کا دانت لگوانا ضیاع مال اور نمائش ہے جو (وَلَا تُبَدِّلْ مَتَابِعًا) (اور فضول خرچی مت کرو) کے دائرہ میں داخل ہو کر ممنوع و حرام ہے۔

اور اگر صرف زینت کے لئے ہے تو زینت مردوں کو ناجائز ہے عورتوں کو

جائز ہے مگر وہ زینت صرف اپنے شوہروں کے لئے کر سکتی ہیں غیر محرموں پر  
اپنی زینت کا اظہار ان کے لئے بھی جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ (وَلَا يَبْدِيْنَ  
زِينَتَهُنَّ)۔ اور اپنی زیب و زینت کو عورتیں ظاہر نہ کریں، واللہ تعالیٰ اعلم

## عورت، اسکی آواز اور ٹیلی فون

مسئلہ ۱۰۸۳ :- حاجی ابراہیم ملّا شمالی آسٹریڈم

۱۳-۳-۱۹۹۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ  
عورتیں بذریعہ ٹیلی فون غیر محرم، غیر مسلم مردوں سے ضرورت کی ہزاروں باتیں  
کرتی ہیں۔ اسی طرح مرد بھی کسی کو ٹیلی فون کرتا ہے تو عورتیں ٹیلی فون اٹھاتی ہیں  
جس سے بات چیت کرنی پڑتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عورتوں کی آواز پردہ ہے؟  
یا مردوں کی آواز عورتوں کے لئے پردہ ہے؟ اگر پردہ ہے تو پورے ملکوں میں اس  
سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟ یہاں کی دوکانوں اور دفینوں میں بھی عورتیں کام  
کرتی ہیں جس سے بات چیت ناگزیر ہے تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟  
امید کہ صاف صاف جواب عطا فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

ابراہیم ملّا

۷۸۶

۹۲ الجواد — اللہم ہدایتہ الحق والحق والصدق

زمانہ خیر القرون میں عورتیں نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم کی خدمت  
عالیہ میں حاضر ہوتی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے سوالات کو  
سماعت فرماتے اور دین مسائل سے مشرف فرماتے تھے۔ ہزاروں ہزار احادیث  
کریمہ میں عورتوں کے سوالات پھر سید کائنات علیہ ائمی التسلیمات کے جوابات موجود  
ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعض صحابیات رضی اللہ  
تعالیٰ عنہن یہاں تک کہ امہات المؤمنین سیدہ عائشہ سیدہ صفیہ سیدہ ام سلمہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مبارک زبانوں سے احادیث نبویہ اور مسائل دینیہ سماعت فرمائی۔



ان شواہد دینیہ سے ثابت ہوا کہ عورتوں کی آواز مطلقاً پردہ نہیں ہے  
اگر مجرد آواز ہی پردہ ہوتی تو اس کی نہیں بھی شرع میں موجود ہوتی۔

ہاں اگر عورتیں اپنی گفتگو میں لطافت و نزاکت اختیار کرے گی تو فتنہ کا دوازہ  
کھل سکتا ہے۔ اسی طرح اگر عورتوں سے گفتگو کرنے میں مرد نرم۔ نازک اور دلکش  
لہجہ اختیار کرے تو اس سے قوتِ شہوانیہ میں ابھار پیدا ہو سکتا ہے۔ ان صورتوں  
میں اب وہ آوازیں ایک دوسرے کے لئے پردہ ہو جائیں گی جس کا استعمال ایک  
دوسرے کے مقابلہ میں کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں اچھی طرح آگئی ہو تو خواہ یورپ ہو یا امریکہ، یا  
آسٹریلیا کا کوئی ملک ہر جگہ آپ شریعت کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں وضاحت  
مذکورہ کو اگر آپ ذہن میں رکھیں تو عورت و مرد کی ٹیلی فونی گفتگو کا حواز قرآن پاک  
کے اشارۃ النص میں موجود ہے

قَالَ تَعَالَى وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا  
فَأَسْأَلْنَهُنَّ مِنْ وَرَائِهِنَّ بَابٌ  
ذَلِكُمْ أَظْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ  
جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے  
پیچے سے طلب کرو یہی تمہارے اہل ان کے  
دلوں کے لئے کامل پاکیزگی ہے۔

اس آیت کریمہ نے عورتوں سے گفتگو کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ پردہ سے  
بات کرنے کی اجازت دی۔ البتہ سامنا ہونے سے منع فرمایا کیونکہ اس میں مناسد  
زیادہ ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کو حکم دیا کہ جب غیر محرم مردوں  
سے بات چیت کرو تو نرم و نازک لہجہ میں مت کرو کہ دل کا روگ نرم و نازک  
باتوں اور لوج دار آواز کو سن کر بچنے لگتا ہے جس کے برے نتائج سامنے  
آسکتے ہیں۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے حرام ہی کی طرح مقدمۃ الحرام کو بھی  
حرام فرمایا۔

قَالَ تَعَالَى، إِنَّ النِّقْيَتَيْنِ فَلَا تَخْضَعْنَ  
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الْكَذِبَى فِي قَلْبِهِ  
اشارہ خلاف مذکور، اگر تم پر سزگاری اختیار کرو تو نرم  
لہجہ سے بات مت کرو کہ جس کے دل میں روگ

مَرَضٌ (الاحزاب)

ہو وہ کوئی بُرا خیال کر بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ مجرد آواز پردہ نہیں بلکہ عورت کی جس آواز میں نر نم و دلکشی نر می و نراکت اور شہرت کو برانگیختہ کرنے والا انداز ہو وہ آواز پردہ ہے، جس کے سننے اور سنانے کی ممانعت شرع شریف میں موجود ہے۔ دفاتر و دوکان داروں سے ضرورت کے مطابق گفتگو ہوتی ہے لہذا ضرورت و حاجت کی حد تک شریعت کی طرف سے اس کی رخصت ہے۔ خواہ وہ گفتگو ٹیلی فون کے ذریعہ ہو خواہ آنے سے پرودہ کے ساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالواحد قادری غفرلہ۔ دارالافتاء مدینۃ الاسلام دی ہیگہ

۱۹ مارچ ۱۹۹۸ء

## کسی عالم دین کو مولویہ کہنا کفر ہے۔

مسئلہ: ۱۰۸۴: ہدایت اللہ۔ دین بوس و دوست

۱۹۹۳ء - ۱۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک متقی و پرہیزگار مسلمان کے سامنے کسی عالم دین کا ذکر ہوا تو اس حاجی نے کہا اس مولویہ کا نام مت لو۔ ایک دن میں ایک حمد پڑھ رہا تھا تو اس مولویہ نے مجھے بیچ ہی میں ٹوک دیا اور مجھ سے توبہ کروایا۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک محفل میلاد شریف میں عالم دین مذکور موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں حاجی صاحب مذکور نے ایک حمد تہ کلام پڑھا جس کا مصرعہ تھا ع خدا صانع ہے عالم کا وہی مسجود ہے سب کا۔

جو ڈیج رسیم الخط میں اس طرح لکھا تھا... GCDA SANE HAI ALAM KA۔ مگر حاجی صاحب نے پڑھا "خدا ثانی ہے عالم کا"۔ کیونکہ ڈیج رسیم الخط میں ثانی اور صانع میں بہت مختصر فرق ہے (ثانی = SANIE - صانع = SANE) مولانا نے فرمایا حاجی صاحب! ثانی نہیں صانع پڑھئے۔ حاجی صاحب نے

جواب دیا اس میں تو ثانی لکھا ہوا ہے جو لکھا ہے وہی پڑھا ہوا ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ اگر ثانی لکھا ہے تو غلط ہے۔ لکھنے والے، شعر کہنے والے، پڑھنے والے اور سننے والے سب پر توبہ لازم ہے۔ کیونکہ ثانی کا معنی نظیر جوڑا، مقابل مانند وغیرہ کے ہے اور اللہ سبحانہ کسی کا نظیر نہ جوڑا ہے اور نہ کسی کے مانند ہے لیس کَمِثْلِهِ شَيْءٌ، اور صانع کا معنی بنانے والا پیدا کرنے والا وغیرہ اور خداوند کریم بیشک صانع عالم ہے خالق کائنات ہے۔ اسلئے صانع ہی پڑھنا چاہئے ثانی پڑھنا نہ صرف غلط ہے بلکہ کفر ہے۔ اسلئے ہم سب کو کلام اسلام پڑھنا چاہئے اور توبہ بھی، لازم ہے۔

مولانا کی تحریک پر تمام حاضرین نے توبہ کی اور کلمہ طیبہ پڑھا..... حاجی صاحب کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف تھا سوال یہ ہے کہ مولانا صاحب کی اصلاح صحیح تھی یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کا ذکر سن کر نفرت کا اظہار کرنا، ان کو مولویا کہنا کیا حکم شرع رکھتا ہے؟

ہدایت اللہ، سائٹرا سٹریٹ ۲۲، دین بوس

۱۲۱ الجواب ————— اللهم هداية الحق والصواب

مولانا صاحب مذکور کی گرفت، اور اس پر حکم شرع کا اعلان بالکل جائز و درست اور بروقت تھی۔ ارشاد خداوندی ہے وَلَحْدِيكَ لَكُمُ كَفُّوا أَحَدُهُ اس کا کوئی ہمسر ثانی نہیں ہے۔ لیس کَمِثْلِهِ شَيْءٌ، اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے وہ ثانی بننے سے پاک، و منزه ہے، نہ کوئی اس کا ثانی ہے نہ وہ کسی کا ثانی ہے۔ اس کو عالم کائنات کہنا کفر و جہالت ہے۔ کہنے والے پر تجرید ایمان اور اگر بیوی رکھنا ہو تو تجرید نکاح لازم ہے۔

کسی عالم دین کو مولویا کہنا اس کی توہین ہے اور عالم دین کی توہین کرنے والا خواہ وہ متقی و بدہیزگار کہلائے۔ شریعت کے نزدیک وہ دین سے خارج ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر ص ۶۹۵ میں ہے

من قال لعالم عويلم على جس نے بے ادبی کرتے ہوئے کسی عالم دین کو

وجہ الاستخفاف فقد کفر عونیم (مولوتیہ) کہا اس نے کفر کیا۔  
 اگر شخص مذکور (متقی) پر بیزار گارجی، اپنی پہلی غلطی پر توبہ تجدید ایمان  
 اور تجدید نکاح کر چکا تھا تو اب دوبارہ ایک عالم کی توبہ تہن کرنے کے سبب  
 پھر وہ کفر کے دلدل میں جا پھنسا (العیاذ باللہ تعالیٰ) پھر سے اس پر توبہ تجدید ایمان  
 لازم ہے۔ اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح تے مہر کے ساتھ بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 کنتہ عبد الواجد قادری عفرلہ۔ خادم دارالافتاء جامعہ مدینۃ الاسلامہ  
 دی ہیگ۔ ۱۰ جولائی ۱۹۹۳ء

## کرسمس ڈے اور مسلمان

۱۰۸۵ مسئلہ :- امان اللہ خاں۔ بیلر اسٹراٹ پیرس فرانس  
 ۱۹-۳-۲۰۰۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے ملکوں میں  
 پچیس دسمبر بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ کرسمس لوگوں کا طریقہ ہے کہ  
 اپنے گھروں کو مخصوص پیڑ پودوں اور رقموں سے سجاتے ہیں۔ شراب اور دیگر مشروبات  
 و ماکولات کا بہتات طریقہ پر انتظام کرتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو تحفہ تحائف  
 دیتے اور مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اس تاریخ کا نام "کرسمس ڈے" رکھتے ہیں۔  
 سوال یہ ہے کہ کرسمس ڈے کے موقع پر اپنے گھر کو اسی مخصوص پودے سے سجا کر  
 اس پر قیمتی روشن کرنا پھر عیسائیوں کو ہدیہ دینا اس سے ہدیہ لینا۔ انہیں مبارکباد  
 پیش کرنا۔ ان سے مبارکبادی لینا مسلمانوں کے لئے از روئے شرع جائز ہے یا  
 نہیں؟ اگر کوئی مسلمان کرسمس ڈے کے موقع پر کرسمس کی طرح آتش بازیوں چھوٹ  
 یا کرسمس کے ہاتھوں آتش بازیوں نیچے تو اس کا اسلامی شریعت میں کیا حکم ہے؟  
 آپ کا خادم: امان اللہ خاں

۹۲ الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب  
 عیسائیوں کے یہاں "کرسمس ڈے" کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے یہ

چودھویں صدی عیسوی کا ایک حادثہ تو ہمارے۔ لیکن دنیا بھر کے عیسائیوں  
 نے اس آخری تو ہمارے کو اتنی مضبوطی سے تھام لیا کہ یہ صدیوں سے عیسائیت کی پہچان  
 و شمار بن گیا ہے۔ ہر چرچ اور عیسائی تنظیم کا ہیں اس تاریخ میں مزین کی جاتی  
 ہیں اور دنیا کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ گویا یہ مسیحیوں کا عظیم الشان تو ہمارے  
 جسمیں اربوں ڈالر کی شراب نہ صرف پی جاتی ہے بلکہ لندھائی جاتی ہے۔ پھر  
 اربوں ڈالر کی آتش بازیوں اور آتش ماڈوں سے یورپ و امریکہ کے در و دیوار  
 اور آسمانی فضا تھرا اٹھتی ہے۔ ہفتہ عشرہ تک گندھک کی بدبو سے ملک کا  
 ملک مہکنا رہتا ہے۔

بہر حال کرسس ڈے ان کا مذہبی تو ہمارے ہو یا نہ ہو مگر آج قومی تہوار کی حیثیت  
 اختیار کر گیا ہے جس سے مسلمانوں کا دور رہنا لازم و ضروری ہے۔ لقولہ علیہ  
 السلام "من تشبه بقوم فهو منهم" جس نے کسی قوم کی مشابہت  
 اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ (سند امام احمد)

اور سنن ابی داؤد کتاب الجہاد میں ہے ص ۲۹

من جامع المشرك وسكن معه جس نے کسی مشرک کے ساتھ اشتراک عمل  
 فاتہ مثلہ۔ اور راہ و رسم کیا وہ اسی کے مثل ہے۔

مسلمانوں کے لئے حرام ہے کہ ان کے تو ہمارے میں اپنے گھروں کو انہیں چیزوں  
 سے مزین کریں جن سے وہ لوگ کرتے ہیں۔ پھر اس تاریخ میں انہیں ہدیہ دینا  
 اور ان سے تحفہ لینا بھی حرام و ممنوع ہے۔ اور اگر کرسس ڈے کی تعظیم مقصود ہو تو  
 (معاذ اللہ تعالیٰ) یہ کفر ہے۔ در مختار ص ۲۵ اور رد المحتار ص ۲۸ میں ہے۔

الاعطاء باسم النذیر روز والمہر نیروز اور مہر جان (مجوسیوں کے عیدوں کے نام)  
 جان (بان یقال ہدیۃ ہذ کے نام پر عطیہ کا تبادلہ" یہ کہہ کر کہ یہ آج کا ہدیہ  
 الیوم ش) لا یجوز ای الہدایا ہے" جائز نہیں۔ یعنی ان دونوں دنوں کے  
 باسم ہذین الیومین حرام ناموں پر تحفے دینا لینا حرام ہے۔ اور اگر

وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ مشرکین مجوسی کی طرح ان کی تعظیم بھی  
المشرکون یکفر کرے گا تو کفر ہوگا۔

اور ہدایا کی طرح مبارکبادیوں کا تبادلہ بھی حرام و ناجائز ہے جس سے مسلمانوں  
کو بچنا ضروری ہے۔ آتش بازی تو یوں بھی حرام و بد انجام اور شیطانی کام ہے  
جس میں ضیاع مال کے ساتھ ساتھ تلف جان کا بھی اندیشہ قوی ہے۔ چنانچہ  
ہر کرسمس ڈس کے موقع پر یورپ و امریکہ میں درجنوں جانیں ضائع ہوتی ہیں۔  
مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے مال و جان کو ہلاک ہونے سے بچائیں۔ اور  
آتش بازی شیطانی کار سازی سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے  
إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَالنَّوَاحِلِ الْوَحَّانِ فَضُولَ خَرَجٍ كَرْنِ وَاللَّيْطَانِ كَالْبَحَائِ  
الشَّيْطَانِ۔ ہیں۔

اور یہ بھی ارشاد الہی ہے

لَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں  
مت ڈالو۔

کتہ عبد الواحد قادری غفرلہ، خادم الافناء والقضاء، اسلامک فونڈیشن  
نیدرلینڈ۔ مجلس علماء نیدرلینڈ۔ ۱۹ اپریل ۱۹۸۶ء

## لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ شادی کا اعلان

مسئلہ ۱۰۸۶: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ  
شادی کے اعلان کا حکم احادیث کریمہ میں موجود ہے تو کیا لائوڈ اسپیکر پر گانے باجے  
کے ساتھ شادی کا اعلان ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ بعض جگہوں میں رواج ہوتا جا رہا ہے  
کہ دو چار روز پہلے سے عورتیں لائوڈ اسپیکر پر گانے گاتی اور ڈھول تلشے وغیرہ بجاتی  
ہیں، اس سے شادی کا اعلان بھی عام ہوتا ہے اور شادی والے گھر میں خوشی بھی دو بالا  
ہو جاتی ہے۔ سائل: فیصل مارن۔ ہو خور دیک۔ ۱۳۸۔ آسٹریٹوم

## ۹۱۲ الجواب — هو الہادی الی الصواب

شادی کے تعلق سے شریعتِ مطہرہ کا منشا یہ ہے کہ وہ چھپ چھپا کر نہ ہو کہ زنا کاری کے معاملات کو پینے کا مویج ملے بلکہ شادی کا شہرہ ہو جائے تاکہ دولہا دولہن پر کوئی تہمت نہ لگائے اور اس کی نسل پر کوئی انگلی نہ اٹھائے۔ اور یہ مقصد شرع ابتدائی دیکھا دیکھی، منگنی، آپس میں تحفہ تحائف کا بدلین، شادی کی تاریخ کا تقرر، دوست احباب کے ساتھ شادی کی تقریب میں شرکت، محفل نکاح خوانی اور ولیمہ وغیرہ سے بخوبی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کسی جائز و مستحسن آواز کو بذریعہ لاؤڈ اسپیکر دور دور تک پھیلا دی جائے۔ مثلاً ایجاب و قبول کی آواز، خطبہ کی آواز، مسائل نکاح اور نصح کی آواز تو یہ جائز و مباح بلکہ نیت خیر کی وجہ سے مستحسن ہے لیکن جو ناجائز و حرام آوازیں ہیں مثلاً باجے گا۔ جے کے ساتھ فلمی گانے، عریاں اور فحش مضامین پر مشتمل نظمی آج کل کے اکثر فلمی گانے کے مضامین خدا و رسول کی توہین اور کفریات پر مشتمل ہیں جس کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سنائے جاتے ہیں اور ان سب پر مستند محرمات کی آواز شیطان نواز کا شور (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ سب ناجائز و حرام اور معاشرہ اسلامی کے لئے نہایت بد انجام ہیں۔

حدیث شریف جس میں نکاح کے اعلان کا حکم استحباً ہی ہے اس کو حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربعی ابن ماجہ قزوینی نے اپنی سنن (ابن ماجہ) میں نقل کیا ہے۔  
اعلنوا هذا النکاح واضربوا  
علیہ بالغریال  
بجاکر ہی ہو۔

حدیث پاک میں کہیں غریباں اور کہیں دف ارشاد ہوا لیکن اس کے بجانے کا حکم و جوہی نہیں بلکہ مقصود محض اعلان ہے جو ہر دورہ بالا ذرائع سے حاصل ہے۔۔۔ موجودہ وقت میں دف، دوسرے معارف کے ساتھ استعمال کیا جائے ہے جو عند الشرع حرام ہے لہذا اجزائے حرام ہو جانے کی وجہ سے اس کا استحباب باقی نہ رہا اور وہ ممانعت کے دائرہ میں آگیا۔

یہ بھی ناجائز و حرام کام سے خوشی میسر نہیں ہو سکتی بلکہ رحمانیت مجروح ہوتی ہے اور دینی کسل پیدا ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم  
مکتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیندرلینڈ

۸ مارچ ۲۰۱۷ء

## اپنا حق حاصل کرنے کیلئے رشوت دینا

۱۰۸۷ء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل کسی مدرسہ میں بھی کوئی نوکری خواہ مدرس کی ہو یا کلرک کی بغیر سلامی (رشوت) دیئے ہوئے حاصل نہیں ہوتی، جب تک بورڈ کے اہلکاروں کو رشوت نہ دی جائے اور مدرسہ کے ارکان کی خوشامد نہ کی جائے۔ پھر اسٹریو لینے والوں کو چائے ناشتہ نہ کرایا جائے منتخب ہونا اور تقرری کی نوٹس ملنا ناممکن یا بہت زیادہ مشکل ہے ایسی صورت میں نقدی رشوت دینا، خوشامد کرنا یا چائے ناشتہ کرانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: نسین الورد۔ ملکانہ۔ مظفر پور۔ بہار

۹۲ الجواب ۷۸۶

اگر آپ اس بات کی سند نہ لیتے اور مصلحت میں وکار آساں کن پر عمل کرتے تو بہتر تھا۔ نہایت ناسوسناک بات ہے کہ مدارس (جو اسلامیات کا علمبردار کہلاتا ہے) کے اعلیٰ سطحی دفاتر اور اس کے ارباب عمل و عقد میں رشوت ستانی اور رشوت دہی کا بازار گرم ہے۔ چوں کہ کفر از کعبہ بر خیز و کجا ماند مسلمانانہ ناجائز فائدہ حاصل کرنے اور دوسرے کا حق مارنے کے لئے رشوت دینا، لینا دونوں حرام و بد انجام ہیں۔

الرشاۃ والمرتشی فی۔ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا

دونوں جہمی ہیں۔

التار۔

لیکن اگر ظلم سے بچنے کے لئے یا اپنا حق حاصل کرنے کے لئے مجبوراً یا واجباً



دینا پڑے تو دینے والا گنہگار نہیں ہوگا البتہ لینے والا بہر حال گنہگار ہے۔  
 اگر کوئی شخص واقف اس نوکری کی جگہ کا اہل ہے جس کے لئے وہ کوشش کر رہا  
 ہے اور بغیر رشوت کے اس جگہ کی ملازمت نہیں مل سکتی ہے تو رشوت دینے والا  
 گنہگار نہیں۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء انڈیا ریٹائرڈ

۱۲ محرم ۱۴۲۳ھ

## سوشل سے فکالسی کا مشاہرہ لینا

مسئلہ ۱۰۸۸۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہالینڈ کی گورنمنٹ کا  
 یہ قانون ہے کہ جس نے لیگل طور پر رہ کر تین سال سے زائد سرکاری یا نیم سرکاری وغیرہ  
 دفاتر کا رخانے اور دیگر تنظیموں میں کام کر چکا ہے اسے کام نہ رہنے کی صورت میں  
 مختلف گورنمنٹی تنظیموں سے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے اور سالانہ ایک ماہ کی چھٹی بھی مشاہرہ  
 (وظیفہ) کے ساتھ دی جاتی ہے۔ ساٹھ سال سے زائد عمر والوں کو دیگر مراعات کے ساتھ  
 تین ماہ کی چھٹی (فکالسی) مشاہرہ کے ساتھ دی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ بغیر کام  
 کئے ہوئے مذکورہ وظیفہ حاصل کرنا یا فکالسی کا مشاہرہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
 المستفتی :- الزرع علی۔ الکمار ہالینڈ۔ بزم رضا رجسٹرڈ۔

۷۸۶

۹۱ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب۔

جو لوگ ملک میں رہتے ہیں اسے ملکی آئین و قانون کی رعایت کرنی ہوگی۔ عدم  
 رعایت کی صورت میں عزت و آبرو کا خطرہ مظنون ہے۔ اور پھر ملازمت کا قانون مذکور  
 ہماری شریعت کے خلاف بھی نہیں ہے لہذا اس کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کیا  
 جائے گا۔ چھٹی کے سلسلہ میں غالباً یہ بین الاقوامی قانون ہے کہ سال میں چند ہفتوں  
 یا مہینوں کی چھٹی یا مشاہرہ دی جاتی ہے جو شرعاً جائز ہے  
 فناوی شامی میں ہے۔ قال فی المحيط

انہ یاخذ لان یستریح للیوم الثانی محیط میں فرمایا کہ چھٹی کے دن کا مشاہرہ لیگانا کہ

فحیث كانت البطالة معروفة  
فی یوم الثلاثاء والجمعة و فی  
رمضان والعیدین یحل الاخذ  
والله تعالیٰ اعلم کتبت عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء نیدرلینڈ۔  
۲۳ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ

## رفاہی اداروں میں زکوٰۃ دینا

۱۰۸۹ مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یورپ کے اکثر  
ملکوں میں ایسے امدادی ادارے قائم ہیں جس کے ذریعہ حوادث (زلزلہ، سیلاب  
نسلی فساد، مذہبی تنازعات) اور انفرادی طور پر، کینسر، تباہی اور جذام وغیرہ کے  
مریضوں کی مدد کی جاتی ہے۔ ان اداروں کے بیشتر انتظام کار غیر مسلم ہیں۔ ایسے اداروں  
میں زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور ان میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا  
ہوگی یا نہیں؟ محمد عبداللطیف منگل۔ آسٹریڈم پورٹ۔ آسٹریڈم۔

۹۲۶ الجواب ————— هو الهادی الی الصواب  
زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط ہے کہ مسلمان (غیر ہاشمی سید) اور مستحقین زکوٰۃ  
کو دی جائے اور انہیں اس کا مالک بھی بنا دیا جائے۔ اگر تملیک نہیں پائی جائے گی تو  
زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ مذکورہ ادارے انسانی ہمدردی اور فلاح و بہبود کے لئے قائم کئے  
گئے ہیں جو بہت ہی مستحسن اقدام ہیں۔ وقتاً فوقتاً حسب وسعت اس کی مدد کرتے رہنا  
چاہئے۔ مگر زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی رقمیں ان میں ہرگز نہ دی جائے کہ وہاں تملیک  
مسلم نہیں پائی جاتی لہذا زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ واللہ تبارک و تعالیٰ اعلم

کتبت عبد الواحد قادری غفرلہ۔ مجلس علماء نیدرلینڈ۔

۱۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

## تہمت لگانے کی سزا

مسئلہ ۱۰۹۰۔ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مثلاً زینب اور زید کو ایک کمرہ میں دیکھا کوئی دوسرا آدمی وہاں نہیں تھا۔ زید کو دیکھا کہ وہ اپنے پاجامہ کا ازار باندھ رہا ہے اور زینب اپنے بالوں کو درست کر رہی ہے شخص مذکور (بکر) نے زید سے پوچھا تم دونوں تو اجنبی ہو تنہائی کے اندر اس کمرہ میں کیا کر رہے ہو؟ زید نے کہا کہ تم خواہ مخواہ مجھ پر شک کرتے ہو۔ ہم لوگ اکثر و بیشتر ادھر گھومنے پھرنے کے لئے آجاتے ہیں کبھی کبھی اس کمرہ میں آرام بھی کر لیتے ہیں۔

بکرنے وہاں سے آنے کے بعد آبادی میں شور مچایا کہ زید زنا کر رہا تھا میں نے خود دیکھا ہے۔ جب پنچائت بیٹھی تو بکر کے علاوہ تین اور آدمیوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگوں نے بھی زید اور زینب کو اس کمرہ میں آتے جاتے بارہا دیکھا ہے۔

تمام گواہوں کے بیان کے بعد پنچائت نے دو ہزار روپیہ زید پر جرمانہ کیا اور پچاس مرتبہ کان پکڑوا کر اٹھایا بیٹھایا۔ ایسی صورت میں اہل پنچائت کا فیصلہ صحیح ہوا کہ نہیں؟ اور زید کا گناہ معاف ہوا کہ نہیں؟ سائل: وصلین امام دیار باقر تری۔

۱۰۹۱ الجواب۔ ہوا الہادی الی الصواب۔

اجنبی عورت مرد کا ایک ساتھ گھومنا پھرنایا ایک ساتھ تنہائی میں رہنا حرام و بداجنبام اور جہنمیوں کا کام ہے۔ زید و زینب پر لازم ہے کہ اس طریقہ تفریح کو چھوڑے اور صدق دل کے ساتھ توبہ کرے کہ انہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن صورت مذکورہ میں زید یا زینب پر زنا کی تہمت لگانا جائز نہیں ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو بکر مذکور پر حد قذف (اسی کوڑے مارنا) جاری کیا جانا مگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے تہمت زنا لگانے والے یا زنا کرنے والے خوش نہ ہوں کہ یہاں کی سزا سے آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔  
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ جَاءَهُنَّ بِبُرْهَانٍ لِّمَا كُنَّ يُرْمَوْنَ بِهِ فَلَا يَصِحُّ لَهُنَّ الْعَذَابُ لِمَا كُنَّ يَرْمَوْنَ بِهِ وَمَا كُنَّ يَفْتَرِينَ

لَمَّا تَوَاطَا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَأَجْلِدُواهُمْ  
 ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً  
 أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝  
 کرو۔ کہ وہ نافرمان ہیں ...

صورتِ مسئلہ میں زید پر واجب ہے کہ زینب سے علیحدگی کا اقرار کرے اور پھر  
 دونوں توبہ واستغفار کریں۔ اہل پنچائت نے اچھا نہیں کیا کہ زید پر مالی جرمانہ عائد کیا  
 مالی جرمانہ شریعت کے نزدیک ناجائز و گناہ ہے اہل پنچائت پر ضروری ہے کہ زید سے  
 لی گئی رقم واپس کرے۔ بقیہ تین آدمیوں نے زید و زینب کو غیر شرعی طور پر ایک ساتھ  
 دیکھا اور اپنے دیکھنے کے مطابق بیان دیا وہ شرعی گرفت سے بری ہے کیونکہ اس نے  
 تہمت نہیں لگائی ہے۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالواجد قادری غفرلہ۔ اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈز



# کتاب المیراث

## زندگی میں جائداد کی تقسیم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد اپنے وارثوں پر تقسیم کر دینا چاہتا ہے۔ اگر وہ وراثت میں بیٹوں کے مقابلہ میں ان بچیوں کو کچھ زیادہ دیدے جس کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے تو وہ عندالشرع گنہگار یا قابل گرفت تو نہیں ہوگا؟ ایک دوسری بچی اس کے یہاں کام کرتی ہے اس کی شادی کے لئے وہ اپنی جائداد سے کچھ دینا چاہتا ہے اس میں دیگر وارثوں کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟ اس کی دو بیویاں ہیں۔ دوسری کے مقابلہ میں ایک کثیر الاولاد ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے اگر دوسری کے مقابلہ میں اسے کچھ زیادہ حصہ دیدے تو وہ شخص عندالشرع قابل مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ امید کہ تینوں سوالوں کا جواب الگ الگ عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

عبد الشہید درویش، ہالینڈ

۹۲۶ الجواب ————— هو الہادی الی الصواب

شریعت مطہرہ کا اصول یہ ہے کہ ترکہ مورث کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے اور شریعت میں تقسیم ترکہ کا باضابطہ اصول (حصص و سہام) مقرر ہے نہ اس سے کم کسی کو مل سکتا ہے نہ زیادہ۔ لیکن مرنے سے پہلے ہر شخص اپنی جائداد کا مالک و مختار ہے جس کو جس قدر چاہے دے۔ اور یہ اختیار مرض الموت سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ مرض الموت سے پہلے اگر کوئی باپ اپنے بیٹے بیٹیوں میں اپنی جائداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو اسے سہام ترکہ کے مطابق نہیں بلکہ بیٹا، بیٹی دونوں کو برابر دینا چاہئے علامہ طحاوی نے معانی الآثار میں اس حدیث کو نقل فرمایا۔

يعطى الابنة مثل ما يعطى الابن: بیٹی کو بیٹے کی مثل دیا جائے گا

فقہاء کرام نے اسی ارشاد کو مفتی بہ بتایا ہے۔ ہاں جو اولاد دینداری اور فرما بزرگی میں زیادہ ہو تو اس کو دوسرے بیٹوں بیٹیوں سے کچھ زیادہ دیدینے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح جو بچی خدمتِ خانہ پر مامور ہے اگر اس کی شادی بیاہ کے لئے کچھ جائداد کا حصہ مخصوص کر دیا جائے تو مالکِ جائداد کے لئے کچھ مضائقہ نہیں بلکہ وہ عند اللہ تعالیٰ ثواب کا مستحق ہوگا۔

جو بیوی کثیر الاولاد ہے اسے بھی نسبتاً کچھ زیادہ دیدینے میں حرج نہیں۔ البتہ کسی اولاد کو بالکل محروم کر دینا یا کسی کو بہت زیادہ دیدینا ظلم کے مترادف ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم  
کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ جامعہ مدنیۃ الاسلام دی ہیگ

۲۱ ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

## بیٹوں کے لئے ترکہ میں وصیت

مسئلہ ۱۰۹۲ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ زید نے بیماری کی حالت میں ان وارثوں کو بٹھا کر گواہوں کے سامنے یہ وصیت کی کہ میرے پاس بچپن ہزار نقدی ہے جس میں سے میں نے عمرہ کے لئے پچیس ہزار رکھا ہے۔ بقیہ رقم میں سے بیس بیس ہزار بیٹوں کے لئے اور دس ہزار بیٹی کے لئے ہے تم لوگ اپنا اپنا حصہ ابھی چاہو تو ابھی لے لو، یا جب چاہو گے لے لو گے۔ وصیت کے پندرہ دنوں کے بعد زید نے اپنی بیماری سے شفا پائی اور کئی مہینے صحت یاب رہا۔ اس درمیان دونوں بیٹوں نے اپنا اپنا حصہ لیکر کاروبار میں لگا دیا اور اس میں منافع بھی کمایا ادھر تین مہینے کے بعد زید کا انتقال ہو گیا اور وہ عمرہ نہیں کر سکا۔ دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی نے بہن سے کہا کہ جو پچیس ہزار روپیہ والد صاحب نے عمرہ کے لئے رکھا تھا اس روپے سے تم والد صاحب کے لئے عمرہ کر دو۔ چنانچہ بہن عمرہ میں چلی گئی۔ جب دوسرے بھائی کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ جو دس ہزار روپیہ بہن کے لئے رکھا

گیا تھا اس کو ہم لے لیں گے۔

بلوچنا یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے متروکہ کی وصیت اولاد کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہن کا عمرہ کے لئے جانا درست ہو یا نہیں؟ دوسرے بھائی کا بہن کے حصہ پر قبضہ مناسب ہے یا غیر مناسب۔ جواب سے شاد کام نشر میں

ہارون نورانی۔ انسٹوری۔ ہالینڈ

### ۹۲ الجواب هو الہادی الی الصواب

قرآن پاک نے وراثت کے لئے متروکہ میت میں سہام (حصے) مقرر فرمایا ہے تقریباً سہام سے پہلے وصیت کا حکم تھا پھر وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ مستحسن امور کے لئے ترکہ کے ایک تہائی حصہ میں وصیت کو باقی رکھا گیا ہے۔ صورت مسئلہ میں زید نے اپنی تمام رقم میں وصیت جاری کی ہے جو عند الشرع باطل ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا **فَلَا وَصِيَّةَ لِرِثَاتٍ** — وارث کے حق میں کوئی وصیت قابل قبول نہیں۔ اور جو وصیت باطل دنا جائز ہو اس پر عمل کرنا بھی ناجائز ہے۔ لہذا جن بیٹوں نے باپ کی زندگی میں اس کی جائداد پر قبضہ جمالیادہ ناجائز و حرام ہوا اور اس مال کے ذریعہ جو فائدہ ہوا وہ بھی ناجائز ہے۔

جس بھائی نے بہن کو باپ کے چھوڑے ہوئے روپیہ سے عمرہ کرنے کی اجازت دی وہ اُس روپیہ کا تاوان بھرے۔ اور اب باپ (زید) کا متروکہ (تو پچتر ہزار روپیہ) اس طرح آپس میں تقسیم کرے

مفتی

زید مرشد

بنت  
۱۵۰۰۰ روپیہ

ابن  
۳۰۰۰ روپیہ

ابن  
۳۰۰۰ روپیہ

یعنی بھائی کو تیس تیس ہزار اور بہن کو پندرہ ہزار۔ جس بھائی یا بہن نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا ہو وہ اس کو پورا کرے۔ قال تبارک و تعالیٰ "وَلِلَّذِكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ" واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم الافناء، جامعہ مدنیہ الاسلام

دی ہیگ۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ





## میت کے ورثاء کی تسہیل

مسئلہ ۱۰۹۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وراثت کے سلسلہ میں ذوی الفروض، ذوی الارحام اور عصبہ کس کو کہتے ہیں۔ حضرات مفتیان کرام ان الفاظ کا استعمال مسئلہ وراثت میں کرتے ہیں لیکن ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتے لہذا التماس ہے کہ ان کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں وارش ہوگی۔

سائل: نوازش کریم۔ پاک محمدی مسجد، نیس، فرانس

۸۶ الجواب۔ ہوالہادی الی الصواب۔

جب کوئی مسلمان اس وارثانی سے کوچ کر جائے تو وہ اپنے پیچھے مین قسم کے وارثان کو چھوڑتا ہے۔ ذوی الفروض۔ عصبہ۔ ذوی الارحام، ذوی الفروض ان وارثوں کو کہا جاتا ہے جن کے حق شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں مثلاً نصف بیع، ثمن یا سدس، ثلث اور ثلثین۔

عصبہ وہ ہے جس کا حق مقرر نہیں ہے بلکہ ذوی الفروض کو میت کے متروک سے حصہ دینے کے بعد جو باقی بچتا ہے بس اسی کو لینے کے وہ حصہ ہوتے ہیں۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً میت کے فروغ پھر اس کے اسول پھر باپ دادا کے فروغ وغیرہم (جب کہ یہ لوگ نہ کہیں) میت کی بیٹی پوتی وغیرہ ہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔

ذوی الارحام وہ لوگ ہیں جو ذوی الفروض سے ہوں نہ عصبات سے بلکہ ان کے علاوہ ہوں۔ عصبات کی طرف ان کی جگہ مل کر ترتیب چار قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔

## قرض کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے قبل ہے

مسئلہ ۱۰۹۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریفین اس مسئلہ میں کہ زید نے مختلف لوگوں سے دس ہزار نقد قرض لیا مگر اس کو ادائیگی کیسکا۔

کا بلاوا آگیا اور وہ ملکِ عدم کو روانہ ہو گیا۔ البتہ جو زمین اور گھر کا اثاثہ اس نے چھوڑا ہے وہ پچاس ہزار سے کم کا نہیں ہے۔ اس کے کفن کا انتظام بھی کسی سے اُدھار لیکر ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے متروکہ جائیداد میں سے پہلے کفن و دفن کا قرض ادا کیا جائے یا اس سے پہلے وارثین کو حصہ دیدیا جائے۔

جواب کا منتظر: عبدالوہاب نجسی۔ المیرہ سنترم۔ ہالینڈ

۷۸۶

۹۲

الجواب هو الہادی الی الصواب  
تقسیم ترکہ سے پہلے زید کے متروکہ سے اس کا قرض ادا کیا جائے اور قرض کی ادائیگی میں کفن و دفن کے اخراجات کو مقدم رکھا جائے یعنی کفن و دفن میں جو خرچ ہوا ہے اس قرض کو پہلے ادا کیا جائے۔ پھر زید پر جو بھی قرض ہے اس قرض کو ادا کرنے کے بعد جو بچے وہ وارثین میں تقسیم کر دیا جائے۔ کما فی السنن الجی

الاول یبدأ بتکفینہ و میت کے ترکہ سے پہلے کفن و دفن کا انتظام ہو اس  
تجہیزہ لثقل یقضی دیونہ من کے بعد جو بھی مال باقی بچے اسے مردہ کا قرض ادا کیا  
جمع ما بقی من مالہ۔ اہ (اسکے بعد جو بچے وہ وارثین پر تقسیم ہو)

واللہ تعالیٰ اعلم کہ عبد الواجد قادری غفرلہ۔ خادم الانشاء۔ القرآن اسلامک فونڈیشن

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

## بینک کا قرضہ تقسیم ترکہ سے پہلے

مسئلہ ۱۰۹۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گورنمنٹی بینک سے قرض لینے کے بعد انتقال کر گیا اور بینک کلیتہً غیر مسلموں کا ہے تو کیا اس شخص کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بینک کا قرضہ ادا کرنا بھی ضروری ہے؟ بینوا و توجروا  
محمد الیاس نصر اللہ۔ کلین سٹراٹ۔ یوٹریخت۔ ہالینڈ

۷۸۶

۹۲

الجواب هو الہادی الی الصواب  
جی ہاں ہر قرض مقدّمہ التوریت میں داخل ہے خواہ وہ مسلمان کا قرض ہو

یا غیر مسلم کا۔ شرعی تعلیمات کی روشنی میں قرض کی ادائیگی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم کہتہ عبد الواحد قادری غفرلہ دارالافتاء اسلامک فونڈیشن

نیدرلینڈ - ۱۹ رجب ۱۴۱۸ھ

## بیٹی کے متروکہ میں ماں کا حصہ

مسئلہ ۱۰۹۷۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ترکہ کے تقسیم ہونے کا کوئی ضابطہ قانونی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ جب شوہر کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا کل ترکہ بیوی کو اور بیوی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا کل ترکہ اس کے شوہر کو ملتا ہے۔ ماں، باپ، بیٹا بیٹی یا دوسرے رشتہ داروں کا متروکہ میں کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن ہم لوگ شرعی طور پر اس مسئلہ کو جاننا چاہتے ہیں کہ کلثوم مرحومہ کا ہارٹ ایکسٹراکٹ قلب، میں ایک بیک انتقال ہو گیا وہ کچھ وصیت نہیں کر سکی لیکن اس کے نام سے بارہ ہزار ایرو بینک میں جمع ہے اور کچھ مرنے کے زیورات بھی ہیں۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے اپنا شوہر رفیق، اپنی ماں سکینہ، ایک بیٹی لیلیق، ایک بیٹی روشن، ایک بہن زینب اور ایک چچا عبدالسبحان کو چھوڑا ہے۔ مرحومہ کا متروکہ شرعاً کیسے تقسیم ہوگا؟

سائل: عبدالسبحان کتاب علی۔ سس لاند۔ ہالینڈ

۹۱ الجواب بعون الملک الوہاب

المثلثت = ۳ × ۳۶ =

م	سکینہ	زوج	بنی	بنت	عبدالسبحان	اخت
۱	۲	۳	۱۳	۲	۲	زینب
۱	۲	۳	۱۳	۲	۲	م

بر تقدیر وصیت سوال سائل و انحصار و رثاء فی سوال المذکور و بعد ما تقدم

على الارث متروکہ کلثوم مرحومہ چھتیس حصوں پر تقسیم ہو کر چھ حصے اس کی ماں سکینہ کو۔

نوحے اس کے شوہر رفیق کو۔ چودہ حصے اس کے بیٹی لیلیق کو اور سات حصے اس کی بیٹی

روشن کو ملیں گے۔ اصحاب فروع اور بیٹا بیٹی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن اور چچا محروم

عن الارث ہوں گے..... ماں کے حصہ سے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے۔  
 وَلَا بُؤْيُوهٖ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ۖ وَارثیت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا  
 السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ حصہ (ملے گا) اس سے جو میت نے چھوڑا بشرطیکہ  
 لَهُ وَلَدٌ۔ میت کی اولاد ہو ...

اور شوہر کے تعلق سے ارشاد قرآنی یہ ہے

فَاِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكَ مِنْ بَعْدِ ۖ اور اگر بیوی کو اولاد ہو تو تمہارے لئے چوتھائی  
 وَصِيَّةٍ يُؤْتِيْنَ بِهَا اَوْ دِيْنِهٖ حصہ ہے اس سے جو وہ چھوڑ جائیں۔ یہ اس وصیت کے بعد  
 بیٹی، بیٹا اقرب العصبات میں سے ہے اسکے ہوتے ہوئے چچا وغیرہ محروم ہونگے۔  
 سراجی ص ۱۱۱ میں ہے۔ اولیٰ بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم  
 بنوهم ثم بیٹے، پوتے میت کے اقرب عصبات میں سے ہیں لہذا ترکہ کا زیادہ

حقدار وہی ہیں۔ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ

کنز عبد الواحد قادری غفرلہ۔ خادم اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ۔ ۲۵ بیچ الثانی ۱۴۲۳ھ

نوٹ ملکی قانون جو بھی ہو اسکے جو ابدہ اہل سیاست و حکومت ہیں۔ شریعت مطہرہ میں  
 تقسیم ترکہ کا جو اصول ہے اس کے میں نے واضح کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی  
 توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ وَارْزُقْنَا اِسْتَبَاعَ شَرِيعَتِهِ الْبَيْضَاءِ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلٰى سَيِّدِنَا وَحَبِيْبِنَا وَطَبِيْبِ  
 قُلُوْبِنَا وَشِفَاءِ صُدُوْرِنَا وَمَلْجَاْنِنَا وَمَاوِيْنَا وَنَبِيْنَا وَمَوْلَانَا  
 مُحَمَّدٍ وَعَلَى الْاِلهِ الْكِرَامِ وَاصْحَابِهِ الْعِظَامِ وَابْنِهِ غَوْثِنَا  
 الْاَنَامِ وَعَلَى الْاِمَامِ الْاِئِمَّةِ كَاشِفِ الْغُمَّةِ سِرَاجِ الْاُمَّةِ  
 وَبَارَكَ وَسَلَّمْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَبَدًا سُرْمَدًا وَالْحَمْدُ  
 لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

# اعتذار

- ① پروف ریڈنگ انتہائی  
عق ریزی کے ساتھ کی گئی ہے پھر بھی  
بشری تقاضے کے مطابق بھول چوک ممکن ہے۔  
لہذا مطالعہ کنندگان سے التماس ہے کہ جہاں کہیں  
فرودگذاشت نظر آئے برائے کرم مطلع فرمانے کی زحمت گوارا کریں۔
- ② ضمنی فہرست مکمل طور پر تیار نہیں ہو سکی لہذا فٹاویٰ کے  
بعض اجزاء کی فہرست شامل نہیں کی جاسکی جس کیلئے معذرت خواہ ہوں۔
- ③ اپنی گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے فٹاویٰ واجدی کے جدید مسائل  
کا مزید انتخاب نہیں کر سکا اور نہ ہی فٹاویٰ شریعیہ میں مندرجہ مسائل جدیدہ  
کو اس فٹاویٰ یورپ میں شامل کر سکا۔ اس لئے اہل ذوق  
حضرات سے معافی کی امید رکھتا ہوں۔ انشاء المولیٰ  
تعالیٰ دوسری جلد میں تلافی مافات ہو جائے گی۔

مَعذرتِ خواہ

مرتب

مَنْ يَتْرِكِ اللَّهَ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ الرَّبِّ  
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ سوال کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کی کہ عطا فرماتا ہے۔

ہزاروں فتاویٰ پر مشتمل مسائل شرعیہ کا بیس بہا ترجمہ

# أَجْمَلُ الْفَتَاوَى المعروف به فَتَاوَى أَجْمَلِيَّةٍ

جلد سوم

عبدالمحققین سلطان النابلسی راجل العلماء بدرالفضل  
قنطرة جبلدہ منقشی الشاہ محمد اجمل صاحب دارالحدیث رضویہ لائسنس علیہ السلام لاہور

شیر پور دَرَز

۳۰۔ اردو بازار۔ زبیدہ سنٹر ۵۰ لاہور

فتاویٰ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سیریز

مَعْرُوفٌ ب

# حَبِيبُ الْقَاوِي

افاضات

مؤلفین حضرت علامہ محمد حبیب الرحمن شرفی بھاکپوری علیہ  
صدر المدرسين و شيخ الحديث و مهتم جامعہ نعیمیہ مراد آباد یوپی

ترجمہ و تصحیح

ترتیب و تبویب

مولانا محمد المٹان کلیمی بھاری سیف خالد اشرفی بھاکپوری

شیراز

شبیر برادرز

۴. اردو بازار، زبیدہ سنٹر ۰ لاہور

دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جاری شدہ ۱۰۱۲ فتاویٰ کا مستند ذخیرہ

# فتاویٰ فیض الرسول

تصنیف

فقیر ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

سابق صدر شعبہ افتاء دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

بسی واہتمام

مفکر ملت حضرت علامہ صاحبزادہ غلام عبدالقادر علوی

خلف رشید حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ

مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

شبیر برادرز - بی اے بی اے بازار - لاہور



علماء۔ خطباء۔ واعظین۔ مقررین کے لئے بے مثال تحفہ  
پورے سال کے خطبات جمعہ سے بے نیاز کر دینے والی کتاب

مقبول  
مصنف  
چالیسین امام خطابت  
حضرت صاحبزادہ  
پیر محمد مقبول احمد  
سرور  
(سندری والے)

# اسرار خطابت

فضائل الہییت از قرآن کریم • فضائل الہییت از حدیث پاک • فلسفہ شہادت دو خطبات • قافلہ کی واپسی  
شان ولایت • فوز عظیم • اعلیٰ حضرت • حیات اولیاء • ثبوت میلاد • میلاد شریف • ولادت رسول • خلیفۃ اللہ الاعظم

اسرار خطابت  
جلد اول خطبات 13

اچھی نسبت • سرکارِ غوثِ اعظم • وسیلہ • برکاتِ تبرکات • صراطِ مستقیم • توحید کی دلیل باطلق  
سراپا معجزہ • شانِ صحابہ • حضرت بلال • اولیت صدیق اکبر • خلیل الہی • محسن رسول

اسرار خطابت  
جلد دوم خطبات

تفسیر آیت اسری • فلسفہ معراج النبی • مسجد اقصیٰ تک • اقصیٰ سے آگے • محدث اعظم پاکستان • شبِ برات کی برکات  
حضرت امام اعظم • فضائل ماہِ رمضان • ماہِ صیام کی برکات • فضائل محدثِ مدینہ • غزوہ بدر • مولائے کائنات

اسرار خطابت  
جلد سوم خطبات 12

عظمتِ بلدِ الحبیب • فلاحِ کاراستہ • بے مثل بشر • عظمتِ مصطفیٰ • حسن بے مثال • حاضر و ناظر رسول  
حدیث جبرائیل • دیکھ کر مالین • عظمتِ والدین • بنی صدیق • ذبحِ عظیم • حضرت عثمان غنی • حضرت فاطمہ علیہا السلام

اسرار خطابت  
جلد چہارم خطبات 13

سورت الہییت • محبت رسول • حیات النبی • فضائل درود شریف • روضۃ من ریاض الجنہ • حق چار یار  
ذائقہ الموت • نورِ بین • صدیق اکبر سراپا حسنات • ایصالِ ثواب • سیدہ عائشہ صدیقہ • لیلۃ القدر

اسرار خطابت  
جلد پنجم خطبات 12

محدوث کائنات حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی سوانح طیبہ جس سے علماء محققین اور واعظین و مقررین  
بیک وقت مستفید ہو سکتے ہیں فصاحت و بلاغت اور مستند حوالہ جات سے مزین خوبصورت تحفہ

اسرار خطابت  
جلد ششم

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سوانح طیبہ  
علماء و خطباء کے لیے یکساں مفید لاجواب کتاب

اسرار خطابت  
جلد ہفتم

۴۰. اردو بازار۔  
زبیدہ سنٹر لاہور

شبیر بکراکزی

marfat.com

معلومات سے بھرپور فکر انگیز بصیرت افزا سمجھنے کے  
 فروا کرنے اور فکر کو طاقت پر لانے والا نسخہ کیمیا

گورنمنٹ کالج  
 دارالعلوم

# جمال السنہ

بصیرت  
 کیمیا  
 گورنمنٹ کالج  
 دارالعلوم

- ☆ صحیح بخاری کا سلیس رواں بامحاورہ اور آسان ترین ترجمہ
- ☆ موقع و محل کی مناسبت سے ہر حدیث کے اندر ذکر شدہ نفس مسد کی وضاحت
- ☆ اعتقادی مسائل میں اہلسنت کے موقف کی تائید میں دلائل
- ☆ متقدمین و متاخرین کی تحقیقات کا مغز اور پورچور مختصر لفظوں میں نمودینا۔
- ☆ صحیح بخاری کی سب سے زیادہ منظم و وسیع اور جامع تخریج
- ☆ فقہی مسائل میں مذاہب اربعہ کی مستند کتب کی روشنی میں آراء کی آرا نقل کرنا
- ☆ فقہی و اعتقادی احکام کی روح سے شناسائی کے حصول کا ذریعہ
- ☆ عصر حاضر کے معاشرتی و مذہبی مسائل پر مختصر مگر بصیرت افزا تبصرو
- ☆ درس نظامی کے طلباء، خطباء، علماء، عام پڑھ لکھے افراد کیلئے یکساں مفید
- ☆ ایک ایسی شرح جو وقت کی ضرورت سے ایسی شرح جو آپ کی ضرورت سے

بصیرت کیمیا

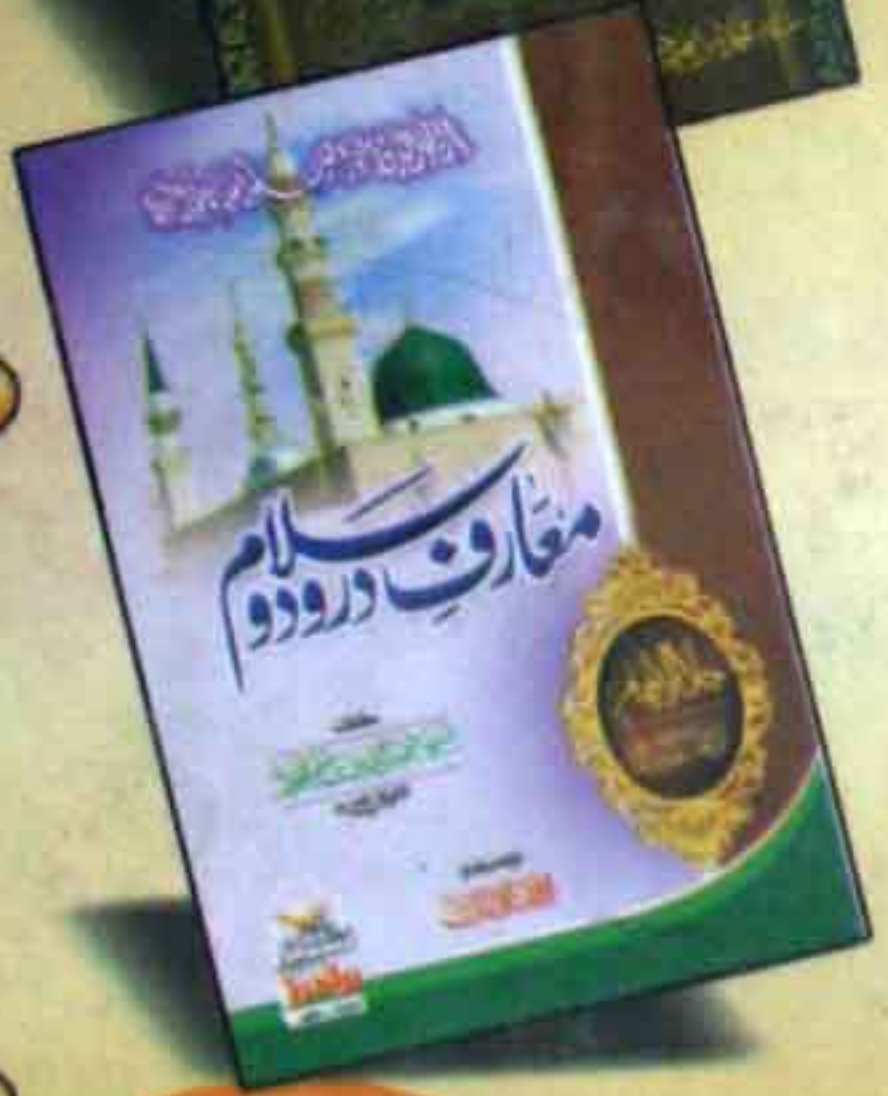
بصیرت کیمیا

**برادرز**

شیر برادرز

042-7246006

www.marfat.com



پبلیشرز سہیل انکمپلیمینٹری سول سولڈیئر  
آفس: 042-7246006

شبیر برادریز